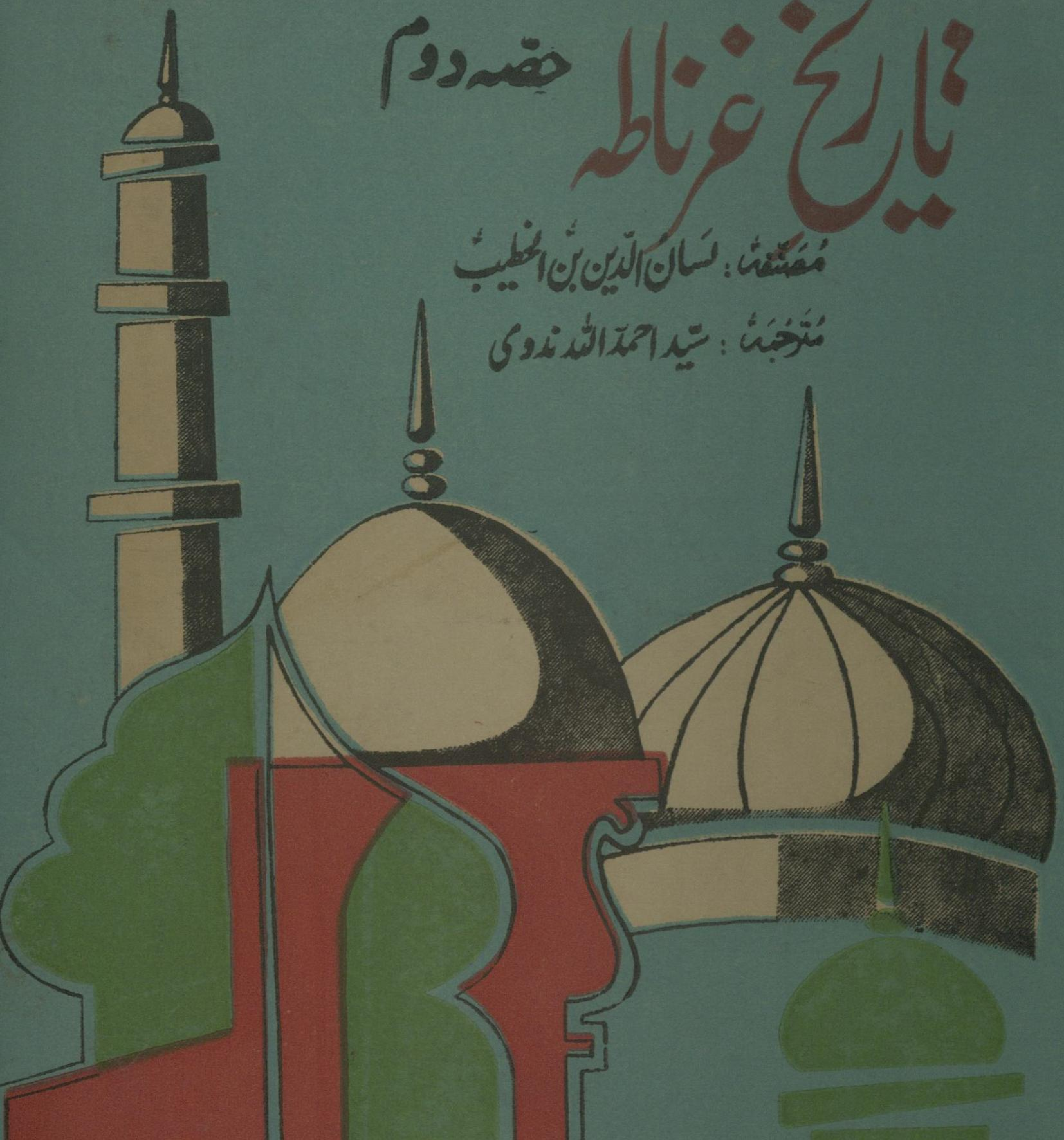


تاریخ غرناطہ

حصہ دوم

مصنفہ: لسان الدین بن الخطیب

مترجمہ: سید احمد اللہ ندوی

نفیس اکیڈمی بلاسس اسٹریٹ کراچی

D

امیر حیدرآباد دکن والا رکھا ہے
6/5/06

الاحاطہ فی اخبار غرناطہ

حصّہ دوم

اُندلس کے مشہور شہر غرناطہ (گرینیڈا) کے مشاہیر علم و سیاست کا
مکمل تذکرہ، اُن کے حالات جو علم وفضل اور آسمان سیاست و
حکومت کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ جن کا ذکر آج بھی دنیا کی
مجالسِ علمی میں احترام کے ساتھ ہوتا ہے۔

مُصنّف

الوزیر محمد لسان الدّین بن الخطیب

مترجم

سیّد احمد اللہ ندوی

نفیس اکیڈیمی

بلاسس اسٹریٹ ——— کراچی ۱

قیمت: ——— ۲۸ روپے

تحریر منود انوری بیگم

مطبوعہ
ایجوکیشنل پریس - پاکستان چوک - کراچی

فہرست مضامین

اخبار غرناطہ؛ حصّہ دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

از محمد اقبال سلیم گاھندری

یہ کتاب جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ الاحاطہ فی اخبار غرناطہ مصنّفہ الوزیر لسان الدین بن الخطیب الغرناطی المتوفی ۷۷۶ھ کا دوسرا حصّہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وزیر لسان الدین کو جہاں علم وسیاست دونوں میں امتیازی صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں وہاں اُسے ادب وانشاء پردازی کا بھی ایسا بے مثال سلیقہ مرحمت فرمایا تھا کہ دوسرا کوئی معاصر اس صفت میں اس کا مدّ مقابل نہیں، اس کی عبارت میں فصاحت وبلاغت، شکوہ الفاظ اور وفور معانی کے لاجواب نمونے ملتے ہیں۔ وہ اپنے زمانہ کا اتنا بڑا عالم اور اس قدر اہم سیاست دان تھا کہ اس کے بعد بہت سے ارباب قلم نے اُس کی زندگی کے حالات اور اس کے فضائل ومناقب پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں، اور حق یہ ہے کہ لسان الدین ابن الخطیب اپنی گوناگوں صلاحیتوں کی وجہ سے اس کا مستحق تھا کہ اہل علم اس کی طرف اسی اہتمام کے ساتھ توجہ کریں۔ امام ابن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ شارح البخاری نے اپنی مشہور و معروف کتاب الدرر الکامنہ میں لسان الدین ابن الخطیب کا ذکر جن شاندار الفاظ میں کیا ہے وہ اس کی بڑی دلیل ہے کہ اہلِ علم کی نظر میں ابن الخطیب کا مقام کتنا بلند ہے۔

لسان الدین ابن الخطیب نے اپنی اس کتاب کی ترتیب یہ رکھی ہے کہ اوّلاً شہر غرناطہ کا جغرافیہ اور اس کی تاریخ، پھر غرناطہ اور اہلِ غرناطہ کی خصوصیات علمی اور معاشرتی، تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ اور اس کے بعد مشاہیرِ غرناطہ کا تذکرہ بہ ترتیب حروف تہجی، دونوں حصّے بہترین اور لاجواب ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ غرناطہ (جسے آج کل گرینیڈا

کہتے ہیں) اندلس میں مسلمانوں کی حکومت کا اہم شہر اور دارالحکومت رہا ہے - کبھی یہاں اہلِ علم اور نجوم سیاست کی بزم کہکشاں قایم تھی -

اُردو میں اس کتاب کا ترجمہ مولانا حکیم سید احمداللہ صاحب ندوی نے کیا ہے، اور حیدرآباد دکن سے بسلسلہ نصاب جامعہ عثمانیہ یہ شایع کیا گیا تھا، اب یہ کتاب کمیاب ہی نہیں تقریبًا نایاب ہو چکی تھی۔ نفیس اکیڈیمی نے بلند پایہ اور مستند اُردو کتابوں کی اشاعت کا جو عظیم الشّان سلسلہ شروع کر رکھا ہے اُس میں اس کتاب کو بھی اشاعت کے لئے منتخب کیا گیا، پہلا حصّہ چھپ کر شایع ہو چکا ہے اور اب یہ دوسرا حصّہ بھی اعلیٰ درجہ کی طباعت سے مزین ہو کر ارباب علم اور اصحاب ذوق کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے -' ذٰلک فضل اللہ '

ایک بندۂ ضعیف کی قوّت ہی کیا جو اس کی بے پایاں عنایتوں اور کرمفرمائیوں کا پوری طرح شکریہ ادا کر سکے، اللہ تعالیٰ جو کام بھی لے لے، اس کا کرم ہے، ورنہ من آنم کہ من دانم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

محمد بن یوسف بن اسماعیل بن فرج بن اسماعیل بن فرج بن نصر

عہد حاضر کے امیر المسلمین اندلس

یہ سلطان صدر الصدور، علم الاعلام، خلیفۃ اللہ اور عماد الاسلام ہیں - خاندان نصریہ عالی نسب کے رئیس، اور اس خانوادۂ کریم النفس کے شمع منیر، عزت و شرف عظیم کے لب لباب، کمال کے معنی عزم و استقلال کی صورت، سرنامۂ خیر و برکت طائر مبارک فال، اور محمود الخصال ہیں، اون کے اوصاف کی کوئی انتہا نہیں، ان کی تعریف کا حق ادا کرنے سے عبارت قاصر، اور ان کی ثنا کے میدان میں چلنے سے زبان نظم و نثر عاجز ہے، اور ان کے مرتبۂ بلند تک مدّاح کی رسائی ناممکن ہے۔

اوّلیّت

سلطان موصوف کی اوّلیّت آفتاب نصف النہار کی طرح مشہور ہے اور تمام دُنیا جانتی ہے کہ ان کا سلسلۂ نسب حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے، اور جو لوگ کان اور آنکھ رکھتے ہیں ان کے نزدیک فخر کے لئے یہ انتساب کافی ہے۔

حالات

سلطان موصوف اپنے خاندان میں سب سے زیادہ اقبال مند شخص ہیں - اور ان کی ولادت اور ولایت کی ساعت سب سے زیادہ مبارک ہے، اللہ نے سلطان کی ذات میں حسن صورت، استقامت فطرت، اعتدال اخلاق، صحت فکر، صفائی ذہن رسائی فہم، لطافت مسائل، اور کامل غور و تامل کا مادہ جمع کر دیا ہے - اور حلم و وقار، کہ یہ دونوں

صفات اللہ کو پسند ہیں اور سلامت قلب جو کہ علامات ایمان سے ہے اور نرم دلی، اور نصیحت کو فی الفور قبول کرلینا اور طہارت و عفت کے میدان میں اقران پر فائق رہنا اور افراط جرأت، ایجاد آلات، شوق جہاد، ثابت قدمی، قوت قلب، مشہور زمانہ دلیری، رحم و مہربانی کو ترجیح دینا اور تدبیر میں کامیاب رہنا، الغرض ان تمام خوبیوں کو ان کی ذات میں اس درجہ جمع کیا ہے کہ کوئی دوسرا شخص اس جامعیت کا پایا نہیں جاتا، اللہ ان پر اس سے بھی زیادہ فضل کرے ان کی حکومت ان کی اولاد میں باقی رکھے اور ان کی زندگی سے مسلمانوں کو نفع پہونچاتا رہے۔

۷۵۵ھ میں بعد نماز عید فطر سلطان اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد نیکی کے آثار، عمر کی ترجیح، اور بابرکت ہونے کی امید کے باعث اہل ملک کی رضامندی و اختیار سے تخت نشین کئے گئے، اس وقت وہ نوعمر قریب بہ سن بلوغ تھے، اللہ نے اپنے حفظ و امان میں رکھکر خیریت کے ساتھ جوانی کی عمر کو پہنچایا اور آرام و راحت کا سارا سامان مہیا کردیا۔ چنانچہ اس اثناء میں نہ کبھی آسمانی بارش میں کمی ہوئی اور نہ دشمنوں کی طرف سے کوئی خطرہ پیش آیا، نہ القاب میں کچھ ردّ و بدل ہوا، نہ مکارہ زمانہ سے سابقہ پڑا، نہ بھوک کی تکلیف ہوئی، اور نہ فراخ سالی و خوش حالی میں کوئی شئے مانع و مزاحم ہوئی۔

یہ حالت اس مشہور حادثے کے پیش آنے تک قائم رہی جو حقیقت میں سلطان کے لئے ایک آزمائش کا موقع تھا، جس سے ان کو بہت کچھ تجربہ حاصل ہوا، اور عبرت کا مفید سبق ملا، سلطان یہ دیکھ کر کہ ان کی سلطنت ظالموں کے قبضے میں چلی گئی، چلتے ہوئے تیروں کی زد سے بچ نکلے، اور مفسدوں کے توقعات سے دور ہٹ کر ایک محفوظ اور مامون مقام میں مستور ہوگئے۔

پھر وہاں سے واپس آئے۔ اور دار الاسلام میں سلطان کے واپس آجانے کی سب سے زیادہ قدر و منزلت خود اسلام نے کی اور ان کی رجعت کو پسند کیا۔ اس لئے کہ وہ ان کے مخالفوں کو بھی آزماکر دیکھ چکا تھا، سلطان کے آجانے سے گویا ملک میں دفعتہً پانی برس گیا اور انصاف ایسا عام ہوگیا کہ اس کی بڑی شہرت اور نیکنامی ہوئی، اور ملک میں مال و دولت کی فراوانی، بارش کی افراط، برکات کا

ظہور فتوح کا سلسلہ، الغرض ایسی حالت ہوگئی جس کے آثار ہمیشہ باقی رہیں گے، اور اس اجمال کی تفصیل بقدر گنجایش بحولہ تعالیٰ حسب ترتیب آگے آئے گی۔

دولت اُولیٰ کی ترتیب

سلطان کی حکومت کے دو دور ہیں، اس لئے کہ ان کو دو مرتبہ ولایت حاصل ہوئی دُنیا میں، ایک ایسی زندگی بسر کرنے کے بعد جس کے نیک کاموں سے نیکی کے اعمال نامے بھر جائیں اور جس کے نام نیک کی یادگاریں ہمیشہ باقی رہیں اور جس کے اعمال وسیلۂ تقرب ہوں، اور جو اس مقام میں جو اللہ کے نزدیک ارفع و اعلیٰ ہے ترقی درجات کا ذریعہ ہو، اللہ ان دونوں دور حکومت پر آخرت کی سلطنت کا اضافہ کرے، کہ اہلِ ایمان کے نزدیک بہتر اور باقی رہنے والی وہی شئے ہے جو اللہ کے یہاں ہے، اور اہل ایمان اپنے رب ہی پر توکل رکھتے ہیں۔

وُزرا و حُجّاب

سلطان نے اپنی نیابت اور حاجب باب کی خدمت پر شیخ قائد ابو نعیم رضوان مرحوم کو مقرر کیا جو اس عنایت کے مستحق تھے اور شرفائے جلیل القدر میں ایک منتخب اور شریف النسب شخص تھے، اور حکومت و تربیت کے کام میں ان کا اعلیٰ درجے کا فضل و کمال مسلّم تھا، اور ان کی ذات کے ساتھ مخصوص سمجھا جاتا تھا، وہ علم و ادب کے سرپرست تھے، سلطان کے جدّ بزرگوار کے معتمد علیہ اسلاف کے موالی تھے جو سلطان کے عہد تک بڑے مدبّر اور اعیان و ارکان سلطنت میں سب سے زیادہ لایق اور قابل قدر شخص سمجھے جاتے تھے۔ اور مشائخ ممالیک میں یادگار اہل کمال اور بہترین موالی میں سے تھے۔

شیخ موصوف نے سارا بار اُٹھا لیا، اور سلطان کی نیابت کرنے لگے، انھوں نے سارے مراتب علیٰ حالہ قائم رکھے القاب کی نگہداشت کی سب کے ساتھ انصاف کیا۔ جو لوگ محنت و تکلیف میں تھے ان کے لئے آسانیاں مہیّا کیں، نصیحت و مشورہ طلب کرتے رہے، اور کبھی ان کے حسن سیرت اور خلوص میں کوئی کمی

نہیں ہوئی۔

شیخ نے میری عزت افزائی خصوصیت کے ساتھ کی، میرے ساتھ ایسا عمدہ برتاؤ کیا جس سے زیادہ ممکن نہیں مجھ کو میری عمر اور قربت کی حیثیت سے بہت زیادہ دیا، مرتبے میں مجھ کو اپنا شریک بنالیا میرے حقوق و اختیارات میں کبھی مداخلت نہیں کی، حاضر و غائب ہر حال میں وزارت کا لقب میرے لئے مخصوص کر دیا۔ اور مشایعت و استقبال کا ہمیشہ التزام رکھا، خلاصہ یہ کہ ان امور میں ان کے اخلاق و اطوار نہایت اعلیٰ درجے کے اور بعینہٖ اسی قسم کے تھے جو بزرگان سلف سے منقول ہیں۔

میرے ساتھ ان کی محبت یومًا فیومًا بڑھتی گئی اور جب مجھ کو سلطان کی خدمت میں تقرب خاص حاصل ہوا اس وقت ان کے اور سلطان کے درمیان جو راز کی باتیں ہوتی تھیں ان کا جاننے والا میرے سوا دوسرا کوئی نہیں تھا، مرتے دم تک میرے اور ان کے تعلقات کی یہ حالت تھی کہ جب کوئی خلاف طبع اور ناگوار امر پیش آتا، مثلاً ان کی روش کے متعلق کوئی غلط فہمی پیدا ہوتی، یا ان کے معاملات میں کذب و افترا سے انقلاب کا اندیشہ ہوتا، اس وقت وہ اپنے دل کا حال صرف مجھ سے کہہ کر طبیعت کو تسکین دیتے اور غم غلط کرتے تھے اور اگر کسی حیلہ و مکر سے ان کی طبیعت میں برہمی پیدا ہوتی تو اس کی اصلاح صرف میرے ذریعے سے کرتے تھے۔

شیخ مجاہدین اور سپہ سالار فوج

سلطان نے اپنے ابتدائے عہد میں فوج کی سرداری پر شیخ ابوزکریا یحییٰ بن عمر بن رحو بن عبداللہ بن عبدالحق کو برقرار رکھا جو سلطان کے والد کے وقت میں بھی شیخ الغزاۃ تھے اور قوم میں ایک صائب الرائے آزمودہ کار اور دانشمند شخص سمجھے جاتے تھے، اور حزم و تدبیر، تجربہ و انتقال ذہن اور سنجیدگی و فہم رسا میں یادگار سلف تھے۔ مختصر یہ ہے کہ وہ ایک یکتائے روزگار اور بے نظیر شخص تھے، شجاعت و اصالت اور رائے اور مباحثے کے لحاظ سے سرداری کا استحقاق رکھتے تھے، وہ اپنے قبیلے کے بڑے نسّاب اور ان کی زبان کے ماہر اور ان کی سیاست کے کسرے تھے، اس کے

ساتھ طبیعت میں نرمی بھی تھی سلطان کے کام کو سکون و اطمینان کے ساتھ انجام دیتے تھے اور ضرورت و حاجت کے وقت اپنے درجے سے نیچے بھی اُتر آتے تھے اور سفارشیں ہمدردی و مہربانی کے لہجے میں کرتے تھے، اہلِ مجلس کو خوش اور محظوظ رکھتے تھے، نہایت ذہین صاحبِ عقل اور جمیل و شکیل شخص تھے، اور ان کا رسوخ و اثر اس سبب سے بہت بڑھ گیا تھا کہ معروضات و مراسلات کی مجلس کے ساتھ بھی تعلق رکھتے تھے، جس کا بیان آئندہ کیا جائے گا۔

کاتبِ سِرّ

(پرائیوٹ سکرٹری)

ابتدا میں سلطان کے پیچھے کھڑے رہنے، بیعت و تہنیت کے وقت ان کا ہاتھ پکڑنے، کتابت و انشاء الف و جواب اور خلعت و مجالست کی خدمتیں، جن پر سلطان کے والد مرحوم نے مجھے مقرر کیا تھا، میں ہی انجام دیتا رہا اور خدمت قلم اور لقب وزارت کا جامع رہا، جو افسرِ اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے سب سے زیادہ معزز عہدہ ہے، محلِ شاہی اور دارالسلطنت کے متعلق تمام امور میں سلطان کی نیابت میرے ساتھ مخصوص رہی، امورِ انتظامی کا جاری کرنا متفرق امور میں مناسب احکام صادر کرنا وظائف جاری کرنا یہ سب میرے اختیار میں تھا اور میری وجاہت اور عزت سب پر ظاہر تھی۔

اس کے بعد میری عزّت اور زیادہ بڑھی اور عقل و فہم میں بھی پختگی آئی، اور مقربین خاص کا درجہ حاصل ہو گیا۔ اس وقت سلطان نے مجھ کو حاضریِ دربار کی خدمت سے صف وزارت میں منتقل کر دیا، اور مجھ پر ایسی مہربانی کرتے رہے جس سے زیادہ ممکن نہیں اور مجھ کو خصوصیت کا وہ مرتبہ دیا جس کے اوپر کوئی مرتبہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ان کو اس احسان کی جزائے خیر دے اور اس رعایت کا صلہ عنایت کرے اور اپنی بارگاہ میں ان کو اعلیٰ درجہ عطا فرمائے۔

اپنی ولایت کے دوسرے دن مہربان سلطان نے (اللہ اس کریم اور مہربان

کی زندگی کو کدورتوں سے صاف رکھے، مجھ کو یہ عزت دی کہ مغرب و ملحقات مغرب یعنی بلادِ افریقہ کے بادشاہ و سلطان خلیفہ ابو العنان کے دربار میں مجھ کو اپنا سفیر بنا کر روانہ کیا، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

پھر اپنی ولایت کے اس پہلے دور میں مجھ کو پیشی کا کام انجام دینے سے ترقی دے کر بہت سی خدمتوں کے اختیارات تفویض کر دئے۔ اور میں نے ان کل خدمتوں پر اپنی جگہ کام کرنے کے لئے .... اگرچہ یہ ترقی کا انتہائی درجہ تھا، فقیہ ابو محمد بن عطیہ کو وادی آش کے منصب قضا و خطابت سے ہٹا کر اپنا نائب بنا لیا، جو کچھ میری رائے اور تجویز سے لکھا جاتا تھا وہ فقیہ موصوف کے انتظام سے لکھا جاتا تھا، وہی میرا حکم دریافت کرتے تھے اور میرے پاس آتے جاتے تھے، اور وقوع حادثہ و انقلاب سلطنت کے متعلق مشیتِ الٰہی کے نافذ ہونے تک وہ ان تمام خدمتوں کو بڑی لیاقت اور محنت سے انجام دیتے رہے۔

قضاۃ

سلطان نے قضا و خطابت کے متعلق سارے اختیارات اپنے والد کے قاضی شیخ استاذ شریف کے ساتھ مخصوص کر دئے تھے استاذ موصوف کی ادا سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ایک باوقار شائستہ اطوار اور عالی خاندان شخص ہیں، وہ علوم ادبیہ کے عالم متبحر تھے اور فصل خصومات میں اعلیٰ درجے کی دستگاہ رکھتے تھے نیز ایک وحید عصر اور فرید دہر شخص تھے، اور وہی تنہا ایک شخص تھے جو شہر سبتہ سے منتقل ہو کر ایالت نصریہ میں آ گئے تھے۔

قاضیٔ مرحوم کی وفات عین وقوع حادثہ کے وقت ہوئی، مرحوم کے بعد اس خدمت کے سب سے زیادہ مستحق شیخ فقیہ قاضی ابو البرکات تھے جو سلطان کے والد کے زمانے میں قاضی رہ چکے تھے اور نہایت لایق اور کار آزمودہ شخص تھے، یہ اس وقت سلطان کی طرف سے کسی سفارت پر گئے ہوئے تھے ان کی واپسی کے انتظار میں اس عہدے کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا اور قبل ان کے تقرر کے، ابتلا پیش آ گیا اور اس وقت تک ابراہیم نیابۃً کام کرتے رہے۔

ملوک ہم عصر

مغرب میں امیر المسلمین ابو عنان ابن امیر المسلمین ابو الحسن ابن امیر المسلمین ابو سعید ابن امیر المسلمین یعقوب ابن عبد الحق سلطان اور امام و خلیفہ تھے امام موصوف اعلیٰ درجے کے سعادت مند، نہایت نیک نیت، راستباز بڑے لائق و فائق اور خدا داد قابلیت کے شخص تھے، اور عقل و فضل، فکر، خط، بلاغت حفظ، ذکاوت اور فہم و جرأت میں انتہا درجے کا کمال رکھتے تھے اللہ ان کو اپنی آغوش رحمت میں جگہ دے۔

سلطان نے امام موصوف کی بیعت کرنے، ان کے امر کی تکمیل کرنے اور ان کے ساتھ دوستی کا عہد و پیمان باندھنے اور ان کو اپنا حامی و مددگار بنانے کے لئے مجھ کو اپنا نائب بنا کر ان کی خدمت میں بھیجا، ان کے علاوہ کچھ ایسی مہتم بالشان باتیں تھیں جن کی اہمیت اہل زمانہ کی فہم سے بالاتر ہے اور جن کی حقیقت بیان نہیں کی جا سکتی۔

ہم بتاریخ اٹھائیس ماہ ذی قعدہ ۷۵۵ھ میں مذکور امام مغرب کی خدمت میں پہونچے اور مضمون رسالت ادا کرتے وقت ہم نے امام کو مخاطب کر کے قصیدۂ ذیل پڑھا:-

خلیفۃ اللہ ساعد القدر	اے اللہ کے خلیفہ جب تک تاریکی میں ماہتاب
علاک ما لاح فی الدجی القمر	چمکا کرے تقدیر آپ کی مساعدت کرتی رہے۔

جس غرض کے لئے ہم اُن کی خدمت میں گئے تھے اس میں ہمیں پوری کامیابی ہوئی۔

سلطان مغرب کے ساتھ شیر کا شکار

اسی قیام کے اثناء میں امام موصوف ہم کو براہ مہربانی ایک ایسے مقام پر لے گئے جس کے سامنے ایک وسیع میدان تھا، یہاں ایک بھورے رنگ کا بہت بڑا شیر جس کے دونوں ہاتھ بہت فربہ تھے اور اس کے شانوں کے درمیان کثرت سے بال تھے ایک لکڑی کے پنجرے میں مقید تھا، خادموں نے پنجرے کے سوراخوں سے شیر کو اس قدر دق

گیا کہ وہ غصے میں آکر کھڑا ہو گیا اور پنجرے کے دروازے کو چور چور کر ڈالا، میدان میں ایک بڑے سر اور بلند قد و قامت کا بیل لا کر کھڑا کیا گیا اور اس کے آگے بھینسوں کی ایک قطار کھڑی کی گئی تھی، مقابلے کا وقت آپہونچا، اور ہنگامۂ کارزار گرم ہوا۔ گرج اور دہاڑنے کی آواز چوٹی کی جس بلندی تک جا سکتی تھی پہونچ گئی، بزدلوں نے دشمن کے ساتھ مقابلہ کرنے کی ہمت کی اور بہادر مرنے پر آمادہ ہوا، شیر اس تکلیف سے جو اس کو پہونچی مقابلے کے قابل نہیں رہا اور صبر و تحمل کر کے جنگ آزمائی سے باز آگیا۔ مسلح اور زرہ پوش پیادوں پر جا پڑا اور ہمت کر کے اس تیزی سے نکل بھاگنا چاہا گویا ستارہ ٹوٹا یا تاریکی میں بجلی چمک گئی، دو ایک پیادوں کو شیر نے ہلاک کیا اور باقی پیادوں نے نیزوں سے شیر کا کام تمام کر دیا اور اس کو اسی خون آلودہ حالت میں سلطان کے سامنے گھسیٹ لائے۔

بعض حاضرین نے اصرار کے ساتھ اس واقعے کو نظم کرنے کی فرمائش کی، اور میں نے اشعار ذیل موزوں کر کے سُنائے:

انعام ارضك تقهر الآسادا	آپ کے ملک کے چوپائے شیروں کو مغلوب کر لیتے ہیں
لطباعك الارواح والاجسادا	یہ ان کی طبعی حالت ہے جو روح اور جسم سب پر چھاگئی ہے
وخصائص للمجد نلت ضروبها	عظمت و شرف کی مختلف قسم کی خصوصیتیں آپ کی ذات میں پائی جاتی ہیں۔
في الخلق ساد لاجلها من سادا	کہ خلق میں جو شخص سردار ہوا ہے انھیں کی وجہ سے سردار ہوا ہے۔
ان الفضائل في حماك بضائع لم تخش من بعد النفاق کسادا	آپ کے حدود مملکت کے اندر فضائل ایسے مال ہیں، جن کے لئے بازار میں رائج ہو جانے کے بعد پھر ارزاں ہونے کا ڈر نہیں ہے۔
كان الهزبر محاربا فجزيته	شیر نے لڑنا چاہا تو آپ نے اس کو وہ سزا دی۔
بجزاء من في الارض فسادا	جو اس شخص کو دی جاتی ہے جو ملک میں فساد برپا کرتا ہے۔

سلطان نے پابندیٔ مضمون اور ہیبت مجلس کے باوجود طبیعت کی آمد اور برجستہ گوئی کی قدرت پر تحسین کی۔

ہم اس سفر سے سفارت کا نہایت بہتر نتیجہ حاصل کر کے واپس آئے، یعنی ہم سلطان مغرب کی پائیدار دوستی، اور امداد حاصل کر کے، بیش قیمت فروش اور تحائف کے ساتھ اور لدے ہوئے اونٹوں کی پہلو بہ پہلو قطار اور لذیذ و خوش گوار کھانے لئے ہوئے وسط محرم سنہ ۷۵۶ھ میں سلطان کے پاس واپس پہونچے اور یہ محنت و جاں فشانی پوری طرح کامیاب اور بارآور ہوئی - اور جو خیال قائم کیا گیا تھا وہ صحیح نکلا، اور میرا یہ سفر اور دوسرا جو اس کے قبل واقع ہوا تھا اس مقصد کی کامیابی کا ایک جزو بن گیا والحمد للہ الذی لہ الحمد فی الاوّل والآخر-

کہا جاتا ہے کہ سلطان مغرب کی موت سازش سے واقع ہوئی، اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ بیماری سے فوت ہوئے وہ بیماری سے بہت کمزور ہو گئے تھے اور ان کی نسبت متعدّد غلط اور بُری خبریں مشہور ہونے لگی تھیں، وزرا نے ان کے دروازے پر جھگڑا کیا اور بیٹے ان کے گھر کی طرف دوڑنے لگے - اس وقت ان کا کار پرداز ڈرا کہ سلطان اس پر شبہ کر کے اس کو سزا دیں گے، سلطان کا کوڑا ان کی تلوار سے زیادہ سخت تھا اور جس شخص پر ان کا عتاب ہوتا اس کے حق میں قبر، قید خانے سے زیادہ قریب ہو جاتی تھی، اور اس طرح اس خاندان کے آخری جلیل القدر بادشاہ کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا-

سلطان مرحوم نے حکومت کو از سر نو زندہ کر دیا تھا - انھوں نے قدیم دستوروں کو علیٰ حالہ قائم رکھا تھا اور القاب جاری کئے تھے اور سزا دینے میں بہت سختی کرتے تھے، انھوں نے اپنی ایالت کو ایک تنگ نالے سے بھی زیادہ مختصر کر دیا تھا- اندلس کی مدد کی تھی، اور مخالفین کو مغلوب کر لیا تھا، انھوں نے آثار باقیہ قائم کئے، مدرسے اور خانقاہیں بنوائیں اور مشاہیر کو بلا کر اپنے گرد جمع کیا، انھوں نے عمان پر حملہ کر کے اس کو اپنی ایالت میں داخل کر لیا، پھر قسطینہ اور بجایہ کو بھی تلمسان کے ساتھ ملحق کر لیا- اور تونس کی طرف جنگی جہازوں کا بیڑہ روانہ کیا، چنانچہ رمضان سنہ ۷۵۸ھ میں ان کے معتمدین نے تونس میں داخل ہو کر اس پر بھی قبضہ کر لیا، اور ماہ ذیقعدہ سنہ مذکور تک ان کی دعوت تونس میں قائم رہی-

سلطان کی موت چودھویں ذی الحجہ سنہ ۷۵۹ھ کو واقع ہوئی، اور ان کے وزیر

حسن بن عمر کی تجویز سے امارت ان کے بیٹے کی طرف جن کا نام سعید اور کنیت ابو بکر تھی منتقل ہو گئی، سعید نے ایالات شرقیہ کو واپس لے کر ان پر قبضہ کر لینے کا ارادہ کیا، لیکن ان ایالات کی طرف جو فوج روانہ کی گئی اس نے منصور بن سلیمان کی بیعت کر لی، وزیر اور سلطان، نئے شہر میں جو خلافت برنیہ کا مستقر تھا پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ وہاں یہ لوگ زیادہ طاقتور تھے، منصور بن سلیمان مقابلے کے لئے آیا، اور وزیر کی دور اندیشی و مستقل مزاجی سے شہر کی حکومت اس کے سپرد کر دی گئی۔

سلطان ابو سالم ابراہیم بن سلطان ابوالحسن برادر سلطان ابو عنان مرحوم، جو بھائی سے منحرف ہو کر مغرب سے اندلس چلے گئے تھے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، اندلس چھوڑ کر بادشاہ نصاریٰ کی مدد سے، صوبۂ غربی کے طرف متوجہ ہوئے اور بڑا خطرہ برداشت کرتے رہے، اور مراکش میں اجازت نہ ملنے کے بعد، ان کے جہازوں نے ساحل طنجہ پر قیام کر کے جبال غمارہ کے باشندوں سے مدد چاہی، سبتہ اور طنجہ نے اُن کی اطاعت قبول کر لی، اور لوگ منصور بن سلیمان کو چھوڑ کر بھاگ گئے، منصور مع فرزند گرفتار ہو گیا، اور دونوں قتل کر دئے گئے۔ اللہ دونوں کو اس کا نفع بخشے۔

بروز پنجشنبہ دسویں شعبان ۷۶۰ھ کو سلطان اور وزیر نے، شہر بیضا، سلطان ابو سالم کے حوالے کر دیا، اور اس پر بھی ان کا قبضہ ہو گیا، پھر سلطنت میں انقلاب واقع ہوا اور سلطان کے رندہ جانے، اور وہاں سے اپنا ملک واپس لینے کے لئے مدد حاصل کرنے کا واقعہ پیش آیا، جس کا بیان اپنے موقع پر کیا جائے گا، اور بقا صرف اللہ سُبحانہٗ کی ذات کو ہے۔

تلمسان میں، سلطان ابو عمران موسیٰ بن مرہبت بن یحییٰ بن عبد الرحمٰن بن یغمراسن، بادشاہ تھے جنھوں نے ابھی تھوڑے دن ہوئے، سعید کے ابتدائی زمانے میں اُسے واپس لیا تھا۔

تونس میں، رئیس دولت، بقیۃ الفضلا، یادگار زمانہ، فاضل مشہور اور سیّاح معروف، شیخ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن ارد، عریف وطن کی نظر توجہ سے، ابراہیم بن امیر ابی بکر حفص بن ابراہیم بن ابو زکریا یحییٰ بن عبد الواحد امیر تھے۔

عیسائی بادشاہوں میں، بطرہ بن الهنشہ بن ہرانده بن شانجہ بن الفنش بن

ہرانده (چالیس تک) قشتالہ کا بادشاہ تھا، یہ شخص اپنے باپ کے آخر زمانے میں بوجوہ چند در چند ماہ محرم ۷۵۱ھ میں والی ملک بن گیا، مسلمانوں کے بلاد کے متعلق، اس کے باپ کے ساتھ جو صلحنامہ کیا گیا تھا، اس کے مرنے کے بعد بیٹے کے ساتھ بھی جس کا حال بیان کیا جارہا ہے، قائم رہا۔ اس کے وقت میں، رومیوں کے اندر سخت بغض و عناد اور باہمی اختلاف پیدا ہو گیا، اور وہ بہت پریشاں حال ہو گئے، اور ان کے اکثر اعیان ہلاک ہو گئے، اس شخص کے خاص لوگوں میں سے، اس کے تمام علاتی بھائی اس کی خود غرضی اور نفس پرستی سے اس درجہ خوف زدہ ہوئے کہ ان سب نے اپنی ماں کو قتل کر کے اس سے سرکشی کی، اور باپ نے ان کی ماں کی خاطر سے جس کو جس علاقے میں آباد کیا تھا سب اس کو چھوڑ کر وہاں چلے گئے۔

ابتدائے حال میں، یہ اپنے باپ کے طریقہ پر چلا .... پھر خوارج نے منحرف ہو کر اس کو گرفتار کر لینے کی تدبیر کی، اور وہ ایک ایسے جال میں پھنس گیا ہے کہ اس کے سبب سے یا تو عقل سے کام لینے پر مجبور ہو گا، یا اگر اس جال سے رہائی اور چھٹکارا نہ پایا تو بہت جلد معزول کر دیا جائے گا اور اسی حالت نے اس کو صلح قائم رکھنے پر مجبور کیا ہے۔ اور اس وقت تک وہ اسی حالت میں مبتلا ہے۔

حوادث زمانہ

حکومت کا یہ دور مسلسل عافیت، متصل سکون، نو بہ نو سامان تفریح، مستحکم امن، اور پائدار صلح کا دور رہا اور کوئی حادثہ پیش نہیں آیا۔

جمادی الثانیہ ۷۵۶ھ میں عیسیٰ ابن حسین ابن ابی الطلاق جبل فتح کے قریب چلا گیا اور جبل کے درّے اور قلعہ پر جو مسلمانوں کو فتح کے وقت سے عزیز رہا ہے اور اسی مبارک نام سے موسوم ہے اور خصوصیت کے ساتھ نہایت مستحکم بنا ہوا ہے قبضہ کر لیا اس شخص کے اسلاف شریف النسل صاحب تدبیر اور نیک سیرت شیوخ تھے لیکن یہ بہ ذات خود آثار سعادت سے بالکل محروم اور ناعاقبت اندیشی و بدانجامی میں ضرب المثل تھا۔

بدنصیبی اور شومی قسمت سے اس کے اور سلطان کے باہمی تعلقات جو اس کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے اور اس کو بڑے آرام و عافیت کے ساتھ رکھتے تھے اس درجہ کشیدہ ہو گئے کہ اس نے جبل کے مفسدوں کے ساتھ خفیہ سازشش کی اور یہ لوگ اس کے دام میں آ گئے اور اپنی جھوٹی عصبیت کا ایسا یقین دلایا کہ اس نے بہ تاریخ ششم ماہ ذلیقعدہ سنہ مذکور سرکشی کا اظہار کر دیا اور خبروں کا سلسلہ بند ہو گیا، اور مدد پہونچنے کی راہ مسدود اور مدد پہونچانے کا ذریعہ منقطع ہو جانے کے باعث نیز دشمن کا حوصلہ بڑھ جانے کی وجہ سے لوگ سخت مایوسی اور افسردہ دلی اور تردد کے ساتھ آنے والی مصیبت کا انتظار کرنے لگے، دشمن کا موقع بہت مستحکم اور بلندی پر واقع تھا اس کے پاس ساز و سامان افراط سے تھا۔ لوگوں میں اس کی عظمت بھی تھی اور موقع ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ ان وجوہ سے اس کو راہ راست پر واپس لانے اور اس حرکت ناشائستہ سے باز رکھنے کی کوئی امید نہ تھی۔

پھر پے در پے یہ خبریں آئیں کہ اس کے بیٹے نے اشبونہ پر فوج کشی کی، لیکن وہاں اس کو ناکامیابی ہوئی اور اہل اشبونہ سلطان کے وفادار رہے۔ باغیوں کو شکست دی، اور وہ خود مالقہ سے پورے ساز و سامان کے ساتھ اشبونہ آیا، اور اب بادشاہ مغرب نے سلطان ایدہ اللہ سے خواہش کی کہ وہ اس کی مدافعت کریں۔ چنانچہ جنگ ہونے لگی اور لوگوں کے خیالات میں سکون ہو گیا۔

اسی مہینے کی پندرھویں تاریخ کو، اہل جبل نے اس پر حملہ کر دیا، اور جو لوگ اس کے ساتھ تھے سب اس سے بیزار ہو گئے اور ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئے اس کے درّے اور گھاٹیاں چھن گئیں، وہ جس راہ سے آیا تھا اسی سے واپس گیا، اس کا کام بہت جلد تمام ہو گیا اور اطمینان کی وجہ سے اس نے اس کے لئے طیاری کرنے میں غفلت کی اور شکست کھائی اس کی امارت پر برہم ہو کر جہازوں کا ایک بیڑا سبتہ پہونچ گیا تھا، اور وہ اپنے بیٹے سمیت گرفتار ہو کر، اسی وقت سمندر پار بھیجدیا گیا، اس کی حمایت میں کسی نے آواز بھی نہیں نکالی اور ساری شورشش فرو ہو گئی اور یہی ہونے والا تھا، جس کو اللہ کے سوا کوئی ٹال نہیں سکتا تھا۔ باشندگان جبل وہ معاہدہ کرنے کے بعد جس سے ان دونوں کو بغاوت کی جرأت ہوئی، دونوں سے

ناراض ہو گئے تھے، اور ہر وقت کے لئے ایک کام مقرر ہے۔

دونوں سلطان مغرب کے دربار میں، شہر فاس روانہ کر دیئے گئے، اور دونوں کے تشہیر و تعذیب کے ساتھ لائے جانے کا حال دیکھنے کے لئے لوگ باہر نکل آئے، سلطان نے ان کی نسبت حکم دیا کہ عید اضحیٰ کے بعد دونوں کو جرم فساد کی سزا دی جائے چنانچہ، شیخ نے شہر کے باب السمارین کے باہر خود اپنے قرابت مندوں کے ہاتھ سے قتل کیا گیا اور اس کے حال پر قدیم شاعر کا یہ شعر صادق آیا:

ظلّت سیوف بنی ابیہ تنوشہ — اس کے باپ کے بیٹوں کی تلواریں اس پر وار کرتی رہیں
للہ ارحامٌ ہناک تشقق — یہاں اللہ کے واسطے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔

اور بیٹے کے ہاتھ پاؤں، سخت تکلیف اور ایذا دہی کے بعد کاٹ ڈالے گئے۔ چنانچہ تھوڑی ہی دیر میں وہ مر گیا؛ اور ان دونوں کی حالت میں اس قدر جلد ایسا انقلاب، یعنی قابل ستائش امور، اطاعت کیشی، نیک نامی، ناموری، نشر و اشاعت خیر، شرافت خاندانی، اور رسوخ عزت کا، برعکس صفات سے بدل جانا، تماشا گاہ عبرت بن گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب لوگوں کو بدحالی کے غار میں گرنے سے محفوظ رکھے اور ستر و عافیت کے چادر سے محروم نہ کرے۔

سلطان مغرب نے پہاڑ کے درّے کو بند کرا دیا، اور وہاں کا انتظام اپنے بیٹے کو جن کا نام سعید اور کنیّت ابوبکر ہے حوالے کر دیا اس نے محرم ۷۵۷ھ کے عشرۂ اوّل میں اس درّے کی ناکہ بندی کر دی، اور ان کے اہل کار خاص ترتیب دیئے اور ان کے کام کا اندازہ کر کے ان کے واسطے بیش قرار وظیفہ اور آرام و آسایش کا پورا سامان مہیا کر دیا۔ اور سلطان مترجم نے ان کا حق ادا کرنے اور ان کے سفر تقرر کو بخوشی تسلیم کر لینے کے لئے پہلے اپنا سفیر بھیجا۔ اور اس کے بعد مناسب حال، گیہوں اور دوسرے سامان اور بیش قیمت تحائف ارسال کئے، اور اس وقت تک دونوں کے درمیان دوستی اور الفت مستحکم اور بہتر حالت میں ہے، اللہ ان کو توفیق دے اور ان کے ہاتھوں پر خیر و خیرات کو آسان اور سہل کرتا رہے۔

حادثہ جو سلطان کو پیش آیا

سلطان (انس) کا زمانہ، بہترین عہد حکومت کی طرح، آرام و آسایش، متواتر فراخ سالی، اور امن عام کے ساتھ گزر رہا تھا کہ شیخ دولت قائد ابو نعیم مرحوم سے ایک بے احتیاطی واقع ہو گئی، اور اللہ جب کسی امر کا ارادہ کرتا ہے تو عقل والوں کی عقل سلب کر لیتا ہے، اور وہ یہ کہ انھوں نے شاہی محل کے پہلو میں، اس مکان کو جس میں سلطان کے بھائی رہتے تھے، مامون سمجھا، اور ان کی ماں کے اس حیلہ و مکر سے غافل رہے جو وہ سلطان کے بھائی کو بادشاہ بنانے کیلئے، چند اشرار کے ساتھ مل کر کر رہی تھی۔

ان بدمعاشوں کے سرغنہ اس عورت کا داماد رئیس محمد بن اسماعیل بن فرج، اور ابراھیم بن ابو الفتح دو شخص تھے اس عورت نے اپنے داماد رئیس مذکور کی مال سے مدد کی، جس نے چند بدمعاشوں کو جو بیڑی پہننے، قید خانے جانے اور دیوار پھاندنے میں مشاق تھے اس امر میں شریک کیا، اور یہ عورت اپنی بیٹی کی ملاقات کے نام سے جو قلعے کے باہر، اس خبیث بے حیا کے محل میں رہتی تھی، اس کے پاس آمدورفت کرتی رہی، یہاں تک کہ روز چہار شنبہ اٹھائیسویں ماہ رمضان کو یہ سازش مکمل ہو گئی۔

یہ لوگ، جن کی تعداد تقریباً ایک سو تھی، اس قوس میں جو وادی ہدارہ کی طرف سے شہر میں آتی ہے چھپ کر جمع ہوئے۔ ان کا اگلا بازو حمراء تک پہنچ گیا، حمراء کی دیوار میں ایک شگاف پڑ گیا تھا جس کی مرمت ہو رہی تھی اور ابھی کام ختم نہیں ہوا تھا، یہ لوگ ایک سیڑھی کھڑی کر کے جس کو پہلے سے مہیا کر رکھا تھا، دیوار پر چڑھ گئے، اور نیچے اتر کر باب مطاع کا، جہاں کثرت سے ہتھیار موجود تھے، اور جس طرف ان کو پورا اعتماد تھا رُخ کیا، جب اس دروازے سے آگے بڑھے تو بلند آواز سے نعرے لگانے اور شدّت سے شور و غوغا کرنے لگے اور لوگوں پر ان کے حلیفوں کی مشعلوں کی کثرت سے خوف و ہراس چھا گیا۔

ان کی ایک جماعت نے شیخ قائد ابو نعیم کے گھر کا رُخ کیا، اور دروازہ توڑ کر زبردستی گھر میں گھس گئی اور ابو نعیم کو ان کی خواب گاہ میں بیوی بچوں کے سامنے

قتل کر دیا، اور جو کچھ پایا لوٹ لیا - دوسری جماعت اس امیر کے گھر گئی جس کے لئے سلطنت کی تحریک کرنے کو یہ لوگ کھڑے ہوئے تھے اور اس کو باہر لا کر حکومت پر مستولی ہو گئی۔

سلطان اس وقت اپنے بیٹے کے ساتھ، تفریحاً قلعے کے باہر جنۃ العریف کے مکان میں گئے ہوئے تھے، جیسے ہی یہ خبر ان کو ملی اور طبل جنگ کی آواز ان کے کان میں پڑی اللہ نے اس حالت حیرت میں ان کو صحیح تدبیر سمجھا کر ان کی مشکل حل کر دی، وہ ایک گھوڑے پر، جو ان کے قریب بندھا ہوا تھا سوار ہو کر معمولی لباس میں، چند آدمیوں کو ساتھ لے کر نہایت تیزی کے ساتھ نکل گئے، اور مصیبت سے بچ کر وادی آش پہونچ گئے، اس کے بعد ہی ان کے مکان پر حملہ کیا گیا اور وہ وہاں نہیں ملے، تب ان کا تعاقب کیا گیا اور تعاقب کرنے والے ناکام رہے۔

دوسرے دن باغیوں کی حکومت مستقل ہو گئی، اور ان لوگوں نے اپنے آقا کے لئے سب سے بیعت لی، اور دوسرے بلاد میں بھی بیعت کا پیام بھیجا، چنانچہ تمام شہروں نے ان کے آقا کی اطاعت قبول کر لی، اور بادشاہ نصاریٰ کے پاس بھی معاہدۂ صلح کے لئے سفیر روانہ کیا گیا۔

سلطان وادی آش میں پناہ گزیں ہوئے، اور یہاں کے لوگ سلطان کے ساتھ ثابت قدم رہے، اس لئے باغیوں نے وادی آش پر حملہ شروع کر دیا، اور سلطان کو یہاں بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، وہ تنگی میں مبتلا ہو گئے اور مال کے صرف ہو جانے اور زاد راہ کے ختم ہو جانے کا خوف دامنگیر ہوا، اس وقت سلطان نے اپنی حالت پر غور کیا، اور سلطان ابو سالم بادشاہ مغرب سے، ان کے پاس چلے آنے کی اجازت طلب کی - بادشاہ مغرب نے اس کو منظور کر لیا، اور اس معاملے کے متعلق گفتگو کرنے کو اپنا ایک آدمی بھیجا اور سنہ مذکور کے عید النحر کے دوسرے دن معاملہ طے ہو گیا۔

سلطان پر یہ حادثہ پیش آنے کے وقت، ہم اپنے ہم جنس امراء کی عادت کے موافق، تمام متعلقین کے ساتھ اپنے باغ میں جو غرناطہ کی طرف منسوب ہے جا چکے تھے اور وہیں مقیم تھے، اس لئے موت سے تو بچ گئے لیکن مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ مال و متاع کا سارا وسیع ذخیرہ، اور مشہور زمانہ نعمت و دولت کا کل ساز و سامان برباد ہو گیا، اور نئے

اور پرانے میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہا، خدا کا شکر ہے جو عتاب میں تخفیف کرتا اور غافلوں کو بیدار کرتا رہتا ہے، اللہ نے یہ فضل کیا کہ سلطان مغرب نے مہربانی کر کے اپنے دست خاص سے میری سفارش لکھی، اور اپنے ارادے کا فیصلہ میرے معاملے پر موقوف کر دیا اور اس طرح ہم دشمنوں کے ہاتھ سے بچ کر اور ان کے پنجے سے رہائی پا کر وادی آش ہیں، سلطان سے آملے، اور سب لوگ بھی وہیں جا کر اکٹھا ہوئے۔

یوم النحر مذکور کے دوسرے دن سب لوگ وادی آش سے روانہ ہوئے، اور فحص القنت میں جا کر اُترے، پھر وہاں سے لوشہ، لوشہ سے تیقرہ وہاں سے ذکوان اور ذکوان سے چل کر مربلہ پہونچے، ہر جگہ لوگ جمع ہو کر حسرت کرتے اور جدائی کا افسوس ظاہر کرتے تھے۔ ماہ مذکور کی چوبیسویں تاریخ کو چاشت کے وقت دریا عبور کیا اور شہر سبتہ میں جا کر ٹھہرے، اور جان بچ جانا غنیمت معلوم ہوا، ملک اللہ کا ہے کہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کا وارث بنا دے، والعاقبۃ للمتقین۔

روز پنجشنبہ ششم ماہ محرم ۷۶۱ھ کو ہم لوگ سلطان (مغرب) کے آستانہ کی طرف اس شان سے روانہ ہوئے جس کا بیان نہیں ہو سکتا، اور سلطان نے نئے شہر کے باہر ایک عظیم الشان جلوس اور خوشنما و دلچسپ مجمع کی معیت میں نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ جس سے زیادہ ممکن نہیں ہم لوگوں کا استقبال کیا، ہم لوگ گھوڑوں سے اُترے، شاہانہ سلوک کے ساتھ دارالامارۃ میں پہونچے اور عام دعوت طعام میں جس میں ہر طبقے کے لوگ جمع تھے شریک ہو گئے۔ شیوخ قبائل، خوان کے اطراف میں اور میزبان ہم لوگوں کے سامنے تھے، ہم نے امداد کا جوش پیدا کرنے کے لئے بطور وسیلہ قصیدۂ ذیل پڑھا ہے

سلا ھل لدیھا من مخبرھا ذکر	اس سے پوچھو، کیا اس کو اپنے آراستہ کرنے والے کی بھی کچھ یاد ہے؟
وھل اعشب الوادی و نحوبہ الزھر	اور کیا وادی میں سبزہ اُگا ہوا اور پھول کھلے ہوئے ہیں؟

اُس پر ہمدردی کا جوش پیدا ہو گیا، اور لوگ زار و قطار رونے لگے۔

اُس دن لوگ اس قدر جمع تھے کہ وہ ایک مشہور میلے کا دن ہو گیا اور مدت تک اس کا تذکرہ گرمی مجالس کا ذریعہ بنا رہا، ان مہمان نوازیوں نے ہم لوگوں کے اندر امید کے

جذبات پیدا کر دئے، اللہ اس کی جزائے خیر دے، اور اس کے بانیوں کو اُس دن جب اُس کی رحمت کی حاجت ہو گی، اس سے متمتع کرے۔

دن گزرتے گئے، اور اندلس میں رئیس کی حکومت ہو گئی، اور سلطان وعدوں کی اُلٹ پھیر میں اُمید لگائے بیٹھے رہے، اور اسباب مجتمع اور بواعث قوی ہوتے رہے، اور ہم نے اس اثنا میں، شہر سلا میں ایک گھر کے اندر مستقل سکونت اختیار کر لی اور بڑے آرام و آسایش کے ساتھ بالالتزام خلوت نشینی سے فائدہ اُٹھاتے رہے۔

سترھویں ماہ شوال سنہ مذکور کو، ضروری آلات و اسباب مہیا ہو جانے کے بعد سلطان کو رخصت کرنے کے لئے بادشاہ مغرب، جنت مصارہ کے، قبۃ العرض میں بیٹھے، اور لوگ اس مجمع کو دیکھنے کے لئے ہمدردی میں بھرے روتے اور دعا دیتے ہوئے باہر نکلے، اللہ نے قلوب میں ایسی نرمی و نہر گستری پیدا کر دی اور اس کی عنایت اس طرح شامل حال رہی کہ کسی شخص کو سلطان سے نفرت نہیں پیدا ہوئی، اور نہ کبھی اُن کی شان و شوکت میں کمی آئی اور نہ اُن کی ہیبت میں فتور واقع ہوا اور نہ ملازمین و متوسلین نے اُن کا ساتھ چھوڑا، اللہ دُنیا اور آخرت میں اُن کے ساتھ رہے۔

سلطان روانہ ہوئے، اور اُن کے معین و مددگار سلطان ابوسالم کی ہلاکت اور عمر بن عبد اللہ بن علی کے غدر کی وجہ سے جو ابوسالم مرحوم کی طرف سے اُن کے قلعہ کا امین تھا (اللہ اس خبیث کو ہمیشہ ذلیل و رسوا رکھے) بے اطمینانی کی حالت پیدا ہو گئی، اور سلطان سخت متحیر ہوئے کہ کیا کریں، لیکن وہ رندہ میں جو ایالات اندلس میں سے مغرب کی ایالت میں آ گیا تھا ٹھہر گئے، اور وہاں قدم جما کر اُس کے ذرائع سے اپنی حالت درست کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ نے اُن کی مدد کی، اور اُن کے عزم کو صحیح راستے پر لگا دیا، اور جب تمام تدبیریں بیکار ہو چکیں تھیں اُس وقت اپنی قدرت کا کرشمہ دکھایا۔

دشمن مالقہ کے لینے کا ارادہ کر چکا تھا کہ سلطان نے اُس طرف حرکت کی اور جان سے ہاتھ دھو کر مالقہ پر حملہ کر دیا، اللہ کے فضل سے یہ مشکل آسان ہو گئی اور سلطان اپنے ارادے میں کامیاب ہو گئے اور مالقہ پر مستولی ہو گئے، اور اسی وقت

ہر طرف کے شہروں سے لوگ جوق جوق ان کے پاس آنے لگے ، اور رئیس غاصب غرناطہ نے مناسب سمجھا کہ تمام ذخیرہ اور سامان ساتھ لے کر ایک بڑی جماعت کے ہمراہ جس کو اپنی جان کا ڈر تھا طاغیۂ روم کے پاس چلا جائے ، چنانچہ وہ قشتالہ کے علاقے میں جاکر ٹھہرا ، اور طاغیہ نے اُس کو اُس کے جرم میں گرفتار کرلیا ، اور اس پر الزام قائم کرنے اور نقض عہد کرنے میں اچھی تدبیر سے کام لیا ، اور ان سب لوگوں کو جو فتنے میں اُس کے شریک تھے گرفتار کرکے اور اُس کے ساتھ سب کا سر کاٹ کر سلطان کے پاس بھیجدیا۔

سلطان اسعدہ اللہ نے غرناطہ کی طرف قدم بڑھایا ، لوگ مبارک باد دیتے ہوئے اُن سے ملے اور لوگوں کی فوجیں معافی مانگتی ہوئی آتی گئیں اللہ نے حق حقدار کو پہونچایا ، اور کافروں کی جڑ کاٹ دی۔

روز شنبہ بیسویں جمادی الثانیہ ۷۶۳ھ کو زوال کے وقت سلطان اپنے دارالسلطنت میں داخل ہوئے ، اور تخت پر واپس آکر اپنے آبا واجداد کی مسند پر متمکن ہوگئے ۔ اللہ ہم سب کو دُنیا کے غم سے محفوظ رکھے ، اور ایسے قول و عمل کا الہام کرے جو اُس کے نزدیک خالص ہو۔ سلطان کے بیٹے امیر ابوبکر اسعدہ اللہ ، متعلقین اور مال واسباب کے ساتھ ، شہر فاس میں ٹھہر گئے ، اور غاصب ملک مغرب نے جب تک کہ حق کے ساتھ مزاحمت کرنے کے صلے میں رندہ اس کو واپس نہ دیا جائے ، اُن کو بہ جبر روک رکھا ، پھر اللہ نے اُن کے والد کے تمام متعلقین کو اُن کے پاس پہونچا دیا اور اُن کی خوش قسمتی سے اُن کے تمام مقاصد کو پورا کردیا ، اور اللہ کے فضل وکرم سے ہم اُن کی معیت میں آرام و آسائش کے ساتھ بروز شنبہ بیسویں ماہ شعبان ۷۶۳ھ کو سلطان کی خدمت میں پہونچ گئے۔

دولت ثانیہ ، سعیدہ ، رفیعہ کی ترتیب

اللہ مسلمانوں کو اس دور کے پورے برکات اور گوناگوں فوائد سے مستفید فرمائے ، سلطان ایدہ اللہ کا ذکر جس قدر اللہ نے موقع دیا ، کیا جاچکا۔

وزراء

تدبیر مملکت میں، منصب وزارت کی ضرورت اور اہمیت کے باوجود سلطان نے اس خطرے سے کہ مبادا اس جانب سے کوئی ناگوار واقعہ پیش آجائے، احتیاطاً اس منصب کو یکسر ملتوی کردیا؛ البتہ اندلس واپس آتے ہوئے راہ میں اور رندہ کے چند دنوں کے قیام میں، یہ لقب علی بن یوسف بن کماشہ کے واسطے تجویز کیا گیا تھا، اور سلطان نے اس کو بادل ناخواستہ منظور کرلیا تھا،

یہ شخص غاصب سلطنت کا مددگار تھا، احسان اور حسن منزلت کے معاوضے میں برائی کرنا، اور عادات مذمومہ میں خرچ کرنا، اس کے علاوہ دروغ گوئی، وظائف کی طمع باپ کی محبت میں مشکوک ہونا، ناقابلیت، درماندگی، اور قاصر لسانی، غرض ان وجوہ سے سلطان اس شخص سے سخت ناراض رہتے تھے، لیکن چونکہ یہ شخص سلطان اور ان کے والد کے پرانے خادموں میں سے تھا، سلطان نے اپنی دلی نفرت پر تحمل کا پردہ ڈال کر۔ اس کو اپنے ساتھ رکھ لیا تھا، جب نفرت بہت بڑھ گئی اور بدگمانی پیدا ہوگئی تو سلطان نے اس کو رندہ سے، باب مرینی کے طرف روانہ کردیا، تاکہ یہاں سے اس کا اثر زائل ہو جائے اور اس کو اس عہدے سے ہٹانے کے بعد مدتوں کے مرض کا پتہ لگایا جائے چنانچہ اس کے چلے جانے کے بعد کام آسان ہوگیا اور آسانی کے ساتھ فتح حاصل ہوگئی۔

اس نے ذلت انگیز حرص اور ہوائے نفس میں مبتلا ہوکر اپنی ذات کو حیثیت سے بہت زیادہ بڑا سمجھ لیا تھا، اور مال کے ذریعے سے جو اس نے ظلم سے جمع کیا تھا اور جس کی وجہ سے اس کو اور اس کے بیٹے کو سلطان کے پاس آنا دشوار تھا اپنی ذاتِ خاص کے لئے کوشش کرنے پر آمادہ ہوا تھا، یہاں تک کہ اس کو خبر ملی کہ سلطان کے معاملے نے پلٹا کھایا، اور تمام شہروں نے ان کی اطاعت قبول کرلی، اب جو کچھ اس کے لئے مقدر ہوچکا تھا وہ آگے آیا اور تخت سلطنت کی طمع نے اس کو نیچے گرادیا، اور ناکامیابی کے جھنڈے کے نیچے رہ کر حرکت کرنے لگا۔

ساتھ رہنے کے اس زمانے میں اس کی مداخلت سے بادشاہ قشتالہ کو

امن واطمینان ہو گیا اور اُس کی جاسوس متعین کرنے۔ امان حاصل کرنے۔ بستی بسانے اور ایک مستقر بنانے کی تمام خواہشیں پوری ہو گئیں اور اس کو یہ وہم ہو گیا کہ وہ اتنے دنوں زندہ رہے گا اور اتنی طویل عمر پائے گا کہ ایک بڑے بادشاہ کے درجے پر پہنچ کر مدّتِ دراز تک اس سے متمتع ہو گا اور اس کی مدّت حکومت اور حکومت اور اندھیرے کی سرداری کو بڑی وسعت حاصل ہو گی، غرض اس شخص کی کم عقلی اور بے حیائی و بے غیرتی سے بادشاہ مذکور کامیاب ہو گیا اور خود اُس نے سارے مراحل طے کر کے حسرت حاصل کی اور مکروہات میں مبتلا ہو گیا۔

اور اُس کی بیجا دست اندازیوں کی وجہ سے سلطان نے اُس کو وہیں مالقہ میں اقامت کرنے کا حکم دیا، پھر اُس نے شرمندہ ہو کر اپنے وطن میں اقامت کی اجازت طلب کی، سلطان نے درگزر کر کے اُس کے مرض کا علاج کرنے کے لئے اُس کو گھر کی طرف روانہ کر دیا۔ پھر جب اُس کو افاقہ ہو گیا تو اس کو اُس کی حد پر روک دیا، اور اپنا کوئی کام اُس کے سپرد نہیں کیا۔ تب اس نے اپنے حلقوں میں اُن کے خلاف فتنہ انگیزی شروع کر دی اور بادشاہ قشتالہ کے پاس جاکر شکوہ و شکایت کرنے لگا، اور قلعے میں بادلیہ کی سکونت پر سخت ملول تھا۔

اب سلطان کو اُس کے معاملے میں شُبہ پیدا ہوا، اس کی حالت قابلِ توجہ معلوم ہوئی، اور انھوں نے اُس کو اور اُس کے بیٹے کو گرفتار کر لیا، اور افراطِ غضب کے باعث دونوں کو مختلف قسم کی سزائیں دیں اور اوایل ماہ رمضان ۷۶۳ھ میں دونوں ٹیونس کی طرف جلاوطن کر دئے گئے۔ پھر جب وہ حج سے واپس آیا اور اس نے دیکھا کہ بجایۂ مغرب کی پادشاہی حکومت اچھی طرح جم چکی ہے اور وہاں اس کی پیش نہیں چل سکتی تو یہ نصرانیوں کے جوار میں چلا گیا جہاں اس کے سلف جا چکے تھے اور حج کی راہ کے غبار کو صلیبوں پر جھاڑتا ہوا اور حجر اسود کو بوسہ دینے کے بعد کافروں کے ہاتھوں کو بوسہ دیتا ہوا، دریا عبور کر کے برشلونہ پہنچ گیا، پھر برشلونہ کا سفیر ہو کر مسلمانوں میں فساد پھیلانے کی غرض سے، باب مغرب سے علیحدہ ہوا لیکن اپنے قصد میں کامیاب نہیں ہوا اور جب اس تدبیر میں بھی ناکام رہا تو بیٹھ گیا اور صاحب قشتالہ سے مل کر اُس کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کی ترغیب دینے لگا لیکن گرفتار ہو گیا اور فاس میں

مجرمین کے ساتھ قید کر دیا گیا چنانچہ اس وقت اُسی حال میں ہے۔ اور ہم اللہ کے سامنے اقرار کرتے ہیں کہ ہم نے اُس کا حال بیان کرنے میں بے انصافی نہیں کی ہے۔

ومن یضلل اللّٰہ فمالہ من ھاد اور جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت نہیں کر سکتا۔

ہم جب سلطان کی خدمت میں پہونچے اور اقبال و عزت کی حالت میں اُن سے مل کر اور اُن کو اپنے تخت سلطنت پر دیکھ کر ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں، اس وقت بعد ادائے ما وجب ہم نے اپنے دلی خیالات اُن پر ظاہر کئے اور اپنا مافی الضمیر عرض کر کے، یہ درخواست کی کہ ہم نے اللہ سے نذر مانی اور ادائے حج شریف کی نیت کی ہے، ہماری درخواست پر سلطان نے نہایت اصرار کے ساتھ ہم پر یہ ثابت کیا اور جتلایا کہ اس وقت اُن کی وزارت سب سے بڑی نیکی ہے، اور اپنے دستِ خاص سے ایک عہد نامہ لکھکر، ہم کو اُس کی توثیق پر مجبور کیا، اور اعیان سلطنت میں سے جو لوگ موجود تھے اُن سب کو اُس پر شاہد بنایا، اس معاہدے کی میعاد دو سال تھی اور اس سے زیادہ کے لئے شعیب علیہ السلام کی اقتدا کی گئی تھی۔

پھر اس کے بعد اپنی تمام تجویزیں مجھ پر ظاہر کیں، اور اپنے فیصلے کو میری رائے کے تحت کر دیا اور اپنے علم سے میری غلطیوں پر پردہ ڈالتے، میری روک ٹوک سے اپنے خواہشات ترک کرتے، میری نصیحت قبول کرتے رہے، اور میرے علیحدگی کے قصد کو دوسری دفعہ بھی نامنظور کیا، اور میرا مشورہ قبول کرنے کا اقرار کیا، تب ہم نے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ کر لوجہ اللہ اس کو قبول کر لیا، سلطان نے میرے مقابلہ میں اپنے لئے حق کے واسطے جہاد کرنا اختیار کیا اور اپنی دنیا میرے حوالے کر دی، اور جن جن چیزوں کے وہ مالک تھے، اُن سب پر مجھ کو حاکم بنا دیا، اور اس وقت تک اپنے امر پر مجھکو غالب رکھا ہے واللّٰہ غالبٌ علیٰ امرہ۔

آج کی تاریخ تک، اس دربار میں میرے قیام کا ایک ایسا زمانہ پورا ہوتا ہے، جس میں اللہ تعالےٰ نے میرے ہاتھ سے خیر و برکت کو جاری کرایا، نیک چلنی کو رواج دیا، ہوسناکی کو دفع کیا، بکواس کو ترک، اور متانت کو شعار بنایا، دین کی خیر خواہی، قلعوں کا استحکام، خزانے کی حفاظت، وظیفہ پانے والوں کے ساتھ انصاف، دشمن کا مقابلہ، کانوں کو حق کی آواز سے بھر دینا، آنکھوں کو خواب غفلت سے جگانا، اور

مردانگی کا جوش پیدا کرنا، وغیرہ امور جو سب کو معلوم ہیں انجام پائے۔

اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے باطل کو گرانے، اللہ کا نام بلند کرنے، اتفاق و اتحاد پیدا کرنے، غربت کی راہ میں جائداد کو چھوڑ دینے، آرایش کو ترک کرنے بہترین اموال تقسیم کرنے، غنیمت سے بچ کر اللہ کے نام سے عزّت حاصل کرنے، رات عبادت میں بسر کرنے، مطالعے کی نشست گاہ کو بسترِ خواب بنانے اور مصلحت اسلام کے واسطے کام کرنے کی توفیق دی۔

اس مہربانی کا ثمرہ، اور اس سعی کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت کے مناقب کی شہرت آسمان کے کنارے تک پہونچ گئی، اور اس کے آثار باقی اور اخبار گرامی اس وقت تک قائم اور نقل ہوتے رہیں گے، جب تک زمین کے اوپر آسمان قائم ہے، اور یہ شہرت اس حد کو پہونچ گئی کہ اگر کوئی حاسد اُس سے انکار کرے، تو پھیلتی ہوئی روشنی اُس کو شرمندہ اور برستی ہوئی بارش اس کا ابطال کرے گی، اور بڑھتا ہوا سیلاب اُس کو ساکت کر دے گا۔

سلطان کے ذاتی خصوصیات یہ ہیں کہ وہ ایک جلیل القدر شخص اور شریفانہ القاب کے مستحق ہیں، اُن کا لباس خوشنما اور قیمتی ہوتا ہے، اُن کے دروازے پر اختلافات رفع ہو جاتے ہیں، وہ مجالس وعظ و مذاکرہ کو بہت پسند کرتے، اور اُن پر فخر کرتے ہیں، اور خاصانِ خدا کے سامنے حقارت دُنیا سے متاثر ہو کر زار و قطار روتے ہیں، متعدد اوقات پر ایک مقرّرہ مقدار خیرات کرتے ہیں، اور ہر قمری مہینے میں انسداد مظالم کے لئے بذاتِ خود سولہ دن اجلاس کرتے ہیں، ان دنوں میں یتیم بچّے اور بیوہ عورتیں اُن کے پاس پہونچتے ہیں اور وہ کمزوروں کو خوش کرتے اور معذوروں کا انتظار کرتے ہیں، جاہلانہ بدتمیزی کو برداشت کرتے، ستم رسیدہ کے شکوے سے متاثر ہوتے اور سرداران فوج و پولیس کو تشدّد کرنے پر سزا دیتے ہیں۔ اور قیدیوں کے ساتھ بھی بہترین سلوک کرتے ہیں، اُن کے علم کے عجیب و غریب واقعات ہیں، اور ترک لذّات میں وہ انتہا کو پہونچ گئے ہیں، بدلہ لینے کی خصلت سے نہایت نفرت رکھتے ہیں، گھوڑے پالنے مختلف اقسام کے ہتھیار فراہم کرنے، اور جہاد کو بذاتِ خود انجام دینے کے بڑے مشتاق ہیں

بیع و شریٰ میں وقار قائم رکھتے ہیں، انھوں نے ایمانداری کی خصلت کو آزاد، اور مکر و فریب کے بازار کو سرد کر دیا ہے، چغلی سُننے سے کان بند رکھتے ہیں۔ اور یہ حالت عنفوان شباب میں ہے، حالانکہ اثنائے زندگی میں تعدّد نسواں، اور حالت امن و صلح میں بڑی بڑی لذّتوں کے درپے رہنا، اور عشق بازی و ہوسناکی میں محو ہو جانا بادشاہوں کا نمایاں وصف رہتا ہے۔

قسم اللہ کی جس کے نام پر حقوق ادا کئے جاتے، عیوب پر پردے ڈالے جاتے، اور عہد مستحکم کیئے جاتے ہیں اور جس کے ذکر سے قلوب میں اطمینان حاصل ہوتا ہے کہ ہم نے کبھی ان کی خوشامد نہیں کی، اور نہ نرمی و آشتی میں اُن کے افراط کو پسند کیا، اور نہ اُن کے مخالف خصائل میں، اور ہم کو اُن کی نصیحت قبول کر لینے اور مشورہ مان لینے اور رشد کے بڑھتے جانے کے ساتھ اخلاص کے بڑھتے جانے پر تعجب ہوتا تھا۔ اور ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ اس خصلت میں برکت دے اور مسلمانوں کو ایسی پاکباز ذات سے متمتع و مسرور کرتا رہے اور ان نتائج کا بیان اور ان مجمل فضائل کی تفصیل اللہ سبحانہ کی مدد سے آیندہ کی جائے گی۔

اس وقت تک اس عہد واثق کے مطابق کام چل رہا ہے جو سلطان کے ساتھ کیا تھا، یعنی میری طرف سے حتی الوسع ان کی اعانت کے فرائض کا ادا کیا جانا اور ان کی آسانی کے لئے اُمور سلطنت کی ذمّہ داری کو اُٹھا لینا، اور بقیہ امور میں ان کی اطاعت کرنا، تاکہ ان کی تلوار جہاد کے لئے تیز رہے، ان کا آئینۂ اخلاص زنگ آلود نہ ہو، ان کے عدل و انصاف میں کمی نہ واقع ہو، ان کی عظمت شان کا جو علم مجھ کو ہے۔ اس کی نگہداشت ہوتی رہے، اور ان کے دار السلطنت میں ان کی نیابت کی خدمت انجام پذیر ہوتی رہے اور ان کے ذخیرہ و مال کی حفاظت اور ان کے حرم اور اولاد کی علانیہ اور مخفی نگرانی ہوتی رہے، اور سینہ ہمیشہ ان کی فضیلت کے یقین اور ان کی محبّت سے معمور رہے اللہ میری نیّت کو اپنی ذات کے واسطے خالص اور اپنے لئے مخصوص کر لے، میری قدر و منزلت اپنے یہاں زیادہ کرے میرے اعمال کو اپنے نزدیک شرف قبول بخشے اور میری موجودہ تگ و دو اور کوششوں کی مکافات یہ کرے کہ اپنے فضل و کرم سے میری تمنّائے حج بیت اللہ اور زیارت رسول اللہ کو بر لائے،

اس لئے کہ موت کی تیز رفتاری میں کہیں قیام نہیں ہے اور بڑھاپے کے بعد کوئی عذر نہیں ہے وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

اولاد

اس وقت تک سلطان کے چار اولادیں ہو چکی ہیں جن میں تین بیٹے ہیں۔ یوسف بڑے بیٹے، اور ہم سمجھتے ہیں کہ اُن کے بعد سعد، پھر نصر، اللہ نے ان سب کو کمال کے سانچے میں ڈھالا ہے، اگر تم اُن کو دیکھو تو بکھرے ہوئے موتی سمجھو اللہ ان سب کو اعلیٰ درجے کی سعادت سے بہرہ مند کرے، اُن کے مساعی کو آخرت کی نعمتوں کی طرف متوجہ کر دے اور اپنے فضل و رحمت سے ہدایت کی راہ پر چلائے۔

قُضاۃ

سُلطان نے واپس آکر پہلے قاضی ابو جعفر محمد بن محمد بن احمد ابن جزی کو جو ایک عالی خاندانی فقیہ اور نیک شخص تھے، قاضی مقرر کیا۔ جس وقت سلطان مالقہ پہونچے تھے، یہ متغلب کی طرف سے وہاں کے قاضی تھے، اور انھوں نے اپنے شہر کے پناہ گزینوں کو مدد پہونچانے اور لوگوں کو اُن کے ساتھ حسن خلق کی ترغیب دینے میں بڑی محنت و جانفشانی کے ساتھ کام کیا تھا، اور اس طرح سلطان کی خدمت میں ان کے رسوخ کی تجدید ہو گئی، اور اسی توجہ و التفات کی شکر گزاری کے خیال سے سلطان نے ان کو قاضی مقرر کیا اور انھوں نے خوش اسلوبی اور ایمانداری سے کام انجام دیا۔

پھر قاضی ابوالحسن علی بن عبداللہ بن الحسن کو جو ایک عالی خاندان فقیہ ہیں۔ مقرر کیا، یہ مالقہ کے عین الاعیان ہیں اور وہاں خصوصیت کے ساتھ سب سے زیادہ ان کی عزت کی جاتی ہے، اصالت میں اور سب کو چھوڑ کر سلطان کا ساتھ دینے اور طلبِ ملک میں اُن کے ہمرکاب رہنے اور اُن کے واسطے مصائب برداشت کرنے میں خاص امتیاز رکھتے ہیں اور اس سلطنت کے فیض سے متمتع ہونے کا سب سے زیادہ استحقاق رکھتے ہیں۔ یہ نہایت عمدگی و راست بازی اور اعتدال

کے ساتھ کام کرتے ہیں بلکہ انھوں نے سارا بار خود اُٹھالیا ہے، نہایت فصاحت و خوبی سے خطبہ دیتے ہیں، مشائخ کی عزت کرتے اور اُن کو راضی رکھتے ہیں، صفائی و پاکیزگی ان کا شعار ہے بے انتہا غور و فکر اور آہستگی سے کام کرتے ہیں، اور اس وجہ سے ان کی اصابت رائے پر سب لوگ متفق ہیں، اوقاف پر ہمیشہ نظر رکھتے ہیں اور ان کی نگرانی میں کبھی نہیں چوکتے، اللہ ان کا معین رہے۔

کُتّاب

سلطان نے کتابت کی خدمت پر فقیہ ابو عبد اللہ بن زمرک کو مامور کیا جو نہایت لایق اور بہت سے فنون کے ماہر ہیں، اور عیش و آرام چھوڑ کر طلب ملک میں سلطان کے ساتھ رہے تھے۔ آیندہ ان سب کا بیان کیا جائے گا۔

شیخ غُزاۃ

شیخ ابو زکریا یحییٰ بن عمر بن عبد اللہ بن عبد الحق دولت اولیٰ میں شیخ الغزاۃ تھے، سلطان ان سے ناخوش تھے لیکن انھوں نے اس پیش قدمی میں مدد اور واپسی سلطنت میں سعی کی تھی، اس لئے سلطان نے رنجش کو دفع کر کے ان کو شیخ الغزاۃ اور ان کے بیٹے عثمان کو خاصے کی خدمت پر مقرر کر دیا، اور تیرھویں ماہ رمضان سنہ ۷۶۵ھ تک یہی حالت رہی، لیکن بتاریخ مذکور یہ سب لوگ گرفتار کر لئے گئے بساط سیاست کا یہ خانہ ایک مدت تک خالی رہا اور سلطان جس طرح پہلے وزارت کا کام بذات خود کرتے تھے اس عہدے کا کام بھی خود ہی انجام دیتے رہے۔

پھر اس عہدے پر شیخ ابوالحسن علی بن بدر الدین بن موسیٰ بن رحو بن عبد اللہ بن عبد الحق کو مقرر کیا، جن سے اس عہدے کا وعدہ کیا جا چکا تھا، یہ ایک قدیم الخدمت شخص تھے اور جس وقت سلطان حادثے کے جال سے بچ کر وادی آش میں پناہ گزین ہو رہے تھے اُس وقت انھوں نے ابتدا سے سلطان کا ساتھ دیا تھا، صائب اور معتدل رائے رکھنے والے صاحب فضل و دیانت اور خصوصیت کے ساتھ نیک طینت شخص تھے۔ آخر محرم سنہ ۷۶۹ھ غزوۂ جیان سے واپس آنے تک یہ اس

عہدے پر رہے اور بستر مرض پر ان کا انتقال ہو گیا۔

پھر یہ منصب عبدالرحمٰن ابن امیر المسلمین ابو سعید عثمان ابن امیر المسلمین ابو یوسف یعقوب ابن عبدالحق کو دیا گیا، جو ایک امانت دار، تیز و چالاک، بہادر، نامور، ہمت و جرأت میں مشہور زمانہ، بڑے عالی خاندان شاہی نسل کے فرد ہیں، اور سلطان کو اپنے وطن میں غلبہ حاصل ہونے کے بعد، یہ مغرب سے سلطان کے پاس آگئے ہیں اور بیعت کر کے سلجماسہ اور مضافات سلجماسہ کے علاقے میں جو اُن کے دادا کا وطن اور اُن کے اسلاف کا ترکہ تھا مقیم ہو گئے ہیں۔

سلطان نے نہایت کشادہ دلی کے ساتھ اُن کو قبول کیا اور اپنے قریب ایسی جگہ دی جو ان کے سے مرتبے والوں کے شایانِ شان ہے، اور اُن کو نہایت بہتر حالت میں رکھا، پھر اُن سے اس کام میں مدد لی، اور انھوں نے بھی اس اعزاز و اکرام کو حق بجانب ثابت کیا، اُن کی ذات سے اس عہدے کی عزّت بڑھ گئی اور اس وقت تک وہی اس عہدہ پر قائم ہیں، اللہ اُن کے اسباب توفیق کا ولی بنا رہے۔

ظرائف و حسن توقیع

اس باب کی مثالیں اس قدر بڑھی ہوئی اور اس کثرت کے ساتھ ہیں جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا، اور قلیل سے کثیر کا حال معلوم ہو جاتا ہے، ایک دن سلطان گزرے اور ہمارے ساتھ اُن کا لڑکا تھا، اور ہم وکالتاً اُس کی طرف سے عذر کر رہے تھے، سلطان نے فرمایا: حسبنا اللہ ونعم الوکیل ظاہر ہے کہ یہ کسی اعلیٰ درجے کی اور نادر توقیع ہے، سلطان کی مجلسیں روزانہ اس قسم کی توقیعات سے بھری رہتی ہیں۔

بادشاہانِ ہمعصر

مغرب میں سلطان جلیل ابو سالم ابراہیم بن سلطان ابوالحسن، بن ابو سعید عثمان، بن ابو یوسف، یعقوب بن عبدالحق، ملک کے حاکم ہو گئے جیسا کہ ان کے نام کے تحت بیان کیا جا چکا ہے، اور تمام امور ان کے قبضے میں آگئے اور لوگوں نے ان کی اطاعت کا

مستحکم عہد و پیمان کر لیا، لیکن جو امیدیں ان سے وابستہ تھیں پوری نہیں ہوئیں، اور ملک پر ان کے ملازمین مستولی ہوگئے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے جس قدر ان کی طرف میلانِ خاطر اور ان سے ملنے کا اشتیاق پیدا کر دیا تھا اور لوگ ان کے باپ کے ملک پر ان کو حاکم دیکھنا پسند کرتے تھے اسی درجہ ان کے مخالف ہوگئے اور ان کی حکومت کو ناپسند کرنے اور ان کی لغزشوں پر نظر کرنے اور شوق سے ان کی شکایت سُننے لگے اور ان کی تباہی کے آرزومند ہوگئے اور اللہ نے ان کی حکومت کو برباد کرنے اور ان کی حالت میں انقلاب پیدا کرنے کے لئے، خائن، غدار، بدنفس، قدار ناقۂ ملک اور صاعقہ وطن، عمر بن عبداللہ بن علی وزیر کو آمادہ کیا اور جب سلطان موصوف نئے شہر میں جو ان کا دارالسلطنت اور ذخیرۂ و مال کے لئے ایک محفوظ مقام تھا گئے اس وقت اس نے بغاوت کر دی اور شہر کا دروازہ ان کے واسطے بند کر کے ان کی معزولی کا اعلان کر دیا اور ایک ایسے شخص کے لئے جو ہر وقت تباہی کی منحوس صدا لگاتا رہتا تھا شاہی خزانے کا دروازہ کھول دیا یعنی ان کے بھائی ابوعمر کے نام سے جو ایک مجنون شخص تھا اور جس کے افاقے کی کوئی امید نہیں تھی دعوت قائم کی۔

یہ حالت اکیس ماہ ذی قعدہ ۷۶۲ھ کو چاشت کے وقت پیش آئی اور فوج اور رؤسا سب سلطان ابوسالم سے علیحدہ ہوگئے اور زمانے نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا، تمام دن وہ اس حالت کو برداشت کرتے رہے اور جب رات کی تاریکی چھاگئی تو جان بچا کر بھاگے اور وزیروں اور خاصے کے لوگوں نے بھی انھیں چھوڑ دیا پھر ان کا تعاقب کیا گیا اور جس گھر میں انہوں نے پناہ لی تھی تعاقب کرنے والے وہاں پہونچے اور شہر کے باہر مقتل میں لاکر ان کا سر کاٹا اس کو غدار کے سامنے لاکر پیش کر دیا۔

سلطان مُترجَم ان سے رخصت ہو کر ان کی مدد سے اندلس جا رہے تھے، اور سلطان آٹھ مہینے ایک دن ان کے فیاضانہ استقبال و مہمان نوازی اور وطن کی طرف واپس کرنے اور سارے اخراجات لازمی کا پورا بار اٹھا لینے کے ممنون احسان رہے۔

چوبیسویں صفر ۷۶۳ھ تک یہ دعوت جاری رہی، پھر اس غدار وزیر نے امیر محمد ابن زیان ابن امیر ابوزید عبدالرحمٰن بن سلطان المعظم ابوالحسن کو، جو اُس کے اغراض کے لئے ایک مناسب شخص تھا پسند کیا، اور صاحب قشتالہ کے یہاں سے جہاں وہ اپنے چچا سلطان

ابو سالم کے وقت میں چلے گئے تھے ایک حیلے سے اُن کو بلایا یہ اپنی غرض میں کامیاب ہوا، اور سب کام اُن کے نام سے انجام دینے لگا، اور اُن کے مجنون بھائی کو اُن کی جگہ پر واپس کر دیا۔

امیر مذکور کا سارا زمانہ اس حال میں گذرا کہ وہ بالکل مغلوب رہا اور شراب خواری میں اس درجہ منہمک ہوا کہ اس کی حالت بدتر ہو گئی اور وزیر اس سے سخت بیزار ہو گیا اور فوراً اس کو حیلے سے قتل کر ڈالا، وزیر نے امیر مذکور کے خادموں کو اشارہ کر دیا کہ اس کا گلا گھونٹ کر شراب کے برتنوں کے ساتھ اس کو محل کی کسی نالی میں ڈال دیں جس سے اس کے نشے میں ہلاک ہونے اور بدحواسی میں گر پڑنے کا خیال پیدا ہو اور اس کو نکالنے کے وقت گواہان عادل کے ساتھ خود کھڑا ہوا اور لوگوں کو اس کے عیوب کی طرف متوجہ کرتا رہا۔

اُسی دن سلطان ابو فارس عبد العزیز کی، جو اب اپنے والد سلطان ابو الحسن کے تنہا وارث رہ گئے تھے بیعت کر کے چاروں طرف اُن کی دعوت کی اطلاع بھیجدی۔ سلطان ابو فارس ایک نہایت ذکی اور تیز فہم نوجوان تھے اور احتیاط میں مشہور تھے انھوں نے ابتدا ہی میں اس وزیر کو جوان کے تخت سلطنت کے لئے خطرہ تھا اور احتمال تھا کہ آئندہ ان کے ساتھ بھی بدسلوکی کرے گا حیلے سے قتل کرا دیا، اور اُس کا سارا مال واسباب ضبط کر لیا، اللہ حکومت کے اوپر اُن کے اس احسان کی مکافات کرے۔ اشعارِ ذیل میں اس واقعے کا بیان ہے:۔

لقد کان کالحجاج فی فتکاتہ	وہ اپنے مظالم میں حجاج کی مثل تھا۔
تحاذرہ البراء دوماً وتخشاہ	بے گناہ اُس سے ہمیشہ خطرے میں رہتے اور ڈرتے تھے۔
تغدی بہ عبد العزیز مبادراً	عبد العزیز نے سبقت کر کے اس کو سویرے پکڑ لیا۔
وعاجلہ من قبل ان یتعشاہ	اور قبل اس کے کہ وہ ان کو رات کو پکڑے انھوں نے جلدی کر کے اس کا کام تمام کرا دیا۔

اس کے بعد حق اُن کا ولی اور لا الٰہ الا ہو اُن کا مشیر ہوا، اور وہ آج تک مغرب کے سلطان ہیں، اور اس وقت اپنے بھائی سلطان ابو سالم کے بیٹے کے ساتھ جن کے لئے مراکش اور مضافاتِ مراکش میں بیعت منعقد ہو گئی ہے، جنگ میں مصروف ہیں۔ اللہ اُن کے ذریعہ سے مسلمانوں کے مختلف گروہوں میں اتفاق پیدا کرے اور فتنے کے ضرر سے بلاد وعباد کو محفوظ رکھے۔

تلمسان میں سلطان ابو حمو بن امیر ابو یعقوب یوسف ابن عبد الرحمٰن ابن یحییٰ ابن یغمراسن بن زیان، جس طرح دولت اولےٰ کے وقت تھے آج بھی شریفانہ خصلتوں اور دانشمندی کے ساتھ اپنی حکومت پر حاوی اور جو کچھ اُن کے قبضے میں ہے اس کا کام بخوبی چلا رہے ہیں۔

تونس میں امیر ابو سالم ابراہیم بن امیر یحییٰ بن امیر ابو بکر بن ابو حفص ہیں جس طرح پر کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

ملوک نصاریٰ

قشتالہ کا بادشاہ اس دور میں بھی وہی بطرہ ابن سلطان الہنشہ ابن ہرانده ابن شانجہ ابن الہنشہ ابن ہرانده تھا جس کا ذکر دولت اولےٰ میں ہو چکا ہے، بادشاہ مذکور نے سلطان کی مدد کی تھی اور خواہشمند تھا کہ اُن کو اپنے جہاز پر مغرب پہنچاوے اور جس دشمن نے اُن کے ملک پر قبضہ کر لیا تھا اُس کا اور اُس کے غدار رفقاء اور بدمعاش متبعین کا سر کاٹ کر سلطان کے پاس بھیجا تھا اس لئے اُس کے اور سلطان کے درمیان کامل صلح رہی اور نہایت مستحکم اور پائدار امن قائم رہا۔ اور وسط شعبان ۷۶۷ھ تک اس کا زمانہ ایک حالت سے گزرا۔

بادشاہ مذکور نے وسط شعبان ۷۶۷ھ میں حاکم برجلونہ کے ساتھ اس وجہ سے جنگ کی کہ حاکم مذکور نے شاہ موصوف کے بھائی لذریق کو جس کا لقب قنل ہے اپنے علاقے میں سے ہو کر گزرنے کی اجازت دی تھی اور اُس کی مدد کی تھی اور حاکم مذکور کے بڑے بڑے شہروں اور مضبوط قلعوں پر قبضہ کر لیا اور لڑتے لڑتے دونوں فریق کا حال تباہ ہو گیا، ہر وقت کی نقل و حرکت سے اہل فوج کے قویٰ سست اور بیکار ہو گئے اور فوجی بھرتی سے ملک کی آبادی خراب ہو گئی اور اہل ملک کے دل اس کی طرف سے منحرف ہو کر اس کے بھائی کی طرف مائل ہو گئے تمام شہروں میں اُس کے بھائی کی حکومت کی تحریک جاری ہو گئی اور لوگ اُس کے بھائی کے طرفدار بن گئے۔

بادشاہ مذکور نے اپنی دار السلطنت اشبیلیہ پر قبضہ رکھنا چاہا، لیکن ۷۶۷ھ میں اشبیلیہ کے لوگ بھی برہم ہو گئے اور اُس کے اوپر ہتھیار اُٹھا ہی چکے تھے کہ وہ خوف زدہ

ہو کر وہاں سے نکل بھاگا، اور اپنے خاص لوگوں کی مدد سے ذخیرے میں سے جو کچھ لے جا سکا، ساتھ لیتا گیا، اپنے اہل و عیال کو بھی اشبیلیہ سے باہر بھیجدیا، غصۂ و غم کے ساتھ اپنے محلوں کا لوٹا جانا، منزلوں کا برباد ہونا اور خزانوں پر لوگوں کی دست درازی دیکھتا رہا اور اہل شہر نے اُس کو اس قدر سخت وسُست اور برا بھلا کہا جس سے زیادہ ممکن نہیں۔

بادشاہ مذکور نے اس کے بعد شاہ پرتگال کے پاس پناہ لینی چاہی لیکن پرتگال کے عوام کی رائے اُس کے والدین کے افعال کی وجہ سے اُس کے خلاف تھی اس لئے شاہ پرتگال نے اس کو پناہ دینا منظور نہیں کیا، تب اس نے ملک غیلسیہ کا قصد کیا اور اس کا بھائی لذریق اشبیلیہ میں داخل ہو کر ملک پر مستولی ہو گیا، تمام شہروں نے لذریق کی اطاعت قبول کر لی، اور مسلمانوں نے اس انقلاب کے ابتدا میں سبقت کر کے اس کے بہت سے قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ والحمد للہ۔

جب لذریق کی حکومت قایم ہو گئی تو وہ شاہ معزول کا پوری طرح استیصال کرنے کے لئے روانہ ہوا اور شاہ معزول نے غیلسیہ سے نکل کر دریائی سفر اختیار کیا اور قشتالہ کے رستوں سے دور جا کر ٹھہرا، اور خطۂ قشتالہ سے علیحدہ ہٹ کر شاہ انیکترہ کے بیٹے کے پاس جو برقسین کے لقب سے مشہور ہے اور جس کے ملک کی سرحد اور قشتالہ کے درمیان آٹھ دن کی مسافت ہے پناہ گزیں ہوا۔

شاہ انیکترہ کے بیٹے نے معزول شاہ قشتالہ کو جوں ہی وہ اس سرزمین پر اُس سے ملا اپنی حمایت میں لے لیا اور اُس کے اور اپنے باپ کے درمیان سفیر بنا۔ باپ (شاہ انیکترہ) کو شاہ معزول کے ساتھ اس قدر ہمدردی ہو گئی کہ اُس نے بیٹے کی اجازت طلب کرنے اور شاہ معزول کی اعانت کرنے میں اپنی مرضی دریافت کرنے کو بھی ناپسند کیا۔

وفاداری اور ہمدردی کے ساتھ حمایت کرنے اور جوش حمیت میں جان تک کی پروا نہ کرنے میں اس قوم کی حالت بھی قدیم عربوں کی عادت کی طرح عجیب و غریب ہے اور جنگ کے وقت ان کے حالات اور زیادہ تعجب انگیز ہو جاتے ہیں امیر و مامور سب کے سب پیادہ پا ہو کے لڑتے اور فتح یا موت پسند کرتے ہیں اور لڑتے وقت

پُرجوش گیت گاتے جاتے ہیں، ان کے تیر اور کمان عربی نما بھدّے ہوتے ہیں اور یہ سب کے سب زرہ پوش رہتے ہیں لگام کا استعمال نہیں کرتے اور ان کے ہاں ایک بالشت کے برابر پیچھے ہٹنا بھی گناہ عظیم اور ننگ و عار سمجھا جاتا ہے، حملہ کرتے وقت ان کے تیر انداز سواروں سے آگے رہتے ہیں یہ لوگ عجیب طرح پر جواہر سے آراستہ ہوتے ہیں اور چاندی کے اسباب نہایت کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔

سترہ دن کے بعد معزول شاہ قشتالہ رئیس انیکترہ اور اس کے بہت سے امراء کے ہمراہ واپس آیا، اور ان لوگوں نے شاہ مذکور کی اولاد اور ذخیرے کو رہن رکھکر اس کو زر کثیر قرض دیا، رئیس انیکترہ نے بہ ذات خاص دو لاکھ دینار طلائی دئے اور اس کے علاوہ دوسرے لوگوں نے بھی خاص تحالیف اپنی اپنی طرف سے دئے، اور وہ اس قابل ہو گیا کہ اپنی ذات اور فوج پر ہر تیسرے روز فی سوار ایک دینار طلائی خرچ کرنے لگا۔

برشلونہ میں تیس ہزار سے زیادہ فوج جمع ہوئی اور چونکہ اس فوج کو رات کے وقت احدونیہ کی آبادی سے جس نے شاہ معزول کے بھائی کی اطاعت کر لی تھی، گزرنا مشکل ہوا اس لئے اس قوم نے حاکم نبارہ سے راستہ دینے کی شرط پر صلح کر لی اور محلات (خیمہ و خرگاہ و سامان رسد وغیرہ) حدود قشتالہ و نبارہ کے درمیان نبارہ کی آبادی کے اندر رکھے گئے۔

قشتالہ کا نیا بادشاہ بھی ایک ایسی فوج کے ساتھ جو اس قسم کے شخص کے واسطے کبھی جمع نہیں ہوئی تھی شاہ معزول کے مقابلے میں آیا اور اپنی شہامت و عزت کے گھمنڈ میں ایک خندق کو عبور کر گیا جس کے آگے ایک دشوار گزار زمین تھی اور حملے کے وقت اس زمین سے باہر نہیں نکل سکا۔

روز شنبہ ششم اپریل عجمی مطابق شعبان ۷۶۸ھ کو فریقین کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی فرنگیوں کی فوج مذکور بڑے ملک سے آگے پیچھے تین صفوں میں مرتب ہو کر آئی تھی ان میں ایک شخص بھی سوار نہیں تھا سب کے سب پیادہ تھے اور امیر و مامور میں کوئی امتیاز نہیں تھا، سب کے ہاتھوں میں کلائی کے برابر موٹی لاٹھیاں تھیں، یہ لوگ لاٹھیوں کی نوک کو پیچھے کی طرف زمین پر رکھکر آگے کی طرف ان کو سیدھا رکھتے

تھے اور دشمن کے چہرے اور اس کے گھوڑے کے سینے کا انھیں لاٹھیوں سے استقبال کرتے تھے، اور میدان جنگ میں انھیں کو ستون اور تکیہ گاہ بنا لیتے تھے اور اس لئے ان کو محلات (سامان سفر وغیرہ) کی احتیاج نہیں تھی، ان کے آگے تیر اندازوں اور زرہ پوش تیر برداروں کی بڑی جماعت تھی جس کا شمار اللہ ہی کو معلوم ہے' ان کا بادشاہ فتح کی دعا مانگتا ہوا کئی میل ان کے ساتھ گیا لیکن دو میل چلنے کے بعد تھک گیا اور یہ لوگ اس کو خچر پر سوار کر کے اپنے ساتھ میدان جنگ میں لے گئے۔

اور حریف کے مقدمے پر بادشاہ کے ساتھ برنوس کا بھائی الدک اور برسی تھے اور عقب میں والقند تھا جو قندار میاں کے لقب سے مشہور تھا، اور ان کے پیچھے بہت سے امراء تھے اور سب کے پیچھے گھوڑے تھے جن کی باگیں سائیس، غلام، اور دیگر خدّام ہاتھوں میں لئے ہوئے تھے، گھوڑوں کے پیچھے بار برداری کے جانور اور مویشی تھے۔ اور ان مختلف قطعات کے درمیان جھنڈے اور آلات اور اسباب وسامان اور باجے وغیرہ تھے جن کا ذکر طویل ہے۔

قند کے مقدمے پر موجودہ شاہ قشتالہ کا ایک بھائی شانجہ تھا، اس کے ساتھ قشتالہ کے اس قدر لوگ تھے جن سے سارا میدان، اور پہاڑ بھر گیا تھا، ان کے پیچھے تقریبًا پندرہ سو سواروں کا رسالہ تھا جو نہایت فربہ اندام غیلسی گھوڑوں پر سوار تھے، اور سر سے پاؤں تک زرہ سے ڈھکے ہوئے تھے، قلب میں عام رئیسوں اور سواروں اور درق کے ساتھ جو آج کل فوج کے سپاہیوں سے زیادہ ہیں اس کا بھائی بطرہ تھا، اور ان سب کے پیچھے خود شاہ لذریق مختلف اقوام کے مخلوط لوگوں کے ساتھ تھا۔

فریقین ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے اور پہلے فرنگی تیر انداز اپنی زرہوں کے بھروسے پر آگے بڑھے اور فریق مخالف کے تیر انداز اور پیادے جوان کے مقابلے میں آئے، مرعوب ہو کر پیچھے ہٹ گئے تب قشتالہ کے زرہ پوش سواروں نے ایسا حملہ کیا کہ میدانِ جنگ میں زلزلہ پڑ گیا اور جنگ کی آگ اُس مقام تک پہونچ گئی جہاں برسی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا اپنی فوج کو لڑا رہا تھا، برسی نے فوج والوں کو اس طرح ڈانٹا کہ اُن لوگوں نے اُس کی آواز سُن لی، پھر تھوڑی سی خاک اُٹھا کر

ملی اور اُس نے اور جو لوگ اس کے ساتھ تھے سب نے تین تین لاٹھیاں توڑ ڈالیں، غصے کے وقت لاٹھیاں توڑنا اس قوم کی عام عادت ہے اور اُس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اب ایسی پیشقدمی کریں گے کہ پھر پیچھے نہ ہٹیں گے، برسی نے اپنے بھائی کے پاس جو مقدمے پر تھا کہلا بھیجا کہ جس وقت تم اپنے نفس میں ضعف محسوس کرو اس وقت یہ خیال کرو کہ تم بادشاہ انیکترہ کے بیٹے ہو، پھر سب نے مل کر ایسا متحدہ حملہ کیا جس کی مقاومت دشمن کے زرہ پوش سوار نہ کر سکے، حملہ آوروں کے نیزے اُن کے سینوں میں پیوست ہو گئے اور وہ شکست کھا کر بھاگ گئے۔

قمط نے جب یہ دیکھا کہ اس کے بھائی کو شکست ہو گئی تو وہ قوم ارغون کو ساتھ لے کر جو اُس کے ہمراہ تھی بہ ذاتِ خود آگے بڑھا اور اہل قشتالہ کو پکار کر کہنے لگا "دوستو! عار سے بچو، دیکھو، ہم یہاں موجود ہیں" لیکن حالت سنبھل نہ سکی اور اُس کی فوج پیچھے ہٹ گئی، اس وقت وہ خود بھی اپنے چار جاں نثاروں کے ساتھ بھاگا اور اُس کے تمام مخصوصین قتل اور گرفتار ہو گئے، اہل فوج شکست کھا کر اُس وادی میں جا اُترے جو اُن کے عقب میں تھی اور اس فوج کی ہلاکت کا یہ سب سے بڑا سبب ہو گیا، مشہور ہے کہ اس معرکے میں پچاس ہزار سے زیادہ آدمی ہلاک ہوئے اور قوم فاتح کو بہ تعداد کثیر اسلحۂ جنگ اور مال و اسباب ہاتھ لگا اور اس قدر قیدی ہاتھ آئے جن کے فدیئے میں زر کثیر وصول ہونے کی اُمید قائم ہو گئی، قند شکست کھا کر ملک ارغون میں چلا گیا۔

قند کا بھائی بھی فوراً ملک فرانس سے نکل کر اس قوم کے ساتھ ان کی قابلِ تعریف سعی اور باعزت امداد کا شکریہ ادا کرتا ہوا رات کے وقت ملک کی سرحد میں داخل ہو گیا اور اس قوم کے غلبے سے اس کو اس قدر خوف دامنگیر ہوا کہ اس نے ان لوگوں کو اس قدر مال دے کر جو ان کے اخراجات کے لئے کافی ہو ان سے اپنے ملک کے اندر چلے جانے کی اجازت چاہی اور ان لوگوں کا جو قرض اس کے ذمّے تھا وہ بھی ادا کر دیا اور نہایت تیزی کے ساتھ اس حالت میں طلیطلہ پہونچا کہ اس کو اپنی نجات کا یقین نہیں تھا۔

طلیطلہ پہونچکر اس نے سلطان مترجم کو اس قوم کی قوت و سطوت سے مطلع کیا جس کا دریا اس وقت اُبل رہا تھا اور جس کا معاملہ بہت مشکل ہو گیا تھا، یہاں تک کہ

مسلمانوں کے استیصال کے متعلق جو شر و فساد کے خیالات اس قوم کے دل میں پوشیدہ تھے اُن کی بھی خبر دی اور جو وعدے ان لوگوں نے مسلمانوں کے استیصال کے متعلق کئے تھے ان کو بھی بیان کر دیا، حالانکہ اسی قوم نے اس کے لئے خرچ مہیا کیا تھا اور اس کو مدد دی تھی۔

ادشاہ مذکور طلیطلہ سے اشبیلیہ گیا اور تمام شہروں نے اس کی اطاعت قبول کر لی، پھر اس نے ٹیکس اور محصول لگانا شروع کیا اور لوگوں کو دھمکایا کہ جرمانہ اور تاوان بھی وصول کیا جائے گا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ اس سے پھر نفرت کرنے لگے، مطالبات ادا کرنے سے انکار کر دیا اور اس کے عاملوں کو نکال باہر کیا۔ اس فتنے کو محسوس کر کے وہ خود اشبیلیہ و اطراف اشبیلیہ میں قلعہ بند ہو گیا اور جو قوم اس کی مدد کے لئے آئی تھی بہت دیر تک انتظار کرنے کے بعد اپنے وطن واپس چلی گئی۔ سوار اس کی مدد سے پہلو تہی کرنے لگے اور ملازمین بے اعتنائی سے پیش آنے لگے اور کھلے بندوں مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔

سب سے پہلے شہر جیان نے اس کے عزل اور اس کے معتوب بھائی کی تجدید اطاعت کا اعلان کیا اور اسی وقت سلطان مترجم نے مسلمانوں کو جمع کر کے شہر جیان پر حملہ کر دیا اور لڑ کر شہر میں داخل ہو گیا اور شہر مذکور کو لوٹ کر تباہ و برباد کر دیا جس کا ذکر حسب موقع کیا گیا ہے، پھر شہر ابدہ کا بھی جو جیان ہی کی طرح مخالفت کر رہا تھا یہی حال کیا گیا، والحمد للہ۔ شہر قرطبہ میں بھی بادشاہ مذکور کی مخالفت کی گئی، چنانچہ اس کے چند بڑے بڑے مخالفین قرطبہ میں جا کر ٹھہرے ہیں اور وہاں سے اس کے بھائی کے ساتھ خط و کتابت کر رہے ہیں اور کوشش میں ہیں کہ وہ جلد آ جائے۔ معلوم ہوا ہے کہ وہ سرزمین برغش میں پہونچ گیا ہے اور دونوں کے درمیان جنگ ہو رہی ہے۔ اللہ اسلام کا بول بالا کرے اور اللہ وحدہ کی ہیبت سب پر غالب رہے۔

ہم نے رومیوں کے یہ حالات اس قدر تفصیل کے ساتھ اس لئے بیان کئے کہ ان میں تاریخی ندرت ہے، اور مقصود یہ ہے کہ قوم مذکور اور اس قسم کے دوسرے اقوام کے خطرے سے واقفیت ہو جائے اور ان سے احتیاط رکھی جائے، اللہ ہی کا فضل مومنوں کا مددگار رہے۔

ملک ارغون کا بادشاہ اس وقت بھی وہی شخص ہے جو دَور اوّل میں تھا۔

موجودہ عہد حکومت کے بعض کارنامے

جہاد اکبر یعنی جہاد نفس کے حالات میں سے ایک واقعہ جو اصل میں غصّہ ضبط کرنے کی ایک مثال ہے یہ ہے کہ جب حادثہ پیش آیا اور سلطان آزمایش میں مبتلا ہو کر اس حالت میں کہ اپنی ذات کے سوا دوسری کوئی چیز ان کے قبضے میں نہ تھی وادی آتش میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے جو بجائے خود ایک طویل داستان ہے تو اُس وقت انھوں نے قصبہ مریہ میں ایک شخص کے پاس جو اُن کا معتمد علیہ تھا پیام بھیجا اور اللہ کا واسطہ دے کر اُس سے اپنے لئے سدّ رمق طلب کیا، اور اپنے حقوق کا لحاظ رکھنے اور وفاداری اور امانت داری پر قائم اور ثابت قدم رہنے کے لئے اُس کی بڑی تالیف وخوشامد کی۔ قصبہ مریہ اُس وقت سلطنت کا قلعہ تھا اور اُمید تھی کہ یہ قصبہ ہر طرح مطیع و فرماں بردار رہے گا، وہ ایک محفوظ مقام تھا اور اموال خراج اور ہر قسم کے ساز وسامان کا مخزن تھا، اور سلطان کا مستقر بن گیا تھا، اُس کے اور باغی کے درمیان ایک سدّ حائل تھی اور شرعًا وہاں کے باشندوں کی بیعت کی ایک شرط بھی منسوخ نہیں ہوئی تھی، لیکن باوجود اس کے شخص مذکور نے سلطان کے پیام کا نہایت بُرا جواب دیا، قاصد کو تہ خانے میں قید کر دیا اور خود وہاں سے نکل کر دشمن کے پاس چلا گیا اور بغاوت میں اس کا مشیر خاص بن گیا، با ایں ہمہ جب اللہ نے معاملے کی حالت بدل دی اور سلطنت پر از سر نو سلطان کا قبضہ ہوا اُس وقت سلطان نے شخص مذکور کا وظیفہ علی حالہ جاری رکھا۔

حکومت کے دوسرے دور میں ذلیل برکی نے بعض اہل قرابت کے نام سے شورش برپا کی اور اللہ نے اُس کو ناکام رکھا اختلاف پیدا ہو جانے کے بعد اس فتنہ و فساد کو رفع کر دیا اور سلطنت کو غالب و کامیاب رکھا اور جب برکی مذکور پوری طرح سلطان کے قبضے میں آگیا تو اُس وقت سلطان نے اُس کو چھوڑ دیا اور اس کو زندہ رکھنے میں مصلحت عامہ کی رعایت کو ہر دوسرے خیال پر غالب رکھا؛ ایسا تعجب انگیز حلم اُسی شخص سے صادر ہو سکتا ہے جس کا کام محض جزائے آخرت اور رضائے الٰہی کی طلب پر مبنی ہو۔

اور جب الزام وارتکاب جرم ثابت ہونے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ ملزمین اہل قرابت سے ہیں تو یہ سب لوگ آرام کے ساتھ مغرب کی طرف روانہ کردئے گئے ان لوگوں کے لئے جو وظیفے مقرر تھے اور خاص خاص مواقع پر جو حقوق اُن کو دئے گئے تھے وہ سب کے سب اُن کے اخلاف کے نام جاری کردئے گئے اور جو لوگ ان میں ضعیف تھے۔ ان کی امداد واعانت کا وعدہ کیا گیا، اور اراضی ومکانات کی قسم کی چیزوں سے جن کا فائدہ سارے خاندان کو پہونچتا تھا کچھ تعرض نہیں کیا گیا اور ان کی اولاد اور اہل وعیال کو ان کی خواہش وتمنّا کے موافق اُن کے پاس پہونچا دیا گیا۔

اسی قسم کا ایک دوسرا واقعہ جس سے سلطان کی نرم دلی اور انصاف پسندی ثابت ہوتی ہے یہ ہے کہ جب عامریین اور ان کاشتکاروں نے جو سلطان کی جائداد خالصہ کے قریب سکونت رکھتے ہیں، قاضی شہر کے اجلاس میں کنارۂ وادی کی اُس اراضی کا دعویٰ دائر کیا جو سرحد جوار پر واقع ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اُس جائداد پر بھی دعویٰ کردیا جو سلطان کی ذاتی جائداد ہے اور ان کو اپنے اسلاف کرام سے وراثتاً ملی ہے تو ان کاشتکاروں کے مقابلہ میں جواب دہی کرنے کے لئے وکیل سلطنت ان کے ساتھ کھڑا ہوا۔

اسی قسم کا ایک اور واقعہ اُس تاجر کا قصّہ ہے جو وادی آش کا باشندہ اور حاجی لباس کے نام سے معروف تھا، سلطان کے محل میں تاجر مذکور کے یہاں سے ایک رومی جاریہ ضمانت وغیرہ ادا نہ کرنے کے سلسلے میں کسی طرح آگئی اور لڑکے کی پرورش کرنے کی خدمت تک ترقی کرکے مرضعات میں داخل ہوگئی، تاجر کو اس جاریہ کے ساتھ محبّت تھی جو جدا ہونے کے بعد بھی قائم رہی اور اس کا عشق بڑھتا گیا، تاجر کا حال اور اس کے عشق ومحبّت کی خبر جب سلطان تک پہونچی اور جاریہ پر تاجر کا عاشق ہونا ان کے نزدیک ثابت ہوگیا اور اس قسم کے مواقع پر بادشاہان سلف سے جو روایتیں منقول ہیں، میں نے ان کی طرف اشارہ کیا اُس وقت سب سے پہلے خود سلطان جاریہ کو محل سے نکالنے پر مستعد ہوئے اور اس کو مجبور کرکے بہتر ہیئت و لباس میں محل سے علیحدہ کردیا، چنانچہ وہ اپنے عاشق بے خود کے قبضے میں آگئی حالانکہ عاشق کی سانس آہستہ چلنے لگی تھی اور اس کے حواس بے کار ہوگئے تھے اور

قریب تھا کہ اس کا اب ملنا اُس کے لئے شادی مرگ کا سبب ہو جائے - سلطان کی زندگی میں اس قسم کی مثالیں متعدد ہیں-

صدقہ واحسان کے کاموں میں سے جہاد نفس کا ایک کام جس کو خرق عادت سمجھنا چاہیئے شفاخانۂ اعظم کی تعمیر ہے یہ شفاخانہ اُن دور افتادہ ممالک کی زینت اور اس مدینۂ فاضلہ کے لئے وجہ فضیلت ہے اور باوجود اس کی ضرورت وحاجت کے بدیہی ہونے کے فتح اوّل کے وقت سے آج تک کسی کو اُس طرف توجہ نہیں ہوئی تھی، سلطان کو ان کی دینی ہمت اور خالص تقوے نے اس پر آمادہ کیا، اور سلطان نے اس عمارت کو جلالت تعمیر، کثرت مساکن، کشادگی صحن، روانیٔ آب، ولطافت ہوا، اور حوض و وضوگاہ کے تعدد نیز ہر جگہ کمال صنعت اور حسن ترتیب کے موجود ہونے کے لحاظ سے ایک ایسی قابل دید عمارت اور ایک ایسا مجموعۂ حسن وخوبی بنادیا کہ اس کو دیکھنے کے لئے اندلس کا سفر کیا جاتا ہے، اور یہ شفاخانہ اپنے صحن کی وسعت، ہوا کی پاکیزگی، بالو اور سیاہ پتھر کے بنے ہوئے فوّاروں کی جولانیوں، دریا کے مچل مچل کر بہنے اور باد صبا سے درختوں کے جھومتے رہنے کے لحاظ سے مصر کے شفاخانے پر ترجیح رکھتا ہے-

اس کے علاوہ بادشاہوں کے عادت و دستور کے مطابق اس سلسلے میں سلطان کے اسم گرامی کا نقش اضافہ کرنے اور دائمی یادگار قائم کرنے کے لئے قلب شہر میں حجرے اور مدفن کے گرد احاطہ بنادیا گیا شب وروز قرآن مجید کی تلاوت جاری رکھنے کی غرض سے جو مدارس اور خانقاہیں ہم نے اُن کے حکم سے بنوائیں اور اُن کی رائے کے مطابق تکمیل کو پہنچائیں اور انھوں نے میرے ساتھ موافقت کی اور اُن کو پسند کیا وہ سب کی سب سلطان ہی کے فیاضی اور اولوالعزمی کے کاموں میں داخل ہیں

اور اس کی دلیل جس سے سلطان کا یہ وصف نمایاں طور پر نظر آجاتا ہے- جبل فتح کی امداد کا واقعہ ہے، باوجودیکہ جبل فتح ایک دوسرے بادشاہ کے علاقے میں واقع ہے اور سلطان کے دائرہ حکومت سے خارج ہے، لیکن سلطان راتوں رات تیزی سے سفر کر کے اور دور دراز راہ طے کر کے وہاں پہنچ گئے اور اس کی اعانت اور اُس کے حدود اور قلعوں کی حفاظت کے ایسے کام انجام دئے جس سے دشمن کی حرص وطمع کا استیصال اور خاتمہ ہو گیا، اور اس مہم پر اس قدر مال صرف کیا جس کی

کنجیوں کا بار اٹھانا ایک مضبوط جماعت کے لئے بھی مشکل ہے اور اس میں عجلت اس خیال سے کی گئی کہ دشمن کے جبل پر قبضہ کر لینے کا احتمال تھا اور سلطان کے پاس خوراک پہونچانے کا کرایہ بحساب فی رطل سوا درہم خرچ ہوا جو ایک بے مثل نفع کثیر اور فتوے کی ایک خاص جدت تھی۔

دشمن اسلام کے مقابلے کے لئے استعداد وطیاری کے متعلق ایک خارق عادت جہاد نفس یہ ہے کہ اس قلیل مدّت اور مختصر زمانے میں سلطان نے اُن شہروں میں جو دشمن کے علاقے سے متصل ہیں اور جن کی سرحدیں دشمن کی سرحدوں سے ملی ہوئی ہیں اور جہاں دشمن کی رہگزر قریب ہونے کی وجہ سے ہمیشہ فتنہ وفساد ہوتا رہتا ہے بائیس قلعے بناکر امن عام قائم کر دیا ہے۔ جن میں سے ایک قلعۂ اربونہ ہے جو بالکل ویران ہوگیا تھا، اس قصبے کی تجدید اور وہاں پانی کا خزانہ بنانے میں تقریباً بیس ہزار اشرفیاں خرچ ہوئیں، اور آج یہ قلعہ دشمن کے لئے قیام غیظ وغم اور مسلمانوں کے واسطے جائے پناہ ہے۔ دوسرا قلعہ حصن آتش ہے جس پہاڑ پر یہ قلعہ واقع ہے اُس کے اطراف وجوانب کے درمیان بہت فاصلہ ہے باوجود اس کے اس کے پہاڑ کو دیواروں اور برجوں سے بہت مستحکم کر دیا گیا ہے اور اس کے اندر پانی کی نہریں جاری کی ہیں اور اس کے گرد ایک بڑی خندق کھدوا دی گئی ہے نیز سلطان نے وہاں ایسی یادگاریں چھوڑی ہیں جو بہت مشہور ہیں اور جن سے اللہ کے واسطے کام کرنے کی قوت اور اسلام کے ساتھ اُن کی عقیدت ثابت ہوتی ہے۔

سلطان نے پھر اس سلسلۂ کار کا قلعۂ حمراء کو مضبوط ومستحکم بنانے پر خاتمہ کیا، جو دار السلطنت کا اور اسلام کا حامی، سلطنت کا ملجا عہد وپیمان کا محل اور ذخیرہ ومال کی حفاظت کا مقام ہے، اس سے قبل قلعۂ حمراء ایک چٹیل میدان اور ویران وغیر آباد مقام بن گیا تھا۔ لیکن آج وہ عروس بنا ہوا پہاڑ کی چوٹی پر جلوہ گر ہے اور ستاروں سے باتیں کر رہا ہے، اُس کی تعمیر سے زلزلے ساکن اور طمع کے ستارے غروب ہوگئے، جبایتہ کا مال جو اس عہد میں مصلحتاً دیگر اموال سے جدا کر دیا گیا ہے اور خراج نقد، القاب کے دفتر، خزانے کے بہترین اور قیمتی

اشیاء سب وہاں منتقل کردئیے گئے ہیں جیساکہ تقریبًا اسّی سال سے کبھی نہیں ہوا تھا والحمد للہ۔

اسلامی بیڑے کی اصلاح و درستی اور افواج و عساکر برّی و بحری کے اسباب ضعف کو رفع کرنے کی یہ حالت ہے کہ جہازوں کا بیڑہ اس عہد میں نہایت بہتر حالت میں ہے اور ہر وقت حملے کے لئے طیار رہتا ہے، دشمن اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں، وہ ہمیشہ گشت لگاتا رہتا ہے اور کسی ایک جگہ مستقل قیام نہیں کرتا اور ہر وقت جہاد کے لئے آمادہ رہتا ہے، وہ متعدد لڑائیاں لڑ چکا ہے اور اس کے جہاز تمام سمندروں کا دورہ کرچکے ہیں اور ان کی گہرائی سے پوری طرح آشنا ہیں۔ والحمد للہ۔

مجاہدین کے وظائف میں پہلے امساک باراں سے قطع و برید ہوا کرتی تھی اور کثرت باراں سے بھی کمی کردی جاتی تھی، لیکن اب خزانہ ہمیشہ سونے چاندی سے بھرا رہتا ہے اور مجاہدین کو پیشگی وظائف بھی ملتے رہتے ہیں۔

بذات خود جہاد میں شرکت کرنے اور اللہ کی راہ میں جان بازی دکھانے کے واقعات جو جہاد نفس کا نتیجہ ہیں اس قدر ہیں جن پر کسی دلیل کی حاجت نہیں منجملہ ان کے ایک واقعہ یہ ہے کہ ثغر خارج کی طرف سے جو ہمیشہ مسلمانوں کی حالت کو دیکھتا رہتا ہے، حصن آش پر حملے کا خوف تھا اس لئے ثغر خارج کو فتح کرلینے کا ارادہ کیا گیا، سلطان اس مہم کے مشورے میں شریک نہیں تھے اور اس کو فتح کرنا سخت مشکل ہوگیا تھا، اس وقت سلطان سخت گرمی کے دنوں میں لوگوں کو مقاتلے کی ترغیب دینے اور ان کی مدد کرنے کے لئے خود وہاں پہونچ گئے اور عام سپاہیوں کے دوش بدوش آگ کے شعلوں ہتھیاروں کی جھنکاروں اور دھوئیں کی آندھیوں کو برداشت کرتے رہے اور بذات خاص جنگ آوروں کی ہمت افزائی اور زخمیوں کی تیمارداری کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے ان کے عزم و استقلال کی بدولت ثغر مذکور کو ان کے ہاتھ پر فتح کرادیا۔

ثغر مذکور سردار روم کے محل اقامت سے قریب ہے اور گمان غالب تھا کہ اس کی طرف سے فورًا اسے واپس لینے کی کوشش کی جائے گی اس لئے سلطان

اپنے ہاتھ سے شہر کی دیوار کو منہدم کرنے اور اُس کے شگاف کو بند کرنے میں مصروف ہو گئے، پتھر اُن کی طرف بڑھائے جاتے تھے اور گلاوہ اُن کو دیا جاتا تھا اور وہ مزدوروں کے ساتھ مل کر یہ سب کام انجام دیتے تھے، پھر یہ فعل دوسرے بادشاہوں کے لئے بھی ایک عام قانون بن گیا جس کا ذکر باب جہاد میں کیا جائے گا۔

اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے متعلق جہاد اکبر کا ایک واقعہ یہ ہے کہ جب اس خبر کی تصدیق ہو گئی کہ اُس حصۂ ملک کے استیصال کے لئے فرانسیسی قوم حملہ کرنے والی ہے: "وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُورِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ" تو اُس وقت عام مسلمانوں کو جنگ پر آمادہ کرنے کے لئے امر معروف اور نہیٔ منکر کے طریقے پر جمہور اہل اسلام کے نام اس حکومت کی طرف سے ایک فرمان صادر ہوا، جس کی فصاحت و بلاغت سے بڑے بڑے خطیب متحیر اور کامل انشا پرداز متعجب ہو گئے۔ فرمان مذکور کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

"امیر المسلمین عبداللہ محمدؐ بن مولانا امیر المسلمین ابوالحجاج ابن مولانا امیر المسلمین ابوالولید نصر کی طرف سے (اللہ اُن کی تائید اور مدد کرے اور اُن کے امر کو قوت دے اور ان کے اثر کو ہمیشہ قایم رکھے) اپنے دوستوں کے نام"

چونکہ ہمارے یہ دوست فہم صحیح سے کام نہیں لیتے اور ان کے ہر نوع و جنس پر غفلت مستولی ہو رہی ہے اس لئے ہم ان لوگوں کو خواب غفلت سے جگاتے اور ایسے امر کی طرف متوجہ کرتے ہیں، جو اُن کے ایمان کو ریب و شک سے پاک اور اُن کے ظاہر و باطن کو خالص کر دے، اور ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ہماری اور اُن کی لغزشوں سے درگزر کرے اور مصائب کی گردشوں سے ہم لوگوں کو بچالے اور تباہی و بربادی کے ہاتھوں کو جو تیزی سے ہماری طرف بڑھ رہے ہیں روک دے"

"فلاں مقام والوں کے نام، اللہ اس غریب گروہ کی طرف سے مدافعت کرے، اور ان کے اہل و عیال پر اپنا لطف و کرم رکھے اور اپنے کرشمۂ قدرت سے ان کی خبر گیری کرے، سلام علیکم اجمعین و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ" (تم سب لوگوں پر سلامتی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں)

اللہ کی حمد کے بعد، جس کا کوئی شریک نہیں اور جس کے سوا ہمارا کوئی سہارا

نہیں وہ اللہ جو مومنوں کے دلوں کو امتحان کر کے دیکھتا ہے کہ برداشت کرنے کی طاقت کس میں زیادہ ہے، اور کامل درجے کا صبر کس میں پایا جاتا ہے، تاکہ جو لوگ ہدایت پر ہیں ان کی ہدایت میں غلو کرے، اور درود وسلام نازل ہو ہمارے سردار و آقا محمد صلعم پر جنھوں نے ہلاکت سے نجات دلائی اور جو لوگ دشمنوں کے سروں پر ضرب لگاتے ہوئے جنگ کریں اور ان لوگوں سے جنھوں نے اللہ کے لئے بیٹا قرار دے رکھا ہے ان سے جہاد کریں۔ اس کی شفاعت کے طفیل ہوئے، اور اللہ راضی ہو ان کی آل سے جو آسمان ملت کے ستون تھے اور باوجود اس کے کہ وہ تعداد میں تھوڑے تھے بڑی بڑی فوجوں سے خوف زدہ نہیں ہوئے اور غیر مسلموں سے اگرچہ ان کی جماعت بہت بڑی اور تعداد بہت زیادہ تھی مرعوب نہیں ہوئے ایسا درود جس کو کبھی انقطاع نہ ہو اور ایسی رضا جس کی کوئی انتہا نہ ہو۔

یہ مکتوب ہم تم لوگوں کی طرف۔ (اللہ تم لوگوں کا نام ان لوگوں کے زمرے میں لکھے جن کا دل اللہ کے دشمنوں کے مقابلے میں غضب اور حمیت سے بھر جاتا ہے اور جن کی تیر فکر کا نشانہ ہمیشہ حق وصوا کی جانب ہوتا ہے اور جن کا کوئی تیر ہدف اور نشانے سے خطا نہیں کرتا) اس حالت میں لکھ رہے ہیں کہ ہم کو ایک ایسی خبر ملی ہے جس سے تم لوگوں کو آگاہ کرنا اور گہری نیند سے جگا کر تم لوگوں کے اختلافات باہمی کو رفع کرنا اور خوفناک و مہیب مصائب کے مقابلے کے لئے تم لوگوں کو آمادہ کرنا، اسلام کی خیر خواہی، اور عہد و ذمہ کی نگہداشت، اور اللہ کی طرف سے امام پر مقتدی کے جو حقوق ہوتے ہیں ان سب کے لحاظ سے ہم پر واجب ہے۔

وہ خبر یہ ہے کہ دین عیسوی کے سب سے بڑے سردار نے جس کے عیسائی اس درجہ فرماں بردار ہیں کہ جس سے بھی دوستی یا دشمنی کرتے ہیں اسی کے حکم و اجازت سے کرتے ہیں اور جس وقت اس کی صلیب کو دیکھتے ہیں نعرے لگاتے ہوئے اس کو سجدہ کرتے ہیں جب یہ دیکھا کہ باہمی اختلاف و نزاع نے اس کے گروہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھالیا اور اس طرح ہضم کر لیا ہے کہ نہ رگ پٹھے کو باقی

چھوڑا ہے نہ بڑی کو اور جو نظم و ترتیب ان لوگوں میں تھی اس کو منتشر کر دیا ہے تو اس نے غور کیا کہ کس طرح ان کے افتراق کو مٹا کر ان کو ایک مرکز پر جمع کرے اور جو چیز انھیں نقصان پہونچا رہی ہے اسے رفع کرے اور تفرق و انتشار نے جو سوراخ ان کے جہاز میں پیدا کر دیا ہے اس کی مرمّت و اصلاح کرے، اور اسی کے ساتھ اس نے غور کیا کہ ایک ایسی قوم کے لئے جو پانی کے قطرات کی طرح کثیر التعداد ہے اور اپنے تمام حالات و معاملات میں اطاعت کی خوگر ہے، نجات کا صرف یہ طریقہ ہے کہ یہ تمام متفرق جماعتیں اپنی قوم کے اس شخص کی اطاعت اختیار کرلیں جس کو سردار مذکور منتخب کر دے، اور اس کے زیر اثر سب ایک جماعت بن کر مسلمانوں کے منتشر اور کمزور گروہ پر دفعتاً اس طرح حملہ کر دیں کہ گویا قیامت آگئی، اور تمام شہروں سے نیز وہاں کے لوگوں سے اور نئی اور پرانی ہر چیز سے ان کا تعلق منقطع کر دیں، اللہ ان لوگوں کو ناکامیاب رکھے، اور ہم لوگوں سے یہ مصیبت جس کے دفع کرنے کی ہمیں طاقت نہیں ہے دفع کرے، اور اپنی عادت کے موافق ہمارے لئے کوئی بہتر راہ کھولے کہ اس کے مقابلے میں کوئی راہ بند نہیں ہے۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان غافل ہیں اور خطرۂ ہلاکت سے آگاہ کرنے والے کی بات نہیں سنتے، اور ہم کو زیادہ تردّد ان لوگوں کا ہے جو دریا کی دوسرے جانب آباد ہیں اور جن کا بڑا حصّہ کافروں کی سرزمین پر بس چکا ہے، اور ہم چاہتے ہیں کہ اس موعظت کے ذریعے سے ان لوگوں میں ایسی حرکت پیدا کر دیں جس سے ان کی چشم بصیرت میں روشنی آجائے اور اس حالت میں جب کہ ان کو اور کچھ مدد نہیں دی جاسکتی ان کے دل میں اللہ سے مدد طلب کرنے کا خیال پیدا ہو جائے اللہ تضرع و انکسار کے ذریعہ سے دلوں کی اصلاح کرے اور مشکلیں آسان کر دے، اور دائیں جانب والی قوم کو بائیں جانب والی قوم سے مدد پہونچا دے ورنہ دنیا اور آخرت میں خسارہ مقدر ہو چکا ہے۔ اس لئے کہ جس شخص پر اس کے دین کا دشمن غالب آجائے اور وہ اللہ کی طرف سے برگشتہ اور مال کی محبت میں منہمک ہو فسق و فجور میں شہرت رکھتا ہو اور ایسے مال و متاع پر جو زائل ہو جانے والا ہے۔

حریص ہو تو کوئی شبہ نہیں کہ شیطان اس کو پیشانی کے بل گرا چکا ہے، اور دُنیا اور آخرت دونوں جگہ کے خسارے میں ہے: وذالك هو الخسران المبين اور جس شخص کے متعلق اللہ کی مشیت یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے فرائض ادا کرے اور اس کے لئے جد وجہد کرے، اور معبود واحد کے سوا کسی دوسرے کی بندگی نہ کرے۔ یہ شخص شہوات نفس سے جو عالم جاودانی میں مہلک ہوتے ہیں باز رہتا ہے جس سے اس کو وجود اور بقائے دوام حاصل ہو جاتا ہے یا دشمن پر جو اس کے مقابلے میں مجتمع ہوئے ہیں غلبہ پاتا ہے، اور یہ شخص استقلال کے ساتھ اپنی محمود حالت و حیثیت پر اس طرح قائم رہتا ہے کہ فرشتے اس کی شہادت دیتے ہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ اور سواد اعظم کی قوت سے اس منہدم عمارت کی از سرِنو تعمیر کر دیتا ہے اللہ کی عنایت و مہربانی اسی شخص پر ہوتی ہے۔ (اے رسول کہہ دے کہ تم لوگوں کو ہماری نسبت دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی کا انتظار ہے اور ہمیں تمہاری نسبت یہ انتظار ہے کہ اللہ تم پر خود اپنے یہاں سے یا ہمارے ذریعہ سے عذاب نازل کرے، پس انتظار میں رہو، ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہے ہیں) [فرقان مجید]

پس ڈرو اللہ سے ایسی ہمتوں کے معاملے میں جن کا رعب اُٹھ گیا، ڈرو اللہ سے ایسے عقائد کے معاملے میں جن کا چراغ گل ہو چکا ہے، ڈرو اللہ سے مردانگی کے معاملے میں جو ایک قابل قدر چیز ہے ڈرو اللہ سے ایسی غیرت کے معاملے میں جس کا نصیب سو گیا ہے، ڈرو اللہ سے دین کے معاملے میں جس کو بدل دینے کی دشمن کو طمع ہو گئی ہے، ڈرو اللہ سے حریم کے معاملے میں جن کو غلام بنا لینے کی دشمن کو امید ہو گئی ہے، ڈرو اللہ سے مساکن کے معاملے میں جن میں سکونت کرنے کے لئے دشمن آگے بڑھ رہا ہے، ڈرو اللہ سے ملت کے معاملے میں جس کی شمع کو دشمن بجھانا چاہتا ہے، ڈرو اللہ سے قرآن عظیم کے معاملے میں، ڈرو اللہ سے دین کریم کے معاملے میں، ڈرو اللہ سے اہل قرابت اور ہمسایوں کے معاملے میں، ڈرو اللہ سے نئے اور پرانے مقبوضات کے معاملے میں اور ڈرو اللہ سے وطن کے معاملہ میں جس کی وراثت باپ سے بیٹے کو ملی ہے۔

آج بزدل قید ہوں گے، صبر و سکون کا نزول ہوگا۔ آج کے دن شریف النفس

لوگوں کو ہمت سے کام لینا چاہئے، اور آج قبل اس کے کہ خطرہ بڑھے حکم نافذ ہو۔ دروازہ بند ہو سزا محقق ہو اور مسلمانوں کی گردنوں پر کافر مسلط ہوں، غافلوں کو خواب غفلت سے بیدار ہو جانا چاہئے۔ دوڑ میں مسابقت کرنے والے اپنے لئے ذلت گوارا نہیں کرتے، اور پرندے بھی جس وقت محسوس کرتے ہیں کہ ان کے بچوں کو ہاتھ لگایا جاتا اور ضرر پہونچایا جاتا ہے اپنے آشیانوں کی حفاظت کے لئے پروں کو پھڑ پھڑانے لگتے ہیں، اور اگر تمہاری یہی حالت رہی تو جو کچھ سن رہے ہو اس کو خود آنکھ سے دیکھ لوگے، اور کسی مقام پر کسی شخص کو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے نہ سنوگے تمہاری ہمت صرف گردن اور سینہ کی آرائش پر منحصر ہوگئی ہے، اور تمہاری سعی صرف ان فوائد تک محدود ہوگئی ہے جن سے مصیبت کے وقت کوئی نتیجہ اور فائدہ نہیں حاصل ہوتا۔

ابھی کل کی بات ہے کہ تم لوگ اس ذات کو راضی کرنے کے لئے جس کے ہاتھ میں بادل مسخّر ہیں اور اس سے اعانت طلب کرنے کے لئے جو عذاب کو دفع کرتا ہے اور اس کے فضل وکرم کی درخواست کرنے کے لئے جو پانی برساتا اور انسانوں اور بہائم کو زندہ رکھتا ہے، بلائے گئے تھے۔ تمہارا حال یہ تھا کہ آسمانی رحمت تم سے رکی ہوئی تھی اور پانی کی قلت سے تمہارے سرسبز وشاداب علاقے خشک ہو رہے تھے، حالانکہ تمہارا رزق اور جس شے کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ سب آسمان میں ہے، اور آسمان ہی کی طرف تم ہاتھ بڑھاتے ہو اور دعا میں آسمان ہی کے دروازے کا قصد کرتے ہو، لیکن اس موقع پر تم میں سے بہت تھوڑے لوگ حاضر ہوئے اور توبہ اور اللہ کی طرف رجوع کرنے کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوئی، اور تم لوگ اس غنی وحمید کی طرف راغب ہونے اور اس مولیٰ کی طرف رجوع کرنے سے باز رہے جو اگر چاہے تو تم لوگوں کو فنا کر کے تمہاری جگہ نئی مخلوق پیدا کر دے، اگر وہ خیر وبرکت جو اللہ کی طرف سے نازل ہوتی ہے۔ نقد ہوتی تو وقت کا انتظار کیا جاتا اور حلق کا گھونٹ اور منہ کا نوالہ فرو کرنا مشکل ہو جاتا اور تم لوگ ان کے جمع کرنے کے لئے ایک دوسرے پر گرتے۔

کیا تم اللہ کے مقابلے میں جو سب سے زیادہ قوی اور سب پر غالب ہے

عزّت وشان دکھلاتے ہو، اور کیا تم اللہ کو دھوکا دینا چاہتے ہو جو اچھے اور بُرے اور ملمّع اور خالص سونے میں فرق و امتیاز پیدا کرتا ہے، وہی اللہ جس سے زندگی میں بھی اُمید ہوتی ہے اور موت کے بعد بھی، کیا دلوں میں اللہ کی نسبت شک و شبہ پیدا ہو گیا ہے، اور کیا اللہ کے سوا کوئی دوسرا بھی ہے جو تکلیفات کو رفع کرے اور مصائب کے وقت اس کی پناہ میں جاکر جہالت و ضلالت کے زمانے کی تلافی کرے۔

باران رحمت طلب کرنے کے لئے تم میں سے صرف ایک مختصر جماعت ہاتھوں اور سروں کو اللہ کی طرف اٹھائے اور اللہ کے جلال کے آگے عجز و انکسار کے ساتھ عذاب دفع کرنے کی دعا کرتی ہوئی اور اس کے وعدہ اجابت کے جلد پورا ہونے کی امید رکھتی ہوئی باہر نکلی، اور تمہاری یہ حالت تھی کہ گویا اس کے کرم سے تم مستغنی ہو یا اس کی طرف رجوع کرنے سے تم کو انکار واعراض ہے۔

کیا تم کو نہیں معلوم کہ تمہارے نبی صلوات اللہ وسلامہ علیہ کا تھوڑے پر قناعت کرنے اور رحلت و سفر کے واسطے ہر وقت مستعد رہنے اور ہمیشہ اللہ کی طرف متوجہ رہنے اور شب بیداری اور توبہ اور رجوع الی اللہ کے متعلق کیا حال تھا؛ ایک دفعہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہاتھ میں جَو کی روٹی کا ایک ٹکڑا لئے ہوئے آپ کے پاس تشریف لائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دریافت فرمانے پر کہ فاطمہؓ یہ کیا ہے؛ جواب میں فرمایا کہ رسول اللہ روٹی ہے اور اس لئے لائی ہوں کہ آپ تناول فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہؓ تین دن کے اندر یہ پہلا کھانا ہے جو تمہارے والد کے شکم میں داخل ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن بھر میں ستّر مرتبہ استغفار کرتے اور اللہ کی رحمت کے طالب ہوتے تھے اور باوجود اس کے کہ آپ کے اگلے اور پچھلے سب گناہ معاف تھے پھر بھی اس قدر قیام کرتے تھے کہ قدم مبارک ورم کر جاتے تھے، جہاد آپ کی عادت میں داخل تھا۔ اور جد و اجتہاد آپ کی خصلت تھی اور آپ بذات خود کفّار کے مقابلے میں بلند و پست مقامات میں شریک جہاد ہوئے تھے۔

پس اگر تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدار نہیں کرتے تو کس

کی اقتداء کروگے، اور اگر تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایت حاصل نہیں کرتے تو پھر کس سے ہدایت حاصل کروگے، اور جب تم ان کا اتباع نہیں اختیار کرتے تو پھر کیونکر ان کی طرف اپنے کو منسوب کرتے اور ان کا نام لیتے ہو، اور اگر تم اللہ کے واسطے غضب اور جہاد اور ساز و سامان دنیا کو حقیر سمجھنے میں ان کے صفات کے ساتھ متصف ہونے کے طرف راغب نہیں ہو تو پھر کس کی طرف رغبت کروگے؟

ملک و قوم اور بڑے بڑے شہروں پر تمہاری غفلت کی بدولت پہلے جو مصیبت آچکی ہے وہ غیر معمولی ہے، جن منبروں پر واعظ و خطیب طویل و بلیغ خطبہ پڑھتے تھے اور جن مساجد میں متعدد صفیں اور جماعتیں ہوتی تھیں اور مختلف اقسام کی عبادتوں سے آباد رہتی تھیں ان کی حالت پر غور کرو اور دیکھو کہ کس طرح اللہ نے دولت مندوں کے گناہوں کے وجہ سے عوام کو بھی جو دولت مند نہیں تھے لیکن ان کے گناہوں سے چشم پوشی کرتے تھے پکڑ لیا اور اللہ سے غفلت کرنے کی وجہ سے سب کی عاقبت خراب ہوئی اور گنہگاروں کے ساتھ ان بے گناہوں کو بھی مٹا دیا گیا جو گنہگاروں کے ساتھ مداہنت کرتے تھے مسجدیں صلیب خانے بن گئیں اور اذانوں کی جگہ ناقوس بجنے لگے، یہ حالت ہوگئی لیکن لوگوں کا وہی حال اور زمانے کا وہی رنگ ہے۔

جس کی طرف پلٹ کر جانا اور آخر کار جس کے پاس پہونچنا ہے اس سے ایسی غفلت؟ کب تک اس طرح بیٹھے رہوگے؟ دشمن کی فوج صلیبوں کے سائے میں تمہاری طرف روانہ ہو چکی، اور رؤسائے کفار اپنے مرکزوں سے تمہاری طرف بڑھ رہے ہیں، کیا شیطان تم کو بزدل بنا دے گا، حالانکہ کتاب اللہ تم میں موجود ہے اس کی آیتیں بہ آواز بلند تم کو پکار رہی ہیں نہ اس میں کوئی خلل و فتور واقع ہوا ہے اور نہ اس کی روشنی پر کوئی حجاب پڑا ہے، اور تم ان بہادروں کی نسل سے ہو جنھوں نے نہایت مختصر تعداد کے ساتھ اس جزیرے کو فتح کیا اور اس کی راہ میں بڑے سے بڑے خطرے کی کچھ پروا نہیں کی اللہ کی قسم، اگر ہم لوگوں کا ایمان خالص ہو جائے اور خدائے رحمٰن ہم سے راضی ہو جائے تو اس جزیرے میں تثلیث کبھی توحید پر غالب نہ ہو اور اسلام کو کبھی یہ جزیرہ چھوڑنا نہ پڑے، لیکن بیماری ان تمام اقوام میں عام ہے جو ہماری مخاطب ہیں اور سب کی آنکھیں بے نور

ہوگئے ہیں، پھر ہدایت کی کیا امید ہے۔

دروازہ کھلا ہوا ہے، اور فضل تقسیم ہو رہا ہے، آؤ ہم سب لوگ مل کر اللہ سے استغفار کریں کہ وہ غفور و رحیم ہے اور اس سے جو لغزشوں کے وقت دستگیری کرتا ہے دستگیری کی درخواست کریں کہ وہ رؤف اور رحیم ہے، اور جو گناہ ہم سے پہلے صادر ہو چکے ہیں ان کا اعتراف کریں کہ معذرت کو قبول کرنا کریم کی شان ہے، سارے دروازے بند ہو گئے اور سارے اسباب ضعیف ہو گئے اور ساری امیدیں منقطع ہو گئیں سوائے تیرے، یا کریم، یا فتّاح، یا وہاب۔

مومنو! اللہ کی مدد کرو، اللہ بھی تمہاری مدد کرے گا، اور تم کو ثابت قدم رکھے گا جو کفّار تمہارے مقابلے میں آئیں ان سے جنگ کرو اور ان کے مقابلے میں شدّت اختیار کرو اور یقین رکھو کہ اللہ متقین کے ساتھ ہے۔ اور بیدل و غمگین نہ ہو، اگر تم مومن ہو تو تمھیں غالب رہو گے۔ ایمان والو! صبر کرو اور صبر کی تلقین کرو اور دل مضبوط رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کو فلاح حاصل ہو۔

گھوڑے طیار اور بندھے رکھو، اور دلوں میں شہادت کا ذوق اور شوق پیدا کرو، اس لئے کہ جو شخص موت سے ڈرتا ہے وہ ذلّت پر راضی ہے، موت ہر حال میں ضروری ہے، اور ذلّت کی زندگی اہل عقل اور اہل ہمّت کی شان کے خلاف ہے، جنگ کے لئے ہتھیار اور سامان فراہم رکھو، اور آرام کی حالت میں اللہ کو یاد رکھو، مصیبت کی حالت میں اللہ بھی تم کو یاد رکھے گا، اور اللہ کے دشمن کے مقابلے میں جو تمہارا بھی دشمن ہے اللہ سے قوت حاصل کرنے کو اپنا شعار بنالو، اور اپنی اولاد کی حفاظت میں جان کی پروا نہ کرو، اور دشمن کے حملوں کا مقابلہ کرنے کے لئے جو تمہارے مکان کے صحن میں پہونچ گیا ہے مثل ایک پختہ اور مستحکم دیوار کے بن جاؤ لوگ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک عورت کے لڑکے پر کسی درندے نے حملہ کیا، عورت نے آواز سنی تو لقمہ فرو نہیں کر سکی، بلاشبہ جو چیز ہمارے سپرد کی گئی ہے ہم کو اس کی حفاظت کرنا چاہئے۔

شہوات کو ترک کرو، جو کچھ باقی رہ گیا ہے ضائع ہونے کے قبل اس کو بچانے کا انتظام کرلو، اپنے اوقات میں سے اپنے وطن کو بھی کچھ حصّہ دو اللہ نے جو

نشانیاں نازل کی ہیں ان کے آگے بلا عذر سرِ تسلیم خم کر دو اور اپنے ساتھ والوں کو شدائد میں صبر اور مشکلات میں باہمی ہمدردی پر مجبور کرو نیند سے جاگو، اور سمجھو کہ تم سب کلمۂ توحید کے فرزند شیر خوار ہو، اور اجنبی ملک میں ساکن اور اپنے دین یکتا کے امین و محافظ ہو تمہاری جماعت مخلصین کی جماعت ہے۔ اور تمہارا گروہ واعظوں کا گروہ ہے، پس سب سے پہلے اللہ کے ساتھ معاملہ درست کرو جہاں کہیں دیکھو کہ سچائی غالب اور دل اللہ کی طرف جو مولائے کریم ہے راغب اور متوجہ ہے اور دین کا ستارہ چمک رہا ہے تو یقین رکھو کہ اللہ کی عنایت تمہارے ساتھ ہے جس کے ہوتے ہوئے کوئی شخص تم کو مغلوب نہیں کر سکتا اور کوئی دشمن یا تعاقب کرنے والا تم کو نہیں پا سکتا، اور یہ سمجھو کہ تم ایک موٹے پردے کے اندر، اللہ خبیر و لطیف کی حفاظت میں ہو، اور جب دیکھو کہ دلوں میں انتشار اور اللہ پر اعتماد تذبذب کی حالت میں ہے اور ہر طرف خوف و ہراس پھیلا ہوا ہے، اور اللہ سے غفلت نئے نئے لباسوں میں ظاہر ہو رہی ہے، اور باہمی ہمدردی مفقود، اور خواہشات نفسانی کا بازار گرم ہے، تو سمجھ لو کہ اللہ تم لوگوں کو وہی سزا دینے والا ہے جو گزشتہ اقوام کو دے چکا ہے۔ اور یہ کہ تم نے خود اپنے نفس پر ظلم کیا ہے، کہ سزا انھیں کو دی جاتی ہے جو ظالم ہوتے ہیں توبہ بھکے ہوئے کو واپس لاتی ہے اور اللہ توبہ کرنے والوں اور پاکبازی اختیار کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے، اور فرماتا ہے کہ حسنات مٹا دیتی ہیں۔ سیئات کو، یہ نصیحت قبول کرنے والوں کے لئے نصیحت ہے، اور جب انسان کے ارادہ و عزم میں صلاحیت آتی ہے تو شیطان کی فوج کو مسلسل شکست ہونے لگتی ہے، دنیائے دنی نظر میں حقیر ہو جاتی عالم آخرت پر کامل یقین ہو جاتا ہے اور اس وقت حالات کی اصلاح بہت قریب ہو جاتی ہے۔

لوگو! اللہ کا وعدہ بلاشبہ سچا ہے، پس دُنیا کی زندگی سے فریب نہ کھاؤ اور اللہ کے متعلق کسی فریب دینے والے کے فریب میں نہ آؤ، اور جلد از جلد قلوب کی طہارت اور گناہوں کے ترک پر توجّہ کرو، گناہ بخشنے والے اور توبہ قبول کرنے والے اللہ کے دروازے کا رُخ کرو، جان لو کہ اللہ کے ساتھ بے ادبی مصائب کا دروازہ کھولتی اور منافع کا دروازہ بند کرتی ہے، بس توبہ میں تاخیر نہ کرو، اللہ

کے مکر سے بیفکر نہ ہو جاؤ کہ اس سے ایمان کے زائل ہو جانے کا خطرہ ہے، اور توبہ کو موہوم امیدوں پر موقوف نہ رکھو کہ اللہ دل کے مخفی خیالات کا جاننے والا ہے۔

اور اگرچہ ہم بذات خود تم لوگوں سے زیادہ نصیحت کے محتاج ہیں، لیکن ہم لوگوں کا جو اولیائے امور ہیں یہ بھی فرض ہے کہ تم لوگوں کو نصیحت کریں اور تجربۂ و مہارت سے جو کچھ معلوم ہوا ہے اس کو صاف و صریح طور پر تم لوگوں تک پہونچا دیں، اور اگرچہ غفلت میں ہم تمہارے شریک ہیں باایں ہمہ ہم تم لوگوں کو توبہ و استغفار کی طرف متوجہ کرتے ہیں، اور کافروں سے جہاد کرنے اور ربّ عزیز و غفّار کی جانب سبقت کرنے اور مقامات صبر کی طرف پیش قدمی کرنے میں جہاں سے بہ توفیقِ الہیٰ وہ فرار نہیں کرے گا اور ان امور کے لئے سعی کرنے کے لئے جن کا نتیجہ فلاح اور ثواب آخرت ہے ہم اپنا دل تمہارے نذر کرتے ہیں، آئندہ اللہ کو اختیار ہے جو اختیار کا مالک اور تقدیر کے پلٹ دینے پر قادر ہے،

اور اب ہم لوگ دشمن کا حملہ روکنے کے لئے آگے بڑھتے ہیں، اور قوم و ملک اور حریم و اولاد پر اپنی جانیں فدا کرتے ہیں اور ان کو بچانے کے لئے خود مقتل میں جاتے ہیں، اور تم لوگوں سے درخواست کرتے ہیں کہ اللہ کی جناب میں جس نے دعا کی اجابت کا اور جو شخص اس کی طرف رجوع کرے اس کو قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے ہمارے حق میں دعا کرو۔

"یا اللہ، اس انقطاع میں تو ہم لوگوں کا یار، اور اپنے دشمنوں کے مقابلے میں ہم لوگوں کا مددگار بن جا، اور بت پرستوں کے انتقام سے ہم کو اپنی پناہ میں لے لے، تو ہی اس شخص کو قوی بنا جس کی ساری تدبیریں ضعیف ہو گئی ہیں، کہ تو قوی معاون ہے، اور تو ہی اس کی مدد کر جس کا تیرے سوا دوسرا کوئی مدد کرنے والا نہیں ہے، ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔"

یا اللہ، تو ہی ہم لوگوں کو اس وقت ثابت قدم رکھ جب قدم ڈگمگا جاتے ہیں، اور اعدائے اسلام کے مقابلے میں تیرا ساتھ نہ چھوڑ کہ ہم تیری فرماں برداری میں حاضر ہیں۔"

"یا اللہ تو اپنی قوت سے اس شخص کی طرف سے مدافعت کر جو ہر طرف سے

پریشانی میں مبتلا ہو گیا ہے اور اس کی امیدیں تیرے سوا اور ہر طرف سے منقطع ہو گئی ہیں۔

"یا اللہ، ہمارے ضعیفوں کے لئے سامان مہیا کر دے اور ہم سب تیرے آگے ضعیف اور تیری عظمت کے سامنے ذلیل ہیں، اے کرم کی عادت رکھنے والے اور اے مصیبتوں کے ٹالنے والے"

"اے ہمارے رب ہم لوگوں پر صبر نازل فرما اور ہم کو ثابت قدم رکھ اور کافروں کی قوم پر ہم کو فتح دے۔"

"یا اللہ ہم لوگوں کو ان لوگوں کے زمرے میں داخل کر جو جگانے سے جاگ اُٹھتے ہیں اور نصیحت سن کر اسے قبول کر لیتے ہیں، ان لوگوں سے جب یہ کہا جاتا ہے کہ دشمنوں نے تمہارے مقابلے کے لئے بڑی جمعیت فراہم کر لی ہے اس سے ڈرو تو ان کے ایمان میں ترقی ہو جاتی ہے اور وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہی سب سے بہتر وکیل ہے، یہی لوگ ہیں جو اللہ کی نعمت اور اس کے فضل کے ساتھ واپس آتے ہیں اور ان کو کچھ نقصان نہیں پہونچتا اور ان لوگوں کو اللہ کی رضامندی حاصل ہوئی اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ہمارے پاس ہمارے برادران مسلمین بنی مرین کی طرف سے (جن کے نئے اور پرانے کارناموں کا حال ہم کو معلوم ہے اور جن کے جہاد فی سبیل اللہ کے ہم شکر گذار ہیں، اور جو تمام معزز قبائل میں، اللہ کے واسطے جوش اور حمیت رکھنے میں خاص امتیاز رکھتے ہیں) متعدد پیام آئے ہیں کہ وہ لوگ حق ہمسایہ ادا کرنے اور احرار کی شان کے لائق اپنے مرتبہ و حیثیت کے مطابق، مدد کرنے کا عزم کر چکے ہیں؛ اور کافروں پر حملہ اور شیطان و اہل نار کی مدافعت میں تمام مجاہدین اعانت کے متوقع و منتظر ہیں، پس اس کریمانہ مقصد اور اس سعی میں جو عزت و اجر اور فخر کی ضامن ہے، اعانت ارسال کرو۔

"اے دوستو! تم پر سلام کریم اور اللہ کی رحمت اور برکتیں"

"مورخہ ماہ رمضان ۷۶۰ھ، اللہ ہم لوگوں کو اس سال کی خیر و برکت سے متمتع کرے۔"

یہ پیشین گوئی صحیح نکلی اور اللہ کی مدافعت سب پر غالب رہی اس کی حفاظت پوری طرح کافی ہوئی، اور الحمدللہ کہ اس سال بہترین فوائد حاصل ہوئے۔

دینی غیرت اور ملحدین کی اصلاح حال کے متعلق جہاد نفس کا ایک بڑا معرکہ وہ کوشش ہے جو بدعات کو مٹانے اور گمراہ کن خیالات کو زائل کرنے اور باطل پرست زنادقہ پر حملہ کرنے کے لئے کی گئی، ان گمراہوں نے شریعت کو معطل کر دیا تھا۔ سلطان نے ان کے استیصال کے لئے حکام مقرر کئے شہادتیں لے کر ان لوگوں کی روک تھام کی اور اب ان میں سے کسی کا نام و نشان بھی نہیں دیکھا اور سنا جاتا ہے۔ ان امور کے متعلق میں نے متعدد رسالے لکھوائے ہیں جن میں سے ایک رسالہ الغیرۃ علی الحیرۃ ہے اور ایک رسالہ "حمل الجمهور علی السنن المشهور" ہے، اور ایک رسالہ ہم نے اہل رد کے مقابلے میں تصنیف کیا۔ غرض بحث و کلام کا سلسلہ بند اور یہ خبیث بازار سرد ہو گیا، اور بے اطمینانی کی کیفیت زائل ہو کر خیالات میں سکون پیدا ہو گیا والحمدللہ اور اگر ہم ان تمام مناقب کو جو ہدایت سے متعلق ہیں بیان کرنا چاہیں تو موضوع کتاب کے دائرے سے باہر نکل جانا پڑے گا۔

حوادث

یکم ذی الحجہ کو سلطنت میں انقلاب پیدا کرنے کے لئے ایک قابل نفرت شورش واقع ہوئی، سلطان کچھ مدت قبل سے اپنے ایک قرابت دار کی حرکتوں کو اشتباہ کی نظر سے دیکھ رہے تھے، اور ابھی یہ شخص اپنے مستقر ولایت ہی میں تھا کہ اس کو دفعتاً گرفتار کرا لیا، جو لوگ اس سازش میں شریک تھے راز کے فاش ہو جانے سے ڈرے اور قصبہ مریہ میں چلے گئے، اور جو کچھ اس وقت تک چھپا کر کر رہے تھے اب تیزی کے ساتھ اس کا اعلان کرنے لگے اور کھلے بندوں شرارت پر آمادہ ہو گئے سلطان کے دشمن کی اولاد میں سے چند شخص جن کا سرغنہ دلیل بر کی تھا اس فتنے کے منتظم بنے۔

مفسدین شیخ علی بن علی بن نصر کو سوار کر کے باہر لائے، اور قلعے کے دروازے کے سامنے اس کے نئے جھنڈے نصب کئے لوگوں کو اس کی بیعت کی ترغیب

دینے لگے ، اور اس کارروائی کے بعد دلیل برکی اس تحریک کا مخالف ہو گیا۔

سلطان نے اس موقع پر بڑی احتیاط و ہوشیاری کے ساتھ اس تحریک کا مقابلہ کیا، کثرت سے انعام تقسیم کئے اور جیش کے لئے سواری مہیا کی ، شہر پناہ کو آباد کر دیا اور سازش ناکام ہو کر رہ گئی دلیل برکی بھاگا مگر گرفتار ہو گیا اور اللہ کے فضل سے سلطان کے حق میں اس شورش کا نتیجہ بہت بہتر ہوا ایک دن ہم نے سلطان کے سامنے صنعت ارسال میں ایک تقریر کی جو اسی وقت لکھ لی گئی تقریر مذکور حسب ذیل ہے :-

تمہید کے بعد ہم نے کہا کہ فکر سلیم اور شریعت کا حکم و فیصلہ ، اور مذہبی روایات' اور مروّجہ دستور سب یہی بتاتے ہیں کہ حق پر غلبہ چاہنے والا مغلوب ہو جاتا ہے ، اور اللہ سے جنگ کرنے والا شکست کھاتا ہے ، اور برہان کے مقابلے میں مکابرہ کرنے والا بدنام ہو جاتا ہے فتنہ و فساد پھیلانے والا مجبور ہوتا ہے ظلم کی تلوار کند ہوتی ہے ' شیطان کے حصّے میں خسارہ ہوتا ہے - اور پاکباز سلطان کا گروہ فتح مند رہتا ہے -

مخفی نہیں ہے کہ اللہ کا فضل متعدد مقامات ، یعنی دور دراز بیابانوں ، مشتبہ و نامعلوم سرزمینوں اور گہری تاریکیوں میں ہمارے شامل حال رہا ، اور ظاہر ہو گیا کہ اللہ کی رحمت سے ہم کو پورا حصّہ ملا ہے اور اس کے کرم کی اُمیدواری میں ہم کامیاب رہے ہیں ، اور ہم کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اللہ نے ہم کو منتخب کر لیا ہے -

حادثے کی شب جب کہ ہمارے پاس لیٹنے کی جگہ بھی نہیں رہی تھی اللہ نے ہم کو اپنے حفظ و امان میں کر لیا ، اور پردے میں چھپا کر ہمارے لئے نجات کا رستہ کھول دیا اور رات گزر جانے کے بعد پوشیدہ راہ کو ہم پر ظاہر کر کے اس راہ کو ہمارے قبضہ و اختیار میں بھی دے دیا دشوار گزار کو ہمارے لئے سہل بنا دیا اور جو لوگ تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر جو ہمارے دئے ہوئے مال سے پل کر فربہ ہو رہے تھے ہمارے سواری کے زیورات سے آراستہ تھے اور عمدہ ساز و سامان سے

مسلح ہو کر وہ بھی ہمارے ہی عنایت کئے ہوئے تھے ہمارا تعاقب کر رہے تھے ان کا رُخ دوسری سمت پھیر دیا۔ یہ لوگ جو اس وقت ہماری تلاش میں پریشان ہو رہے تھے وہ تھے جن کے ساتھ ہم نے بارہا ہمدردی و غمخواری کی تھی، اور اپنی پناہ میں لے کر ان کا اضطراب رفع کیا تھا، اور ان کے پسینے جو اس وقت ہماری جستجو میں ٹپک رہے تھے ہمارے ہی کھانے سے پیدا ہوئے تھے۔

یہ لوگ ہمارے خون کے خواہاں تھے جو کتاب و سنت کی رو سے حرام اور بیعت کی دیوار سے گھرا ہوا تھا۔ اور سابق احسانوں اور آبائی احترام اور متعدد حقوق کے اعتبار سے محفوظ تھا، اللہ نے ہمارے اور ان سرکش یاجوج صفت لوگوں کے درمیان ایک روک اور سد قائم کردی اور یہ لوگ افسوس کرتے اور ہاتھ ملتے ہوئے واپس گئے، وہی ہاتھ جو ذلیل کام کرتے کرتے زمانے کے اثر سے خشک ہو گئے ہیں، ان کو بجز رسوائی اور ناکامی کی ذلت کے اور کچھ حاصل نہیں ہوا اور اللہ نے ان کی تدبیر کو کارگر نہیں ہونے دیا اور ہمارے لئے جب کہ ہم صرف اپنی جان کے مالک تھے قصبہ وادی آش کو مہیا کر دیا۔

وادی آش سلطنت اور قوم کے مکر و فریب سے متاثر نہیں ہوئی تھی اور فواحش سے محفوظ اور ولایت کی نحوست سے پاک و صاف تھی اور اس کے شریفانہ طرز عمل پر فساد عقیدہ اور نفاق کا کچھ اثر نہیں پڑا تھا، اور جس وقت سے اللہ نے قلوب کو ہماری طرف مائل کر کے بغیر کسی قوت و تدبیر کے خاندانی سلطنت پر ہم کو متمکن کیا اور ہم نے اس کی مرضی کے آگے سر تسلیم خم کر کے اس بار کو اٹھا لیا تھا ہم دیکھ رہے تھے کہ وادی آش ہر جگہ سے زیادہ ہماری حرمت کا لحاظ رکھتی تھی اور سب سے زیادہ ہم سے واقف اور سب سے زیادہ ہمارے کام آنے والی تھی، اس لئے ہم وہاں ٹھہر گئے اور وہاں کے باہمت باشندوں نے (اللہ ان کا محافظ رہے) ہماری حمایت کی اور جب دشمن اور مفسدوں کی فوج نے ہمارا محاصرہ کر لیا اس وقت نہایت خلوص اور وفاداری کے ساتھ دشمن کے حملے کی مدافعت میں ہمارے معاون رہے، باطل کا زور ٹوٹ گیا اور حق کی کامیابی اور اقبال مندی نمایاں ہوئی، تھوڑے سے لوگ بڑی فوج پر غالب آ گئے، بلاشبہ اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہے، غرض مخالفین

کی فوج وادیٔ آش سے مغلوب و ذلیل ہو کر واپس گئی۔

اس وقت ہم لوگ نہایت تنگدستی اور پریشان حالی میں تھے، باوجود اس کے ہم نے نہ تو غارت گری اختیار کی، نہ کسی مفید شے کو نقصان پہونچانے کا ارادہ کیا، نہ مویشیوں کا کوئی گلہ لوٹا، اور نہ کسی گھر سے کوئی لباس یا حلہ زبردستی لیا، بلکہ صرف اس تھوڑے سے حلال مال پر جو عشر و زکوٰۃ اور زراعت کی پیداوار سے ہمارے خزانے میں آتا تھا زندگی بسر کرتے رہے اور کشایش کی امید صرف اسی ذات سے رکھی جس نے اس آزمایش میں مبتلا کر کے ہمیں غفلت سے متنبہ کیا تھا، اور پرہیز گاری و توبہ کا الہام فرمایا تھا۔

پھر اللہ نے ہم کو اس معاملے میں ایک صحیح طریقہ کی طرف ہدایت و الہام کیا، اور دریائے فتنہ کے اندر ہم کو ایک محفوظ اور خشک راہ مل گئی، ہم اس کے حکم کے مطابق خونریزی سے باز رہے اور ملک کے امن و امان میں مخل نہیں ہوئے اور جس طرح نعمتوں پر اس کا شکر بجالاتے تھے اسی طرح اس ابتلا پر بھی شکر کرتے ہوئے اندلس سے باہر نکل گئے، اور اگر اس وقت اللہ حفاظت نہ کرتا تو اندلس کی یہ حالت ہو جاتی کہ اس کے پہاڑ کی سب سے اونچی چوٹی پگھل کر بہ جاتی، بیخ و بنیاد سے اس کا استیصال ہو جاتا اور ہمارے ہاتھ سے نکل جاتا۔

اللہ سبحانہ کی قدرت کاملہ ہماری حالت پر اس وقت تک پردہ ڈالے رہی جب تک کہ ہم دریا عبور کر کے سلطان مغرب کی پناہ میں نہ پہونچ گئے، اس اثنا میں نہ ہم سے کسی کو نفرت ہوئی نہ کسی نے ہم کو حقیر و کم رتبہ سمجھا نہ کبھی ہماری محفل گمنام ہوئی نہ ہم کو کوئی خطرہ پیش آیا اور نہ کبھی ہم نے عفت و تقویٰ کا لباس ہی اتارا بلکہ ہمارے اہل وطن اور ہمارے پروردگان نعمت نے ہمارے جس حق کی طرف سے غفلت و بے اعتنائی کی تھی دوسرے لوگ اسی کو ہمارا حق واجب تسلیم کرتے تھے۔

آخر کار لوگ نالہ و فریاد سے درماندہ اور حسرت و افسوس سے ملول اور خسارہ و تاوان سے عاجز آگئے اور ایسے بدمعاش ان پر حکومت کرنے لگے جو نہ اللہ ہی کا ادب کرتے تھے اور نہ واجب الاحترام شعائر اللہ کی توہین ہی میں ان کو کچھ تامل ہوتا تھا، یہ لوگ کتّے کی طرح طماع اور شیطان کے بندے، جہالت کے حامی و سرپرست

اور ایسے مشاغل کے بانی تھے جو انسان کو اس کے رب سے دور کرتے ہیں، اور حرام و ناجائز زیب و زینت سے عروس بنے رہتے تھے۔

اور اللہ مومنوں کو عزت کے ساتھ واپس لایا اور مدعیان باطل کے مقابلے میں جو نہ حیلہ و تدبیر میں مہارت رکھتے تھے نہ گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ سکتے تھے اور نہ تلوار ہی اُٹھا سکتے تھے، نہ مہذب مجالس میں بیہودگی سے احتراز کر سکتے تھے نہ مساکین کو کھانا کھلاتے تھے اور نہ اللہ کے وجود کا احساس رکھتے تھے، بلکہ اپنے شقی و بد بخت سردار کے ساتھ ایک بند مکان میں ایک چکر پر گھوما کرتے، اور لطیف بستر پر پڑے ہوئے پُر فریب اُمیدوں سے دل بہلاتے اور اپنی بے اعتدالیوں کے باعث ہر قسم کے منافع سے محروم، اسلام کے حق میں منحوس اور دین کے چہرے کے داغ بنے ہوتے تھے، اللہ نے مومنوں کی مدد کی اہل باطل کو مخالفت شریعت کی پوری سزا دی اور ائمۂ ملت کے حقوق کا پورا بدلہ لیا،

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ یہ مفسدین باہم ایک دوسرے پر حملہ کرنے لگے اور تمرد و سرکشی نے خود ان کا استیصال کر دیا، تلوار کھنچ گئی اور مختلف صورتوں سے قتل کے واقعات پیش آنے لگے، کوئی عقب کے جانوروں کے نمدے کے نیچے چھپ رہا تھا اور کوئی بری طرح ڈوب کر مر رہا تھا، اللہ کے ساتھ انتہا درجے کی بے ادبی اور دین کی انتہا درجے کی توہین روا رکھی گئی اور ناجائز مقاصد کے لئے محرمات کو مباح بنایا گیا، اور دشمن کے مقابلے میں ساری تدبیریں بیکار ہوگئیں۔

جب یہ حالت ہوگئی تو ہم لوگ ارباب فتوے کے اتفاق اور شرفائے قوم کے عزم راسخ، سرداران فوج کی ترغیب اور مسلمانان ماوراء البحر کی تحریک سے آگے بڑھے اور پھر جو کچھ واقع ہوا۔ وہ تم سب لوگوں کو معلوم ہے، شور و شغب فرو ہوگیا فریاد کرنے والے چپ ہوگئے، خرابیوں کی اصلاح کر دی گئی، تکلیفات کو رفع کیا گیا اور حکومت کی جو قریب بہ ہلاکت تھی تلافی کی گئی اور شدت و مصیبت کا نام و نشان مٹا دیا گیا۔

دریا کے حقوق متعلقہ اور محاصل کا یہ حال تھا کہ اس کے سارے راستے دشمنوں نے بند کر رکھے تھے، اور حمیت کا یہ حال تھا کہ اخلاق کی خرابی، حق کی توہین اور ادنیٰ

کو اعلیٰ پر تفضیل دینے کی وجہ سے وہ بالکل مفقود ہوگئی تھی مالی حالت یہ تھی کہ حماقت و ناعاقبت اندیشی سے سونا چاندی ملک سے معدوم ہوگیا تھا اور خزانہ بالکل خالی تھا، ہر طرف افلاس و ناداری پھیلی ہوئی تھی اور آباد ملک، ویران ہوگیا تھا، حجاب ادھر اُدھر متفرق ہوگئے۔ اور تلوار کے نیام کی رونق جاتی رہی آلہ (وہ شخص جس کو بادشاہ بناکر اپنے حصول مقاصد کا آلۂ کار بنا رکھا تھا) اپنے بلند مقام (تخت سلطنت) سے کھلے ہوئے فریب کے ذریعے سے جس کو ہر شخص جانتا تھا نیچے اُتار لیا گیا مدافعت کے بغیر قلعے ویران ہوگئے اور ہر طرف اس درجے تعطل وجمود چھا گیا کہ کوئی آگ سلگانے والا تک نہ رہا الغرض جو بات پیش آنے والی تھی وہ پیش آگئی اور سب مبہوت ہوکر رہ گئے، مددگاروں نے ساتھ چھوڑ دیا اور سارے تعلقات منقطع ہوگئے۔

اب ہم نے دشمن سے انصاف کے ساتھ فیصلہ کر لینا، اور اس کی کمینہ حرکتوں کا خاتمہ کر دینا چاہا اگرچہ اس وقت ہم کو اس کے ساتھ دوستی کر لینے اور اسی کے مشابہ دوسرے کافروں کے مقابلے میں اس سے مدد لینے کی زیادہ حاجت اور خواہش تھی، لیکن ہم اللہ کے ذریعے سے عزت حاصل کرنے اور اسی پر اعتماد رکھنے اور اسی کی پناہ لینے اور اسی پر توکل کرنے کو ترجیح دے کر دشمن سے علیحدہ رہے، اور دیکھو اللہ سبحانہٗ کی قدرت کیسی عجیب ہے اور اس کی مدد کس قدر تیزی کے ساتھ پہونچتی ہے اس کا حکم کس درجہ سریع ہوتا ہے اور اس کا قہر کتنا شدید ہوتا ہے ہم تجربہ کی فوج کے ساتھ خطرات کے مقابلے کو چلے اور موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور بلا خوف وخطر ایک مختصر جماعت کے ہمراہ دشمن کے ملک میں داخل ہوگئے۔

مظلوم مسلمانوں نے جس وقت ہم کو اپنے صحن خانہ میں دیکھا فوراً اس ظالم حکومت اور جھوٹی تحریک سے علیحدہ ہوگئے اور باغیوں کا ساتھ چھوڑ چھوڑ کر استقلال کے ساتھ چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں اور فرداً فرداً ہمارے پاس آنے لگے، ان لوگوں کی نظروں سے معلوم ہوتا تھا کہ ہماری غنیمت ہیں، ان کی آنکھوں کو کبھی رحمت وشفقت کی صورت دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا اور ان کے چہرے اور بشرے پر تکلیف ومشقت کے آثار نمایاں تھے، یہ لوگ ہمارے دامنوں سے اس طرح لپٹتے تھے جس طرح ڈوبنے والا بچانے والے کے ساتھ لپٹتا ہے اور خوف ودہشت سے بیماروں کی طرح کراہتے تھے اور رو رو کر ہم سے

اور اللہ سے اپنے درد و مصیبت کی داستان بیان کرتے تھے۔

ہم نے ان لوگوں کو دشمنوں سے مامون کرنے کے بعد پہلا برتاؤ ان کے ساتھ یہ کیا کہ ان سے امن و اطمینان اور انس و محبت کے ساتھ ملے، اور ان کے دلوں میں بلند حوصلگی پیدا کر کے ان کو ساتھ لیکر ان کے ملک کے اندر دار السلطنت پر حملہ کیا اور وہاں سے ان بدمعاشوں کو نکال دیا جن کو بدبخت باغی اپنا قائم مقام بنا گئے تھے، اور جو اپنی بدچلنی کی وجہ سے ہمیشہ سزا پاتے رہتے تھے اور جن کے رونے پر یہودیوں کو بھی نفرت آتی ہے۔

تمام شہر ہماری طرف اُمنڈ آئے اور مخالفین کے سردار نے جنگ سے ہاتھ اٹھا لیا، اسلام کی زندگی پلٹ آئی اور ہم تیزی کے ساتھ دار السلطنت کی طرف بڑھے۔ بدنصیب غاصب اپنی بغاوت کے ساز و سامان کے ساتھ جس نے اس کو گمراہی کے غار میں گرایا اور اللہ کے مقابلے پر دلیر بنایا تھا وہاں سے بھاگا اور جس قدر مال و اسباب صندوقوں میں لے جاسکا ساتھ لیکر قشتالہ کے ملک میں چلا گیا، اور امت رسول اللہ کے ساتھ بغض اور دین حنیف کے ساتھ عناد رکھنے کی وجہ سے اور اسلام کو کفر سے اور معروف کو منکر سے بدل دینے کے جوش میں چلتے چلتے مسلمانوں کو یہ دھمکی دیتا گیا کہ وہ ایمان کی جگہ کفر کی حکومت قائم کرنے اور صلیبی افواج کو چڑھا لانے اور سرزمین اسلام کو سرزمین کفر بنا دینے کی کوشش کرے گا اور دین کے رسوم اور حق کی نشانیاں زائل اور محو کر کے رہے گا۔ غرض اس قسم کی باتیں کیں جن سے لوگوں کی یہ حالت ہو گئی کہ وہ بے چینی کے ساتھ عام تباہی و بربادی، اور دشمن کے از سرِ نو حملہ آور ہونے اور اپنے انجام بد کا انتظام کرنے لگے، اللہ انسان پر اور انسان کے افعال پر حاوی و محیط ہے اور ضعیف مسلمانوں کی دعائیں قبول کرتا ہے خواہ وہ کتنے ہی دور دراز ملک میں رہتے ہوں، وہ ان سے قریب ہے۔

ہم نے دار السلطنت میں داخل ہونے کے بعد پہلا کام یہ کیا کہ حاکم قشتالہ کے پاس مراسلت بھیج کر اس کو وہ معاہدہ یاد دلایا جو اس نے ہمارے ساتھ کیا تھا اور امید ظاہر کی کہ وہ اپنے عہد پر قائم رہے گا حق کا ساتھ دے گا اور نہایت نرمی اور اخلاق کے ساتھ اس سے یہ خواہش کی کہ ہم اسباب فساد کا پورا ازالہ اور دشمنوں کی بیخ کنی کر کے جو امن قائم کرنا چاہتے ہیں اس میں وہ ہماری مدد کرے، اور حاکم مذکور نے جو اسلام کا سب سے بڑا دشمن ہے دین کی خیر خواہی کی اور باوجودیکہ وہ خود اپنی پریشانیوں میں مبتلا ہے لیکن

اس موقع پر اسلام کی پوری تائید کی۔ کوئی شبہ نہیں کہ اللہ کی طرف سے ہم پر بہت سی ایسی مہربانیاں ہوتی رہتی ہیں جو ہمارے واسطے سرِّ مخفی راز مکنون ہوتی ہیں، اس کی بخشش کو کوئی روک نہیں سکتا اور نہ اس کی نعمتوں کو کوئی شمار کر سکتا ہے، وہ اپنی زمین اور اپنے آسمان پر حمد کا مستحق ہے،

جس شخص کو پیہم یہ عجائب پیش آئے ہوں اور وہ ہر حال میں استقامت اور تقوے پر قائم رہا ہو کیونکر ممکن ہے کہ متنبہ نہ ہو اور خلوص کے ساتھ اللہ کی اطاعت نہ کرے اور اللہ کی مخالفت کرنے میں اس کے عذاب سے خوف نہ کرے اور اپنے انجام سے نہ ڈرے۔ حقیقت میں آنکھیں بے نور نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینے کے اندر ہیں وہ اندھے ہو جاتے ہیں۔

ہم نے مطالبے میں تخفیف کر دی اور جو باقی رہ گیا اس سے چشم پوشی کی اور جو لوگ ہم سے کھلے بندوں لڑتے تھے ان کی جان بخشی کی جن لوگوں نے ہماری نافرمانی کی تھی ان کو معاف کر دیا اور بہت سے اشخاص کا جنھوں نے ہمارے حق میں ایک کلمہ خیر کہنے سے بھی دریغ کیا تھا وظیفہ مقرر کر دیا اپنے حقوق کو بہت ہلکا کر دیا ان پر کبھی غصہ نہیں کیا معزز عہدوں پر لائق لوگوں کو مقرر کیا القاب کو از سرِ نو رواج دیا معمولی خراج نرمی کے ساتھ لوگوں کو راضی رکھکر وصول کیا، فوج کی بددلی دور کی جس کو وہمی امیدوں پر ٹالا اور جھوٹے وعدوں سے بہلایا جاتا تھا اور جس سے بدکاری اور بدعہدی کے مقامات کی حمایت کا کام لیا جاتا تھا، ہم دشمنوں کے ساتھ بھی حُسنِ سلوک سے پیش آئے مرض کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیا اور اگرچہ مخالفین اس کو ناپسند کرتے رہے لیکن اللہ کا حکم غالب ہی رہا۔

لیکن ان خبیثوں کے دفع ہونے کے بعد بھی نفاق کے کچھ جراثیم باقی رہ گئے تھے۔ جو مکر و فریب سے اپنا اثر بڑھاتے رہے اور آخرکار ان کی فتنہ پردازی رنگ لائی، ان لوگوں کو بدگمانی تھی اور سمجھتے تھے کہ وہ سزا سے نہیں بچ سکتے انصاف ان کو انتقام کے بغیر نہیں چھوڑے گا اور سیاست ان کو امان نہیں دے گی، اس لئے ان کے مفسدوں اور کارپردازوں نے خفیہ سازشوں کے ذریعے سے دورے کر کر کے فساد برپا کرا دیا لیکن اللہ نے ان کی اس تدبیر کو بھی ناکام رکھا اور ان کو رسوائی و ذلت کے سوا اور کچھ حاصل

نہ ہوا۔

یہ مفسد خاندان شاہی کے ان ناکارہ افراد میں سے جو کسی خدمت کی بھی صلاحیت نہیں رکھتے تھے اور تھوڑی سی محنت بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے ایک ایسا شخص تلاش کرنے لگے جس کو صرف شیطان نے اپنا بنا لیا ہو اور جسے سب چھوڑ چکے ہوں اور آخر کار اپنے زمانے کے ایک احمق نوجوان میں جو نافہمی میں جانوروں سے بھی بدتر تھا حرکت پیدا کی اور وہ مفسدین کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن گیا، اور اس وقت تک کہ اللہ نے ہم کو اس کے ارادے پر مطلع کیا وہ صرف اتنی دیر ٹھہرا جس قدر کہ آمدورفت کے درمیان قافلہ ٹھہرتا ہے، ہم نے فوراً اس کو گرفتار کر لیا، اور یہاں سے بہت دور بھیجکر اس کو ایک عمیق کنوئیں میں قید کر دیا۔

راز فاش ہو جانے سے مفسدین بہت پریشان ہوئے اور ڈرے کہ ان کے مکر و تزویر کا باقی حصہ بھی محکمہ سراغ رسانی سے پوشیدہ نہیں رہے گا اور ان کی منافقانہ کارروائیوں کا پورا پتہ چل جائے گا اس لئے یہ لوگ اپنی ہلاکت میں جلدی کرنے اور ایک قطعی فیصلہ کر لینے کے لئے، بڑی سے بڑی مصیبت اختیار کرنے پر آمادہ ہو کر اس طرح آگے بڑھے جس طرح گدھا شیر کے آگے بڑھتا ہے، اور خبیث برکی جو ایک بیباک اور احمق شخص ہے اور بظاہر ہمیشہ امن پسندی ظاہر کرتا رہتا حالانکہ حقیقت میں وہ ایک جھوٹا بدعہد اور خائن شخص ہے۔اس فتنے کا بانی بنا، علی الاعلان بغاوت میں شریک ہو گیا۔

ہم نے اس سے پیشتر برکی کی حماقت کو برداشت کر کے اس کے نئے اور پرانے ہر قسم کے جرائم کو معاف کر دیا تھا اور فضیحت کرنے کے عوض اس کو علی حالہٖ ولایت پر قائم رکھا تھا اور اس کی نفرت کے مقابلے میں اس سے انس کرتے رہے اور اس کو ذلیل کرنا نہیں چاہا مسلمانوں کو قید کرنے شریعت پر افترا باندھنے اور دعوئ جاہلیت کے اعلان کے تمام جرائم کو جو اس شخص سے صادر ہوئے تھے گوارا کر لیا تھا۔لیکن اس حسن اخلاق سے اس کے سوا اور کوئی نتیجہ نہیں نکلا کہ اس کی شیخی اور بڑھ گئی اور اس کی مکاری میں شدت پیدا ہو گئی، حقیقت میں نالائق کے ساتھ بھلائی کرنا بُرائی بن جاتا ہے اور اس سے فائدے کے عوض نقصان ہوتا ہے۔

عوام کی ایک جماعت اس کے ساتھ ہو گئی، اس جماعت کے لوگ خود سے کے

پتلے اور جہالت و نحوست کے سانپ تھے اور ادنیٰ درجے کے رذیل اور بدتر قسم کے شریر لوگ تھے نہایت کمزور بے ہمت اور گمنام خاندانوں میں سے تھے جن کی نہ تفصیلی حالت معلوم ہے اور نہ اجمالی، ان کے علاوہ کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو اپنی سعی و تدبیر میں ناکام و نامراد رہنے کی وجہ سے اس کے ساتھ ہوگئے تھے۔ یہ لوگ ہجوم کرکے شہر میں گھس آئے اور یہ مشہور کرنے لگے کہ ان کا ملک محروسہ غیر محفوظ ہوگیا اور دشمن دفعتاً سر پر پہونچ گیا ہے اور یہ سمجھ کر کہ اہل شہر ان کے دامنوں سے لپٹیں گے پیچھے پھر پھر کر دیکھنے لگے حالانکہ ان کے نیزے اہل شہر کو زخمی کر رہے تھے اور ان کا آگے بڑھا ہوا دستہ شہر والوں پر ظلم و تعدی کر رہا تھا، اور ایسا معلوم ہوتا کہ گویا یہ لوگ آسمان سے ٹپک پڑے ہیں یا سنگریزوں سے اُبل آئے ہیں، پھر ان لوگوں نے شہر کی گلیوں میں گشت لگایا اور سنگلاخ چٹانوں پر پاؤں پٹک پٹک کر اور گندے پانی میں غوطے لگا لگا کر غرض جس طرح ممکن ہوا آتش فساد کو مشتعل کرتے رہے۔

پھر یہ لوگ شیخ علی احمد بن نصر کے گھر گئے جو ایک مفلوک الحال اور خاندان و قوم میں مردود و مطرود شخص تھا جس کی صورت مسخ ہوچکی تھی اور اس کی زبان میں سخت لکنت پیدا ہوگئی تھی اور دائم الخمر ہونے کی وجہ سے ہمیشہ مکدر رہا کرتا تھا اور پیرانہ سالی کے باعث بدمزاج اور شکی ہوگیا تھا اور نہایت پست ہمت، بے دین، بے حیا، بے غیرت انتہا درجے کا بخیل و حریص اور دروغ گوئی و بدنامی میں ضرب المثل تھا، اس کے علاوہ مثانے کی بیماری میں بھی مبتلا تھا جس کی وجہ سے پیشاب کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا اور کبھی خشک نہیں ہوتا تھا، اور اس شخص کو جو بوجہ اضطراب طبع گھوڑے کی پیٹھ پر نہیں بیٹھ سکتا تھا خلافت کی بیعت کرنے اور امامت کی کرسی پر بٹھانے کے لئے ہاتھوں سے سہارا دیتے ہوئے گھر سے باہر لائے ملک کی حفاظت اور قوم میں عدل قائم کرنے کے لئے اس کو منتخب کیا اور دین حنیف کی طرف سے مدافعت کا کام اس کے سپرد کیا اور اس کو ایک بلند ٹیلے پر لے آئے جو ہمارے قلعہ کے سامنے باب البنود تک پھیلا ہوا ہے، اور جس کی پشت ربض سے ملی ہوئی ہے اور اس کے اوپر سے دار الملک نظر آتا ہے۔

ابن بطروں جو اسی قماش کا ایک بہائم سیرت اور تند مزاج شخص تھا اور بات کرنے کا سلیقہ بھی نہیں رکھتا تھا اس کا وزیر بنا یہ شخص ہمیشہ غداری کی فکر میں سرگرداں رہتا

اور بغاوت و خیانت کے خیالات پکایا کرتا تھا، اور شکل و نسل میں یہودی تھا، اس کے گرد شادی کے ڈھول بجائے گئے جس سے اس کی گمنامی و کس مپرسی اور اس کے ساز و سامان کے نقص و عیب کا پردہ فاش ہوتا تھا، اور اس کے سر پر بدعقلی اور ناکامی کا پرچم کھولا گیا اس کے خاندان کے چند بدمعاشوں نے جن کا سیٹی بجانے اور گنگناتے رہنے کے سوا اور کوئی کام نہیں ہے اس کو گشت کرایا اور اس کے منادی کرنے والے شہر کے گلی کوچوں میں پھیل گئے اس کے ہواخواہوں نے اس کے نام اور کنیت کا نعرہ لگا کر ان وعدوں کا ایفا چاہا جو شیطان نے ان سے کئے لیکن وہ وفا نہ ہوئے اور ان لوگوں نے فریب سے کام لینا چاہا لیکن اس میں بھی ناکام رہے اور آتشِ فساد مشتعل کرنے کی کوشش کی لیکن وہ بھی بے اثر رہی۔

ہم کو جس وقت اس واقعے کی خبر ہوئی اور عوام کی پریشانی کا حال معلوم ہوا اور مخالفت کی ہوا اور عزل کی آواز ہم تک پہونچی ہم نے اللہ سے مدد مانگی اور اس پر توکل کر کے اپنا معاملہ اس کے حوالے کر دیا کہ وہی سب سے بہتر مددگار ہے اور دعا کی کہ اے ہمارے رب ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے مطابق فیصلہ کر کہ تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے، پھر ہم نے فوج مہیا کی اور تقسیم عطیات کا اعلان کیا، اور ہر طرف جہاد اور جنگ کا جوش و خروش پھیلا دیا ہاتھوں کو ہتھیاروں سے اور برجوں کو آدمیوں سے بھر دیا اور سلطنت کا نقارہ بجوایا حق کا پھریرا اُڑایا اور مخصوص اُمراء سے جو خیرخواہ دولت ہیں مدد طلب کی فقیہ رعض کے پاس بھی اس کا حال دریافت کرنے اور اس کے دلی خیالات کا پتہ چلانے کی غرض سے پیام بھیجا، معلوم ہوا کہ وہ اپنے گھر میں چھپا ہوا اپنے دین کی خیر منا رہا ہے اور خطرات سے بہت خائف ہے اور آستین کے اشارے سے بات کرتا ہے، پھر ہم نے باشندگان شہر کو ٹٹولا اور ان میں کوئی شخص مشتبہ نہیں پایا گیا۔

جب جہاد کی خبر پوری طرح مشتہر ہو گئی اور کثرت سے لوگ جمع ہو گئے اس وقت ہمارے ولی امر شیخ اجل ابوسعید عثمان بن شیخ ابو زکریا یحییٰ ابن عمر (جن کو ہم نے اپنا مددگار اور مشیر بنا لیا ہے اور جو ہمیشہ ہمارے ساتھ رہتے اور ہمارے قوت بازو اور ہمارے ہاں سب سے زیادہ محترم شخص ہیں جنھیں دیکھ کر رعب سا چھا جاتا

ہے اور ہمارا کام انجام دینے میں کامیابی ہمیشہ ان کے ساتھ رہتی ہے) فوج کو ساتھ لے کر آگے بڑھے، یہ ایک بہت بڑی فوج تھی جس میں ہر قسم کا سازو سامان بہ افراط موجود تھا اور تمام نقصانات رفع کر دیئے گئے تھے اور بہ کثرت تیر انداز جمع تھے؛

شیخ نے ربض کے دروازے اور اس کے راستوں پر قبضہ کرلیا پشت کی طرف سے اس کا محاصرہ کیا گیا اور اپنی ساری توجہ اسی کے طرف منعطف کردی اور بات کرتے اس کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالا اور نیزے اُٹھائے گھوڑے دوڑاتے ہوئے ربض میں داخل ہو گئے، حالانکہ یہ جگہ ہر خطرے سے محفوظ اور اس کی عظمت وشان زوال سے مامون سمجھی جاتی تھی اور اگر یہاں کے رؤسا صلح کی خواہش نہ ظاہر کرتے اور امن کے طلب گار نہ ہوتے تو سب کے سب سخت مصیبت اور تباہی میں مبتلا ہو جاتے۔

دشمن کی فوج اپنے بدبخت سردار کو میدان کے کھونٹے اور سطح مرتفع کے کچھوے سے بھی زیادہ ابتر حالت میں چھوڑ کر پہلے ہی حملے میں بھاگ کھڑی ہوئی اور سردار گرفتار ہو گیا سواروں نے اس کے غدّار ہمراہیوں کا تعاقب کیا، اور یہ مکّار و گمراہ اور ذلیل و بے حیا شخص شکست کامل سے قبل ہی پا بزنجیر ہمارے سامنے لایا گیا اور بوجہ غایت شرمندگی و ذلّت ہمارے سامنے زمین پر لوٹنے لگا ہم نے اس وقت تک کے لئے کہ اس کے جرم کی نسبت فتویٰ طلب کرکے قانون الٰہی کے مطابق اس کو اس کے قصور کی سزا دی جائے اور اس قسم کے مجرم کو قتل کرنے کے لئے وحی نے جن جن صورتوں کی طرف اشارہ کیا ہے ان میں سے کسی ایک شکل کو اختیار کیا جائے اس کو ایک تہ خانے میں قید کر دیا۔ اور الحمد للّٰہ کہ آتش فساد اسی دن سے فرو ہو گئی اور اختلاف کا درخت جڑ سے اُکھڑ گیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنا نور کامل کیا۔ اگرچہ کافر ناپسند کرتے رہے، بلاشبہ جس حالت میں یہ لوگ ہیں وہ تباہ کرنے والی حالت ہے اور ان کے سارے کام باطل ہیں۔

مفسدین کے مرجع و مال کو اللہ حقیر و ذلیل اور ان کے جہاز کو غارت کرے۔ ہمارے اندر ان لوگوں نے کون امر قابل اعتراض پایا؟ ہمارا وراثتاً ولی امر ہونا، یا دوسری دفعہ قوم کی مرضی سے ولایت کا ہماری طرف عود کرنا یا دشمن کا حملہ دفع کرنا اور امن

سے جنگ کرنا اور دفعتہً امن قائم کر دینا، یا جب ان کے پاس کوئی تدبیر نہ رہی اس وقت ہمارا قلعے کو بچا لینا۔ حقیقتاً سوائے امن و اطمینان اور خوشگوار سکون و راحت کے جس کا ان کو شعور و احساس ہے اور اس امر کے سوا کہ ان کی امیدوں اور مفاد پہ روک قائم ہو گئی اور ہم پر اللہ کا فضل و کرم ظاہر ہوا دوسرا کوئی امر نہیں ہے۔

اے ہمارے رب تو ہماری مخفی اور ظاہر سب حالتوں کو جانتا ہے، اور اللہ سے نہ زمین کی کوئی چیز پوشیدہ ہے، نہ آسمان کی، بارالٰہا ہم کو اسی حال میں رکھ جو ہماری نیت کا اقتضا ہو، اور ان لوگوں کے متعلق جو ہمارا دلی ارادہ ہو ہمارے ساتھ اسی ارادے کے مطابق معاملہ کر اور اگر ہم نے اس جماعت کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا ہو اور ان کی حق تلفی اور ان کے ساتھ بے انصافی کرنا چاہا ہو تو ہمارے عزم کو جس طرح تو جانتا ہے اور ہماری نیت سے جس طرح تو واقفیت رکھتا ہے ہمارے ساتھ اسی مطابق سلوک کر، اور اگر تو یہ جانتا ہے کہ ہم اس جماعت کے خیر خواہ ہیں اور ان کے لئے آرام و آسایش مہیا کرنے اور ان کی صلاح و فلاح کی فکر کرنے اور ان کی اُمیدوں کے بر لانے میں محنت و جانفشانی سے کام کرتے ہیں تو اے ارحم الرّاحمین اپنی طرح ہم کو بھی ان پر احسان کرنے کی توفیق دے اور ان کے لئے ہماری اطاعت کرنا آسان کر دے۔

اور اب جب کہ کامل معافی دیدینے کے ساتھ اس احسان کی صبح نمودار ہو گئی، اور ہم کو ایسی حالت پر قرار ہو گیا جو نہایت بہتر حالت ہے۔ اور ہم کو معلوم ہو گیا کہ اللہ کے فضل سے اب ہمارے لئے کوئی خوف اور خطرہ نہیں ہے اور یہ کہ حق کی راہ یقیناً نجات کی راہ ہے اور اس کی حجت سب پر غالب ہے تو اب ہم تم کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تم پر بھی اللہ کی نعمتیں نازل ہوں اور تمہارے مجالس میں اللہ کے تقویٰ کی اشاعت ہو اور اللہ کی حفاظت ہمارے اور تمہارے شامل حال رہے اور اللہ ہمارے ہاتھ سے تم پر احسان کرائے، تاکہ تم عبرت حاصل کرو اور اللہ کا ادب ملحوظ رکھو اور

تمہارے یقین و بصیرت میں ترقی ہو اور اللہ نے جس شخص کو تمہارا حاکم بنایا ہے اس کی بات توجہ کے ساتھ سنو، اور اللہ ہمارے لئے کافی اور سب سے بہتر وکیل ہے، اللہ تم لوگوں کو برکت دے اور تمہارے عزت اور شرف کی حفاظت کرے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، تاریخ فلاں" انتہیٰ۔

جہاد ماہ شعبان ۷۶۸ھ

مآل اندیشی اور خدمت اسلام دونوں کے لحاظ سے یہ تجویز قرار پائی کہ کافروں کے ملک پر مسلمان ہر طرف سے حملہ کردیں، یہ تجویز بہت مقبول اور مشہور ہوئی چنانچہ مویشی لوٹے جانے لگے اور تلواریں چلنے لگیں، پچھلے چند سالوں کے اندر قلعہ بطرنہ پر کافروں نے قبضہ کرلیا تھا اور مسلمانوں کے دل اس کے لئے بے چین تھے، اضطراب و پریشانی کی بڑی وجہ یہ تھی کہ قلعۂ مذکور پر کافروں کا قبضہ ہو جانے سے شہر مالقہ اور شہر رندہ کے درمیان اس طرح علیحدگی ہوگئی تھی کہ دشمن کی سرحد کی جانب نہ خیال ہی پہونچ سکتا تھا، اور نہ طیور ہی کے ذریعے سے پیام بھیجا جاسکتا تھا اور نہ وہاں کے مسلمانوں کو مدد پہونچائی جاسکتی تھی۔

پس اللہ سے مدد مانگ کر قلعۂ مذکور کو واپس لینے کا قصد کرلیا گیا۔ چنانچہ مالقہ و رندہ اور ان کے بائیں اور قرب وجوار کے تمام لوگوں نے مل کر اس پر حملہ کردیا اور سخت جنگ وجہاد اور معرکہ آرائی کے بعد اللہ کے فضل سے قلعہ بہ آسانی فتح ہوگیا اور مسلمان اس پر قابض ہوگئے اور بے شمار اثاثہ اور اسلحہ اور لباس ہائے فاخرہ اور مختلف اسباب مسلمانوں کے ہاتھ آئے، فتح کے ساتھ ہی مساجد ظاہر ہوگئیں، اور کلمۃ اللہ سے مشاہد کو رونق ہوئی، اور معابد میں مسلمانوں کی صورتیں نظر آئیں، شہر میں محافظین اور تیر اندازوں اور مشاق شہسواروں کا ایک دستہ متعین کردیا گیا، اور الحمدللہ کہ اس فتح سے مسلمان ایک دوسرے سے قریب ہوگئے، مسلمانوں اور ان کے بھائیوں کے درمیان راستے کھل گئے مراسلات آنے جانے لگے۔

اور عظیم الشان فوائد حاصل ہوئے۔

دشمن اسی وقت حصن نوشیہ کے حصن سہلہ سے نکل بھاگا اور شاہراہ عام کو مسدود کر گیا، واقعات مذکور ماہ شعبان سنہ مذکور کے عشرۂ اول میں واقع ہوئے۔ پھر آخر ماہ شعبان میں شہر رندہ کے مسلمانوں نے شہر بزغہ پر قبضہ کر لیا اور وہاں سے پلٹ کر شہر جیرہ کے باشندوں سے جنگ کرکے اس کو بھی فتح کر لیا، جس سے بہت کچھ نفع حاصل ہوا، اور فتوح کا سلسلہ بندھ گیا اور سرحد بہت وسیع ہو گئی۔

رسالہ مرینیہ

فتح مذکور کے متعلق مرینیہ کی طرف میرا املا کیا ہوا حسب ذیل پیغام بھیجا گیا:—

"ہم اپنے اخی عالی مقام، عظیم القدر، واجب الاطاعت، اور مسلمانوں کے ظاہری و باطنی ہمدرد، سلطان کی خدمت میں فتح کی بشارت اور مبارکباد پیش کرتے ہیں اور اس خوش آیند خبر کا بار بار اعادہ کرتے ہیں، اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم لوگوں کے لئے آپ کی ذات عالی مقام کو خیر و برکت کا ذریعہ بنا دے اور زمانہ کے درختوں کو ہلا کر ہم نے ان کے جو پھل چنے ہیں اس میں ہم آپ کو بھی شریک بناتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ آپ کی سب سے بڑی آرزو اسلام اور اہل اسلام کی عزت ہے اور آپ کا سب سے اہم مقصد اسلام اور اہل اسلام کی اعانت ہے اللہ عمل جہاد میں آپ کی نیت کو خالص رکھ کر اور آپ کی طبیعت کو اشاعت کلمۃ اللہ کا کفیل بنا کر آپ کو سلامت رکھے، غلبۂ دین حنیف کے متعلق آپ کی تمنائیں پوری ہوں آپ کی عظمت و شان قائم اور آپ کی ثنائے جزیل جاری رہے، یہ مجاہد ملک ہمیشہ آپ کے التفات و توجہ سے مستفید ہوتا رہے، اللہ آپ کے امر کی تائید کرے اور آپ کو پوری مدد دے، سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"۔

"حمد کے لائق اللہ ہے جو اسباب فتح کو جمع کرتا ہے، اور جو مدد دیتا ہے بڑی وسعت و فیاضی کے ساتھ دیتا ہے اور قلیل التعداد طائفے کی ملائکہ اور ارواح کے ذریعہ سے تائید کرتا ہے"

"اور درود وسلام نازل ہو اللہ کے نبی سیدنا محمدؐ پر جو ہدایت کی نہایت صاف روشنی لائے۔ جو شخص اس روشنی کو قبول کرلے اور اس سے راضی ہوجائے اس کو اس حوض پر لے جاتے ہیں جہاں ہر شخص جانا چاہتا ہے اور اس دروازے پر پہونچا دیتے ہیں جو ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔"

"اور اللہ راضی ہو آل اور اصحاب نبیؐ سے جو میدان شہسواری اور بہادری کے شیران حملہ آور ہیں اور اعدائے دین کے ساتھ خوشی اور کشادہ دلی کے ساتھ جہاد کرنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری پیروی کرتے رہے ہیں۔"

"اور اللہ جناب والا کو نہایت اعلیٰ درجے کی خالص عزّت سے سرفراز کرے۔"

اس کے بعد عرض ہے کہ حمراءِ غرناطہ حرسہا اللہ سے ہم نے جو مراسلہ آپ کی خدمت میں روانہ کیا تھا، (اللہ آپ پر اپنی نعمتیں تمام کردے اور آپ کو ہمیشہ سیدھی اور کھلی ہوئی راہوں پر لے چلے، اور آپ کو عزّت کے ساتھ رکھے اور آپ کے افواج کو فتح وظفر عنایت کرے) اُس وقت کا حال یہ تھا کہ اللہ کی نعمتوں کا ابر چھایا ہوا تھا اور آہستہ آہستہ برس رہا تھا اور ضمانت کر رہا تھا کہ مقاصد دلی پورے ہوکر رہیں گے (اللہ ہمیں اور آپ کو اپنے الطاف کے آثار وبرکات سے بہرہ یاب کرے اور موجودہ کو آیندہ کا نشان بنادے، اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کے اعزاز کو ہمیشہ قائم رکھے، اور آپ کے ممالک محروسہ کی حفاظت کرے، ہمارے اور آپ کی مراد مجازی کو مراد حقیقی سے معمور کرے) چنانچہ آپ کو خبر دی گئی تھی کہ ہم نے حصن برغہ کو جو مسلمانوں کا ایک نہایت عزیز قلعہ ہے اللہ کی مدد سے فتح کرلیا اور اس سے وہ بت پرست اور غارت گر جن کا پیشہ نقصان رسانی اور شاہ راہوں اور آبادیوں میں خوف وہراس پھیلانا ہے سخت مشکلات میں مبتلا ہوگئے اور قلعہ مذکور کے ناقابل تسخیر ہونے کے باوجود اللہ نے اُس کا واپس لینا آسان کردیا، اور اُس کی اذان گاہ کفر کی کثافت سے پاک ہوکر کلمۂ شہادت کے انوار ساطعہ سے منوّر ہوگئی۔

مراسلۂ مذکورہ ٹھیک اُس وقت روانہ کیا گیا تھا جس وقت جنگ بند ہوئی اور

تیر و پیکان اپنا کام پورا کر چکے تھے، اور اس عجلت کے ساتھ روانہ کیا گیا تھا جس کا سبب ظاہر ہے کہ اس طالب اجر کا پسینہ بھی خشک نہیں ہوا تھا، اس کے بعد ہم قلعۂ مفتوح کا ملاحظہ کر کے اور کامل احتیاط و دور بینی کے ساتھ اُس کی تعمیر کا انتظام کر کے دار السلطنت واپس آئے، ابھی شادمانی فتح کے جھنڈے اتارے نہیں گئے تھے، اور انتظار کر رہے تھے کہ اللہ اپنی عادت کے موافق ان کی مزید تائید کرے گا کہ اللہ کے احسان کی مسرت آمیز خبریں آنے لگیں جو پے در پے ایک ایک کر کے صادر ہو رہے تھے اور جن سے سابق فتوح پر نئے فتوح کا اضافہ ہو رہا تھا۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ حصن بزغہ کو فتح کر لینے سے جو مالقہ کے سامنے واقع تھا اہل مالقہ کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی، اہل رندہ کو اپنے ہمسایہ اہل مالقہ کی اس کامیابی پر رشک ہوا، (اللہ ان سب لوگوں کی مدد کرے اور ان سب لوگوں کو اُن کے عمل خیر کی جزائے خیر دے) اور ان کی ہمت بلند جوش میں آئی۔ اللہ کی راہ میں موت کو حقیر سمجھ کر عمل اور نیت میں باہم ایک دوسرے کے معاون بنے اور خوش گوار فتوح حاصل کر کے اپنے مقاصد دینیہ میں کامیاب ہوئے۔

اہل رندہ حصن وصبر کی طرف متوجہ ہوئے، حصن مذکور شہر کے بالکل متصل اُس کے آمنے سامنے واقع ہے اور ایسا دشمن ہے جو کسی وقت ضرر رسانی سے باز نہیں آتا، بلکہ نر سانپ کی طرح ہمیشہ مصیبت کا سبب بنا رہتا ہے، اہل رندہ نے اللہ کی اعانت و تائید سے قلعہ فتح کر لیا اور بعد ازاں اس راہ سے چلنے اور سامنے کا رُخ وسیع ہو جانے سے بہت خوش ہوئے۔

قلعے کے محافظ اور نگہبان بھاگ کر حصن باغہ چلے گئے جو غرناطہ کے مشاہد میں سے ہے، اہل رندہ نے حصن باغہ سے جنگ آزمائی کر کے اُس کو بھی تباہ و برباد کر دیا اور اللہ کی مدد سے حصن مذکور ایسی آسانی سے فتح ہو گیا کہ ایک شخص بھی ہلاک نہیں ہوا اور نہ کسی قسم کی دقت ہی پیش آئی۔

ہم نے ان متواتر نعمتوں اور سارے اگلے اور پچھلے احسانات پر شکر ادا کیا اور اس فرض کا اعلان کرنے کے لئے تمام بلند مرکزوں پر جو ہر جگہ سے دیکھے جا سکتے ہیں جھنڈے نصب کرائے اور نقارے بجوائے، ہم انعامات کے مسلسل پہونچتے رہنے

اور سیدھی راہ پالینے پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، اور چونکہ ہم اللہ کے ان متواتر احسانات کو جناب والا کی نیک نیتی اور ارادے کی برکت پر مبنی سمجھتے ہیں، جنگ اور صلح ہر حال میں آپ کی عزت سے ہماری عزت ہے، اور ہم کو معلوم ہے کہ ان مسرتوں میں آپ سب سے زیادہ حصہ لیتے ہیں، اور ان حالات سے آپ کا خوش ہونا کسی پر مخفی نہیں ہے اس لئے ہم آپ کو ان حالات کی اطلاع دیتے ہیں۔

اب ہم کو اُن واقعات کا انتظار ہے جو ان شکستوں سے ظاہر ہونے والے ہیں، دشمن کے دل و جگر ان شکستوں سے پاش پاش ہو گئے ہیں اور اُس کے املاک و علاقے منقسم ہو گئے ہیں، پس وہ جوش انتقام میں یقیناً مرج معرے پر حملہ کرے گا، اور اللہ نہ کرے کہ یہ حملہ ہماری واپسی کا سبب ہو بلکہ یہ حرکت اُس کی موت کی حرکت ہو جائے جس کا وہ منتظر ہے اور اُس کی تباہی کا سبب بن جائے جو خود اُس کی لائی ہوئی ہے اور مسلمانوں کے دلوں کو اللہ اس طرف مائل کر دے کہ وہ اللہ ہی سے مدد طلب کریں اور اُسی کی طرف متوجہ رہیں۔

چونکہ آپ کی اطاعت واجب ہے اور آپ کا مرتبہ ہم کو بخوبی معلوم ہے اس لئے ہم نے آپ کو اپنے ارادہ سے مطلع کیا، اور آیندہ بھی جو حالات پیش آتے رہیں گے اُن سے اطلاع دیتے رہیں گے اور مراسلت میں تاکید اور تعجیل حالات کے اقتضا کے مطابق ہوگی۔

غزوۂ حصن آش

اس کے بعد اوائل ماہ رمضان میں سلطان نے حصن آش پر حملہ کیا، حصن آش اس سرحد کی طرف ہے جس کو طاغیہ نے توڑ دیا تھا اور سرحد کی دیوار کو کافروں نے اور اس شخص نے جو بلاد اسلام پر منڈلاتا رہتا ہے اور اگر مال و اولاد کے ساتھ اللہ کا فضل شامل نہ رہے تو ان کا حاکم جتنا چاہتا ہے، جا بجا سے ناقص اور مجروح کر دیا ہے، سلطان نے اپنا حق مغصوب واپس لینے اور اس تکلیف سے شفا پانے کے لئے اللہ سے دعا کی اور حصن مذکور کا محاصرہ کر کے اس کے ساتھ جنگ چھیڑ دی اور ایک سخت جنگ کے بعد جس کے برابر کوئی دوسری جنگ نہیں سنی گئی ہے اللہ نے حصن مذکور پر اس کی بلندی اور

شہرت و ناموری کے باوجود اس کے، باوصف کہ خود طاغیہ اس کی مدافعت کر رہا تھا سلطان کو فتح عنایت کی۔

اس جنگ کا سارا انتظام سلطان نے بہ ذات خود کیا تھا اور اس کی محنت و مشقت کا تمام بار اپنے کندھے پر لے لیا اور بجھی ہوئی حمیت کو خود ترغیب دے کر مشتعل کیا تھا اور پھر فتح ہو جانے کے بعد تمام دن موسم گرما کی سخت گرمی برداشت کر کے خود اپنے ہاتھ سے اس کو صاف کیا اور اس کا شگاف بند کیا اس لئے اس معرکے میں سب سے زیادہ تعریف اور نیک نامی سلطان کی ہوئی اور وہ نہایت ہر دلعزیز ہو گئے۔

قلعۂ مفتوحہ میں سواروں کا ایک منتخب دستہ اور تیر اندازوں کی ایک جماعت متعین کر کے اور سامان و سلاح جنگ رکھ کر سلطان وہاں سے واپس آئے اور اس بلند اور محفوظ مقام کا جو مسلمانوں کو بہت عزیز ہے فتح ہو جانا مسلمانوں کے حق میں بہت بہتر ہوا یہ اللہ کا فضل اور احسان عظیم ہے جو مسلمانوں پر ہوا، مغرب کی طرف اس واقعے کی خبر اعلیٰ درجے کی مسجع اور مرسل جلی عبارت میں روانہ کی گئی۔

اطریرہ پر فوج کشی

ماہ شعبان ۷۶۷ھ میں شہر اطریرہ پر حملہ کیا گیا۔ جس علاقے میں اطریرہ واقع ہے وہ ہمیشہ قتال و خوں ریزی سے الگ تھلگ بستر صلح پر امن کے ساتھ رہتا چلا آتا تھا، سال گذشتہ یہاں کے باشندوں نے یہ حرکت کی کہ اپنے تمام مسلمان قیدیوں کو قتل کر ڈالا اور اس لئے دشمن کے دوسرے شہروں کے ساتھ اس پر بھی انتہا درجے کی تباہی و بربادی نازل ہوئی۔

اوائل ماہ رمضان میں سلطان نے اس پر حملہ کیا اور اس کے ساتھ جنگ چھیڑی، اور شہر اور حوالی شہر کو تباہ و برباد کر دیا، اہل شہر جان بچا کر قصبۂ محفوظ میں بھاگ گئے جہاں نہایت مستحکم قلعے بنے ہوئے تھے لیکن جنگ نے وہاں بھی ان کا پیچھا نہ چھوڑا اور حملے کی شدت سے وہ لوگ شکست تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے، اور مسلمانوں کی ایسی شرطوں کو قبول کر لیا جو اس سے قبل کسی عہد میں بھی پیش نہیں کی گئی تھیں

اور نہ اس عہد میں کسی آنکھ اور کان نے ایسی شرطیں دیکھی اور سُنی ہیں اور مسلمانوں کو اس قدر سامان تمول اور مختلف قسم کے فوائد ہاتھ لگے جن کا علم اللہ ہی کو ہے۔

اسیرانِ جنگ کی تقسیم اس طرح ہوئی کہ جن کے پاس سواری اور بار برداری کے جانور تھے ان کو فی کس چار چار اسیر اور پیادوں کو ان کی تعداد کے مساوی یعنی فی کس ایک ایک اسیر دیا گیا اور لوگ اسیروں کو بار برداری کے جانوروں پر چڑھا کر اور گھوڑوں پر اپنے پیچھے سوار کر کے اور جاریہ کو کجاوہ اور کوہان پر بٹھلا کر لے گئے۔

اور لوگ سلطان سے ملنے کے لئے جو بڑے عزت و فخر اور ناموری کے ساتھ واپس آرہے تھے باہر نکلے اور ان کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کیں اور وہ مسلسل کئی روز تک ٹھہر ٹھہر کر لوگوں سے بیعت لیتے رہے۔ اور سارا ملک ہدیوں اور تحفوں سے بھر گیا، والحمد للہ۔

سلطان مغرب کے پاس اس فتح کی خبر بھی میرے انشا کئے ہوئے کلام مرسل میں بھیجی گئی۔

غزوۂ فتح جیان

۱۵ محرم ۷۶۷ھ کے آخر میں شہر جیان پر ایک زبردست حملہ کیا گیا۔ یہ شہر بھی ایک دار الملک ہے دنیا کا ایک مشہور اور بے مثل شہر اور تخت گاہ امارت ہے، اللہ کے فضل سے شہر مذکور کو مسلمانوں نے لڑ کر فتح کر لیا اور جو سامان نعم اور غلہ مویشی کپڑے جانور اور ہتھیار اس میں تھے سب مسلمانوں کے ہاتھ آئے اور اللہ نے مسلمانوں کو اس قدر موقع دیا کہ انھوں نے لڑنے والوں کو قتل اور ان کے ذریات کو قید کر لیا مکانات کو ویران اور آثار کو محو کر دیا مویشی ہانک لے گئے اور درختوں کو کاٹ ڈالا۔

یہ فتح ایک معجزہ ہے جس کا پورا بیان نہ نظم میں ہو سکتا ہے نہ نثر میں ہر جگہ اس کا ذکر پھیلا ہوا ہے اور اس کا پُر فخر کارنامہ بڑی شہرت رکھتا ہے۔

بادشاہ مغرب کے پاس اس فتح کا پیغام بھی میرا لکھوایا ہوا بھیجا گیا۔

اس معرکے سے واپس آنے کے بعد عوام میں ایک مرض متعدی نمودار ہوا اور تمام لوگوں میں پھیل گیا اور محض اللہ کی مہربانی سے اس کی روک تھام ہوئی اور آخر کار دفع ہوگیا اور اسی تردد کی وجہ سے شعر انشا کرنے اور مدح وستائش کے دربار منعقد کا موقع نہ مل سکا۔

غزوہ شہر ابدّہ

سنہ مذکور کے اوائل ماہ ربیع الاوّل میں شہر ابدّہ پر چڑھائی ہوئی، اور شہر کے بیرونی حصّے میں مسلمانوں کی فوج داخل ہوگئی۔ اس جنگ میں سلطان نے بڑی شجاعت وبہادری ظاہر کی، شہر ابدّہ پر اس کے ہمسایہ شہر جیان کے بعد حملہ کیا گیا تھا، اس لئے وہ پوری طاقت وقوت کے ساتھ مقابلے میں آیا اور یہ جنگ ایک مشہور جنگ ہوئی۔

مسلمانوں نے شہر کو فتح کیا اور لوٹا، اور اس کے عالی شان مکانات اور خوش نما کلیساؤں کو مسمار کرکے ان کی دیواروں کو زمین کے برابر کردیا، ان کے صحن کی وسعت اور اطراف کا فاصلہ اور عمارات کی جسامت اس قدر تھی جس پر محض سننے سے بہ مشکل یقین آسکتا ہے، اور اس کا بیان ذہن کو خیرہ اور عقل کو حیرت زدہ کردیتا ہے، اللہ کی بے شمار نعمتوں پر اللہ ہی کا شکر، مسلمان اس شہر کو اس طرح ویران کرکے پلٹے کہ اب نہ اس کے مکانات کی تعمیر ہوسکتی تھی اور نہ اس کے پتھروں اور انباروں میں اجتماع وترتیب ہوسکتی ہے۔

صاحب مغرب کی طرف اس فتح کا پیغام بھی میرا انشا کیا ہوا بھیجا گیا جو حسب ذیل الفاظ میں ہے۔[۵]

تباہی بادشاہ قشتالہ

اسی زمانہ میں، لبطرہ ابن اقونش ابن ہراندہ ابن شانجہ بادشاہ قشتالہ پر جس کی

[۵] واضح رہے کہ اصل نسخۂ مطبوعہ میں اس پیغام کے الفاظ مذکور نہیں ہیں۔

وجہ سے مسلمانوں کو بہت سے فائدے ہوتے رہتے تھے تباہی آئی ، سبب یہ ہوا کہ اس کا بھائی لذریق ہمیشہ سلطنت میں اس کے ساتھ مزاحمت کرتا رہتا تھا اور اس کو پریشان کیا کرتا تھا ، بطرہ کے سات بڑے بڑے رفقاء اور اہل ملت اس کے بھائی لذریق کے ساتھ مل گئے اور اس کو حاجت ہوئی کہ مسلمانوں سے مدد لے اور جن لوگوں نے اس کے بھائی کی اطاعت اختیار کرلی ہے ان کے مقابلے میں مسلمانوں کو لے جائے ۔ اس کو حصن مقبل کے باہر شکست ہوئی اور اس وقت اس کے ساتھ چند مسلمان سوار تھے ، وہ کسی سامان اور طیاری کے بغیر حصن میں پناہ گزین ہوگیا اور اس کے بھائی نے جس کے مقابلے میں اس کو شکست ہوئی تھی اس کو مجبور کیا اور حصن کے گرد ڈیرہ ڈال کر اس کو محاصرے میں لے لیا ، محصور کی فوج بھاگی اور نواحی ابذہ میں جمع ہو کر مسلمانوں سے استدعا کی کہ وہ مدد دے کر اس کو دشمن سے بچالیں ۔

مفتیوں نے فتویٰ دیا کہ بطرہ کی امداد واجب ہے اور اس کو بچانے کی غرض سے مجاہدین طلب اور جمع کئے جانے لگے تاکہ اس کے باقی رہنے سے وہ فتنہ قائم رہے جس سے کفر کا استیصال ہوتا رہتا ہے اور ایک دشمن دوسرے کے ساتھ پھنسا رہتا ہے ابھی کارروائی ہو ہی رہی تھی کہ بے ایمان محصور نے اپنے رفیقوں کا ساتھ چھوڑ دیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے لئے اس دلدل سے نجات پانا اور اس کی مشکلات میں مسلمانوں کی شرکت متعذر ہوگئی اور اس کے پاس خبریں پہونچنے اور اس مصیبت کے رفع ہونے کا ذریعہ منقطع ہوگیا ۔

بطرہ اپنے بھائی کے ایک سردار کے پاس جو اس کے محاصرین میں سے تھا گیا اور اس کو ملایا ، سردار مذکور فرانس کی امدادی فوج کا جو اس کے بھائی کی اعانت کے لئے آئی تھی مشہور کمان دار تھا ، بطرہ نے سردار مذکور کو جس قدر مال و متاع وہ مانگے دینے کا وعدہ اور عہد واثق کیا اور سردار مذکور نے ازراہ فریب اس کی یہ خواہش بظاہر منظور کرلی اور جب وہ سردار مذکور کے پاس گیا تو اس نے خود اس کو اور جو دلال اس کے ساتھ گئے تھے سب کو گرفتار کرلیا اور فوراً اس کے بھائی کو خبر کردی ۔ خبر پاکر اس کا بھائی اپنے

خاص آدمیوں اور خادموں کی ایک مختصر جماعت کے ساتھ وہاں آیا اور بطرہ کو حالت بے خبری میں قتل کر دیا اور جو لوگ اس کے ساتھ مخصوص تھے ان سب کو معاف کر دیا۔ اور اس کے سر کو تمام شہروں میں گشت کرایا، اور باوجودیکہ وہ اس کے قتل کو جائز اور حق بجانب سمجھتا تھا، پھر بھی بھائی کے غم میں ماتمی لباس پہنا، اور تمام شہروں میں جو ایسے شخص کی حکومت سے سخت ناراض تھے جو بالاعلان مسلمانوں سے مدد لیتا اور ان کی مدد کرتا تھا۔ اور اس وجہ سے ان کے بلاد مفتوح اور کلیسا ویران اور مال و دولت برباد ہوتے رہتے تھے، اپنی حکومت کا اعلان کر دیا۔ اور سب نے اس کی حکومت قبول کر لی۔ اور اس کی اطاعت پر اتفاق ہو گیا۔ اور شہر قرمونہ کے سوا ان بلاد میں کوئی دو شخص ایسے نہیں تھے جو اس کی نسبت اختلاف رائے رکھتے ہوں۔

الغرض نصاریٰ ایک مرکز پر جمع ہو گئے اور ان کے باہمی اختلافات رفع ہو گئے۔ اور سب کے سب مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو گئے، اور ان لوگوں نے تمام سامان اور خزانے کو جو اس سرزمین میں تھا برجلونہ میں طلب کر لیا، اور اشبلونہ کے لئے فرانس میں ایک نہایت مضبوط دشمن طیار کیا۔

اور اللہ جلّ جلالہٗ نے اہل بصیرت کو توفیق دی کہ مآل کار کو سمجھیں اور کل کے لئے آج فکر کریں، سلطان نے ہم کو اجازت اور آزادی دی کہ مصلحت کے مطابق بادشاہ نصاریٰ سے جو اس وقت مرض نکبہ میں مبتلا تھا گفتگو کریں۔ چنانچہ ہم نے بادشاہ مذکور کو مشورہ دیا کہ وہ اپنی قوم سے محترز رہے اور جو لوگ اس کے بھائی کے معاون تھے ان کے مکر و کید سے ہوشیار ہو جائے اور اس غرض سے کہ عیسائیوں کے ملک میں فتنہ قائم رہے ہم نے اس کو مشہور و معروف حکایتیں اور تاریخی واقعات سنا کر یہ رائے دی کہ وہ اپنی اولاد اور ذخیرے کے لئے ایک جائے پناہ بنا لے جہاں اس کا مال و متاع اس کے اختیار میں رہے۔

بادشاہ مذکور نے میرے اشارے اور مشورہ کو شکر گزاری کے ساتھ قبول کیا۔ اور اس مقصد کے لئے شہر قرمونہ کو پسند کیا جو اس کے دارالسلطنت اشبیلیہ کے بالکل متصل اور قریب واقع ہے، پھر اس نے قرمونہ کے ٹیلوں اور دیواروں کو مضبوط و مستحکم کیا اور وہاں کے مخزنوں کو غلّے اور سامان سے بھر دیا قابل اعتماد

لوگوں کی مدد سے وہاں کثرت سے ہتھیار جمع کئے مال و ذخیرہ وہاں منتقل کر لیا، اور اکابر اشبیلیہ کو بطور یرغمالوں کے اور مسلمان قیدیوں کو وہاں بھر دیا۔ اور اس میں اس قدر مبالغہ کیا جس کی کوئی حد و انتہا نہیں اور اس قدر اہتمام وہی شخص کر سکتا ہے جس کی موت کا وقت قریب آگیا ہو اور وہ مرنے پر آمادہ ہو۔

آخر کار وہ اس جگہ کو اپنے جانشین کے لئے ایک محفوظ و مسلح مقام بنا کر چھوڑ گیا اور اپنے اہل و عیال کو اپنے بعض ایسے خادموں کے سپرد کر گیا جن کی نسبت اسے یقین تھا کہ وہ اس کے مخالفوں اور دشمنوں کی دوستی اور اطاعت نہیں کریں گے اور جس طرح شہد کی مکھیاں اپنے شہد پر جمع ہوتی ہیں اسی طرح یہ خدام اس کے ایک صغیر سن لڑکے کے گرد جمع ہو گئے اور مسلمانوں کی حمایت میں آگئے۔

اس طرح ہڈی کے حلق میں اٹک جانے سے نصاریٰ کی ساری آرزوئے حملہ آوری اور تمنائے فتح مندی مکدر ہو گئی اور اس کے لئے اس صورت حال کا بدلنا ضروری ہو گیا اور اس وجہ سے مسلمانوں نے اس کے ساتھ مزاحمت کی اور جس شخص نے قرمونہ کا رخ کیا اس پر انھوں نے قرمونہ کے ساتھ اپنا معاہد ہونا ظاہر کیا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے درمیان باہمی اختلاف بہت بڑھ گیا اور اللہ کے فضل سے تدبیریں نمایاں کامیابی ہوئی، اور جیسا کہ خیال کیا گیا تھا اس تدبیر سے ٹھیک وہی پیش آیا۔ دشمن کا بنا بنایا کھیل بگڑ گیا اور فتنہ و فساد کی آگ سرد ہو گئی۔ بادشاہ قشتالہ نے ملک کے سب سے بڑے بادشاہ سے جو مدد طلب کی تھی اس کے انتظار میں مدد آنے کی امید پر قرمونہ کے ساتھ اُلجھا رہا اور اس کے لئے مدد طلب کی شاہ پرتگال اور فرانس سے صلح بھی ہو گئی مگر ملک میں فساد برپا ہو گیا اور باغیوں نے اس کے مقابلے میں بغاوت کر دی جس سے اس کو پریشانی لاحق ہو گئی، اور جو سوار اور محافظین مسلمانوں کے قریب کے شہروں میں متعین تھے سب ملک کے اندر لڑنے بھڑنے کے لئے واپس چلے گئے .... اور حسن تدبیر سے اس کے ملک کے اندر جو بڑے بڑے اختلافات پیدا ہو گئے تھے وہ ان کو رفع کرنے کی طرف متوجہ ہوا اور وہ خود اپنے ملک میں اس قدر مشغول ہو گیا کہ اسے اپنے تن بدن کی خبر نہ رہی دشمن کی طرف کیا توجہ کرتا۔

ان وجوہ سے نقض عہد آسان ہو گیا اور غفلت میں حملہ کر دینے کا موقع مل گیا،

چنانچہ حملے شروع کر دئے گئے حصن قنبل اور حائر پر حملہ کیا گیا اور اللہ کے فضل سے ماہ رمضان سنہ ۷۶۹ھ میں یہ دونوں حصن مفتوح ہوگئے، پھر ثغر روضہ پر حملہ کیا گیا اور بڑی محنت کے بعد اللہ کے فضل سے ثغر مذکور بھی فتح ہوگیا اور اسی کے ساتھ حصن قرّہ بھی فتح کر لیا گیا۔ اور اس جوار میں اسلام کو دشمن کے حملہ آوروں سے امن ہوگیا، اور سلطان کے اشارے سے رندہ اور جبلؔ فتح کے باشندوں نے حصن برج الحکیم اور الفشتور پر حملہ کر دیا اور رمضان ہی میں یہ دونوں بھی اللہ کی مدد سے بہ آسانی فتح ہوگئے پھر سنہ مذکور کے ماہ ذی الحجہ میں جزیرۂ خضراء پر حملہ کیا گیا جو اندلس کا دروازہ ہے اور وہ مقام ہے جس پر فتح اوّل کے وقت سب سے پہلے مسلمانوں کا قبضہ ہوا تھا جس وقت جزیرۂ خضرا پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا گیا مسلمانوں کو مساجد کے اندر حسب ذیل الفاظ میں حملے کی ترغیب دی گئی:-

"مسلمان مجاہدین کے گروہ، اور گھر بیٹھنے والے معذورین کے کام آنے والو! اللہ تمہارے ہاتھوں کو بلند رکھ کر کلمہ دین کو بلند کرے، اور زاہدین سے زیادہ تم کو اجر اور فخر عطا کرے۔ جان لو! اللہ تم پر رحم کرے کہ اندلس اسلام کا ایک گھر ہے اور جزیرۂ خضرآء اس کا دروازہ ہے اندلس اسلام کی آنکھ کی سیاہ پتلی ہے اور جزیرۂ خضرآء اس کی سیاہی ہے زمانہ قدیم اور زمانہ حال دونوں زمانوں میں اسی جزیرے کی طرف سے اندلس کے اسباب فتح پہونچتے رہے ہیں اللہ کے دشمن اور اندلس کے دشمن کے مقابلے میں اللہ کے دوست اسی راہ سے اندلس کی مدد کرتے رہے ہیں۔

"جس دشمن اسلام نے اس جزیرے کو تباہ و برباد کر رکھا ہے، اور اس کو غصب کرکے اور مسلمانوں کو اس مصیبت پر شرمندہ و روسیاہ کرکے اس کی صبح روشن کو کفر کی ظلمت سے تاریک کر دیا ہے اور اس کی مسجدوں کو کلیسا بنا لیا ہے، اور اس کی خاک پاک میں کفر کی خبیث جڑ نصب کر رکھی ہے اس کو یقین ہوگیا ہے کہ دین حنیف کے اس شریف ملک میں اس پڑے ہوئے جسد میں گلا کٹ جانے کے بعد نہ نئی زندگی پیدا ہوسکتی ہے اور نہ وہ کھڑا ہوسکتا ہے، اور جو تھوڑی سی جان باقی رہ گئی ہے وہ بھی نکل جائے گی، اور اگر اللہ ہی اس مصیبت کو نہ دفع کرے

اور اس سے محفوظ نہ رکھے مساکن کی حفاظت نہ کرے اور ان کو باقی نہ رکھے تو خبرگیری اور اصلاح کی راہ مسدود ہو چکی ہے، اور حبل اللہ اس کو بجائے رکھے جو ایک اچھی یادگار تمہارے پاس رہ گئی ہے وہ اپنی قدر و منزلت کے لحاظ سے مستحق ہے کہ اس کی حفاظت کی جائے اور اس دروازے کا ایک پلہ جس کا دوسرا پلہ ضائع ہو چکا ہے کافی سمجھا جائے خصوصاً ایسی حالت میں کہ اس جوار کی پریشان حالیاں اُس کی امیدوں کے اور اس کے درمیان حائل ہو گئی ہیں۔

اللہ کے بندو! اس وقت تمہارے لئے اُٹھ کھڑا ہونا ممکن ہے، موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دو، گلا ڈھیلا پڑ گیا ہے پس ناگوار گھونٹ نہ فرو کرو۔ میدان جنگ کو شریفانہ جذبات سے بھر دو، اور اولیاء وابرار اللہ کے ساتھ جیسا عہد کرتے ہیں تم بھی اس کے ساتھ ویسا ہی عہد کرو، اور اپنے بے بس ذریات اور نوخیز اولاد اور صغیر سن بچوں کی طرف جو ابھی ماں کی گودوں میں پرورش پا رہے ہیں، اور دین کی طرف جس کا شیرازہ ان اطراف میں بکھرا ہوا ہے نظر کرو، اور انجام کار کو پیش نظر رکھکر کام کرو تاکہ تمہارے کام کی تعریف کی جائے۔ اور خالص نیت کے ساتھ اللہ کے واسطے کام کرو وہ اپنے فضل سے تمہاری امیدیں پوری کرے گا۔ کیا عذر رکھتا ہے وہ شخص جو اپنے گھر میں امن سے بیٹھا ہوا ہے، اور کس بات کا منتظر ہے وہ شخص جس نے دشمن کے مکر و کید کے آگے سر خم کر دیا ہے۔ اسی قریئے سے اسلام کے شیر اس ملک میں گرجتے ہوئے داخل ہوئے تھے اور اسی سمت سے فتح اوّل کے جھنڈے لہراتے ہوئے طلوع ہوئے تھے، اجنبی پرندے جب اس ملک میں آنا چاہتے ہیں تو اسی طرف سے داخل ہوتے ہیں اور اپنے رہبر کے پیچھے اسی طرف صف بستہ دیکھے جاتے ہیں۔

اللہ کے بندو! دروازہ بند ہے اس کو کھولو، اور اے اللہ کے بندو فتح کا چہرہ نظر آ رہا ہے اس کو دیکھو اللہ کے بندو! بیماری مہلک ہے اس کا استیصال کرو، اور اے اللہ کے لوگو! اللہ کی ڈور کٹ گئی ہے اس کو جوڑو، اس قسم کے حالات میں بیش قیمت جانیں سستی ہو جاتی ہیں، اور اسی قسم کے حالات میں ہمت بلند کا اندازہ ہوتا ہے اور عقائد کی مضبوطی ظاہر ہوتی ہے، اور بزدلوں کو ان کی

رو دش خاک میں ملاتی ہے، اللہ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس کے دل کی طرف اس نے دیکھا اور اس کو دینی حمیت سے بھرا ہوا پایا اور کلمۃ اللہ کو بلند کرنے کے لئے وہ بہ خندہ پیشانی آمادہ ہو گیا۔

یا اللہ، ہم تیرے پاس تیری ہی نازل کی ہوئی کتاب کے اسرار کو، اور تیرے ہی بھیجے ہوئے نبی عربی کی توجہ کو اور تیری ہی بخشی ہوئی اور نہایت افراط کے ساتھ بخشی ہوئی رحمتوں کو، اور ہر ولی کو جس نے تیرے وجہ کریم کے آگے رکوع اور سجدہ کیا ہے وسیلہ بنا کر دعا کرتے ہیں کہ ہمارا گمشدہ ہاتھ سے نکلا ہوا علاقہ ہم کو واپس دلا دے، اور ہم کو اس پر فتح عنایت کر کے اپنی ہمیشہ جاری رہنے والی نعمتوں سے ہم کو بہرہ اندوز فرما۔ اے مشکل حاجتوں کے آسان کرنے والے اور اے ٹوٹے ہوئے دلوں کے جوڑنے والے، اے غریب قوم کے کارساز اور اے قریب رہنے والی مہربانیوں کے نازل کرنے والے اپنی مدد کے فرشتے بھیجکر ہماری مدد کر اور اپنے نور کو کامل کرنے کا وعدہ وفا کر، اے ہمارے رب ہم کو اپنی رحمت سے سرفراز کر اور ہمارے امور میں ہم کو راہ راست کی ہدایت فرما۔

اس کے بعد روانگی ہوئی اور ہر جگہ جوش پھیل گیا، جہاز طیار کئے گئے اور بروز شنبہ ماہ مذکور کی تیئیسویں تاریخ کو جزیرے کے مقابلے کے لئے جا پہونچے مسلمانوں نے جزیرے کی طرف جنگ کا ہاتھ بڑھایا اور البنہ پر جو جزیرے کے متصل ایک شہر ہے لڑکر قبضہ کر لیا، اس معرکے میں چند زرہ پوش سوار مقتول ہوئے، اور اموال غنیمت بڑے شہر کی طرف روانہ کر دئے گئے دشمنوں نے اللہ کی وہ شان دیکھی جس کے مقابلے کی ان میں طاقت نہ تھی - اور گو کہ ان کی شہر پناہ بہت مستحکم تھی اللہ جل جلالہ نے ان کو شکست کا منہ دکھایا اور ان لوگوں نے اپنی جانوں کے لئے امان طلب کی اور بروز پنجشنبہ پچیسویں ماہ مذکور وہ سب لوگ جزیرے سے نکل گئے اور یہ مبارک دن مسلمانوں کے لئے بڑے خوشی اور مسرت کا دن بن گیا، اللہ کا شکر ہے اس کی نعمتوں اور اس کے پیہم انعام اور دشمنوں کو ذلیل و خوار کرنے پر۔

وسط ربیع الاول ۷۷۱ھ میں سلطان نے اطراف اشبیلیہ کے جانب جو دارالسلطنت اور بڑی شان و شوکت کی جگہ ہے حرکت کی بادشاہ نصاریٰ کا نائب اپنے بہترین

شہسواروں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ یہاں موجود تھا اور بلدۂ قرمونہ کو اس وجہ سے سخت تنگ کر رکھا تھا کہ تنہا وہی ایک شہر ایسا تھا جو بادشاہ نصاریٰ کی مخالفت پر آمادہ اور مسلمانوں کی خدمت کی طرف مائل تھا، مسلمانوں نے شہر اشبونہ پر حملہ کر کے اس کے پانی کے خزانوں پر قبضہ کر لیا لیکن شہر کے باشندے شہر کے اندر مضبوطی سے قدم جمائے رہے اور اطاعت نہیں قبول کی چونکہ یہاں محلات (متعلقات فوج سپاہ و جانوران بار برداری وغیرہ) کے لئے پینے کا پانی مفقود تھا۔ اس لئے یہاں سے فوراً کوچ کر دیا گیا، اور شہر مرشانہ تک سب لوگ پیادہ پا گئے اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ حالانکہ شہر مرشانہ میں ساز و سامان اور سوار فوج کے متعدد رؤسا موجود تھے لیکن اللہ سبحانہ نے اس شہر پر بھی بہ استثناء قصبہ فتح عنایت کی اور مسلمانوں کو اس شہر اور اس کے قرب و جوار میں اس قدر جانور اور سامان ہاتھ آیا جس کا شمار نہیں ہو سکتا اور اس کے اکثر لڑنے والے قتل ہو گئے اور تمام شہر کو آگ لگا کر برباد کر دیا گیا۔ اور وہاں کے ان غلوں کو جو جہاز پر بار کئے جانے والے تھے مسلمان بار برداری کے جانوروں پر لاد کر اٹھا لائے جس سے مسلمانوں کے شہروں میں غلے کی افراط ہو گئی اور نرخ سستا ہو گیا اور کافروں کے شہروں میں گرانی واقع ہو گئی خدا کا شکر ہے کہ مسلمان عزت اور خوشی و مسرت کے ساتھ اس جنگ سے واپس آئے۔

سلطان کی ولادت باسعادت ظاہر و باطن سراپا خیر و برکت، قرین عافیت

جیسا کہ تاریخ پیدائش کی شہرت اور عہد طفولیت کے تعویذ سے منقول ہے، شب دوشنبہ تیئیس جمادی الاخرے ۷۳۹ھ کو واقع ہوئی۔ اور ہم کہتے ہیں کہ یہ تاریخ چوتھی جنوری ۱۳۳۷ء تاریخ عجمی کے ساتھ مطابق ہے۔ اور اقلیدس و بطلیموس کے حساب کے موافق صناعت تعدیل کا اقتضا یہ ہے کہ طالع برج قمر میں ہو، بوجہ اس کے مواضع استقبال پر مستولی ہونے کے جو ولادت پر مقدم ہے۔ اور تخمین یہ ہے کہ شب دوشنبہ مذکورہ کی چھٹی ساعت کا ثلث عشر اور عشر ساعت اور ربع ساعت کا وقت تھا، اور طالع برج سنبلہ میں پندرہ درجہ اور ایک درجہ کے اڑتالیس دقیقہ پر تھا۔ اللہ دنیا اور آخرت میں ان کا مددگار رہے اور ہمارے لئے اللہ کافی اور سب سے بہتر وکیل ہے۔

محمد بن یوسف

نام، نسب، کنیت اور لقب

محمد نام سلسلہ نسب یہ ہے محمد بن یوسف بن محمد بن احمد بن خمیس ابن نصر ابن قیس خزرجی انصاری۔ سعد ابن عبادہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے تھے، سعد سے اوپر سلسلہ نسب یہ ہے سعد ابن عبادہ ابن سلیمان ابن حارثہ ابن ثعلبہ ابن طریف ابن خزرج ابن حارثہ ابن ثعلبہ ابن عمر ابن یعرب ابن یشجب ابن قحطان ابن ہمیسع ابن یمن ابن نابت ابن اسمٰعیل ابن ابراہیم صلی اللہ علیہما وعلی محمدن الکریم، اندلس کے امیر المسلمین اور بانی سلطنت تھے، کنیت ابوعبداللہ اور لقب غالب باللہ ہے۔

اوّلیت

اکثر مورخین کے نزدیک خاندان نصری کا سعد ابن عبادہ رئیس خزرج اور صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے ہونا مسلم ہے اور ان کے سلسلۂ نسب کو سعد تک پہنچانے کے لئے لوگوں نے کئی کتابیں لکھی ہیں۔ سب سے زیادہ قوی دلیل یہ پیش کی گئی ہے کہ رازی نے تصریح کی ہے کہ سعد بن عبادہ کی اولاد سے دو شخص اندلس آئے۔ ایک سرزمین تارگونہ میں ٹھہرے اور دوسرے مقر سطونہ کے ایک قریہ میں جو قریۂ خزرج کے نام سے مشہور ہے مقیم ہوئے۔

محمد ابن یوسف علاقہ قرطبہ کے ضلع ارجونہ میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش اور تربیت پائی۔ اس علاقہ کی زمین نہایت زرخیز ہے اور یہاں غلہ بہ افراط پیدا ہوتا ہے۔ محمد اور ان کے آبا و اجداد اسی شہر میں رہتے اور کاشتکاری کا

شغل کرتے تھے اور بڑی فارغ البالی، اولوالعزمی اور ناموری کی زندگی بسر کرتے تھے اور اسی کا نتیجہ تھا کہ محمد کو ریاست وامارت حاصل کرنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔

میرے شیخ محمد ابن محمد ابن عبداللہ لوشی یحصبی نے جو شاعر وکاتب ہیں بیان کیا کہ شہر جیان میں المانیا کے ایک شخص نے مجھے خبر دی کہ اس کے پاس ایک عمدہ نسل کی گھوڑی تھی جس پر اس کو اپنے سامان جنگ میں فخر تھا۔ اس نواح میں یہ گھوڑی اس درجہ مشہور ہوئی کہ طاغیہ رومی بادشاہ نے اس کی خریداری کا پیام بھیجا۔ اس پیام سے مالک کو گھوڑی کے ساتھ زیادہ دلچسپی پیدا ہوگئی۔ اس نے گھوڑی کو خود اپنے لئے رکھا اور اس پر زیادہ فخر کرنے لگا۔ ایک دن خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص اس سے کہہ رہا ہے کہ گھوڑی کو ارجونہ لے جا اور فلاں نام ونشان کے شخص کو تلاش کر کے گھوڑی اس کے حوالے کردے۔ وہ گھوڑی کے عوض میں شہر جیان اور اس کے علاوہ بھی کچھ تجھے دے گا جس سے تیری اولاد کو نفع پہونچے گا، خواب کی تعمیل میں اس نے تامل کیا دوسری دفعہ پھر وہی خواب دیکھا، اور تیسری دفعہ تاکید کے ساتھ اس کی ترغیب دی گئی، اب اس نے ایک معتبر شخص سے جو ارجونہ کے جوار اور وہاں کے لوگوں سے واقف تھا حال دریافت کیا، مخبر نے جو ابن لینش مشہور تھا اس کو شخص مطلوب کا پورا پتہ بتلایا۔ اب فقیہ ارجونہ جاکر ٹھہرا اور وہاں اس کی شہرت ہوگئی اور سلطان اپنے معاونین کے ساتھ اس کے پاس آئے اور اس کی حالت دریافت کی، اس نے اس شہر میں آنے کی غرض بیان کی اور عجز ظاہر کیا سلطان نے اس سے قیمت کے ایک حصہ کے لئے مہلت طلب کی اور اس نے مہلت دے دی۔ سلطان نے بڑی قیمت دے کر گھوڑی خریدلی، جب اس کا مقصود حاصل ہوگیا تو اس نے سلطان سے قلعہ کی مسجد میں تخلیہ کی ملاقات کی خواہش کی اور اصلی حالت ظاہر کرکے ان کی بیعت کرلی اور قیمت واپس کردی اور اپنی جان کے خوف سے سلطان سے اس معاملہ کے اخفا کی درخواست کی اور پھر وہ اپنے شہر واپس چلاگیا۔

مخبر نے بیان کیا کہ دوسرے سال سلطان نے ارجونہ میں اپنی حکومت کی

تحریک کی اور شہر جیان پر قبضہ کر لیا، اس میں اختلاف ہے کہ سلطان کو جیان پر قبضہ کرنے کی تحریک کس سبب سے ہوئی ایک سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ بعض ملازمین حکومت نے مخبر کے ساتھ بدسلوکی کی تھی، اس کے سوا دوسرا سبب بھی بیان کیا گیا ہے۔

حال محمد ابن یوسف سادگی اور نیک دلی اور جمہور پسندی میں قدرتِ الٰہی کا نمونہ تھے وہ فوج اور قلعہ کے ایک چست و چالاک مضبوط اور جفاکش سپاہی تھے عیش و آرام سے بھاگتے تشدّد و صعوبت کی زندگی پسند کرتے اور تھوڑے کو کافی سمجھتے تھے قلیل پر قناعت کرتے اور تصنّع سے دور رہتے تھے ہتھیار کے زبردست اور ارادہ کے مضبوط تھے، جرأت ایسی رکھتے تھے کہ ان کا رعب چھایا رہتا تھا اور بڑے مستعد شخص تھے۔ مصیبت کو حقیر سمجھتے گھر والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے اپنا حق طلب کرنے میں بے پروائی سے کام لیتے قرابت مندوں، دوستوں اور ہمسایوں کی حمایت کرتے اور لڑائیوں کا انتظام بذات خود کرتے تھے۔ ان کے ہتھیار کے متعلق اور ان کے عصا کی آرایش کے متعلق مبالغہ آمیز حکایتیں بیان کی جاتی ہیں۔ جوتا اپنے ہاتھ سے گانٹھ لیتے لباس موٹا پہنتے بدویانہ طریقہ پر رہتے اور تمام کاموں کو اہتمام و توجّہ کے ساتھ انجام دیتے تھے۔ روز جمعہ کے مبارک ہونے سے اور اس سبب سے کہ اسی دن جیان اور پھر غرناطہ پر ان کا قبضہ ہوا اور ایک قول کے مطابق اسی دن ان کی تحریک کی ابتدا ہوئی تھی غرناطہ کے ضعیف اور معذور لوگوں میں اس دن خیرات تقسیم کرنے کو رواج دیا جو آج تک مروّج ہے۔

اپنے سنہ ظہور یعنی ماہ ربیع الاول ۶۲۹ھ میں قریباً تیس دن تک شہر اشبیلیہ پر قابض رہے اور عشرہ اوّل ماہ رجب سنہ مذکور میں شہر قرطبہ پر قبضہ کر لیا لیکن اس کے بعد ان دونوں پر پھر ابن ہود کا قبضہ ہو گیا۔

جب ملک پر قبضہ کرنے اور عمال کے حاصل کرنے میں ان کو کامیابی ہو گئی تو حسابات کی دیکھ بھال کی طرف بذات خود توجّہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ

دولت میں بہت اضافہ ہوگیا اور خزانہ چاندی سونے سے بھر گیا انھوں نے ملک میں کامل درجہ کا امن قائم کیا اور ان کے لئے حکومت کا کام سہل و خوشگوار ہوگیا طیاری کا پورا موقع ملا، جس سے فتنہ و فساد میں سکون ہوگیا۔ اور انھوں نے اس وادی پر جو قلعہ جیوبا سے متّصل ہے قبضہ کرکے اپنے گھر کے خزانے کو مال، ہتھیار، علم، بار برداری کے مویشی اور اعلیٰ درجہ کے جانوروں سے بھر لیا جس سے ان کو طیاری کا پورا فائدہ حاصل ہوگیا اور جو سامان انھوں نے فراہم کیا تھا سب کام آگیا۔

اخلاق وعادات | محمد ابن یوسف ابتدا میں بادشاہان عدوہ و افریقہ کی اطاعت ظاہر کرتے رہے اور تھوڑے دنوں تک، ان ہی کا خطبہ پڑھتے اور ان سے امداد و اعانت حاصل کرتے رہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اپنے ہمنام ابن ہود کی تقلید میں اپنی تحریک کا آغاز مستنصر عباسی خلیفۂ بغداد کے حق میں دعا کرنے سے کیا تاکہ عوام کو اس وقت یہ خیال نہ ہو کہ خود اپنی حکومت قائم کرنے کی تحریک ہے۔ پھر اس کو ترک کر دیا۔

وہ ہفتہ میں ایک روز دربار عام منعقد کرتے تھے جس میں ہر شخص ان کے پاس جاتا تھا اور شکایتیں پیش کی جاتی تھیں۔ اس دربار میں وہ اہل حاجت سے بالمشافہ گفتگو کرتے تھے۔ شعراء اشعار سناتے اور ان سے ملتے تھے۔

ایک دوسری مجلس تھی جس میں وہ وعظ و پند کرنے والوں سے ملتے تھے اس مجلس میں صرف اہل غرناطہ، قضاۃ شہر اور اعلیٰ حکام سلطنت شریک ہوتے تھے۔ یہاں صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) سے حدیثیں پڑھی جاتی تھیں اور دس حصوں میں قرآن ختم کیا جاتا تھا۔

پھر اپنی خاص مجلس میں چلے جاتے تھے جہاں وہ دوسری قسم کے کاموں پر نظر ڈالتے اور جو امر توجہ کے لائق ہوتا اس میں پوری توجہ صرف کرتے تھے۔

رات کا کھانا اپنے خاص قرابت مندوں اور معزز سرداروں کے ساتھ جو ان لوگوں کے دوست ہوتے تھے کھایا کرتے تھے۔

اولاد | محمد ابن یوسف کے تین فرزند تھے، ایک کا نام محمد تھا یہ

ولی عہد تھے اور باپ کے بعد امیر المسلمین ہوئے دوسرے امیر ابو سعید فرج، اور تیسرے ابو الحجاج یوسف، یہ دونوں باپ کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ جس کا بیان انشاء اللہ آیندہ کیا جائے گا۔

وزرائے سلطنت

محمد ابن یوسف نے وزارت کا کام اہل غرناطہ وغیرہ کی ایک جماعت یعنی وزیر ابو مروان عبد الملک ابن صاوبرہ اور علی ابن ابراہیم شیبانی جو رؤسائے غرناطہ میں ایک عالی خاندان دیانت دار اور باوقار فاضل تھے پھر رئیس ابو عبد اللہ ابن رئیس ابو عبد اللہ وہبی اور وزیر ابو یحیٰی ابن الکاتب سے لیا جن کی شہرت انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔

کتاب

کتابت کی خدمت بھی متعدد جلیل القدر بزرگوں نے انجام دی مثلاً کاتب ابو الحسن علی ابن محمد ابن محمد ابن سعید یحصبی لوشی جو مشہور محدث تھے اور ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے ابو بکر محمد، یہ دونوں بزرگ محمد بن یوسف کے مشہور کاتب ہیں۔ مدرسین میں سے ابو بکر بن خطاب جیسے علامہ شخص نے یہ خدمت انجام دی۔

قضاۃ

عہدۂ قضا پر متعدد اشخاص مامور ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔ قاضی ابو عامر یحیٰی ابن عبد الرحمان ابن ربیع اشعری جو خاندانی عظمت، اثر، جلالت منصب اور وسعت علم میں اندلس کے ایک جلیل القدر شخص تھے۔ ان کے بعد فقیہ ابو عبد اللہ محمد ابن ابراہیم ابن عبد الجلیل ابن غالب انصاری خزرجی۔ ان کے بعد ابو عبد اللہ محمد ابن محمد ابن ابراہیم ابن عبد السلام تمیمی۔ یہ ایک دیندار اور شریف آدمی تھے۔ اور قاضیوں میں عدل و انصاف کا ان پر خاتمہ ہو گیا۔ ان کے بعد فقیہ قاضی ابو عبد اللہ محمد ابن عیاض ابن موسیٰ یحصبی، پھر ان کے بعد قاضی ابو عبد اللہ ابن اضحیٰ، ان کا خاندان مشہور ہے پھر قاضی ابو بکر محمد ابن فتح ابن علی اشبیلی، ان کا لقب الاسیرون تھا اور یہ اس دور کے آخر قاضی تھے۔

ہمعصر بادشاہان مغرب

مامون الموحدین ادریس والئ مراکش تھے جن کے ساتھ ابو زکریا یحیٰی ابن ناصر ابن منصور ابن عبد المومن جبل میں مقابلہ

کرتے رہے۔ سنہ ۶۳۰ھ میں مامون نے وفات پائی اور رشید ابو محمد عبد الواحد والی مراکش ہوئے۔ ان کے بعد ابو حفص عمر ابن اسحٰق مرتضیٰ والی ہوئے اور سنہ ۶۶۵ ہجری تک جبکہ ادریس واثق ابو دبوس نے ان کو قتل کیا والی رہے۔

ابو حفص کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد بنو عامر مراکش کے والی ہوگئے اور محمد ابن یوسف کے عہد میں خاندان بنو عامر کے کئی بزرگ مثلاً امیر عثمان، ابو حمو اور ان کے بھائی ابو یحیٰی ابن عبد الحق یکے بعد دیگرے والی ہوتے گئے، اور ان کے آخر عہد میں ابو یوسف یعقوب ابن عبد الحق ابن حمیو جو خاندان مذکور کے سب سے زیادہ سن رسیدہ بادشاہ تھے والی تھے۔

تلمسان کے بادشاہ یغمراسن بن زیّان تھے، یہ اپنے خاندان کے پہلے بادشاہ تھے اور اگرچہ ان کے بڑے بھائی بھی تھوڑے دن تک حاکم رہے تھے لیکن یغمراسن پہلے شخص تھے جنھوں نے سلطنت کو مستحکم کیا اور شہرت و ناموری حاصل کی۔

تونس میں امیر ابو زکریا یحیٰی ابن عبد اللہ ابن ابی حفص حکمراں تھے۔ سلطان مترجم (محمد ابن یوسف) نے نامہ و پیام کرکے ان سے مدد طلب کی اور اعانت حاصل کی تھی۔ امیر ابو زکریا کے بعد ان کے بیٹے المستنصر ابو عبد اللہ والی تونس ہوئے اور سلطان کے فرزند کے ابتدائی عہد تک والی رہے۔ سنہ ۶۷۱ ہجری میں سلطان کے فرزند نے ان سے مدد طلب کی اور اعانت حاصل کی۔

قشتالہ کا حاکم ہرانده ابن الہنشہ ابن شانجہ تھا جس نے قرطبہ اور اشبیلیہ پر قبضہ کرلیا تھا۔ ہرانده کے بعد اس کا بیٹا الفنش حاکم ہوا اور سلطان کی پوری مدت ولایت اور ان کے بیٹے کے ابتدائی عہد تک مسلسل تینتیس ۳۳ برس حکمراں رہا۔

ارغون کا حاکم جالمش ابن بطرہ ابن الفنش قمط برشونہ تھا۔ اسی جالمش نے ابو جمیل زیان ابن مردنیش سے بلنسیہ چھین کر اس کو اپنا دار السلطنت بنایا تھا۔

متفرق واقعات ابن ابی خالد نے جس وقت وہ غرناطہ میں تھے محمد ابن یوسف کے لئے سلطنت کی تحریک کی اور لحیان سے جہاں وہ

اس وقت مقیم تھے ان کو غرناطہ بلایا جیسا کہ ابن ابی خالد کے ترجمہ میں ذکر کیا جا چکا ہے۔ ۶۳۵ھ میں روسار غرناطہ نے اپنے دو شیخ ابو بکر بن کاتب اور ابو جعفر بیزولی کو اپنی طرف سے بیعت کرنے کے لئے سلطان محمد ابن یوسف کے پاس بھیجا اور اس کے بعد سلطان موصوف غرناطہ گئے۔

ابن عذاری نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ جس وقت سلطان غرناطہ پہنچے، ان کی ہیئت و پوشاک اچھی نہیں تھی۔ انھوں نے ارادہ کیا کہ رات کا وقت غرناطہ کے باہر بسر کریں اور صبح کو غرناطہ میں داخل ہوں۔ پھر کچھ سوچ کر بنظر احتیاط غروب آفتاب کے وقت شہر میں داخل ہوگئے۔

محمد بسطی نے بیان کیا ہے کہ ہم نے سلطان کو اس حالت سے غرناطہ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا کہ ان کے بدن پر ایک شاشیہ لپٹی ہوئی تھی جس کے شانہ کے بال اڑے اور جلے ہوئے تھے۔ جس وقت وہ قصبہ کی جامع مسجد کے دروازہ پر اُترے مؤذن، مغرب کی اذان میں حیّ علی الصّلوٰۃ حیّ علی الفلاح کہہ رہا تھا۔ ابو المجد مرادی اس دن کا امام مسجد غیر حاضر تھا۔ شیخ نے سلطان کو محراب کی طرف بڑھا دیا اور انھوں نے اسی ہیئت و وضع میں نماز پڑھائی۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اذا جاء نصر اللہ اور دوسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھی پھر شمع کی روشنی کے ساتھ قصر بادیس میں داخل ہوئے۔

۶۳۶ھ میں سلطان نے طاغیہ روم کے ساتھ امن کا معاہدہ کیا جس کی شرطوں کے مطابق جیان ہاتھ سے نکل گیا۔ اسی سنہ میں دشمن کو جس نے عین دار السلطنت کے سامنے حملہ کیا اور ایک برید کے فاصلہ پر حصن بلش میں قلعہ بند تھا شکست فاش دی۔ یہ ایک عظیم الشّان فتح تھی اور اس کے بعد اللہ کا فضل واحسان ہمیشہ ان کے ساتھ رہا جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے۔

اثناء ۶۶۲ھ میں طاغیۂ روم کے ساتھ صلح کر کے امن کا معاہدہ کیا، اپنے ولی عہد کے لئے بیعت لی اور قبائل کو جہاد پر آمادہ کیا۔

ولادت | سلطان محمد ابن یوسف ۵۹۵ھ میں دراکہ کے سال بمقام ارجونہ پیدا ہوئے۔

وفات | نصف جمادی الاخری ۶۷۱ھ میں جب کہ وہ بہت بوڑھے ہو گئے تھے چند سرداران قبائل اپنے اپنے علاقہ کی مسلح فوج ساتھ لے کر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ ان لوگوں سے ملنے کے لئے دار السلطنت کے باہر گئے - واپسی میں سواری ہی پر فالج میں مبتلا ہو گئے اور راہ میں سواری سے گر گئے - اس وقت ان کا ایک غلام صابر الکبیر نام ردلیف تھا - روز جمعہ ۲۹ ماہ جمادی الاخری سنہ مذکور میں وفات پائی - اور جامعۂ عتیقہ کے اندر مقبرۂ سنام الشبیکہ میں دفن کئے گئے۔

لوح مزار | قبر پر اس وقت ذیل کی عبارت منقوش ہے :-

هذا قبر السلطان الاعلى اعز المسلمين
والاسلام فخر الليالی والايام غياث
الامة غيث الرحمة قطب الملة
نور الشريعة حامی السنة سيف
الحق كافل الخلق اسد الهيجا حمام
الاعدا قوام الامور ضابط الثغور
كاسر الجيوش قامع الطغاة قاهر
الكفرة والبغاة امير المسلمين علم
المهتدين قدوة المتقين عصمة الدين
شرف الملوك والسلاطين الغالب
بالله المجاهد فی سبيل الله امير المسلمين
محمد ابن يوسف ابن نصر الانصاری
رفعه الله الی اعلی عليين والحقه
بالذين انعم الله من النبيين ....

یہ اس بلند مرتبہ سلطان کی قبر ہے جو مسلمان اور اسلام میں سب سے زیادہ معزز تھا، راتوں اور دنوں کا فخر، امت کا فریاد رس، رحمت کا ابر، ملت کا قطب، شریعت کا نور، سنت کا حامی، حق کی تلوار، خلق کا خبر گیراں، میدان جنگ کا شیر، دشمنوں کی موت، امور کو درست رکھنے والا، قلعوں کا انتظام کرنے والا، فوجوں کو شکست دینے والا، سرکشوں کی سرکوبی کرنے والا، کافروں اور باغیوں کو مغلوب رکھنے والا، مسلمانوں کا امیر، ہدایت یافتوں کا علم بردار، پرہیزگاروں کا پیشوا، دین کا محافظ، ملوک و سلاطین کا شرف، غالب باللہ مجاہد فی سبیل اللہ امیر المسلمین محمد ابن یوسف ابن نصر انصاری اللہ ان کو اعلیٰ علیین کی بلندی تک لے جائے اور انبیا و صدیقین اور شہدا و صالحین کے ساتھ

والصدیقین والشہداء والصالحین۔

ولد رضی اللہ عنہ وآتاہ رحمۃ من لدنہ عام خمسۃ وتسعین وخمس مایۃ وبویع لہ یوم الجمعۃ السادس والعشرین من عام احد وخمسین وست مایۃ وکانت وفاتہ یوم الجمعۃ بعد صلاۃ العصر التاسع والعشرین لجمادی الآخرۃ عام احد وسبعین وست مایۃ۔

فسبحان من لا یفنی سلطانہ ولا یبید ملکہ ولا ینقضی زمانہ لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم۔

ملا دے جن پر اس نے انعام کیا ہے۔

سلطان اللہ ان سے راضی ہو اور ان پر اپنی رحمت نازل کرے ۵۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور جمعہ کے دن ۲۶ جمادی الاخری ۶۵۱ھ کو ان کی بیعت ہوئی اور جمعہ ہی کے روز نماز عصر کے بعد ۲۹ ماہ جمادی الاخری ۶۷۱ھ میں ان کی وفات واقع ہوئی۔

پس پاک ہے وہ جس کی سلطنت کو فنا اور جس کی حکومت کو زوال اور جس کے زمانہ کو انقضا نہیں۔ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی رحمٰن ورحیم۔

قبر کی دوسری جانب اشعار ذیل کھدے ہوئے ہیں:۔

هذا محل العلاء والمجد والكرم
قبر الامام الهمام الطاهر العلم
لله ما ضم هذا اللحد من شرف
جم ومن شيم علوية الشيم
بالجود والباس ما تحوي صفايحه
لا باس عنترة ولا ندى هرم
مغنى الكرامة والرضوان يعهده
فخر الملوك جليل الذات والشيم
مقامه في كلا يومي ندى ووغى
كالغيث في مجده والليث في اجم
مآثر تليت آياتها سورا
تقر بالحق فيها جملة الامم
كانه لم يسر في محفل لجب

یہ بلندی بزرگی اور کرم کا محل ہے
عظیم الشان پاک اور نامور امام کی قبر ہے
اللہ ہی جانتا ہے اس لحد میں کتنا بڑا شرف
اور کیسی کیسی عالی خصلتیں دفن ہیں۔
اس قبر کی پٹیوں میں وہ کرم اور شجاعت دفن ہے۔
جس کے سامنے عنترہ کی شجاعت اور ہرم کی سخاوت ہیچ ہیں۔
کرامت و رضوان کی منزل ممدوح کو پہچانتی ہے۔
وہ بادشاہوں کا فخر اور ذات وصفات میں بزرگ ہے
فیاضی اور جنگ دونوں دنوں میں اس کا مقام ایسا تھا
جیسا کہ بلندی میں ابر کا اور کچھار میں شیر کا
ان کے آثر کے تمام
قومیں بجا طور پر مقر ہیں
(یا اب یہ حال ہے کہ) گویا ان کو کبھی اتنی بڑی محفل کی

تضيق منه بلاد العرب والعجم
ولم يباد العدى امنه ببادرة
ليفتر منها الهدى عن ثغر مبتسم
ولم يجهز لهم خيلا مضمرة
لا يشرب الماء الا من قليب دم
ولم يقم حكم عدل في سياسته
تاوى رعيته عنده الى حرم
من كان يجهل ما اولاه من نعم
وما حواه لدين الله من حرم
فتلك آثاره في كل مكرمة
ابدى واوضح من نار على علم
لازال تهمى على قبر تضمنه
سحايب الرحمة الوكافة الديم

مسرت نہیں حاصل ہوئی جس کے لئے ممالک عرب و عجم تنگ ہوں۔ اور گویا کبھی دشمنوں نے ان کا وہ جوش غضب نہیں دیکھا جس میں سکون ان کی خوش مزاجی ہی کی خصلت سے پیدا ہوتا تھا اور گویا کبھی انھوں نے دشمنوں کے لئے ایسے گھوڑے نہیں طیار کئے جو صرف خون کے کنوئیں کا پانی پیتے ہیں۔ اور گویا ان کی سیاست میں کبھی کوئی ایسا عادلانہ حکم نہیں جاری ہوا جس سے ان کی رعیت کو حرم میں پناہ لینی پڑی ہو کون شخص ان نعمتوں سے جو اللہ نے ان کو عنایت کیں اور اللہ کے دین کی جو حرمت ان کے دل میں تھی ناواقف ہے ان کے یہ آثار ہر شریفانہ کام میں نشان راہ کی آگ سے زیادہ نمایاں اور واضح ہیں جس قبر کے اندر وہ ہیں اس پر ہمیشہ رحمت کی بدلیاں چھائی ہوئی آہستہ آہستہ پانی چھڑکتی رہیں۔

محمد بن عبد اللہ

نام و نسب محمد نام سلسلۂ نسب یہ ہے محمد ابن عبد اللہ ابن ابی عامر ابن محمد ابن عبد اللہ ابن عامر ابن محمد ابن ولید ابن یزید ابن عبد الملک معافری قحطانی۔

محمد ایک کامیاب اقبال مند محنت وسعی کرنے والے اور فنون سیاست کے جامع شخص تھے۔ سرزمین مغرب میں ان کی وہی حیثیت تھی جو دولت بنو امیہ میں حجاج کی۔ عقل و دانش کمال فطرت اور جہاد کی علامتیں ان کی صورت سے نمایاں تھیں۔ وہ جہاد جس کے عظیم الشان آثار کافروں کے وسط ملک میں ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں اللہ ان پر رحمت نازل کرے۔

اوّلیت محمد کے دادا عبد الملک اندلس میں اس جماعت کے ساتھ آئے تھے جو طارق ابن زیاد اور موسیٰ ابن نصیر کے ساتھ سب سے پہلے اندلس داخل ہوئی اور فتح اندلس میں ان کا کارنامہ قابل تعریف رہا۔ محمد ابن عسان نے جو محمد (صاحب ترجمہ) کا مداح تھا اشعار ذیل میں اسی کارنامہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وکل عدو انت تهزم جیشه
وکل فتوح عنك تفتح بابها
وانك من عبد الملیك الذی له
حلا فتح قرطاجنة وانتهابها
حباها ابو مروان جدك قابضا
بكف تلید طعنها وضرابها

اور کوئی دشمن ہو آپ اس کی فوج کو شکست دیتے ہیں اور کوئی فتح ہو اس کا دروازہ آپ کے ذریعہ سے کھلتا ہے بلاشبہ آپ اس عبد الملک کی نسل سے ہیں جنھوں نے قرطاجنہ کو فتح اور اس پر قبضہ کیا تھا آپ کے دادا ابو مروان نے قابض رہ کر اس کی ایسے ہاتھ سے حفاظت کی جس کے لئے نیزہ اور تلوار چلانا قدیم عادت تھی۔

وان سہمت فی الشرک من بعد فتحہ — قرطاجنہ کی فتح سے شرک کے ملک میں فتوح
فتوح فمصروف الیک ثوابہا — آسان ہوگئیں اور ان کا ثواب آپ ہی کی طرف رجوع ہوتا ہے۔

عبد الملک ابتدائے فتح میں جزیرۂ خضرا میں مقیم ہوئے اور اہل جزیرہ کے سردار بن گئے وہاں ان کی نسل بہت بڑھی اور اس خاندان میں عزت ونام آوری بہ کثرت ظاہر ہوتی رہی پھر ان لوگوں نے قرطبہ میں خلفار کے قریب سکونت اختیار کی۔

محمد کے والد ایک دیندار پارسا اور تارک الدنیا شخص تھے اور سلطان کی مجلس میں نہیں جاتے تھے۔ سماعت حدیث کے بعد انھوں نے فریضۂ حج ادا کیا اور واپسی میں طرابلس الغرب میں ان کا انتقال ہوگیا۔

حال

محمد ایک یگانۂ روزگار اور اکابر ملت میں سے تھے وہ پیہم کامیابی اور فوری فائدہ حاصل کر لینے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ اور دور اندیش چالاک اقطار سیادت کے محیط تھے۔ دور دراز کی خبریں رکھتے تھے۔ بڑی بڑی امیدیں قائم کرتے تھے فیاض تھے اور لوگوں کے کام آتے تھے اشراف کو کھینچ بلاتے اور دلوں کو مائل کر لیتے تھے۔ رخنوں کو بند اور خرابیوں کو زائل کر دیتے اور استبداد (ذاتی اقتدار) سے کام لینا خوب جانتے تھے۔ نیک نامی کے طالب تھے اور بڑے صبر سے کام لیتے تھے سخی تھے بلند نظر تھے تلوار کے حریص تھے صاحب ہیبت اور صائب الرائے تھے چہرہ متفکر اور ہاتھ خالی رہتا تھا اور فتح حاصل کرنے سفر کے عادی ہونے اور کام کا بار اٹھا لینے میں اللہ جل جلالہ کی قدرت کا نمونہ تھے۔

ہوشیاری اور نام نمود

مورخ کہتا ہے کہ محمد نے ابتدا میں اپنے چچا اور ماموں کے طریقہ پر چل کر قاضیوں کی روش اختیار کی اور کم سنی ہی میں حدیث میں مشغول ہو گئے بہت سی حدیثیں لکھ ڈالیں اور بڑے بڑے جلیل القدر محدثین سے جا کر ملے۔ پھر خلیفۃ الحکم کے درباریوں میں شامل ہو کر خلیفہ کے ساتھ رہنے لگے اور ان کی طرف سے قضا و امامت وغیرہ کا کام انجام دیتے رہے پھر اس سے استعفا دے دیا اور اپنی روش چھوڑ کر اہل حرمت

(متوسلین سلطنت جو خاص امتیازات و حقوق رکھتے ہیں) میں داخل ہو گئے۔ خلیفہ نے ان کو اپنے بیٹے ہشام کی ماں کی خدمت کے لئے خاص کر دیا اور انھوں نے ولی عہد کے ذریعہ سے ان کی والدہ مکرمہ کی خدمت میں اپنی عزت و مرتبت بہت بڑھالی۔ لوگ ان کے حاجتمند ہو گئے اور ان کے دروازہ پر ہجوم رہنے لگا۔ ان کی عام حاجت روائی، عزت کے ساتھ ملنا، باریابی میں آسانی اور حسن اخلاق نے سلطان کے اگلے مصاحبین کو اہل حاجت کے دلوں سے بھلا دیا۔ غرض ان کا اثر و اقتدار وسیع ہو گیا اور جب مساعدت تقدیر سے وہ امیر المسلمین ہو گئے تو ان کی عزت و شہرت اس درجہ پر پہنچ گئی جس کے اوپر کوئی درجہ نہیں ہے۔

ذاتی اوصاف مورخ کہتا ہے "دولت عامریہ" میں مذکور ہے کہ محمد کو امارت حاصل کرنے میں اس سے بڑی مدد ملی کہ اقبال مندی کے ساتھ ساتھ ان کی ذات میں چند ایسی خصلتیں جمع ہو گئی تھیں جو سابق امرا میں مجتمع نہیں تھیں۔ یعنی جود، وقار، متانت، ہیبت، عدل، امن، شوق عمارت، دولت کو بڑھانا۔ رعیت کو قابو میں رکھنا اور بغیر اس کے کہ خود ان کے دینی جوش میں کچھ فتور واقع ہوا ہو رعیت کو مجادلہ و مناظرہ اور ہنگامہ آرائی کے ترک پر مجبور کرنا اور نیت درست رکھنا۔ مورخ نے ہر فصل کو شرح و بسط سے بیان کیا ہے اور اس کے متعلق منصور سے جو کچھ منقول ہے سب کو جمع کر دیا ہے۔

غزوات و فتوح اس شخص نے اللہ ان پر رحمت نازل کرے قریبًا پچاس غزوات مسلسل بذات خود انجام دئے اور بلاد کفر کو فتح کر کے اس کی طاقت و قوت کا خاتمہ کر دیا، رؤسا کو ذلیل کیا، صلیب کو توڑا، اور اندرون ملک پہنچ کر ان کو خراج ادا کرنے پر مجبور کیا۔ یہاں تک کہ خود شہنشاہ روم ان سے ملنے آیا اور ان کے ساتھ رشتہ قایم کرنے کی غرض سے اپنی بیٹی ان کو نذر کی چنانچہ ان کی سب سے زیادہ چہیتی بیوی یہی لڑکی تھی اور دینداری و لیاقت میں ان کی سب بیویوں سے بڑھی ہوئی تھی۔

بادشاہان روم سے ملنے کے لئے جو ان کے تخت کو بوسہ دینے کے لئے آیا کرتے تھے انھوں نے بارہ دربار منعقد کئے۔

اشعار اشعار ذیل محمد کی طرف منسوب ہیں:۔

رميت بنفسي حول كل عظيمة
وخاطرت والحر الكريم يخاطر
وما صاحبي الاجنان مشيع
واسمر خطي وابيض باتر
واني لازجرا الجيوش الى الوغا
اسود تلاقيها اسود خوادر
وسدت بنفسي اهل كل سيادة
وكاثرت حتى لم اجد من اكاثر
وما شدت بنيانا ولكن زيادة
على ما بنى عبد المليك وعامر
رفعنا المعالي بالعوالي سياسة
واورثناها في القديم معافر

ہم نے اپنے نفس کو ہر بڑی مصیبت کے کام میں ڈال دیا اور خطرہ برداشت کر لیا اور شریف و کریم شخص خطرہ برداشت کرتا ہے۔ اور میرا رفیق صرف میرا ڈھارس بندھانے والا دل اور خطی نیزہ اور چمک دار تلوار ہے اور بلاشبہ میں فوجوں کو میدان جنگ میں لے جانے والا شخص ہوں، وہ ایسے شیر ہیں جن کے مقابلہ میں کچھار کے شیر ہی آتے ہیں۔ اور میں اپنی ذات سے ہر ایک قسم کے سرداروں کا سردار بن گیا اور میں نے اس قدر خوبیاں اکتساب کیں کہ مجھے ایسا کوئی نہیں ملتا جس کے مقابلہ میں فخر کروں۔ اور ہم نے کوئی عمارت نہیں اُٹھائی مگر اس سے عبد الملک اور عامر کی بنائی ہوئی عمارتوں میں اضافہ ہی ہوا۔ ہم نے عزت و شرف کو نیزے کے اوپر باقتضائے سیاست قائم کیا اور ہم زمانۂ قدیم سے عزت و شرف میں معافر کے وارث چلے آتے ہیں۔

وسعتِ حکومت محمد کی حکومت صوبجات مغرب میں حدود قبلہ تک وسیع ہو گئی۔ شہر فاس کا اختیار نظم و نسق انھوں نے اپنے بیٹے کو سپرد کیا اور جنھوں نے ان علاقوں میں جا کر وہاں کے کافر بادشاہوں کو رفع دفع کیا۔

غرناطہ میں داخل ہونا صاحب دیوان نے "دولت عامریہ" میں کہا ہے کہ شہر برسلونہ میں منصور٭ اور قومس فرنگ کے مقابلہ کا حال ذکر کیا جا چکا ہے۔ عیسائیوں میں تعداد کے لحاظ سے یہ قوم سب سے بڑی ہے اور ساز و سامان اور قوت بھی سب سے زیادہ اسی کے پاس ہے نیز جس طرح اس نے بادشاہوں اور ملکوں کو مسخر اور بڑے بڑے شہروں کو فتح کیا اور فوجوں کو شکست دی اس کا ذکر بھی ہو چکا ہے۔ منصور اس کے استیصال کی زبردست خواہش دل میں لے کر برشلونہ سے واپس آئے اور ۳۷۵ھ کے موسم گرما کو

٭ شاید یہ محمد بن عبد اللہ کا لقب ہے۔ مترجم

خاص اس قوم سے جنگ کرنے کے لئے مخصوص کر دیا منصور کا یہ تیرھواں غزوہ تھا اور انھوں نے اس جنگ کے لیے بڑی تیاری اور اجتماع عام کی بڑی کوشش کی اور پورا اہتمام کیا کہ شان و شوکت میں کوئی کمی اور ساز و سامان میں کسی قسم کا نقص نہ رہ جائے اور اسی غرض سے شرق اندلس کا راستہ اختیار کیا تاکہ اس طرف کے غلّے پوری طرح کام آسکیں اور اسرہ کی راہ سے بسطہ ہوتے ہوئے تدمیر تک چلے گئے اور ان جنگوں میں بریل بادشاہ فرانس کو شکست پر شکست دیتے ہوئے شہر برجلونہ کے سامنے جاکر صف آرا ہوئے اور بروز دوشنبہ نصف ماہ صفر س۳۷۴ھ یا ۳۷۵ھ بزور شمشیر برجلونہ میں داخل ہو گئے "

میں کہتا ہوں کہ شہر اسرہ میں فوج کے ساتھ منصور کے داخل ہونے سے ان لوگوں کا دعوی ثابت ہو جاتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ معتمدین اہل اندلس اسی عہد میں غرناطہ داخل ہوئے تھے اس غزوہ میں ان شعرا میں سے جو دفتر سے وظیفہ پاتے تھے اور جن کا ذکر آگے آتا ہے منصور کے ہمراہ تھے علاوہ دوسرے طبقات کے جن کے بحر زخار کے مقابلہ میں عہدہ داروں کا طبقہ جن کی تعداد نسبتاً کم ہوا کرتی ہے۔ موجود تھا اور یہ صحت کے ساتھ معلوم ہے کہ اس غزوہ میں اصحاب ذیل شریک تھے:۔

ابوعبداللہ محمد ابن حسن طبنی ، ابوالحسن حسین ابن ولید معروف بابن جریف ، ابوالوضاح ابن شہید ، عبدالرحمان ابن احمد ، ابوالعلا صاعد ابن حسین لغوی ، ابوبکر زیادۃ اللہ ابن علی ابن حسن تمیمی ، عمر ابن نجم بغدادی - ابوالحسن علی ابن محمد قرشی عباسی ، عبد العزیز ابن خطیب محدود ، ابوعمر ابن یوسف ابن ہارون زیادی موسیٰ ابن ابی طالب ، مروان ابن عبدالحکم ابن عبدالرحمان ، یحییٰ ابن ہذیل مکفوف ، سعد ابن محمد قاضی ، ابن عمرون قرشی مروانی ، علی نقاش بغدادی ، ابوبکر یحییٰ ابن امیہ ابن وہب ، محمد ابن اسماعیل زبیدی مصنف المختصر فی اللغۃ ، احمد ابن دراج قسطلی متنبی اندلس ، ابوالفرج منیل ابن منیل اشجعی ، محمد ابن عبدالبصری وزیر ، احمد ابن عبدالملک ابن شہید ، محمد ابن عبدالملک ابن ہجود ، محمد ابن الحسن قرشی جو اہل مشرق میں سے تھے ، ابوعبیدہ حسان ابن مالک ابن ہانی طاہر ابن محمد معروف بالمہند ، محمد ابن مطرف ، سعید ابن عبداللہ تستری ولید ابن مسلمہ مرادی ، اغلب ابن سعید ، ابوالفضل احمد ابن عبدالوہاب ، احمد ابن ابی غالب رصافی ، محمد ابن مسعود بلخی ، عبادہ ابن ماءالسماء ، عبدالرحمان ابن ابی فہد ، ابوالحسن ابن المفضّٔ البجلی کاتب ،

عبد الملک ابن سہل الوزیر، عبد الملک ابن ادریس الجزیری، قاسم ابن محمد جیانی،

مورخ کہتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو یاد رہ گئے ہیں ورنہ جو لوگ اس غزوہ میں شریک تھے ان کا شمار نہیں ہو سکتا اور اسی سے اس حکومت کی عظمت اور اس کی قوت کی وسعت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

وفات اطراف قشتالہ کو تسخیر کرتے ہوئے غزوۂ فلانس وریدے کے لئے واپس آرہے تھے کہ شب دوشنبہ تاریخ ۲۷ رمضان ۳۹۲ھ کو وفات پائی اللہ ان پر رحمت نازل کرے۔ مرحوم نے اپنے بیٹے مظفر سے اپنی مشہور وصیت کے بعد یہ عہد لیا تھا کہ ان کو اسی شہر میں دفن کیا جائے جہاں ان کی وفات واقع ہو چنانچہ وہ شہر سالم کے قصر میں جس کو انھوں نے وادیٔ حجارہ میں دشمن کے سینہ پر آباد کیا تھا دفن کئے گئے اور ان کی قبر اس وقت تک مشہور ہے۔

جہاد میں ان کے کپڑوں پر جو غبار بیٹھتا تھا وہ ان کے لئے ایک بڑے ظرف میں جمع کر کے رکھا جاتا تھا۔ اللہ ان پر رحمت نازل کرے۔

لوح مزار قبر پر مندرجۂ ذیل شعر لکھ دئے گئے ہیں۔

آثاره تنبيك من اخباره
حتى كانك بالعيون تراه
تالله لا ياتي الزمان بمثله
ابدا ولا يحمي الثغور سواه

ممدوح کے آثار تم کو ان کے اخبار سے اس طرح واقف کریں گے کہ گویا تم ان کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔
اللہ کی قسم زمانہ اب ان کے مثل شخص کبھی نہیں پیدا کرے گا۔
اور اب کوئی دوسرا قلعوں کی حفاظت نہیں کرے گا۔

محمد بن عبّاد

نام و نسب

محمد نام اور معتمد لقب تھا سلسلۂ نسب یہ ہے محمد ابن عبّاد ابن محمد ابن اسماعیل ابن محمد ابن اسماعیل ابن قریش ابن عباد ابن عمر ابن اسلم ابن عمر ابن عطاف ابن نعیم لخمی۔

اولیت

محمد ابن عباد کے جد اعلیٰ عطاف اندلس میں بلج ابن بشر قشیری کے ساتھ آئے تھے جو طائفۂ بلجیہ کے اشراف میں سے تھے۔ یہ لوگ شہر حمص متعلقۂ ملک شام کے عرب ہیں اور ان کا گاؤں جس کا نام العریش ہے مصر اور شام کے درمیان حفارین کے آخر میں واقع ہے۔

عطاف اقلیم طشانہ کے ایک گاؤں میں تومیز کے قریب اشبیلیہ کے بڑے دریا کے کنارہ مقیم ہوئے اور ان کے بعد ان کے بیٹے اسماعیل سردار ہوئے۔ یہی وہ قاضی اسماعیل ہیں جن کے حیلہ و تدبیر کی شہرت ہے اور جن کی کنیت ابو الولید ہے۔ اسماعیل موصوف ہشام ابن الحکم کی طرف سے شرطۂ وسطی کے والی (درمیانی محکمۂ پولس کے افسر اعلیٰ) تھے اور نماز جمعہ کی امامت پر مامور تھے۔ اسماعیل کے جانشین ابو القاسم محمد ہوئے۔ جن کے مقابلہ کا دوسرا رئیس اشبیلیہ میں نہیں تھا اور وہاں کی دونوں وزارتوں اور فصل خصومات کا کام بھی ان کو سپرد کر دیا گیا تھا۔ ابو القاسم کی عزت و وجاہت بہت ترقی کر گئی ان کے متوسلین بہت زیادہ ہو گئے غلاموں کی تعداد میں بہت اضافہ ہو گیا اور دشمنوں نے ان کی اطاعت قبول کر لی۔ ابو القاسم کے جانشین ان کے بیٹے امیر معتضد عباد ہوئے عباد ایک نیک، دور اندیش اور پختہ رائے شخص تھے اور دشمن بھی ان کا ادب

کرتے تھے - عباد کے بعد سرداری ان کے بیٹے محمد ابن عباد کی طرف منتقل ہوئی جو زیر تذکرہ ہیں ان کی کنیت ابو القاسم تھی اور معزول ہونے کے وقت تک یہ سردار رہے -

حال تمام مورخین متفق ہیں کہ معتمد رحمہ اللہ ایک بہادر شہسوار، دلیر پہلوان، اور مشاق شاعر تھے اور اپنی رعایا میں اپنی روش کی وجہ سے ہر دل عزیز تھے - ابو النصر نے اپنی کتاب "قلائد" میں لکھا ہے کہ معتمد علی اللہ ایسے بادشاہ تھے جنھوں نے دشمن کا سر کچل دیا تھا شجاعت اور فیاضی ان کی ذات میں جمع تھی وہ دنیا میں ہدایت کے ماہ کامل بن کر طلوع ہوئے اور ان کے ہاتھوں اور انگلیوں نے ایک دم کے لئے بھی ان کے قلم اور نیزہ کو معطل نہیں رہنے دیا ان کے سارے دن عید کے دن تھے اور وہ ہر وقت فائدہ پہنچانے کے لئے طیار رہتے تھے -

پہلے انھوں نے اپنا لقب "ظافر" رکھا پھر جب "اعتماد" نامی جاریہ ان کو ملی تو اس کی محبت میں "معتمد" لقب اختیار کیا اور غایت الفت سے یہ چاہا کہ ان کے لقب اور اس کے نام کے حروف متحد ہوں -

وزراء ابن زیدون اور ابن عماد وغیرہ ان کے وزیر تھے -

فرزندان جو بادشاہ بنائے گئے ایک فرزند کا نام عبید اللہ کنیت ابو الحسن اور لقب رشید تھا - مرابطین سے مدد طلب کرنے میں رشید نے باپ کی رائے سے اختلاف کیا اور اشارتاً یہ کہا تھا کہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سلطنت ہاتھ سے نکل جائے گی اور اس کے جواب میں باپ نے کہا تھا کہ "اونٹ چرانا سور چرانے سے زیادہ بہتر ہے" - باپ نے ان کو ولی عہد بنایا تھا اور اشبیلیہ میں ان کے واسطے بیعت لی گئی تھی - باپ کے ساتھ یہ بھی عدوہ بھیجے گئے -

دوسرے کا نام "عباد اور لقب المامون" تھا - ان کے واسطے قرطبہ میں بیعت لی گئی تھی اور یہ وہیں قتل ہوئے - ان کا سر دشمن یعنی مرابطین کی فرودگاہ میں جو اشبیلیہ میں ان کے والد کا محاصرہ کئے ہوئے تھے بھیجا گیا -

تیسرے کا نام "یزید" اور لقب "راضی" تھا۔ باپ نے ان کو رندہ کا والی بنایا تھا اور جب لمتونیین نے رندہ پر قبضہ کیا اس وقت یہ وہاں قتل ہوئے۔

چوتھے کا نام عبداللہ" اور کنیت "ابوبکر" تھی۔

یہ چاروں جو بادشاہ بنائے گئے تھے معتمد کی جاریہ اعتماد کے بطن سے تھے جو ایک نہایت عالی مرتبہ عورت تھی اور اپنے مولی رمیک ابن حجاج کے انتساب سے رمیکیہ مشہور تھی جو ....

ایک واقعۂ عظیم شہر طلیطلہ پر بلا جنگ و جدال قبضہ کرلینے سے اذفونش ابن فرولند کی حرص بڑھ گئی وہ معتمد کو دق کرنے لگا اور مسلمانوں کو اس کے ظلم و تعدی سے محفوظ رکھنے کے لئے جو خراج اس کو دیا جاتا تھا اور جس کا دیا جانا اسی شرط پر منظور کیا گیا تھا اس کے لئے معتمد پر وہ تشدد کرنے اور الزام لگانے لگا اور اس کو بلاد اسلام پر قبضہ کرنے کی طمع دامنگیر ہوگئی۔

بعض مورخین نے بیان کیا ہے کہ اذفونش نے اپنے آخر زمانے میں خراج مذکور وصول کرنے کے لئے رؤساء نصاریٰ کی ایک جماعت کے ہمراہ اپنا قاصد معتمد کے پاس بھیجا۔ یہ لوگ باب اشبیلیہ کے باہر ٹھہرے معتمد نے رقم ان کے پاس بھیج دی۔ قاصد نے کہا کہ ہم یہ سکہ نہیں بلکہ خالص سونا لیں گے اور آیندہ سال سے اجفان شہر کے سوا اور کچھ نہیں قبول کیا جائے گا۔ معتمد نے یہ سن کر قاصد اور اس کے ہمراہی نصاریٰ کو گرفتار کر لیا اور سب کو سخت سزا دی۔ یہودی (قاصد) نے اپنی جان کی عوض میں اپنے جسم کے ہموزن سونا دینے کا اقرار کیا لیکن معتمد نے منظور نہیں کیا بلکہ اس کو قتل کر دیا۔ اور نصاریٰ کو قید رکھا، طاغیہ نے ان کی رہائی کے لئے معتمد کو خط لکھا لیکن انھوں نے رہا کرنے سے انکار کر دیا اور لمتونیین سے مدد طلب کرنے دریا عبور کرکے بذات خود ان کے پاس گئے۔ طاغیہ نے سخت قسمیں کھائیں کہ وہ معتمد کو بغیر بدلہ لئے نہیں چھوڑے گا۔ معتمد کی حمیت بھی جوش میں آئی اور انھوں نے مرابطین کو لے آنے کی کوشش کی اور جنگ زلاقہ میں طاغیہ کو ایسی سخت شکست دی جو سب کو معلوم ہے۔

اس جنگ کی آگ خود معتمد نے بھڑکائی تھی اس لئے محنت و تکلیف بھی انھوں نے زیادہ اُٹھائی ان کے سر اور بدن پر متعدد زخم لگے اور ان کے صبر کی بڑی شہرت ہوئی اللہ ان پر رحمت نازل کرے۔

ابوبکر بن عبادہ نے ان ہی زخموں کے متعلق کہا ہے۔

وقالوا كفه جرحت فقلنا
اعاديه تواقعها الجراح

لوگوں نے کہا کہ ان کا ہاتھ مجروح ہو گیا اس پر ہم نے کہا زخم تو ان کے دشمنوں کو لگے ہیں۔

وما اثر الجراحة ما رأيتم
فتوهنها المناصل والرماح

اور جو تم نے دیکھا ہے وہ زخم کا اثر نہیں ہے کہ تلواریں اور نیزے اس کو کمزور کر دیں۔

ولكن فاض سيل الباس فيها
ففيها من مجاريها السياح

بلکہ اس ہاتھ میں شجاعت کا سیلاب جوش میں آگیا تھا اور بہنے کے راستوں سے اس میں بہنے لگا تھا

وقد صحت وسحت بالاماني
وفاض الجود منها والسماح

اور اب وہ تندرست ہے اور آرزوئیں اُنڈیل رہا ہے اور اس سے داد و دہش اُبل رہی ہے۔

رأى منه ابو يعقوب فيها
عقابا لا يهاض له جناح

ابو یعقوب نے ممدوح کو ایسا عقاب پایا جس کا بازو کبھی نہیں ٹوٹتا۔

فقال له لك القدح المعلى
اذا ضربت بمشهدك القداح

تو اس نے ان سے کہا کہ جب مقابلے کے تیر چلائے جائیں گے تو پانسہ آپ کے حق میں ہوگا۔

شہر میں داخل ہونے کے وقت جب شور و ہنگامہ ان کے قریب پہنچا۔ اس وقت وہ اپنے چند غلاموں کے ساتھ سوار ہو کر باہر نکلے۔ جسم پر صرف ایک قمیص تھی جس کے اندر سے بدن نظر آرہا تھا اور ہاتھ میں ننگی تلوار تھی وہ سیدھے باب الفرج گئے اور اندر گھسنے والوں سے مقابلہ کر کے ان کو پیچھے ہٹایا اور ان کے ایک سوار کو قتل کیا۔ وہ لوگ ان کے سامنے گھبرا گئے اور دروازہ کے پیچھے ہو گئے انھوں نے دروازہ بند کرا دیا۔ جس سے سکون پیدا ہو گیا اور اپنے محل میں واپس آگئے۔ اسی واقعہ کے متعلق خود کہا ہے۔

ان يسلب القوم العدا
ملكي وتسلمني الجموع

اگر دشمنوں کی قوم نے میرا ملک چھین لیا اور فوج نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔

فالقلب بين ضلوعه	پھر بھی قلب اپنے پسلیوں کے درمیان موجود ہے
لم تسلم القلب الضلوع	اور پسلیوں نے دل کو نہیں چھوڑا ہے۔
قد رمت يوم قتالهم	ہم نے دشمنوں سے جنگ کے دن یہ ارادہ کیا
ان لا تحصنني الدروع	کہ زرہیں میری حفاظت نہ کریں۔
وبرزت ليس سوى القميص	اور اس حالت سے باہر نکلے کہ قمیص کے سوا
من الحشا شيئ الدفوع	میری جان کی حفاظت کرنے والی دوسری کوئی چیز نہیں تھی
وبذلت نفسي كي تسيل	اور ہم نے اپنے نفس کو اس لئے وقف کر دیا ہے کہ
اذا يسيل بها النجيع	جب اس سے کچھ نکلے تو خون نکلے۔
اجلي تاخر لم يكن	میری موت نے اس وجہ سے تاخیر کی کہ
يهواه ذلي والخشوع	میری ذلت ورسوائی اس کو نہیں چاہتی تھی
ماسرت قط الى القتا	ہم کبھی قتال میں اس طرح نہیں گئے
ل وكان من املي الرجوع	کہ ہم کو واپس آنے کی امید ہو۔
شيم الاولى انا منهم	ہم جن لوگوں کی نسل سے ہیں ان کی یہی خصلت تھی
والاصل تتبعه الفروع	اور فروع اپنے اصل کا اتباع کرتی ہی ہیں۔

فیاضی

معتمد کی فیاضی کے حالات مشہور ہیں اور ان میں سے جو واقعات ان کی عزت اور مال و دولت و لوازم سلطنت کے افراط کی حالت کے بیان کئے جاتے ہیں تعجب انگیز ہیں۔

کسی خصلت اور عادت خلقی کی معتبر شہادت یہ ہے کہ تنگ دستی، فراخ حالی اور انقلاب روزگار غرض ہر حال میں باقی رہے اور کسی وقت ساتھ نہ چھوڑے۔ طنجہ کی راہ سے سواحل جاتے ہوئے جس وقت معتمد بیرون طنجہ ٹھہرے ہوئے تھے حصری شاعر نے بغیر کسی حق کے صریح قابل نفرت اشعار جو بے موقع و بے محل بھی تھے لکھ کر ان سے سوال کیا کہتے ہیں کہ اس وقت ان کے پاس تیس دینار عبادیہ کے سوا اور کچھ نہیں تھا جو بوقت ضرورت تکلیف و نقصان سے بچنے کے خیال سے ایک ڈبہ میں ساتھ رکھ لئے گئے تھے معتمد نے وہی ڈبہ سربمہر کرکے اس کے اندر چند اشعار کا ایک قطعہ کمی کے

عذر میں لکھ کر بھیج دیا اور ان کی خواہش یہ تھی کہ دینار کی اس صورت حال کا لحاظ کیا جائے لیکن حصری نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا اس پر معتمد نے اس کے پاس حسب ذیل اشعار لکھ بھیجے :-

قل لمن قد اجمع العلم	اس شخص سے کہو جس نے علم حاصل کیا
وما احصیٰ ثوابہ	اور اس کا کافی صلہ نہیں پایا
کان فی الصرۃ شعر	تھیلی میں ایک شعر تھا
فننتظر نا جوابہ	اور ہم اس کے جواب کے منتظر ہیں
قد اتیناک فھلا	ہم آپ کے پاس آئے
جلب الشعر ثوابہ	پھر شعر نے اپنا صلہ کیوں نہیں پایا

حلم ایک دفعہ معتمد کے اعیان دولت نے ایک نظم ان کی خدمت میں پیش کر کے ان کو ابو الولید ابن زیدون کے برخلاف اشتعال دینا چاہا ابو الولید ایک مشہور شخص ہیں اور وہ نظم حسب ذیل ہے :-

یا ایھا الملک الاعز الاعظم	اے نہایت معزز اور بڑے باعظمت بادشاہ جو
اقطع وریدی کل باغ ینئم	باغی آواز نکالے اس کی دونوں رگ گردن کاٹ دیجئے۔
واحسم بسیفک داع کل منافق	اور اپنی تلوار سے ہر منافق کے مرض کو زائل فرمائیے
یبدی الجمیل وضد ذلک یکتم	جو خیر خواہی ظاہر کرتا اور دل میں مخالفت پوشیدہ رکھتا ہے
لا تحقرن من الکلام قلیلہ	تھوڑے کلام کو ہرگز حقیر نہ سمجھئے۔
ان الکلام لہ سیوف تکلم	حقیقت یہ ہے کہ کلام کی بھی تلواریں ہیں جو مجروح کرتی ہیں
والملک یحمی ملکہ عن لفظۃ	اور بادشاہ اپنے ملک کی ایسے ایک لفظ سے بھی حفاظت کرتے
تسری فتجلی عن دواہ وتعظم	ہیں جو اندر اندر اس قدر پھیل جائے کہ اس کا علاج نہ ہو سکے
فضلا عن الکلم التی قد اصبحت	پھر ان کلمات کی نسبت کیا کہا جائے جن کو ہمارے
غوغاؤنا جھرا بہ تتکلم	اشرار برملا بولتے رہتے ہیں۔
فاللہ یعلم ان کل مومل	پھر اللہ ہی جانتا ہے کہ ہر امیدوار
مثلی علی حذر وخوف منھم	میری طرح ان سے احتیاط اور خوف کرتا ہے۔

فالدمع من اجفاننا متہلل
والنار فی احشائنا تتضرم
ولقد علمت ولن ینصرک الہدی
فلانت اہدی فی الامور واعلم
ان الملوک تخاف من ابنائہا
فتحل من مہجاتہم ما یحرم
ولذاک قیل الملک اعقم لم یزل
فیہ الولی یثیر حربا تضرم
فاحسم دواعی کل شر دونہ
فالداء یسری ان غدا لا یحسم
کم سقط زند قد نما حتی غدا
برکان نار کل شیٔ یحطم
وکذلک السیل الجحاف فانما
اولاہ طل ثم وبل یسجم
والمال یخرج اہلہ عن حدہم
فافہم فانک بالبواطن افہم
واذکر صنیع ابیک اول مرۃ
فی کل متہم فانک تعلم
لم یبق منہم من توقع شرہ
فصفت لہ الدنیا ولذ المطعم
فعلام تنکل عن صنیع مثلہ
ولانت امضی فی الخطوب واشہم
وجنانک الثبت الذی لا ینثنی
وحسامک العضب الذی لا یکہم
والحال اوسع والعوالی جمۃ

غرض ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔
اور ہمارے دلوں میں آگ بھڑک رہی ہے۔
اور بلاشک آپ خود جانتے ہیں ہم لوگ ہرگز آپ کی رہنمائی نہیں کرسکتے
آپ خود امور میں نہایت صحیح طریقہ اختیار کرتے اور ان کو جانتے ہیں۔
بادشاہ اپنے بیٹوں سے بھی ڈرتے ہیں اور
ان کی جان کو بھی جو حرام ہے حلال بنا لیتے ہیں۔
اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ سلطنت بے اولاد ہوتی ہے
اس کے لئے ولی ہی ہمیشہ جنگ کو اشتعال دیتا ہے
پس سلطنت کے سامنے سے اسباب فساد کو رفع کیجئے
بیماری اگر رفع نہیں کی جائے گی تو اندر ہی اندر پھیل جائے گی۔
چقماق کی بہتیری چنگاریاں اس قدر بڑھ گئی ہیں کہ
آگ کا پہاڑ بن گئیں جو ہر شے کو خاکستر کر دیتا ہے
اور بہا لے جانے والے سیلاب کا بھی یہی حال ہے کہ اس کی
ابتدا شبنم پھر ہلکی ہلکی بارش سے ہوتی ہے۔
اور مالدار لوگوں کو ان کا مال حد سے باہر نکال دیتا ہے
اس کو سمجھئے کہ آپ دلوں کا حال خوب سمجھتے ہیں اور
مشکوک شخص کی نسبت اپنے والد کے طرز عمل کو
ابتدا ہی میں یاد کر لیجئے کہ آپ اس کو جانتے ہیں
جس جس شخص سے ان کو فساد کا خطرہ تھا ان میں کسی کو انہوں
نے نہیں چھوڑا تب دنیا ان کیلئے صاف ہوئی اور کھانے میں مزا آیا۔
پھر آپ اسی قسم کے طرز عمل سے کیوں گھبراتے ہیں حالانکہ
آپ مشکلات میں زیادہ مستعد اور زیادہ دلیر ہیں
آپ کا دل ایسا مستقل ہے کہ پیچھے نہیں ہٹتا۔
اور آپ کی تلوار ایسی کاٹنے والی ہے کہ کند نہیں ہوتی۔
آپ کی طاقت افزوں اسلحہ کثیر

والمجد اشمخ والعريمة ضيغم	شان بلند اور عزیمت قاطع ہے۔
لا تترکن للناس موضع شبهة	لوگوں کے لئے شبہہ کی جگہ نہ چھوڑیئے۔
واحزم فمثلك في العظائم يحزم	آپ جیسے لوگ بڑے مہمات میں دور اندیشی ہی سے کام لیا کرتے ہیں۔
قد قال شاعر كندة في ما مضى	کندہ کے شاعر نے زمانۂ ماضی میں ایک بات کہی تھی
قولا على مر الليالي يعلم	جو باوجود امتداد زمانہ کے مشہور و مسلم ہے۔
"لا يسلم الشرف الرفيع من الاذى	بہترین شرف ضرر سے اس وقت تک محفوظ نہیں
حتى يراق على جوانبه الدم"	رہ سکتا جب تک کہ اس کے کنارے خون نہ بہایا جائے۔

معتمد نے اسی رقعہ پر لکھدیا:۔

كذبت مناكم صرحوا او جمجموا	تمہاری خواہشیں غلط ہیں ان کی تصریح کرو خواہ مبہم رکھو
فالدين امتن والسجية اكرم	اس لئے کہ دین سب سے زیادہ طاقتور اور اخلاق سب سے زیادہ شریف ہے
خنتم ورمتم ان اخون وانما	تم لوگوں نے خیانت کی اور یہ چاہا کہ ہم بھی خیانت کریں
حاولتم ان يستخف يلملم	اور تم نے چاہا کہ وہ یلملم اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔
واردتم تضييق صدر لم يضق	اور تم نے ایک ایسے سینہ کو تنگ بنانا چاہا جو اس حالت میں
والسمر في ثغر النحور تحطم	بھی تنگ نہیں ہوا جب کہ سینہ کے حلقوں میں نیزے ٹوٹتے رہتے ہیں
وزحفتم لمحالكم لمجرب	اور تم نے اپنے حیلوں سے ایک آزمودہ شخص پر حملہ کیا
مازال يثبت للمحال فيهزم	جو ہمیشہ حیلوں کے مقابلہ میں ثابت قدم رہتا اور شکست دیتا ہے۔
انی رجوتم غدر من جربتم	تم نے ایک ایسے شخص سے جس کی وفاداری کو تم آزما
منه الوفاء وظلم من لا يظلم	چکے ہو بیوفائی کی اور جو ظلم نہیں کرتا اس سے ظلم کی امید کیونکر قائم کرلی
انا ذلكم لا البغي يثمر غرسه	ہم وہ ہیں کہ فساد کا درخت ہمارے پاس پھل نہیں دیتا۔
عندی ولا مبنى الصنيعة يهدم	اور نہ احسان کی عمارت منہدم ہوتی ہے۔
كفوا والا فارقبوا لی بطشة	باز آؤ ورنہ ہماری ایسی گرفت کے منتظر رہو۔
يبقى السفيه بمثلها يتحلم	جس قسم کی گرفت سے احمق شخص عقلمند بن جاتا ہے۔

فی البدیہہ توقیع ونثر

جنگ زلاقہ سے فارغ ہونے کے بعد معتمد نے اپنے بیٹے رشید کے پاس نامہ بر کبوتروں کے ذریعہ حسب ذیل خط بھیجا:۔

فرزند عزیز، اللہ تم کو قائم اور سلامت رکھے اور ہر قسم کی آفتوں سے بچائے اور محفوظ رکھے۔ اور ہر طرح کی نعمتوں اور مسرّتوں سے بہرہ اندوز کرے۔

یہ خط ہم اس حالت میں لکھ رہے ہیں کہ اللہ نے دین کو عزّت دی مسلمان غالب رہے اور اللہ نے مسلمانوں کو میرے ہاتھ پر شاندار فتح عنایت کی۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی مشیت اور اس کے قضا و قدر سے اوفونش ابن فرولند کو (اللہ اس پر لعنت اور اس کو جہنّم واصل کرے اور جس طرح اس کو انتہا درجہ کی ذلت و رسوائی میں مبتلا کیا اسی طرح اس کی زندگی کو تلخ رکھے) آسانی کے ساتھ شکست ہوگئی اس کے اکثر مرد مارے گئے اور اس کی فرودگاہ میں پورے ایک دن اور رات مسلسل لوٹ ہوتی رہی اس کے مشہور و نامدار سرداروں اور بہادروں کی ایک جماعت میرے ہاتھ میں گرفتار ہے اور صرف وہی لوگ منتخب کئے گئے ہیں جو مشہور اور کارآزما تھے۔ مسلمانوں کے ہاتھ مال و اسباب غنیمت سے بھر گئے ہیں اور کوئی شبہ نہیں کہ دشمن کے بہت تھوڑے لوگ زندہ بچے ہیں اور جو بچ رہے ہیں وہ غم و الم اور ناکامی کی تلوار سے زخمی ہو رہے ہیں۔

ابھی اللہ کے فضل سے محض خفیف زخم پہنچا اور واللہ ہم بہت اچھے اور بہتر حال میں ہیں کچھ تردّد نہ کرو اور جن حالات کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے ان کے سوا کسی دوسری بات کا وہم بھی دل میں نہ لاؤ۔ اوفونش ابن فرولند اگر مارا نہ گیا تو غم سے مر جائے گا اور اگر آج موت کے پھندے میں نہ پھنسا تو کل پھنسے گا۔

میرا یہ خط جس وقت پہنچے اہل اشبیلیہ اور قرب و جوار کے تمام خاص و عام کو اور میرے مخلص دوستوں کو (اللہ ان سب کو عزّت کے ساتھ رکھے) ۔ جامع مسجد میں جمع کرکے سنا دو تاکہ وہ لوگ بھی اس خوشی سے بہرہ اندوز ہوں اور دعائے خیر کے ساتھ اللہ کا شکر بھی ادا کریں۔

لطافت وظرافت

ابوبکر دانی کا بیان ہے کہ ہم ابن عباد کا حق نعمت ادا کرنے اور ان کی پریشان حالی میں ان کے لطیف ذوق ادب

سے استفادہ کرنے کی غرض سے ان سے ملنے کو اغمات گئے ہوئے تھے۔ کہ ایک دن انھوں نے ہم سے ہماری کتابوں کا حال دریافت کیا ہم نے ان سے کہا کہ آپ کے دارالسلطنت کی لوٹ میں سب ضائع ہوگئیں۔ اسی سفر کے اثنار میں ابوالحجاج شنتری الاعلم کی شرح اشعار ستہ ایک شخص سے ہم کو عاریت مل گئی تھی اس کو ہم نے ان سے چھپایا لیکن کسی صاحب نے ان کو خبر کردی انھوں نے اپنے کرم اور حسن اخلاق سے اس معاملہ میں ہم سے گفتگو کرنا جس کو ہم نے ان سے چھپایا تھا پسند نہیں کیا اور اس کو ایک دوسرے پیرایہ میں ایسے شریفانہ عنوان سے ظاہر کیا اور اس کے لئے ایسا طریقہ اختیار کیا جس سے ان کی اعلیٰ درجہ کی شرافت نفس ظاہر ہوتی ہے۔ انھوں نے ہم کو کچھ اشعار لکھوائے منجملہ ان کے مندرجۂ ذیل خود ان کے تھے:۔

وکواکب لم ادر قبل وجوهها	اور بہتیرے ستارے ہیں کہ ہم ان کے چہروں کے قبل یہ
ان البدور تدور فی الازرار	نہیں جانتے تھے کہ ماہ کامل تکموں میں گھومتے رہتے ہیں
نادمتها فی جنح لیل دامس	ہم نے اندھیری رات کے گھنٹے میں ان کی ہمنشینی کی
فاعرتہ مثلا من الانوار	تو انھوں نے رات کو انوار عاریت دیکر روشن بنادیا
فی وسط روضة نرجس کعیونها	نرگس کے باغ کے وسط میں جو ان کی آنکھوں کے مثل تھی
ما اشبه النوار بالنوار	پھول کی کلیاں روشنی بخش ستاروں سے کس قدر مشابہت رکھتی ہیں
فاذا تواصفنا الحدیث حسبتنی	جب ہم لوگ باہم گفتگو کرتے تھے اس وقت تم ہماری نسبت
اهوی لملتقط لدر نثار	یہ خیال کرتے کہ گویا ہم جھک کر بکھرے ہوئے موتی چن رہے ہیں
واذا انکهلت ببرق ثغر باسم	اور جب ہم تبسم آمیز دانتوں کے برق کا سرمہ لگاتے
سکبت جفونی اغزر الامطار	تھے اس وقت ہماری آنکھیں شدت سے پانی برسانے لگتی تھیں
حذر الملام وخیفة عن صبوة	ملامت کے ڈر اور عشق بازی کے خوف سے
نذر الصلی درعلی شفیر هار	ہم دلوں کو انہدام پذیر کناروں پہ چھوڑ دیتے ہیں
ترك الجواری الانسات مذاهبی	مانوس جواری (لونڈیوں) کو چھوڑ دینا میرا مذہب ہے
وسوالها ظفر بستة الاشعار	اور ان کو مانگنا ستۃ الاشعار کا پانا ہے۔

اس موقع پر ہم سے ہنسی ضبط نہیں ہوسکی ہم سمجھ گئے کہ کتاب کی خبر ان کو ہوگئی ہے اور ہم نے اصلی حالت کہہ دی انھوں نے مہربانی سے عذر قبول کرلیا اور بات ٹال گئے۔ کتاب کو اپنے تین بیٹوں میں جو خوشخط اچھے ناقل اور ماہر ادیب تھے تقسیم کر دیا۔ ان لوگوں نے نقل لے لی اور بہت جلد اصلی کتاب ہم کو واپس کردی۔

تباہی امیر المومنین کو اندلس پہنچنے اور وہاں طائفہ روم پر غلبہ حاصل کرنے کو بہت دیر نہیں گزری تھی کہ امیر موصوف اور اندلس کے رؤسائے و طوائف کے تعلقات خراب ہوگئے۔ امیر موصوف نے رؤسائے اندلس کو معزول کرنے کا ارادہ کیا اور سبتہ سے فوجیں اور امدادی ٹولیاں اندلس بلالیں۔

معتمد نے ہمت سے کام لے کر اپنے قلعوں کو مستحکم کیا سازوسامان محفوظ مقاموں میں رکھے اور مدافعت کے موقعوں پر اپنے بیٹوں کو مامور کیا۔

اشبیلیہ پر جو معتمد کا مسکن اور دارالسلطنت تھا امیر سیر حملہ آور ہوا۔ اور قرطبہ پر جہاں مامون متعین تھا امیر محمد بن الحاج نے حملہ کیا۔ اور رندہ کی طرف جہاں راضی ابن معتمد تھا چند ہوشیار سرداران فوج نے پیش قدمی کی۔ عرصہ تک یہ حالت رہی کہ فریقین ایک دوسرے پر باہم حملے کرتے رہے اور اس اثناء میں ایسے ایسے واقعات پیش آتے رہے جن کی تفصیل کی اس کتاب میں گنجائش نہیں ہے۔

ماہ جمادی الآخری ۴۸۴ھ میں قرطبہ فتح ہوگیا۔ راضی مارا گیا اور اس کا سر لاکر اس کے باپ کی نظر کے سامنے گھمایا گیا۔ یکشنبہ کے روز ماہ رجب میں دس دن باقی تھے کہ دشمن قہر وغلبہ کے ساتھ اشبیلیہ میں بمقابلہ معتمد کے داخل ہوگیا اور عام غارت گری اور گھروں کی لوٹ ہوتی رہی۔ معتمد اپنے بیٹے مالک کے ساتھ مدافعت کیلئے نکلے۔ مالک جس کا لقب فخر الدولہ تھا مارا گیا اور سواروں کا ایک دستہ خود معتمد کے قریب پہنچ گیا وہ شکست کھاکر گھر کے اندر داخل ہوگئے اور جب رات کی تاریکی چھاگئی

اس وقت اپنے بڑے بیٹے رشید کو امیر کے پاس بھیجا امیر اُن سے نہیں ملے اور اپنے ایک خادم کو رشید پر تعینات کر دیا رشید واپس آئے اور جو بے اعتنائی ان کے ساتھ کی گئی معتمد کو اس سے مطلع کیا معتمد کو ہلاکت کا یقین ہو گیا وہ گریہ و بکا اور آہ و زاری کے شور و ہنگامہ میں اہل و عیال سے رخصت ہوئے اور بیٹے کے ساتھ گھر سے باہر نکلے اور دونوں ایک محفوظ خیمہ میں محافظین کی نگرانی میں لاکر رکھے گئے۔ ان کی عورتیں قصر سے باہر نکال دی گئیں اور جو کچھ قصر کے اندر تھا سب پر قبضہ کر لیا گیا۔ معتمد کو حکم دیا گیا کہ رندہ اپنے بیٹے کے نام خط لکھ دیں اور انھوں نے اس کی تعمیل کر دی۔

جب معتمد کو خیمہ میں لاکر رکھا گیا اور اُن کا خزانہ کھود لیا گیا اسس وقت ان کو اطمینان و سکون ہو گیا۔ پھر معتمد اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے سب سمندر پار طنجہ پہنچا دیئے گئے اور ماہ رمضان سنہ مذکور میں مستقل طریقہ پر طنجہ میں مقیم ہو گئے۔ سفر دریا میں معتمد نے اسی حال کی نسبت کہا ہے اللہ ان پر رحمت نازل کرے:۔

لم انس والموج یدنینی یقصینی	ہم اس حالت کو نہیں بھولے کہ موج ہم کو کبھی نزدیک اور کبھی
والموت کادمن البربان یاتینی	دور کرتی تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ عنقریب ناخدا کے پاس سے میرے لئے موت آجائے گی
البصرت هولالوان الدهر ابصره	ہم نے ایسی دہشت دیکھی کہ اگر زمانہ اسس کو دیکھ لے
لابصر الدهر امرالیس بالدون	تو وہ ایسی چیز دیکھے جو حقیر نہیں ہے۔
قد کنت ضنًّا بنفس لا اجود بها	ہم زندگی کے ایسے حریص تھے کہ اسس کو خوشی سے
فبعتها اضطرارا ابیع مغبون	دینا نہیں چاہتے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ مجبوراً اس کو خسارہ کے ساتھ بیچنا پڑا۔
کم لیلة بتّ مطویا علی حرق	ہم نے بہتیری راتیں تپتی ہوئی آگ پر لیٹ کر بسر کی ہیں۔
فی عشر[۵] من عیون الدیر فی الحین	
فتلك احسن ام امر ظللت به	پھر یہ حالت اچھی ہے یا وہ جس سے ہم ہمیشہ
فی ظل عزة سلطان و تمکین	سلطنت و تمکنت کی عزّت کے سایہ میں رہتے

---

۵ اس مصرع کا مفہوم غیر واضح ہے۔

ولم تکن والذی تعنو الوجوہ لہ
عرضی مھانا ولا مالی بمخزون
وکم خلوت من الھیجا بمعترک
والحرب ترفل فی اثوابھا الجون
یارب ان لم تھب حالا اسر بہ
فھب لعبدک اجرا غیر ممنون

اور قسم ہے اس ذات کی جس کے آگے سب ذلیل ہیں کہ نہ ہماری عزّت و آبرو کی اہانت ہوتی اور نہ ہمارا مال مخزون ہوتا حالانکہ ہم جنگ کے معرکہ میں بہتیری دفعہ اس حالت میں گزرے ہیں کہ جنگ اپنے سرخ کپڑوں میں ناز کر رہی تھی۔ اے رب! اگر تو نے ہم کو غیر مسرور حالت عنایت کی ہے تو اپنے بندہ کو تو غیر منقطع اجر بھی عنایت کر۔

معتمد کی بیٹیوں پر ان کے نکالے جانے کے دن بڑی مصیبت گزری اور فلاکت نے ان کو اپنے ہاتھ سے سوت کات کر بسر اوقات کرنے پر مجبور کیا۔

خود معتمد بھی ایسی ایسی مصیبتوں میں مبتلا رہے جن کی وجہ سے قید کی تکلیف ان کے لئے بہت بڑھ گئی اور بیڑی نے ان کو بے بس کر دیا آخر کار وہ اغمات منتقل کر دیئے گئے یہاں ان کی بیڑی کھول دی گئی اور کچھ وظیفہ مقرر کر دیا گیا جو چار برس تک ان کو ملتا رہا اور بالآخر موت نے تمام تکلیفوں سے نجات دلائی۔ اللہ ان پر رحمت نازل کرے۔

غرناطہ جانا

ابن صیرفی نے یوسف ابن تاشقین کے غرناطہ پر قبضہ کرنے اور وہاں کے امیر عبداللہ ابن بلکین حفید بادیس کو معزول کرنے کے ذکر میں روز یکشنبہ تیرھویں ماہ رجب سنہ ۴۸۳ھ کے واقعات میں بیان کیا ہے کہ ابن عباد اور خلیفہ ابن مسلمہ سوار و پیادے اور تیر اندازوں کی جماعت کے ساتھ بڑے ساز و سامان سے آئے۔ ابن عباد کے آنے سے امیر المسلمین کو بڑی مسرت ہوئی اور ان کو ابن عباد کی دوستی کا یقین ہو گیا۔

یہ لوگ امیر المسلمین کی خدمت میں حاضر ہوئے ابن عباد کے دل میں یہ طمع تھی کہ رئیس غرناطہ کے سارے مال و دولت پر قبضہ کر کے شہر مذکور جزیرۂ خضرا کے بدلے ان کے بیٹے کو دیا جائے۔ وہ اپنے بیٹے کو ساتھ لائے تھے اور امیر المسلمین سے انھوں نے یہ خواہش ظاہر کی۔ امیر المسلمین نے ان سب کے ساتھ ایسی بے التفاتی و ناراضی ظاہر کی کہ دونوں نے امیر المسلمین کے ہاتھ سے بچ کر اپنے شہر واپس چلے جانا چاہا۔

ابن عباد نے امیر المسلمین پر یہ ظاہر کیا کہ اشبیلیہ سے دشمن کے نقل و حرکت کی ایسی اہم خبریں آئی ہیں کہ ان کا اشبیلیہ پہنچ جانا ضروری ہو گیا ہے اور اس عید سے واپس جانے کی اجازت طلب کی۔ ابن عباد اور خلیفہ ابن مسلمہ دونوں کو واپس جانے کی اجازت مل گئی۔ دونوں نے موقع کو غنیمت سمجھا اور فوراً رخصت ہو کر اپنی اپنی جگہ چلے گئے اور یہ سمجھے کہ اب اپنی ریاست کے مالک ہوئے۔

ولادت

معتمد علی اللہ سنہ ۴۳۱ھ میں شہر باجہ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۴۶۱ھ میں والی ہوئے اور سنہ ۴۸۴ھ میں معزول کئے گئے۔

وفات

ماہ ربیع الاول سنہ ۴۸۸ھ میں اپنی جاریہ اعتماد کے انتقال کے بعد بمقام اغمات وفات پائی۔ اعتماد کے مرنے کا اس قدر صدمہ ہوا کہ اس کے بعد زیادہ دن زندہ نہ رہ سکے۔

خود اپنا مرثیہ

معتمد کو جب اپنی موت کا احساس ہوا اس وقت اشعار ذیل میں خود اپنا مرثیہ کہا اور فرمائش کی کہ یہ ان کی قبر پر لکھ دیا جائے:-

قبرَ الغریب سقاکِ الرائحُ الغادی
حقاً ظفرتِ باشلاءِ ابن عبّاد
بالحلم، بالعلم، بالنعمی اذ اتصلت
بالخصب ان اجدبوا بالریّ للصادی
بالطاعن الضارب الرامی اذا اقتتلوا!
بالموت احمر بالضرغامۃ العادی
بالدھرِ فی نقم بالبحر فی نعم
بالبدر فی ظلم بالصدر فی النادی
نعم ھو الحق فاجانی علی قدر
من السماء ووا فانی بمیعاد
ولم اکن قبل ذالک النعش اعلمہ

بیکس کی قبر! تجھ کو صبح و شام کی بدلی سیراب کرے
سچ ہے کہ تو نے ابن عباد کے اعضا کو پالیا ہے۔
تو نے اس شخص کو پایا ہے جو حلم، علم اور احسان کا مجموعہ تھا
اگر لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو وہ فراخ سالی تھا پیاسے کے لئے سیرابی تھا۔
جب لوگ جنگ کرتے تو وہ نیزہ باز تلوار مارنے والا
اور تیر انداز تھا، موت احمر تھا، غضبناک شیر تھا
نقمت میں دہر تھا نعمت میں بحر تھا
تاریکی میں بدر تھا مجلس میں صدر تھا۔
ہاں - وہ (موت) حق ہے - تقدیر کے موافق
آسمان سے دفعتہً ہم پر آپڑی اور وقت مقرر پہ ہم کو پالیا
اور ہم اس تابوت کے قبل یہ نہیں جانتے تھے کہ

ان الجبال تهادی فوق اعواد
پہاڑ لکڑیوں پر اٹھا لائے جاتے ہیں۔

کفاك فارفق بما استودعت من کرم
تیرے لئے یہ کافی ہے۔ اب تو اس کرم مجسم کے ساتھ جو تجھ میں ودیعت کیا گیا ہے نرمی کر،

رواك كل قطوب البرق رعاد
تجھ کو وہ (بجلی) صبح و شام کے آنسو سے

یبکی اخاه الذی غیبت وابله
اپنے اس بھائی کو روتی ہے جس کے بارش کو تو نے

تحت الصفیح بدمع رائح غادی
پتھر کی چٹان کے نیچے چھپالیا ہے۔

حتی یجودك دمع الطل منهمراً
جب تک شبنم کے آنسو پھولوں کی آنکھوں سے

من اعین الزهر لم تبخل باسعاد
تجھ پر کثرت سے ٹپکتے رہیں تیرے اسعاد میں کمی نہ ہو

ولاتزال صلواة الله نازلة
اور اللہ کی رحمت بے انتہا تعداد میں

علی دفینك لا تحصی بتعداد
تیرے مدفون پر نازل ہوتی رہے۔

دوسروں کے کہے ہوئے مرثیے

ابن صیرفی نے کہا کہ معتمد کی وفات کی نسبت اختلاف ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ماہ ذی الحجہ میں واقع ہوئی اور نماز عید سے فارغ ہو کر ایک جماعت روتی اور دعائے رحمت کرتی ہوئی قبر پر گئی۔ عبد الصمد آکر قبر کے سامنے کھڑے ہوئے اور اشعار ذیل پڑھے:۔

ملك الملوك اسامع فانادی
اے شہنشاہ! کیا ہمارا پکارنا آپ سنتے ہیں۔

ام قد عدتك من السماء عوادی
یا آسمانی مشاغل نے آپ کی توجہ کو دنیا سے ہٹا لیا ہے۔

لما خلت منك القصور فلم تكن
جب محلات آپ سے خالی ہو گئے اور آپ جس طرح

فیها كما قد كنت فی الاعیاد
عیدوں کے دن وہاں رہتے تھے نہیں رہے۔

اقبلت فی هذا الثری لك خاضعا
تو ہم اس جگہ آپ کے سامنے سر جھکانے آئے۔

وتخذت قبرك موضع الانشاد
اور آپ کی قبر کو شعر سنانے کی جگہ بنایا۔

اور روتے ہوئے منہ کے بل گرے اور قبر کو بوسہ دینے اور اپنے چہرہ پر خاک ملنے لگے۔ اس پر سارا مجمع اس قدر رویا کہ ان کے لباس تر ہو گئے اور گریہ و بکا کی آواز سے شور برپا ہو گیا۔ اللہ عبد الصمد اور اس شہر والوں کو جزائے خیر دے۔

محمد ابن سعد

نام ونسب اور کنیت
محمد نام کنیت ابو عبداللہ، لقب امیر ہے سلسلۂ نسب یہ ہے: محمد ابن سعد ابن محمد ابن احمد ابن مردنیش جذامی اور بعضوں نے کہا ہے کہ قبیلۂ تجیب میں پیدا ہوئے اور سن شعور کو پہنچے۔

اوّلیت
ابن سعد کی اولیت مشہور ہے بیرون شہر افراغہ طاغیہ ابن رومیر کو ان کے باپ نے بڑی شکست دی تھی جس سے وہ بہت مشہور ہو گئے اور خاندان کی عزّت بہت بڑھ گئی۔

بعض نے کہا ہے کہ محمد کے باپ سعد افراغہ اور اس کے مضافات کے سپہ سالار مقرر ہوئے تھے اور وہاں کا انتظام کرتے تھے - ابن ردمیر ان کے مقابلہ میں آیا - وہاں اس کی مدافعت میں ان کی لیاقت کی اور حصار کے اندر ان کے صبر و استقلال کی بڑی شہرت ہوئی یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے ابن ردمیر کو ابن غانیہ کے ہاتھ سے شکست دلائی۔

سعد نے اس کے بعد خودسری ظاہر کی اس کی مشکلات پر غالب آ گئے اور ان کی شہرت بہت بڑھ گئی - ان کے بیٹے محمد رئیس ہوئے اور سعد بیٹے کی اُلفت میں جاں بحق ہوئے۔

ابن سعد اور ابن عیاض کے درمیان جو مرسیہ کا امیر بن گیا تھا، گہری قرابت تھی اور اسی تعلق سے ابن سعد نے اس کو بلنسیہ کا والی مقرر کر دیا تھا۔ ابن عیاض کے انتقال کے بعد ابن سعد بلنسیہ روانہ ہوئے۔ اثنار راہ میں خبر ملی کہ دشمن نے حصن حلال میں معاہدہ توڑ کر فساد کر دیا ہے - وہ حصن حلال کی طرف

متوجہ ہو گئے اور اس کو فتح کر کے واپسی میں بلنسیہ پر قابض ہوئے۔ اس سے ان کی ناموری اور زیادہ ترقی کر گئی اور اسی کے بعد مرسیہ نے ان کی اطاعت قبول کر لی اور ان کی رفعت و عظمت مستقل ہو گئی۔

حال

ابن حمادہ نے لکھا ہے کہ ابن سعد کم سنی ہی میں اپنی شجاعت و شرافت اور باپ کی شہرت کی وجہ سے معزز ہو گئے تھے۔ اسی وجہ سے اکیس برس کی عمر میں ان کو قیادت (سپہ سالاری) کی طرف میلان ہوا اور پھر اپنی حیرت انگیز شجاعت و شہامت سے ترقی کر کے ایک پائدار حکومت اور شاندار سلطنت قائم کر لی۔ وہ بلند مرتبہ اور عظیم الشّان شخص ہو گئے۔ اور ان کا ذکر ہر قوم میں پھیل گیا۔

ایک دوسرے مورّخ نے لکھا ہے کہ وہ دور بیں، قوی بازو، پختہ رائے اور مضبوط عزم والے تھے۔ معافی کا نام نہیں جانتے تھے انتقام لینا پسند کرتے تھے اور ان کی سزا خوفناک ہوتی تھی۔

مختصر نور المریدین میں لکھا ہے کہ وہ جسم میں طاقتور اور عظمت میں ذی اقتدار و با اختیار تھے اور شہسواری، شجاعت، شہامت اور ریاست سے متصف تھے۔

بیکاری و خراجی

اسی مصنّف نے لکھا ہے کہ وہ ہفتہ میں دو دن دوشنبہ اور جمعرات کو مصاحبوں کے ساتھ شراب پیتے تھے اور سرداران فوج اور ملازمین خاص اور فوجی سپاہیوں کو انعام بانٹتے تھے عیدوں کی تقریب میں گائیں ذبح کرتے اور گوشت فوجیوں میں تقسیم کرتے تھے اور درمیان میں بہتیرے کھیل تماشے کراتے رہتے تھے جس سے اہل فوج کے دلوں پر ان کا قبضہ ہو گیا تھا۔ اور وہ لوگ ان کے نہایت خیر خواہ ہو گئے تھے۔ ان تفریحی مجالس میں وہ کبھی کبھی مال بھی دے دیا کرتے تھے۔

نقل ہے کہ ایک دن ابن سعد نے ابن آزرق اپنے ایک فوجی سردار کو مدعو کیا اور اپنے بعض قرابت مندوں کو ساتھ لے کر سردار مذکور کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھ کر جس کو رنگین اور پر تکلّف کپڑوں اور چاندی کے ظروف

وغیرہ سے آراستہ کر رکھا تھا خوب شراب پی اور تمام دن کھیل تماشہ اور شراب خواری میں گزار دیا اور اس طرح دن تمام کرنے کے بعد آخر میں سارے ظرف اور جو کچھ اس مجلس میں کپڑے وغیرہ کی قسم سے تھا سب ان لوگوں کو دے دیا۔

مکروہ و قابل نفرت حرکات

کہتے ہیں کہ وہ بیہودہ مشاغل میں لپٹا رہتا تھا اس نے بہت سی لونڈیاں جمع کر رکھی تھیں اور ان میں سے متعدد کو بیک وقت ایک چادر کے اندر اپنے ساتھ سلاتا تھا اور گانے بجانے اور ناچ کا بڑا شوقین تھا۔

یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کے پاس ایک نوجوان تھا جس کا نام حسن تھا اس کی گردن بہت گداز اور پیٹھ بہت فربہ اور چوڑی تھی جس وقت شراب پیتا اس نوجوان کو گودتا تھا اور اس کے بعد بہت انعام دیتا تھا۔ اس کا کاتب جس کا لقب سلامی تھا اور جو شراب پینے کے وقت ہمیشہ اس کے پاس حاضر رہتا اور شراب پلاتا تھا اسی کے متعلق کہتا ہے:

ادر کئوس المدام و الرز — جام شراب اور رز (گودنے) کا دور چلا کر
فقد ظفرنا بدولة العز — ہم نے عزت کی دولت پائی ہے۔
ونعّم الکف من قفا حسن — اور ہاتھ کو حسن کی پیٹھ سے نرم کر
فانها فی لیسة الخز — کہ اس کی پیٹھ ریشم جیسی نرم ہے
وصاحب ان طلبت اخدعه — اور وہ ایسا شخص ہے کہ اگر تم اس کی رگ گردن مانگو
فلم یکن جید له بمعتز — تو اس کی گردن کچھ خودداری نہیں کرے گی۔
قد انحنی علی اخدعی فاطربنی — وہ میری رگ گردن پر جھک پڑا اور مجھ میں طرب
وهز عطفی ایّما هزّ — پیدا کر کے میرے پہلو کو متحرک کر دیا۔

سلامی نے جس وقت یہ اشعار ابن سعد کو سنائے اس نے سلامی کو بہت انعام دیا۔ یہ اشعار مشرق تک مشہور ہو گئے اور لوگوں نے اس کو ظرافت بنا لیا۔

ابن سعد نے لباس پوشاک ہتھیار اور لگام و زین وغیرہ میں عیسائیوں

کی وضع و ہیئت اختیار کرلی تھی ان کی زبان کا اس کو بہت شوق ہو گیا تھا۔ اور جماعت سے علیحدہ ہو جانے کی وجہ سے وہ عیسائیوں کی حمایت میں داخل ہونے ان کے ساتھ موافقت کرنے اور ان کے رؤسا سے مدد لینے پر مجبور ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی حکومت کے ابتدا ہی میں حاکم برجلونہ کے ساتھ ایک مقررہ خراج پر اور حاکم قشتالہ سے دوسری معینہ رقم پر صلح کر لی تھی اور ان لوگوں کو پچاس ہزار مثقال سالانہ ادا کرتا تھا۔ اس نے اپنی عیسائی فوج کے لئے معلومہ مکانات بنوائے اور شراب خانے قائم کئے اور جن لوگوں سے مدد لیتا تھا ان کو وظیفہ دینے کے لئے رعیت پر ظلم کرتا۔ اس کے شہروں میں ٹیکس بہت زیادہ اور گراں بار ہو گئے تھے۔ اس نے بعض کھانے کی چیزوں کی دوکانیں کھولیں جو فروخت سے بہت نفع حاصل کرتی تھیں اور آمدنی خاص اس کی ہوتی تھی۔ اور بکری، گائے اور بیلوں پر نئے ٹیکس لگائے۔

خوشی کی تقریبات اور تفریحات کے ٹیکس کے حالات بھی عجیب ہیں۔ بعض مورخین نے ایک معتبر شخص کی روایت سے بیان کیا ہے کہ خود راوی شہر جیان میں وزیر ابوجعفر وقشی کے ساتھ تھا۔ وزیر موصوف کے پاس مرسیہ کا ایک شخص جس کو وزیر پہچانتا تھا آیا وزیر نے اس سے ابن مردنیش کا حال اور اس کے عادات و اطوار کی نسبت دریافت کیا شخص مذکور نے کہا کہ ہم نے ابن مردنیش کے کارپردازوں کا جو ظلم و ستم اپنی آنکھ سے دیکھا وہ یہ ہے کہ شاطبہ کے ایک شخص کے پاس جس کا نام محمد ابن عبدالرحمٰن تھا شاطبہ کے سامنے ایک مختصر سی جائداد تھی جس پر وہ زندگی بسر کرتا تھا اس زمین کا ٹیکس اس کی آمدنی سے زیادہ تھا محمد ابن عبدالرحمٰن اس کا ٹیکس ادا کرتے کرتے فقیر ہو گیا اور بھاگ کر مرسیہ چلا گیا ابن مردنیش نے حکم دے رکھا تھا کہ رعیت میں سے جو شخص بھاگ کر دشمن کے پاس چلا جائے اس کا مال ضبط کر کے خزانہ میں داخل کر دیا جائے شاطبی شخص نے کہا کہ ہم وطن سے بھاگ کر مرسیہ گئے اور وہاں لوگوں کی عمارتوں میں مزدوری کرنے لگے اور اس ذریعہ سے میرے پاس دو مثقال

سعدی جمع ہو گئے ایک دن ہم بازار میں گھوم رہے تھے کہ میرے وطن شاطبہ کے کچھ لوگ مل گئے ہم نے ان لوگوں سے اپنے اہل وعیال کا حال دریافت کیا اور یہ سن کر کہ وہ سب آرام سے ہیں ہم کو بڑی خوشی ہوئی پھر ہم نے اپنی جائداد کا حال دریافت کیا اور ان لوگوں نے بتلایا کہ وہ ہمارے لڑکوں کے قبضہ میں ہے۔ ہم نے وہ رات ان لوگوں کو اپنے یہاں ٹھہرالیا گوشت اور شراب خرید لائے اور رات بھر گاتے بجاتے رہے۔ صبح ہوتے ہی زور سے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی ہم نے پوچھا کہ تم کون شخص ہو؟ آنے والے نے جواب دیا کہ ہم لہو لعب کے ٹھیکہ دار ہیں اور یہ ٹھیکہ پورا میرے ہاتھ میں ہے رات تمھارے ہاں تمام شب ڈھول بجتا رہا ہے اس تقریب کا ٹیکس ادا کرو۔ ہم نے کہا کہ واللہ ہمارے ہاں کوئی تقریب نہیں تھی اس پر ہم پکڑ کر قید کر دیئے گئے اور آخر کار مزدوری سے جو مثقال جمع کئے تھے اس میں سے ایک مثقال دے کر قید سے چھوٹ کر گھر آئے۔ گھر پہنچ کر خبر ملی کہ ابھی شاطبہ سے فلاں شخص آیا ہے ہم اپنے گھر والوں اور قرابت مندوں کا حال دریافت کرنے اس کے پاس گئے اور جو حالت ہم پر گذری تھی اس سے بیان کی۔ ہماری حالت سن کر وہ رو دیا اور تمام رات ہم دونوں روتے رہے صبح ہوتے ہی کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا باہر نکلے تو ایک شخص کو دیکھا جس نے کہا کہ ہم مہتمم میراث ہیں ہم کو معلوم ہوا ہے کہ رات تمھارا کوئی امیر قرابت مند مر گیا ہے جس پر رات بھر تم لوگ روتے رہے ہو۔ اور اس کا سارا ترکہ تم نے رکھ لیا ہے۔ ہم نے کہا کہ جناب! ہم کسی دوسرے پر نہیں بلکہ خود اپنے حال پر رو رہے تھے لیکن اس نے ہماری تکذیب کی اور ہم کو قید خانہ بھیج دیا اور دوسرا مثقال اس کو دے کر گھر واپس آئے۔

گھر آکر ایک عورت سے جو کپڑے دھوتی تھی ہم نے اس سے اپنے بدن کے کپڑے دھو دینے کو کہا اور کپڑے اُتار کر اس کے حوالہ کئے عورت نے پہننے کے لئے ہم کو ایک زنار (لنگی) دیا ہم اسی حال میں تھے کہ ابن مردنیش کا مخنث سپہ سالار اُدھر سے گزرا۔ باشندگانِ جبل میں سے ساٹھ آدمی زنار پہنے ہوئے اس کے ساتھ

جارہے تھے۔ اس نے ہم کو بھی ان کی شکل میں دیکھ کر بیگار میں پکڑ لیا اور دس دن تک حصن مشقوط میں کام کرنے کا حکم دیا ہم دس دن تک زمین کوڑتے اور کام کرتے رہے اور رو رو کر سپہ سالار مذکور سے اپنی مصیبت کی داستان بیان کیا کئے یہاں تک کہ اس نے مہربان ہو کر ہم کو چھوڑ دیا۔

ہم مرسیہ جانے کے ارادہ سے واپس آرہے تھے کہ شہر کے دروازہ پر میرا نام دریافت کیا گیا اور ہم نے محمد ابن عبدالرحمٰن نام بتلایا اس پر پولس والوں نے ہم کو پکڑ لیا اور ہم پر بوجھ لاد دیا گیا اور وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ اسی کی جماعت سے ہے (من ارباب الحالی بکذا وکذا دینارا) یہ سن کر ہم نے کہا کہ واللہ ہم شاطبہ کے رہنے والے ہیں صرف میرا نام اس کے نام کے موافق ہو گیا ہے اور جو کچھ ہم پر گزری تھی ہم نے اس سے بیان کیا وہ ہم پر مہربان ہو گیا اور میرے حالات پر ہنسنے لگا اور ہم کو چھوڑ دینے کا حکم دیا اور ہم سیدھے یہاں چلے آئے۔

اس زمانہ کے بعض حوادث اور اس کی مختصر تاریخ

بلاد شرقی یعنی مرسیہ، بلنسیہ، شاطبہ اور دانیہ پر ابن سعد نے قبضہ کر لیا۔ پھر ان کی حکومت کا دائرہ زیادہ وسیع ہوا وہ جیان، لبسطہ اور وادئ آش پر قابض ہو گئے۔ قسرمونہ بھی ان کے قبضہ میں آگیا اور انھوں نے قرطبہ اور اشبیلیہ سے جنگ چھیڑی، اور معلوم ہوتا تھا کہ عنقریب وہ سارے اندلس پر قابض ہو جائیں گے۔

ابن سعد نے اپنے صہر ابن ہمشک کو جیان کا والی بنایا اور وہ جیان میں رہ کر قرطبہ کو تنگ کرنے لگا اور استجہ پر غالب آگیا۔ وہ ۵۵۷ھ میں غرناطہ میں داخل ہوا۔ اور یوسف ابن ہلال پر جو ان کے اصہار میں سے تھا۔ حصن بطرش اور اس کے قرب و جوار میں حملہ کر دیا۔

پھر ابن سعد اور ان کے صہر کے تعلقات خراب ہو گئے اور ابن سعد کے زوال کا یہی سبب ہوا۔

ابن سعد کے عہد میں دشمن نے ۵۴۳ھ میں شہر طرطوشہ پر قبضہ کر لیا اور حصن اخلیج اور حصن شرانیہ پر بھی قابض ہو گیا۔

ابن سعد کا غرناطہ جانا

ابن ہمشک جس وقت غرناطہ میں داخل ہوا قلعۂ غرناطہ

اس کے مقابلہ میں بند ہو گیا اور ابن ہمشک نے اس فوج کو جو غرناطہ کے محصور موحدین کی مدد کو آئی تھی۔ مرج الرقاد میں شکست دی۔ اس اثنا میں موحدین کی حالت سنبھل گئی۔ سید ابو یعقوب ان کی مدد پر آمادہ ہوئے اور سمندر عبور کرکے مالقہ میں سید ابو سعید کے ساتھ آملے۔ اس وقت ابن ہمشک نے اپنے صہر اسعد ابو عبداللہ محمد ابن سعد سے مدد طلب کی۔ ابن سعد اہل شرق اور عیسائیوں کی ایک بڑی فوج ساتھ لے کر خود غرناطہ پہنچے۔ وہاں ان کی فرودگاہ (کیمپ) ربوہ' سامیہ متصل ربض بیازین میں جو آج تک کدیۂ مردنیش کے نام سے مشہور ہے بے اطمینانی پھیل گئی اور ابن سعد وہاں سے جیانؔ چلے گئے۔ وہ جیانؔ سے بھی شکست کھا کر بھاگے اور نصف ۵۶۰ھ سے برابر ان کو شکست ہوتی رہی اور پھر کبھی فتح نصیب نہیں ہوئی۔

وفات موحدین ابن سعد پر غالب آگئے ان کے مقبوضات کا بڑا حصّہ ان کے ہاتھ سے نکال لیا اور ان کو فاش شکستیں دیتے رہے بالآخر وہ شہر مرسیہ میں محصور ہو گئے اور اثناء حصار میں دسویں رجب ۵۶۷ھ کو اڑتالیس سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔

ابو القمر ہلال نے ابن سعد کے برعکس موحدین کی اطاعت قبول کر لی۔ اور برابر ان کا وفادار اور فرماں بردار رہا جیسا کہ اپنے موقع پر بیان کیا جائے گا۔

محمد ابن یوسف

نام، نسب، کنیت اور لقب

محمد نام، ابو عبداللہ کنیت، شاہی لقب متوکل علی اللہ، تھا۔ ابن ہود کے نام سے مشہور تھے سلسلۂ نسب یہ ہے: محمد ابن یوسف ابن ہود جذامی اندلس کے امیر المسلمین تھے۔

اوّلیت

محمد ابن یوسف، مستعین ابن ہود کی اولاد سے تھے۔ اس خاندان کی اوّلیت و حکومت مشہور و معروف ہے اور ان کے امرا نامور ہیں۔

محمد ابن یوسف نویں ماہ رجب ۶۲۵ھ کو مرسیہ سے نکل کر اطراف کے شہروں میں گئے۔ اس وقت ان کے ساتھ محض تھوڑی سی فوج تھی۔ لوگ اس کو محسوس کر رہے تھے اور ایک شخص کے ظہور کے منتظر تھے جس کا نام وہی ہوگا جو ان کا نام ہے اور اس کے باپ کا نام وہ ہوگا جو ان کے باپ کا نام ہے اور اس کی امارت و سلطنت کی پیشین گوئی کرتے اور اسی وجہ سے یہ موحدین کے زمانہ میں کئی دفعہ مشکلات میں مبتلا ہوئے۔ کسی پیشین گوئی کرنے والے نے موحدین سے کہدیا تھا کہ فوجی طبقہ کا ایک شخص جس کا نام محمد ابن یوسف ہوگا تمہارے مقابلہ میں خروج کرے گا اور اسی بنا پر موحدین نے جیان کے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک پیشین گوئی کرنے والا ابن ہود سے ملا اور ان کو غور سے دیکھ کر کہا کہ تم اندلس کے سلطان ہو اپنی جان کی حفاظت کرو اور ہم تم کو بتلاتے ہیں کہ مقام قشتی تمہاری حکومت قائم کرنے والا ہے اس کے پاس چلے جاؤ کہ تمہاری سلطنت قائم کرے۔

قشتی ایک شخص تھا اور رہزنی کیا کرتا تھا دلیر لوگوں کا ایک گروہ جو کھلے

صحرا کے درندے تھے اس کے ساتھ تھا اور ان لوگوں کی حالت شہرت پکڑ گئی تھی - ابن ہود مقدم کے پاس گئے اور اس پر یہ تجویز پیش کی - مقدم نے منظور کر لیا اور کہا کہ ہم آپ کے اقبال پر اعتماد کر کے آپ کے نام سے ابھی دشمن کے ملک پر حملہ کرتے ہیں چنانچہ حملہ کر دیا اور بہت سی بکریاں اور قیدی ہاتھ آئے۔ اب اس قسم کے مختلف گروہ ابن ہود کے ساتھ ہو گئے اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے مضافات مرسیہ کی پہاڑیوں میں ابن ہود کی بیعت کی -

سیّد ابو العباس نے مرسیہ کی فوج سے ابن ہود پر حملہ کیا اور ان کو شکست دے کر نکال دیا لیکن ان کے ساتھ والے پھر ان کے پاس جمع ہو گئے اور اب انھوں نے عوام میں عباسیوں کے لئے تحریک شروع کی مختلف اقسام کے لوگوں کی ایک بھیڑ ان کے ساتھ ہو گئی اور بغداد کے خلیفہ مستنصر باللہ نے ان کے پاس سند و فرمان بھیجا اس تحریک میں بہت لوگ شریک ہو گئے اور اس کو شہرت ہو گئی - ابن ہود بڑے بڑے شہروں پر قابض ہو گئے اور فوجیں طیار کر کے دشمنوں کو مغلوب کر لیا۔

ابن ہود نے قشی کے ساتھ جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کیا انھوں نے قشی کو اشبیلیہ کے بیڑہ کا حکمراں بنایا پھر سبتہ کے بیڑے کے ساتھ سبتہ کی امارت اور لوازم امارت بھی اس کو سپرد کی لیکن بعد میں اہل سبتہ نے قشی سے بغاوت کر کے اس کو معزول کر دیا اور وہ بھاگ کر سمندر میں چلا گیا - اور مفقود الخبر ہو گیا یہاں تک کہ معلوم ہوا کہ وہ مغربی اندلس کے سمندر میں قید ہے ایک عرصہ تک وہ اسی حالت میں رہا پھر بڑھاپے میں قید سے چھوٹا اور رباط آسفن میں مر گیا۔

حال

ابن ہود بہادر، مستقل مزاج، کریم، سخی، باوفا، متوکل، نیک دل اور بے پروا شخص تھے اور اسی وجہ سے ان کے حکام صدر مقامات میں مثلاً ابو عبد اللہ رمیمی مریہ میں اور ابو عبد اللہ ابن رتون مالقہ میں اور ابو یحییٰ عتبہ ابن یحییٰ حد والی غرناطہ میں ان پر غالب آ گئے تھے - وہ لوگوں کو اپنا مطیع نہیں بنا سکتے تھے مزاج میں طیش غالب تھا کاموں میں جلد بازی کر بیٹھتے تھے اور بغیر طیاری کے مقابلہ پر

آمادہ ہو جاتے تھے اور اسی لئے نہ کوئی فوج طیار کی اور نہ کبھی عقل و تدبیر سے کام لیا۔

اس عہد کے بعض واقعات

ابن ہود کو متعدد شکستیں ہوئیں۔ دو دفعہ سلطان الغالب باللہ کے مقابلہ میں، ایک مرتبہ بیرون اشبیلیہ میں اور اس دفعہ ابن ہود نے سمندر میں بھاگ کر جان بچائی۔ دوسری مرتبہ غالب باللہ نے بمقام اسرہ مضافات غرناطہ میں شکست دی۔ کہتے ہیں کہ یہ سب شکستیں ۶۳۴ھ میں اور اس کے قریب قریب واقع ہوئیں۔

۶۳۵ھ میں ابن ہود اور المامون ادریس امیر الموحدین کے درمیان اشبیلیہ میں مقابلہ ہوا۔ المامون نے ابن ہود کو بری طرح شکست دی اور ان کی فرودگاہ پر قابض ہوگئے اور ابن ہود نے المامون سے بچنے کے لئے مرسیہ میں پناہ لی۔

پھر مراکش میں فساد ہوگیا اسی وجہ سے المامون نے اس معرکہ سے ہاتھ اٹھالیا اور متردد ہوکر فتنۂ مراکش کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ابن ہود کی حالت سنبھل گئی اور مریہ پھر غرناطہ اور اس کے بعد مالقہ نے ان کی اطاعت قبول کرلی۔

۶۲۷ھ میں ابن ہود اپنی شہامت کی بدولت بڑی بڑی فوجیں ساتھ لے کر شہر ماردہ کی مدد کو گئے جس کے ساتھ دشمن نے جنگ چھیڑ رکھی تھی اور اس کا محاصرہ کرلیا تھا۔ بیرون ماردہ طاغیہ سے مقابلہ ہوا۔ کہتے ہیں کہ ابن ہود نے کچھ غور و فکر نہیں کیا اور بذات خود دشمن پر حملہ کرکے اس کے خیموں میں گھس گئے اور جب اپنی فوج کے پچھلے حصّہ کی طرف واپس آئے تو یہ دیکھا کہ ان کے غائب ہوجانے کی وجہ سے ان کی سپاہ کے قدم اکھڑ گئے ہیں اور وہ بھاگ رہے ہیں۔ الغرض ان کو فاش شکست ہوئی اور دشمن اس کے بعد ماردہ پر قابض ہوگیا۔

ابن ہود کو متعدد معرکوں میں فتوح بھی ہوئے۔ ۶۲۹ھ میں وہ

اشبیلیہ پر قابض ہوئے اور اپنے بھائی ابوالنجات سالم کو جس کا لقب عماد الدولہ تھا وہاں کا والی مقرر کیا۔

سنہ ۶۳۱ھ میں قرطبہ نے ان کی اطاعت کرلی اور ان کی طاقت کو استحکام ہوگیا۔ سنہ ۶۲۵ھ میں وہ غرناطہ اور مالقہ پر قابض ہوئے اور دوسرے شہر میں مطیع ہوگئے۔

ماہ شوال کے عشرۂ اوّل میں رئیس ابوسلطان ابن ابی الحجاج ابن سعد کے دونوں بیٹے رئیس ابوزکریا اور رئیس ابوعبداللہ امیر ابوجمیل کی اطاعت چھوڑ کر ابن ہود کی اطاعت میں داخل ہوگئے اور جو کچھ ان دونوں کے قبضہ میں تھا اس کے لئے ابن ہود کی بیعت کی۔

نویں شعبان سنہ ۶۲۶ھ روز جمعہ کو ابن ہود نے جنگ کرکے جزیرۂ خضراء پر قبضہ کیا۔

ماہ شوال کے دوسرے عشرہ میں رات کے وقت خبر ملی کہ دشمن نے شہر وادی آش کا رُخ کیا ہے وہ اسی وقت راتوں رات بسواری اسپ چل کر دن کو وہاں پہنچے اور پھر اسّی میل چل کر دشمن کو جاگھیرا اور اس کے ایک ایک شخص کو قتل کردیا کہ ان میں سے ایک متنفس بھی نہیں بچا۔

برادران ابن ہود کے ایک بھائی رئیس ابونجات سالم تھے ان کا لقب عماد الدولہ تھا۔ دوسرے ابوالحسن عضد الدولہ تھے۔ ان کو ایک جنگ میں دشمن نے گرفتار کرلیا تھا اور فدیہ میں مال کثیر ادا کرنا پڑا تھا۔ تیسرے ابواسحٰق شرف الدولہ تھے۔ ان سب کی طرف سے من امیر فلاں (از جانب امیر فلاں) لکھا جاتا تھا۔

اولاد بیٹے کا نام ابوبکر اور لقب واثق باللہ تھا۔ ابن ہود نے ان کے لئے اہل اندلس سے بیعت لی اور اپنا ولی عہد بنایا تھا۔ ابن ہود کے بعد وہ دانی اور مرسیہ کے مستقل حاکم ہوئے اور تھوڑے

ف۔ واقعات سنین کی ترتیب غیر مرتب ہے۔ مترجم۔

ہی دن بعد مر گئے۔

غرناطہ جانا

ابن ہود کئی دفعہ غرناطہ آئے۔ ایک دفعہ ۶۳۱ھ میں جب بغداد کے خلیفۂ عباسی کی طرف سے ان کے پاس علم اور فرمان تقرر آیا تھا خلیفہ کا فرمان انھوں نے عیدگاہ غرناطہ میں کھڑے ہو کر لوگوں کو سنایا اس وقت وہ سیاہ لباس میں تھے اور ان کے سامنے سیاہ علم نصب تھا۔ یہ دن نماز استسقاء کے لئے مقرر کیا گیا تھا ابھی وہ فرمان مذکور تمام نہیں کرنے پائے تھے کہ آسمان سے بارش شروع ہو گئی اور یہ دن ایک زیارت اور کرامت کا دن بن گیا۔

عیدگاہ سے واپس آنے کے بعد ابن ہود نے حکم دیا کہ فرمان مذکور میں جو القاب ان کے لئے درج ہیں تمام شہروں میں وہ القاب ان کی طرف سے لکھ کر بھیج دیئے جائیں۔

وفات

ابن ہود کی موت کے سبب میں اختلاف ہے۔ ایک سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنی زوجہ سے عہد کیا تھا کہ اس کی زندگی میں اس کے علاوہ کسی دوسری عورت سے تعلق نہیں کریں گے جب وہ امیر ہو گئے تو ایک نہایت خوبصورت رومی عورت جو کسی رومی سردار کی لڑکی تھی قید ہو کر ان کے ہاتھ لگی اور ان کو بہت پسند آئی۔ انھوں نے اس عورت کو اپنے نائب ابن رمیمی کے پاس چھپا کر رکھا۔ کہتے ہیں کہ ابن رمیمی کو اس سے تعلق ہو گیا اور جب اس کا حمل ظاہر ہوا اس وقت ابن رمیمی راز فاش ہو جانے سے ڈرا اور ابن ہود کو ہلاک کر دینے کی سازش کی جب ابن ہود بیرون مریہ پہنچے اس وقت ابن رمیمی نے ان کو اس رومی عورت کے پاس جانے کی ترغیب دی اور رات کے وقت بے خبری میں اس طرح ہلاک کرا دیا کہ چار آدمیوں کو تعینات کر رکھا تھا جنھوں نے تکیوں سے گلا گھونٹ کر ان کو مار ڈالا۔ دوسرے دن یہ اعلان کر دیا کہ وہ دفعۃً مر گئے اور معتبر اشخاص کو اس واقعہ کی اطلاع کر دی۔ اصل حقیقت اللہ جانے۔

ابن ہود کی وفات چوبیسویں ماہ جمادی الاخریٰ ۶۳۵ھ کو واقع ہوئی۔ ابن ہود

کی ولایت کی نسبت عوام میں جو افواہ پھیلی ہوئی تھی ان کے متعلق شاعر کہتا ہے:

همام به زاد الزمان طلاقة
ولذت لنا فيه الاماني موردا
فقل لبني العباس ما هي دولة
اغار بها الحق المبين وانجدا
فان الذي قد جاء في الكتب وصفه
بتمهيد هذي الارض قد جاء فاهتدا
فان بشرتنا بابن هود محمد
فقد اظهر الله ابن هود محمدا

وہ (ابن ہود) ایک بہادر شخص ہیں جن سے زمانہ کی رونق بڑھ گئی اور ہماری امیدوں میں ان کے ساتھ وابستہ ہو جانے سے لذت آگئی بنی عباس سے کہدو کہ ان کی حکومت وہ نہیں ہے۔ جس سے حق مبین نے مدد لی اور اس کو مدد دی ہو۔ اس لئے کہ کتابوں میں جس شخص کا بیان اس دنیا کی اصلاح کے لئے آیا ہے وہ آگیا اور اصلاح بھی ہو چکی۔ کتابوں نے ہم کو ابن ہود محمد کی بشارت دی تھی اور اللہ نے ابن ہود محمد کو ظاہر کر دیا۔

محمد ابن احمد

نام ونسب وکنیت اور وطن

محمد نام کنیت ابو بکر تھی غرناطہ کے رہنے والے تھے اور وادی آش میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ سلسلۂ نسب یہ ہے۔ محمد ابن احمد ابن زید ابن الحسن ابن ایوب ابن حامد ابن زید ابن منخل غافقی۔

اوّلیت

یہ خاندان اصل میں اشبیلیہ کا ہے۔ رازی نے استیعاب میں اس خاندان کے ذکر میں لکھا ہے کہ زید غافقی کا خاندان اشبیلیہ میں آباد ہے۔ وہاں ان کی بڑی جماعت ہے اور سب شہسوار ہیں اور زمانۂ قدیم سے معزز چلے آتے ہیں۔ پہلے یہ لوگ اربونہ میں ملازمت کرتے رہے پھر وہاں سے منتقل ہو کر طلیطلہ، وہاں سے قرطبہ اور قرطبہ سے غرناطہ آئے۔

ملاحی نے اپنی کتاب میں حسن ابن ایوب ابن حامد ابن ایوب ابن زید کا ذکر

کیا ہے اور ان کو غرناطہ کے اہل شوریٰ اور قاضی جماعت میں شمار کیا ہے۔ احمد ابن زید ابن الحسن (صاحب ترجمہ کے والد) اس دن مارے گئے جس روز بنی خالد نے سلطان ابو عبداللہ الغالب باللہ ابن نصر کے لئے سلطنت کی تحریک شروع کی۔ وہ متوکل علی اللہ ابن ہود کی طرف سے غرناطہ کے عامل تھے اجر دین، مال اور فضل کے جامع تھے۔

حال و شہرت

محمد ابن احمد اندلس کے ایک ممتاز اور بلند مرتبہ رئیس تھے وہ پیدائشی پاک دامن، پرہیزگار، لہو و لعب سے محترز اور پاک باز تھے ان کی وجہ معاش حلال و طیب تھی اور وہ شریف النسب اور عالی خاندان تھے۔ اپنے شہر میں وزارت پر مامور ہوئے پھر شہر کے سواروں کے مقدم بنائے گئے اور اپنی جرأت سے سواروں سے مشکل مشکل کام لئے اور دشمن کے لئے کوئی موقع باقی نہیں چھوڑا وہ ایک مشہور اور نامور شخص ہو گئے اور اللہ کی راہ میں مستعد رہے۔ ساتھ ہی ایمان کی قوت، معاملہ کی درستی اور حسن ہیئت سے متصف تھے۔ تاریخ، اشعار اور امثال جاہلیت سے وسیع واقفیت رکھتے تھے قواعد دین کے مضبوطی سے پابند تھے طہارت کے اہتمام میں غلو رکھتے تھے اور خبائث سے کنارے رہتے تھے، جد کو اختیار کرتے اور جہاد کے قعر میں کود پڑتے تھے۔

اساتذہ

محمد ابن احمد نے غرناطہ میں شیخ الجماعہ ابو عبداللہ فخار سے پڑھا۔ اور اپنے شہر میں استاذ ابو عبداللہ طرسونی سے پڑھا اور اصلی نفع ان ہی سے حاصل کیا تھا۔

وہ بلند آواز تھے۔ مزاج میں تغافل شعاری و بے پروائی تھی اور مجلسوں میں ان کی ہیبت کم طاری ہوتی تھی۔

جب سلطان ابو عبداللہ کو شکست ہو گئی تو وہ اپنی سلطنت سے بھاگ کر وادیٔ آش چلے گئے وہاں محمد ابن احمد ان کی مدد پر آمادہ ہوئے شہر میں ان کی حکومت قائم رکھی ان کے کام میں مداہنت چھوڑ دی، اور ان کے دشمن کی باتوں میں نہیں آئے۔ یہاں تک کہ سلطان وادیٔ آش سے نکل کر عدوہ روانہ

ہوئے ۔ اس وقت سلطان کے لئے راہ کی امان صرف ان کی ذات سے تھی اور جب تک سلطان اپنی جائے پناہ میں نہ پہنچ گئے وہ ان کے لئے اپنی جان فدا کرنے پر مستعد رہے ۔ پھر انھوں نے سلطان کے مامن کو اس حالت میں چھوڑا۔

زوال اور وفات سلطان نے محمد ابن احمد کو خانگی امور کے لئے مخصوص کرلیا وہ ان سے بہت خوش رہتے تھے اور رازدار بناکر اپنی ذات کے ساتھ وابستہ کرلیا تھا۔

پھر ان کی شہامت و ریاست کی وجہ سے ناراض ہوگئے اور ان کو اور ان کے بیٹے کو جو اپنے وقت کا ایک منتخب شخص اور اپنے ابناء جنس کا مایۂ ناز تھا گرفتار کرکے دونوں کو مجرموں کے تہ خانہ میں قید کردیا اور بے خبری میں قتل کرادینا چاہا۔

پھر دونوں کو بہت سے دوسرے معززین کے ساتھ جو اسی قسم کے جرم میں ماخوذ تھے نصف ماہ محرم سنہ ۷۶۲ھ میں شہر ملکب میں منتقل کردیا اور ماہ ربیع الاوّل کے عشرۂ اوّل میں سب کو پابزنجیر دریا کی راہ سے بجایہ بھیج دیا۔

بجایہ پہنچ کر یہ لوگ عزت و آرام سے رہے اور وہاں سے براہ دریا ٹونس روانہ ہوئے تھے کہ تاکرونا کے قرب و جوار میں دشمن کے بیڑے نے ان لوگوں کو آگھیرا ۔ بیڑے اور مسلمانوں کے درمیان جنگ ہوئی اور اس معرکہ میں محمد ابن احمد نے شرافت اور جوانمردی کے بڑے جوہر دکھائے ۔ مخبر کا بیان ہے کہ اس نے محمد ابن احمد کو اس حال میں دیکھا کہ وہ تلوار کھینچے ہوئے دشمنوں پر وار کررہے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ یا اللہ ہمارے لئے اس کو شہادت بنادے ۔ دشمن ان مسلمانوں پر جو ان کے ساتھ تھے اور ان میں ان کے بیٹے بھی تھے غالب آگیا اور سب کو شہر عناب میں لے جاکر قتل کردیا۔

محمد ابن احمد کے ایک بیٹے اضحٰی کی طرف چلے گئے تھے جو اس عہد میں سکون اور فضل دین اور حیا وغیرہ شریفانہ عادات کے ساتھ واپس آئے ہیں ۔ غرض اس طرح شب جمعہ آٹھویں رجب سنہ ۷۶۲ھ کو محمد ابن احمد کو شہادت کا درجہ حاصل ہوا اللہ

ان کو اس سے منتفع کرے۔

شعر قاضی جماعہ ابوالحسن ابن الحسن نے ہم کو ان کے حسب ذیل اشعار سنائے:۔

یا ایھا المرتجی الطاف خالقہ وفضلہ فی صلاح الحال والمآل	اے وہ جو اپنی موجودہ حالت اور مآل کار کی بہتری میں اپنے خالق کے الطاف وفضل کی امید رکھتا ہے
ان کنت توقن حقا لطف خالقنا فاشمخ بانفک عن قیل وعن قال	اگر تو حقیقت میں ہمارے خالق کے لطف پر یقین رکھتا ہے تو قیل وقال سے اپنی شان کو بلند رکھ۔
فان للہ لطفا عز خالقنا عن ان یقاس بتشبیہ وتمثال	بلا شبہ لطف اللہ کی صفت ہے لیکن ہمارا خالق اس سے برتر ہے کہ تشبیہ وتمثال سے اس کا قیاس کیا جاسکے
وکل امر وان اعیاک ظاھرہ فالصنع فی ذاک لایجری علی بال	ہر وہ امر جس کی ظاہری حالت تم کو پریشان کررہی ہے اس میں بھی اللہ کا احسان ہے جو دل پر نہیں گزرتا۔

محمد ابن احمد

نام، نسب، وطن اور کنیت محمد نام ابوعبداللہ کنیت اور ابن محروق کے نام سے مشہور تھے۔ سلسلۂ نسب یہ ہے: محمد ابن احمد ابن احمد اشعری غرناطہ کے رہنے والے تھے۔ محل سلطانی کے وکیل اور آخر عمر میں وزیر ہو گئے تھے۔

حال اور اولیت ابن محروق ایک پاک دامن اور پرہیزگار شخص تھے نیکی کی طرف میلان اور صالحین سے محبت رکھتے تھے حرام کی طرف نظر نہیں اٹھاتے خوں ریزی سے بچتے خصوصیت کے ساتھ سچے اور قابل اعتبار تھے شروط (وثائق) کی کتابت کرتے تھے اور غرناطہ کے راست گفتار قابل اعتبار لوگوں میں سب پر فائق تھے خط پاکیزہ تھا اور طلب علم خصوصاً فرائض میں مشارکت رکھتے تھے۔ ادب میں اچھی دستگاہ تھی۔ امرا کی مدح سرائی کرکے کتابت کے

درجہ تک ترقی کر گئے تھے۔

عروج جس وقت وزیر ابن حکیم پر عتاب ہوا اور اس کا مال و اثاثہ ضبط ہو کر محل سلطانی میں لایا گیا اس کی نگرانی و شمار وغیرہ پر ابن محروق متعین ہوئے اور ایسی ہوشیاری و مستعدی سے کام کیا کہ اسی ذریعہ سے وکالت کی خدمت پر ترقی کر گئے زمانہ نے موافقت کی اور ان کو بڑی وجاہت حاصل ہوئی وہ کثیر دولت اور وسیع قطعۂ زمین کے مالک ہو گئے اور اپنی دانشمندی اور آمدنی میں ہمیشہ اضافہ کرتے رہنے سے دنیا سمیٹ لی۔

دولت نصریہ کی چھٹی پشت میں شیخ الغزاۃ سالار طائفۂ عثمان ابن ابی العلا کی تدبیر سے وہ وزارت کے آسمان پر چڑھ گئے اور شیخ موصوف نے ان کو ایسے درجہ پر پہنچا دیا جہاں ان کے لئے دنیا کا سیلاب بہ رہا تھا۔

زوال و موت لیکن اس محبوب حالت میں ان کے لئے تلخ کامی چھپی ہوئی تھی اور اللہ سبحانہ نے اسی شیخ کے ہاتھوں ان کی مدت حیات کا تمام کرنا مقرر کر رکھا تھا۔ الغرض وہ ہر شے پر حاوی ہو گئے اور سلطان نے ان کو حاجب بنا لیا اور اس کے بعد ۷۲۷ھ میں ان کے اور ان کے سرپرست کے درمیان مشہور کشیدگی واقع ہو گئی۔

شیخ مذکور نے سلطان سے ان کی شکایت کی اور ان سب لوگوں کو جو ان کے دروازہ پر رہتے تھے نکلوا دیا اور وہ خود سلطان کے پاس جانے سے روک دئے گئے جس سے ان کے حالت میں ابتری پیدا ہو گئی پھر ان کو اس تدبیر سے ہلاک کرا دیا کہ رئیسۂ کبیرہ سلطان کی دادی کے گھر میں جہاں وہ رئیسۂ موصوفہ کے ساتھ معاملات میں گفتگو کر رہے تھے دو کم سن مملوک نوجوانوں نے جو ان کی اردلی میں رہتے تھے ان پر خنجر سے حملہ کیا۔ وہ گھر کے حوض میں کود پڑے اور یہ دونوں غلام ہر طرف سے ان پر خنجر چلاتے رہے یہاں تک کہ جان نکل گئی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

اساتذہ ابن محروق نے استاذ ابو جعفر ابن زبیر سے پڑھا تھا اور استاذ موصوف کی فراست ان کے متعلق صحیح ثابت ہوئی۔

محمد ابن فسنح

نام و نسب اور کنیت و عہدہ محمد نام، سلسلۂ نسب یہ ہے محمد ابن فسنح ابن علی انصاری کنیت ابو بکر تھی اور قاضی جماعت تھے۔

حال محمد ابن فسنح تدبیر و حیلہ میں اور حق کے دلائل، باطل کے نقایص اور شہادات کے علل سمجھنے میں تیز و طرار، صحت و قطعیت رائے میں یکتا و سربر آوردہ، حالات و واقعات میں صاحب بصیرت نیک چلن، شیریں کلام، پاکیزہ اطوار اور عالی مرتبہ شخص تھے۔

اشبیلیہ پر دشمن کے غالب آجانے کے وقت وہاں سے نکل گئے اور مالقہ و بسطہ میں قاضی رہے پھر غرناطہ میں خادم ہوئے اور اس کے بعد سابق خدمت کے ساتھ شرطہ (پولیس) کی خدمت بھی ضم کر دی گئی۔ پھر قاضی مقرر کر دیئے گئے اور تیس برس تک ان کی ولایت قایم رہی۔

وفات شب بست و یکم ماہ ربیع الاوّل ۶۹۸ھ ہجری کو انتقال کیا۔

محمد ابن احمد

نام ونسب کنیت اور وطن

محمد نام، سلسلۂ نسب یہ ہے محمد ابن احمد ابن علی ابن حسین ابن علی ابن زیات کلاعی۔ کنیت ابو بکر تھی، ان کے والد جو شیخ ابو جعفر ابن زیات مشہور تھے بلش کے رہنے والے تھے۔

حال

(ہماری تصنیف کتاب "عاید الصلہ" سے ماخوذ ہے)

ابو بکر ابن زیات رحمہ اللہ عادات و اخلاق اور ہئیت کی خوشنمائی اور وقار میں اپنے والد کے مشابہ تھے لیکن وہ اپنے مرتبے کی حفاظت کرتے شانداری قائم رکھتے اور اپنے والد نیز خود اپنی ذاتی حیثیت سے اعزاز واکرام کے خواہشمند رہتے تھے۔

مشایخ کی اولاد میں وہ عقل وفہم ادب وتہذیب اور عزت وحشمت میں یادگار زمانہ تھے۔ اسی کے ساتھ خط ایسا خوب ولاجواب تھا کہ نگاہ کو روک لیتا تھا۔ روایت عالی تھی اور فنون و قرارت وفقہ و عربیت و ادب و فرایض اور وثایق و احکام کی معرفت میں مشارکت رکھتے تھے۔

اپنے شہر میں قاضی مقرر ہوئے اور خطابت وامامت میں اپنے والد کی قایم مقامی کی اور اس رسم وعملدرآمد کو قایم رکھا۔ ان سے سفارت کا کام بھی لیا گیا اور انھوں نے اس کو اسی طرح انجام دیا جیسا ان کی قسم کے لوگ انجام دیتے رہے ہیں۔ وہ اپنے شہر میں پڑھاتے اور نفع پہنچاتے رہے۔

اساتذہ

استاذ خطیب ابو محمد ابن ابی السواد باہلی اور غرناطہ کے شیخ الجماعت استاذ ابو جعفر ابن زبیر سے پڑھا تھا۔ ان کے علاوہ ان کے نانا جو ان کے باپ کے ماموں بھی تھے حکیم عارف ابو جعفر ابن الخطیب نیز خطیب زیاتی ابو الحسن فضل ابن فضیہ اور زبیر ابو عبد اللہ ابن رشید ان کے مشاہیر اساتذہ میں سے ہیں۔

محمد ابن علی

نام ونسب کنیت اور عرف

محمد نام ابو عبد اللہ کنیت، اور ابن الحاج عرف ہے۔ سلسلۂ نسب یہ ہے: محمد ابن علی ابن عبد اللہ ابن محمد ابن الحاج - ان کے دادا اشبیلیہ کے رہنے والے تھے۔

حال

ابن الحاج اعمال ہندسیہ سے واقفیت رکھتے تھے اور قلعہ شکن ہلاکت آفریں آلۂ جنگ بنانا اور اس سے کام لینا خوب جانتے تھے - ابو یوسف منصور ابن عبد الحق کے عہد میں منتقل ہو کر شہر فاس چلے گئے اور ابو یوسف کے لئے ایک بڑے طویل و عریض قطر کی چرخی بنائی جس کی محیط میں متعدد کوزے لگائے تھے اور اس کی حرکت نظر نہیں آتی تھی - یہ چرخی آج تک بلد جدید فاس کے محل شاہی میں منصوب ہے اور ان آثار میں سے ہے جن کے دیکھنے کو لوگ سفر کر کے جاتے ہیں۔

ابن الحاج نے سلا میں صنعت شروع کی تھی - اپنے باپ کی ہلاکت کے بعد شاہان بنی نصر کے دوسرے سلطان کے دربار میں چلے گئے وہ سلطان کی خدمت میں ایسے ذریعہ سے پہنچے کہ مقربین بارگاہ میں ہو گئے اور بیش قرار وظیفہ مقرر ہو گیا یہاں تک کہ سلطان موصوف کے بیٹے امیر المسلمین ابی الجیوش نصر کے وزیر ہو گئے اور لیاقت کے ساتھ اس کو سرانجام دیا۔

ابن الحاج سے لوگ اس وجہ سے ناراض ہو گئے کہ وہ رومیوں کے مقالات کو پسند کرتے تھے اور کھانے اور گفتگو اور اکثر احوال و ہیئت میں انھوں نے رومیوں کی مشابہت اختیار کر لی تھی اور اپنی نشست گاہ رومیوں کے امثال اور حکیمانہ اقوال سے آراستہ رکھتے تھے - اگرچہ وہ حیلہ و تدبیر اور غور و فکر میں ایک غیر معمولی شخص تھے دور رس اور گہری سمجھ رکھتے تھے اور گویا ہمیشہ گھوڑے پر

کھڑے اور انگاروں پر لوٹتے رہتے تھے لیکن بچپن میں رومیوں کے درمیان رہنے سے ان کا رنگ ان پر اس قدر چڑھ گیا تھا اور ان کے قوائے عقلی میں جن کا نشوونما رومیوں کے گھر میں ہوا تھا اس طرح داخل ہوگیا تھا کہ کسی حال میں نہ چھوٹ سکا۔

بہرحال وہ نرم مزاج اور بشاش طبیعت کے آدمی تھے رومیوں کی زبان اور ان کے علم تاریخ میں یگانۂ روزگار تھے ملازمت کے دستور و قواعد میں مشاق اور شاہی درباروں کے ساز و باز کا اچھا تجربہ رکھتے تھے۔

ان کے آقا سلطان کے مقابلہ میں عوام کی شورش کا حال پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔ شورش کرنے والوں نے بالاعلان مطالبہ کیا کہ ابن الحاج ان کے حوالے کردیئے جائیں انھوں نے شورش کا سبب ابن الحاج کو قرار دیا اور ان پر قوم کے ساتھ غدّاری کا الزام ٹھہرایا لیکن سلطان نے ابن الحاج کے ساتھ وفاداری کی ان کو حوالہ کرنا منظور نہیں کیا اور جان بچالی۔

یہ حالت اس وقت تک رہی کہ سلطان خود بادشاہت سے علیحدہ کردیئے گئے۔ سلطان کی معزولی شیخ الغزاۃ سرگروہ طائفۂ عثمان ابن ابی العلا کے ذمّہ داری میں ہوئی اور وہ اپنی ساری جماعت اور تمام مال و اسباب کو بحفاظت و احتیاط ساتھ لے کر منتقل ہوگئے اور عدوہ پہنچ کر امیر ابوحفص عمر ابن سلطان کبیر ابوسعید کے پاس پناہ گزیں ہوئے۔ امیر موصوف نے ایک عرصہ پناہ میں رکھنے کے بعد اللہ کے غضب سے بے خوف ہوکر سلطان موصوف کو قتل کرادیا اور ان کی فوج منتشر ہوگئی۔ اور اسی اثنا میں ابن الحاج کا بھی انتقال ہوگیا۔

وفات ابن الحاج کی وفات بلد جدید شہر فاس میں عشرۂ اول ماہ شعبان ۷۱۴ھ میں واقع ہوئی۔

محمد ابن رضوان

نام ونسب کنیت اور وطن

محمد نام اور ابو یحییٰ کنیت تھی سلسلۂ نسب محمد ابن رضوان ابن محمد ابن احمد ابن ابراہیم ابن ارقم ہے۔ وادی آش کے رہنے والے تھے۔

حال

محمد ابن رضوان ایک مشہور رئیس نامور عالم عالی حسب اور شریف النسب شخص تھے۔ نہایت قابل بڑے ہوشمند عربیت اور لغت کے امام اور حساب ہیئت اور ہندسہ وغیرہ علوم کے ماہر تھے۔

شیخ نے کہا کہ محمد ابن رضوان تمام علوم مذکورہ میں ان سب لوگوں پر فائق تھے جن سے ہم ملے ہیں، اس کے ساتھ مروّت احسان تواضع اور دینداری میں اپنے سلف اور اپنے خاندان عالی کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ جب وہ غرناطہ میں مقیم تھے ہم اکثر ان کی صحبت میں بیٹھا کرتے تھے اور غرناطہ اور اس کے ماسوا دوسرے شہروں میں بھی بارہا ان سے ملے ہم نے ان کو ایک شریف اور بزرگ شخص پایا جن کی ذات میں علم و فضل اور حسن اخلاق جمع تھا۔ وہ واضح اور صاف لکھتے تھے اور ان کے خط کی ایک خاص شان تھی جس سے وہ علانیہ پہچان لیا جاتا تھا اور کسی دوسرے کے خط سے نہیں ملتا تھا۔

اپنے شہر میں قاضی مقرر ہوئے اس کے بعد برشانہ کے والی ہوئے۔ اور طرز عمل قابل تعریف رہا۔

اساتذہ

محمد بن رضوان نے ابو الکرم جودی ابن عبد الرحمن سے ساتوں قرائت غریب اور لغت پڑھا اور اس تعلق سے ہمیشہ ان کے ساتھ رہے کبھی علیحدہ نہیں ہوئے۔ اور شیخ موصوف نے ان کو عام اجازت عنایت کی۔ ان کے ماسوا اپنے شہر کے دوسرے علما سے بھی استفادہ حاصل کیا اور جس زمانے میں غرناطہ

آتے جاتے تھے وہاں کے بہت سے علما کی صحبتوں میں شریک ہوتے تھے۔

تالیف محمد بن رضوان نے ایک کتاب تالیف کی اور اس کا نام "الاحتفال فی استیفاء ما للخیل من الاحوال" رکھا۔ یہ ایک بڑی کتاب ہے اور ہم نے اس کو دیکھا ہے۔ "الغریب المصنف" کا اختصار کیا ہے۔ علم نجوم کے متعلق نظم اور نثر میں بہت سی یادداشتیں لکھیں۔ ایک رسالہ اصطرلاب خطی اور اس کے عمل پر لکھا اور انساب عرب کا شجرہ مرتب کیا۔

وفات محمد بن رضوان نے شب شنبہ سترھویں ماہ ربیع الآخر ۷۵۵ھ ہجری کو انتقال کیا۔

محمد ابن محمد (ابو البرکات)

نام و نسب کنیت اور وطن محمد نام کنیت ابو البرکات، عرف ابن الحاج ہے اور دوسرے شہروں میں آپ بلفیقی مشہور ہیں۔ سلسلۂ نسب محمد ابن محمد ابن ابراہیم ابن محمد ابن خلف ابن محمد ابن سلیمان ابن سوار ابن احمد ابن حزب اللہ ابن عامر ابن سعد ابن عیاش (جن کی کنیت ابی عیشون تھی)، ابن حمود (جو اندلس میں موسیٰ ابن نصیر کے ساتھ داخل ہوئے تھے) ابن عنبسہ ابن حارثہ ابن عباس ابن مرداس ہے۔ اصل خاندان کے لحاظ سے بلفیقی اور نشاءت وولادت اور سلف کے اعتبار سے مری ہیں۔

اولیت شیخ ابو البرکات کا سلسلۂ نسب حارثہ ابن عباس ابن مرداس تک ابھی مذکور ہوا۔ حارثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور آپ کے ایک خطیب و شاعر تھے۔ اسلام میں بھی رئیس رہے۔ اور جاہلیت میں بھی رئیس تھے۔

شیخ کے سلف خصوصاً ابراہیم کے ولی اللہ ہونے اور حق العباد کی رعایت رکھنے کی شہرت ایسی ہے جس کو ہر شخص جانتا ہے۔ ان کے جد مازری مثلاً ابوبکر جبیب

اور چچازاد بھائی ابواسحاق وغیرہ کے حالات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے - جیسا کہ عبدالمجید مالقی، ابن ابار، ابن طلحہ، ابن فرتون ابن صاحب الصلہ، ابن زبیر اور ابن عبدالملک وغیرہ اصحاب کی فہرستوں سے ظاہر ہوتا ہے - جنھوں نے مشاہیر اندلس کا تذکرہ لکھا ہے - وہاں دیکھنا چاہیئے -

حال شیخ ابوالبرکات اپنے وطن شہر مریہ میں اس حالت سے سن شعور کو پہنچے کہ وہ عفت کے ستون تھے حیا سے نظر نیچی رکھتے تھے افسردہ رہتے اور تنہائی پسند کرتے تھے - خالص مال اور غیر مشکوک کھانے پر بسر کرتے تھے۔ صرف ان ہی لوگوں کے گھر دیکھے جاتے جو ان کو بلاتے تھے یا حلقہ اسانید (درس حدیث) میں یا سفر یا شہر کے باہر کسی مسجد میں جہاں عبادت گزاری کا موقع مہیّا ہے - وہ نہ بازار جاتے تھے نہ کسی مجمع میں نہ کسی دعوت میں نہ کسی حاکم یا والی کی مجلس میں - اور جن امور کی نسبت ان کی عادت یہ ہو گئی ہے کہ ان کو ہاتھ نہ لگائیں ان میں کسی طرح ہاتھ نہیں ڈالتے -

شیخ نے ایک دور کا سفر کیا اور مغربی علاقہ کے اندر بجایہ تک گئے - اس سفر میں انھوں نے خاموش اور گمنامی کے ساتھ وہاں کے علما صلحا اور ادبا پر نظر ڈالی آثار کا معائنہ کیا اور جو کچھ دیکھا اس کو قلمبند کیا - پھر اندلس واپس آئے اور درس وتدریس، قضا اور خطابت میں مشغول ہو گئے -

اب اس وقت وہ ایک یگانۂ روزگار شخص ہیں - ان میں اصلی شرافت کا جوہر ہے جو سلامت فطرت پر مبنی ہے - ان کے نفس میں سادگی ہے باطن وظاہر یکساں ہے وہ بہت جلد رو دیتے ہیں ان کے چہرہ سے بزرگی ٹپکتی ہے اور خوش طبعی سے نیک نیتی ظاہر ہوتی ہے - پھر اس کے ساتھ عہد کی نگہداشت، مشارکت کی فضیلت، لطف صحبت، مستقل مزاجی، ارادہ کی سچائی، حمیت اور پند وموعظت کی بلاغت میں بھی فرد ہیں - اور جامع ومانع ہونے کی حیثیت سے اپنے زمانہ کے مرجع اور وقت کے حاصل ہیں -

نیز وہ منبر کے شہسوار (فصیح وخوش تقریر) ہیں جن پر ہیبت اور گھبراہٹ نہیں طاری ہوتی - قرآن خوش الحانی سے پڑھتے ہیں، رونے کے موقع پر سسکیاں

لے کر روتے ہیں عوام کی بھلائی کے حریص ہیں۔ تضییع اوقات پر متاسف رہتے ہیں۔ اور ان کو دین اور دنیا کی ریاست عطا ہوئی ہے۔

شیخ کے اوصاف کا یہ مختصر بیان ہے اور اختصار اس موقع پر مبالغہ کا کام دیتا ہے اور ایماء واشارہ کافی ہو جاتا ہے۔

ولایت

ماہ جمادی الثانیہ ۷۵۰ھ میں قاضی مقرر ہو کر شاآش گئے۔ بعد ازاں مربنہ اور سلوتا کے والی ہوئے اس کے بعد بجایہ کے والی ہو کر وہاں چلے گئے۔ پھر بجایہ سے واپس آکر مالقہ کی مجلس درس میں صحیح مسلم کا درس دیتے رہے جس میں ان کی مہارت مسلم تھی۔ پھر فاس گئے پھر وہاں سے اندلس واپس آئے اور اپنے وطن شہر مریہ کو مستقر بنا کر وہاں کی جامع مسجد میں درس دینے لگے۔ پھر مالقہ کے قاضی مقرر ہو کر وہاں گئے پھر غربی مالقہ کے قاضی ہوئے اور قضا کے ساتھ خطابت بھی اضافہ کی گئی۔ پھر قاضی ابو محمد ابن صایغ کی وفات کے بعد مریہ کی قضا پر واپس بلائے گئے۔

شیخ کی ولایت کے متعلق میری تالیف "طرفۃ العصر" کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

"تیئیسویں شعبان ۷۶۴ھ کو اپنے غرناطہ پہنچنے کے دن معزز علما اور رؤسا حضرۃ (غرناطہ) کی درخواست پر ان کی تہنیت لیتے ہوئے اپنی قیام گاہ پر جو حمرا کے ایک شاہی محل دارالضیافت ومنزل جلالت کے اندر تھی قیام اختیار کیا اور خیر کی ترویج حق کی تبلیغ اور اشاعت علم کے سلسلہ میں لوگ جماعتوں میں اور نیز تنہا دن بھر ان کو گھیرے رہنے لگے۔

شیخ کے پہنچنے کے وقت یہ حالت تھی کہ افق غبار آلود ہو رہا تھا اور زمین خشک تھی۔ موسم سرما کا ایک حصہ جو ان کی ولایت کے مہینے کے موافق تھا۔ اس حال سے گزرا تھا کہ بدلی سے ایک قطرہ بھی نہیں ٹپکا اور آسمان پر ایک دفعہ بھی بجلی نہیں چمکی تھی۔ ہر شخص اپنی اپنی فکر میں مبتلا تھا۔ قحط کی شدت نمودار ہو گئی تھی اور بیج اپنی جگہ پڑے تھے۔ لیکن خوش قسمتی سے جس وقت شیخ منبر کے زینوں سے اُترے ان کے دعاء استسقا کی مقبولیت اور ان کے خشوع کی برکت ظاہر ہوئی اور رحمت کی بارش شروع ہو گئی۔

ہم نے اسی وقت یہ پُر لطف شعر موزوں کر کے سنائے :

ظمئت الی السقیا الا باطح والسربی	وادی اور ٹیلے پانی کے ایسے پیاسے ہوگئے
حتی دعونا العام عاما مجدبا	کہ ہم لوگ اس سال کو خشک سالی کا سال کہنے لگے ۔
والغیث مسدول الحجاب وانما	اور ابر پردے کے اندر چھپا ہوا تھا اس کو
علم الغمام قدومکم فتنادبا	آپ کے آنے کا علم ہوا تو اس نے بھی اقتدا کی ۔

شیخ احکام میں نظر کرنے لگے اور ایسی صحیح رائے قایم کرتے اور شبہات کو اس طرح رفع کرتے تھے کہ گویا تیر ٹھیک نشانہ پر جا پہنچتا تھا۔ خطابت میں ایسا عمدہ طریقہ اختیار کیا کہ گویا مطالب کو قالب بلاغت کے دل میں ڈھال دیتے اور حوادث کے احکام و مسایل کا فیصلہ مختلف اسالیب بلاغت تبعض و بسط اور وعد و وعید وغیرہ کے استعمال کے ساتھ ایسی صحت اور درستی سے کرتے کہ جو کچھ وہ کہتے اس کا زیادہ حصّہ بدیہی اور کامل مدلل معلوم ہوتا۔

ہمارے شیخ ابوالبرکات نے لکھا ہے کہ پھر ہم بوجہ مذکور الصدر غرناطہ سے واپس ہوئے اور چونکہ مریہ میں وبا پھیلنے کی شہرت تھی وہیں ٹھہرے رہے۔ پھر مریہ کی قضا و خطابت پر دوسری دفعہ مقرر کئے گئے۔ یہ تقرر اوائل ماہ رجب ۷۴۷ھ میں ہوا اور یہ حالت اس وقت تک رہی کہ بوجہ مذکور وہاں سے واپس ہوئے۔ آخر رجب ۷۵۶ھ میں پھر اس خدمت پر واپس لائے گئے۔ اللہ کرے کہ اب اس سے علیحدگی اللہ سبحانہٗ کے لئے ہو۔

اس وقت ہم ابوالمطرف ابن عمیرہؒ کے شعر کو پڑھتے اور اپنے حسب حال پاتے ہیں۔

قد نسبنا الی الکتابۃ یوما	ہم ایک دن کتابت کی طرف منسوب کئے گئے
ثم جاءت خطۃ القضاء تلیھا	اس کے بعد قضا کا عہدہ آیا۔
وبکل لم نلق للمجد الا	اور کسی سے بھی ہم نے مجد (بزرگی) نہیں پایا
منزلا نائیا وعیشا کریھا	بلکہ منزل دور اور عیش تلخ ہوتا گیا۔
نسبۃ بدلت فلم تتغیر	نسبت بدل گئی پر ہم نہیں بدلے
مثل مایزعم المھندس فیھا	جیسا کہ نسبت کے بارہ میں مہندس سمجھتا ہے۔

ہم نے شعر میں خطابت کی جگہ کتابت کا لفظ بنا دیا ہے۔ اب ہم تم سے ایک عجیب بات جو ہم نے دیکھی ہے بیان کرتے ہیں اور تم اس کو بخوبی جانتے بھی ہو۔ وہ یہ کہ اس عہدہ میں سب سے بہتر کام جو ہم سے صادر ہوا یعنی وہ عمل جس پر ہم ثواب کی امید رکھتے ہیں اور ساتھ ہی جو شخص بغیر دنیا کی طرف التفات کئے ہوئے فخر کرنا چاہے اس پر فخر بھی کر سکتا ہے یہ ہے کہ ہم نے اللہ سبحانہ ہی پر اعتماد رکھا۔

تصنیفات شیخ نے اپنے قلم سے میرے پاس جو چند فصلیں لکھ بھیجی ہیں ان میں سے ایک فصل کے الفاظ یہ ہیں:

"میری تالیفات کا یہ حال ہے کہ اکثر ناتمام ہیں اور ان کا مبیضہ نہیں ہوا ہے منجملہ ان کے ایک کتاب "قد یکبو الجواد" ہے اس میں ان چالیس غلطیوں کا بیان ہے جو بوجہ اشکال کے نسب سے نسبت کرنے میں پیش آتی ہیں۔ ایک ضخیم کتاب نظم جمل میں ہے۔ ایک کتاب "خطر فبطر وبطر نخطر" ہے یہ کتاب وثایق ابن فتوح پر کچھ اشارات ہیں ایک کتاب "الافصاح فی من عرف بالاندلس بالصلاح" ہے۔ ایک کتاب "الحرکۃ الدخولیہ فی مسالۃ المالقیہ" ہے۔ ایک مختصر کتاب "خطرۃ المجلس فی کلمۃ وقعت فی شعر استنصر بہ اهل الاندلس" ہے۔ ایک ناتمام کتاب "تاریخ المریہ" ہے۔ ایک شعر کا دیوان ہے جس کا نام "العذب والاجاج فی شعر ابی البرکات ابن الحاج" ہے۔ اس دیوان کے انتخاب کا نام قاضی شریف نے "اللؤلؤ والمرجان اللذان من العذب والاجاج یستخرجان" رکھا ہے۔ ایک کتاب "عرائس نبات الخواطر المجلوۃ علی منصات المنابر" ہے۔ یہ ان خطبوں کے فصول پر مشتمل ہے جو انشا کئے گئے .... ایک کتاب "المؤتمن علی ابناء الزمن" ہے۔ ایک کتاب حروف تہجی کی ترتیب پر کتابوں کے نام اور ان کے مولفین کے ذکر میں ہے۔ ایک کتاب "ما اتفق لابی البرکات فی ما یشبہ الکرامات" ہے۔ ایک کتاب "ما رائیت وما رائی لی من المقامات" ہے۔ ایک کتاب "المرجع بالدرک علی من انکر وقوع المشترک" ہے۔ ایک کتاب "مشتبہات اصطلاح العلوم" ہے۔ ایک کتاب "الفلسفیات" ہے۔

ایک کتاب میں وہ تقریریں ہیں جو صحیح مسلم کے درس کے وقت ہم نے کی تھیں۔ اور ایک کتاب " الفصول والابواب فی ذکر من اخذ عنی علما من الشیوخ والاتباع والاصحاب" ہے۔

شیخ نے اس کے بعد لکھا ہے "جوانی کے جوش اور امنگ کا وقت گزر گیا نا امیدی طاری ہوگئی اور موت قریب پہنچ چکی اور نفس کا حال یہ ہوگیا ہے کہ وہ ان سب کو مہمل بیکار اور ناقابل توجہ سمجھنے لگا ہے جن سے کوئی شخص مردوں کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

پھر جن محرکات سے ان کاموں کی ترغیب ہو سکتی ہے وہ میرے حق میں مفقود ہیں۔ ان میں سے ایک محرک ایسے طلبہ کا اجتماع ہے جو ان علوم کے تشنہ اور حد درجہ شائق ہوں جو میرے پاس ہیں اور مریہ میں یہ موقع کہاں؟ دوسرا محرک ان کے ذریعہ سے ریاست حاصل کرنے کا خیال ہے اور آج اُن کے ذریعہ سے کون رئیس بن سکتا ہے اور بالفرض اس سے ریاست حاصل بھی ہو سکتی ہو جو بلحاظ حالت، زمانہ محال ہے تو ہم میں اس ریاست کا شوق مفقود ہے۔ تیسرا محرک یہ ہے کہ جس شخص کے ہاتھ اس قسم کے کام سرانجام ہوں اس کی قابلیت قابل رشک سمجھی جائے اور یہ حالت بھی نہیں پائی جاتی۔ چوتھا محرک یہ ہے کہ افادہ سے مقصود خالص اللہ کی رضا مندی ہو اور انصاف کی بات یہ ہے کہ ہم میں یہ بھی مفقود ہے۔ پانچواں محرک بقاء نام کی خواہش ہے اور یہ ایک کمزور خیال ہے جو ہماری طبیعت سے بعید ہے۔ چھٹا محرک یہ خیال ہوتا ہے کہ جو کام شروع کیا گیا ہے اور اس کے مبادی میں محنت کی جا چکی ہے ضایع ہو جائے گا اور یہ چھٹا میرے نفس میں ایک حد تک موجود ہے۔ ہم نے جن لوگوں کو دیکھا اور پایا ہے ان کا نام اور ان سے جو کچھ اخذ کیا ہے اس کو قلمبند کرتے رہتے ہیں اور اس کا اظہار انشاء اللہ اس وقت ہوگا جب اذا الصحف نشرت کا وقت آئے گا۔

ہمارا حال یہ ہوگیا ہے کہ اکثر اوقات ہم اپنے آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اس وقت جو فہیم آدمی ہم کو بہ نگاہ بصیرت دیکھے اس کو ہمارے ساتھ

ہمدردی اور مہربانی کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے اس لئے کہ وہ ایک ایسے شخص کو دیکھے گا جو دن کے اکثر حصہ میں سر جھکائے اپنے انجام پر غور کر رہا ہے۔ جس نے جوانی کے زمانہ میں اپنی اصلاح کی طرف توجہ نہیں کی اور نہ اس زمانہ میں جب کہ موت قریب ہے عبارت کے لباس سے آراستہ ہوا بوجہ بے یار و مددگار ہونے کے کسی حق کے اقامت پر مستعد نہیں ہوتا اور بعض علوم باطن کا مشاہدہ کرنے سے جن سے ایک شریف آدمی کا دل پریشان رہتا ہے اور وہ اس کو دفع نہیں کر سکتا دنیا کے کسی راحت و آرام کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ آدھا دن ایک، ناشائستہ مکان میں رہ کر گزارتا ہے۔ کبھی سوچتا ہے اور کبھی ایسی چیزیں لکھتا ہے جن کی نسبت یقین رکھتا ہے کہ کبھی ان سے منتفع نہیں ہوگا۔ اور آدھا دن لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر کبھی ایسی باتیں دیکھتا ہے جن کو ناپسند کرتا ہے اور کبھی ایسی باتیں سنتا ہے جن کو ناپسند کرتا ہے۔ نہ کوئی ایسا دوست ہے جو اس کو آخرت کے امور یاد دلادے اور نہ ایسا جو دنیا ہی کے امر میں اس کے ساتھ ہمدردی کرے۔ اس آلودگی سے یا اللہ تیرے ہی پاس فریاد ہے، اے وہ جس کے ہاتھ میں خلق اور امر ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

اشعار

شیخ کی ایک طویل نظم ایک غیر معمولی مضمون پر جو شیخ کے ساتھ مخصوص ہے ان کے دیوان سے نقل کی جاتی ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ نظم بماہ ذی الحجہ ۷۵۲ھ بمقام سبتہ اپنی حالت کے بیان میں موزوں کی گئی۔ اور سبتہ کے استاذ ابو عبداللہ ہانی اور ادیب کامل ابو القاسم حسینی اور ابو القاسم حزب اللہ وغیرہ نے مجھ سے سنی اور نقل لی۔ جب ہم سبتہ سے علیحدہ ہو کر ملک ریف گئے تو وہاں ابتدا میں چند ابیات بڑھائے اور ملک ریف سے زیادہ شہر وادی آش میں بہت اضافہ کیا گیا۔ نظم مذکور حسب ذیل ہے:۔

تاسفت لکن حین عز التاسف	ہم نے افسوس کیا لیکن اس وقت جب افسوس کرنا مشکل ہوگیا
وکفکفت دمعا حین لا عین تذرف	اور ہم نے آنسو پونچھا جس وقت کہ کسی آنکھ سے آنسو نہیں نکلتا
اراقب قلبی مرۃ بعد مرۃ	ہم اپنے دل پر بار بار نظر ڈالتے ہیں۔
فالقاہ ذاک الذی انا اعرف	پھر بھی ہم اس کو وہی پاتے ہیں جو میرا جانا ہوا ہے۔

ورام سکونا وھو فی الرحل سائر
ونادی بانس والمنازل ترجف
سقیم ولکن لا یحس بدائه
سوی من له فی حالة الموت موقف
وجاذب قلباً لیس یأوی لمألف
وعالج نفساً داؤھا یتضاعف
واعجب ما فیه استواء صفاته
اذا الھم یشقیه او السر یترف
اذا حلّت الضراء لم ینفعل بھا
وان حلّت السراء لا یتکیف
مذاھبه لم تبد غایة امره
فؤادی لعمری لا یری منه اسرف
فما انا من قوم قصاری ھمومھم
بنوھم واھلوھم وثوب وارغف
ولا لی بالاسراف فکر محدث
سیغدو حبیبی او بشیری یطرف
ولا انا ممن لھوه جل شانه
بروض انیق او غزال مھفھف
ولا انا ممن انه غایة المنی
لصوت رخیم او ندیم وقرقف
ولا انا ممن تزدھیه مصانع
ویسبیه بستان ویدنیه مخرف
ولا انا ممن ھمه جمعھا فان
تراءت له یسعی لھا وھو مرجف
علی ان دھری لم تدع لی صروفه

وہ اس حال میں کہ کجاوہ میں بیٹھا چل رہا ہے سکون کا خواہاں ہے
اور اس حال میں کہ منزلیں حرکت کر رہی ہیں انس کا طالب ہے
وہ بیمار ہے لیکن اس کی بیماری کو کوئی محسوس نہیں کرتا
بجز اس شخص کے جو موت کی حالت میں کھڑا ہے۔
اور ایسے قلب سے کشمکش کر رہا ہے جو کسی مالوف جگہ قرار نہیں پکڑتا
اور ایسے نفس کا علاج کر رہا ہے جس کی بیماری بڑھتی جاتی ہے۔
اور اس قلب کی سب سے زیادہ تعجب انگیز حالت یہ ہے کہ
خواہ اس پر رنج کی بدبختی وارد ہو یا خوشی کا سامان مہیا ہو اُس کا حال
یکساں رہتا ہے۔ جب مصیبت نازل ہوتی ہے تو وہ اس سے متاثر نہیں ہوتا
اور اگر مسرت نازل ہو تو اس میں نئی کیفیت نہیں پیدا ہوتی۔
نہ اس کی کسی روش سے اس کے مقصود آخر کا پتہ لگتا ہے۔
زندگی کی قسم ہمارے دل سے زیادہ مسرف دوسرا کوئی نظر نہیں آتا۔
پھر ہم نہ تو اس جماعت سے ہیں جن کا انتہائی مقصود ان
کے زن و فرزند اور کپڑا اور روٹی ہے۔
اور نہ ہم کو فضول کاموں کی نئی نئی فکر رہا کرتی ہے۔
کہ کل ہمارا دوست آئے گا یا میرا مخبر کوئی نئی خبر خوش لائے گا۔
اور نہ ہم ان لوگوں میں ہیں جن کا بڑا کام صرف
ترو تازہ باغ اور نازک کمر معشوقوں کے ساتھ دل بہلانا ہے۔
اور نہ ہم ان لوگوں میں ہیں جن کی انتہائی تمنا
سریلی آواز یا ندیم و شراب کے ساتھ دل بستگی ہے۔
اور نہ ہم ان لوگوں میں ہیں جن کو (ان کے) کارخانہ جات
تکبّر میں مبتلا کر دیتے اور باغ اپنا گرفتار بنا لیتے اور باتونی مسخرے
ان کی صحبت میں رہتے ہیں۔ اور نہ ہم ان لوگوں میں ہیں جن کا مقصد
مال جمع کرنا ہے۔ کہ اگر وہ ان کو نظر آ جائے تو اس کے لئے لڑکھڑاتے
ہوئے دوڑ کر جائیں۔ باوجودیکہ انقلاب زمانہ نے میرے پاس

من المال الا مسحقۃ او مجلف
ولا انا ممن ھذہ الدار ھمّہ
وقد غرّہ منھا جمال وزخرف
ولا انا ممن للسؤال قد انبرى
ولا انا ممن صین عنہ التعفف
ولا انا ممن نجّح اللہ سعیھم
فھمّتھم فیھا مصلّى ومصحف
فلا انی ھوى اضحى الى اللھو قائدا
ولا انی تقى امسى الى اللہ یزلف
احارب عھدی فی نقیض طباعہ
وحربک من یقضی علیک تعجرف
وانظرہ شزرا باصلف ناظر
فیعرض عنی وھو ازھى واصلف
واضبطہ ضبط المحدث صحفہ
فیخرج فی التصحیف الى مصحف
ویاخذ منی کل ما عزّ نیلہ
ویبدو جھلی منہ فی الاخذ مختف
ادور لہ فی کل وجہ لعلّنی
سأثبتہ وھو الذی ظل یحذف
ولما یئسنا منہ تیمنا ضرورۃ
فلم یبق لی فیما علیہ تشوف
تکلفت قطع الارض اطلب سلوۃ
لنفسی فما اجدى بتلک التکلف
وخاطرت بالنفس العزیزۃ مقدما
اذا ما تخطى النعل قصر مرھف

ایک کمل۔ اور سوکھی روٹی کے ٹکڑے کے سوا دوسرا کوئی مال نہیں
چھوڑا ہے۔ اور نہ ہم ان لوگوں میں ہیں جن لوگوں کا مقصود یہ
دنیا ہے اور جن کو اس کے جمال و زینت نے فریفتہ بنا لیا ہے۔ اور
نہ ہم ان لوگوں میں ہیں جنھوں نے سوال کو پیشہ بنا لیا
اور نہ ان لوگوں میں جو خودداری سے محروم رکھے گئے ہیں
اور نہ ان لوگوں میں جن کی سعی کو اللہ نے کامیاب کیا
اور دنیا میں ان کی ہمّت مصلّی اور مصحف کی طرف ہے
غرض ہم نہ تو ہوائے نفس کے لئے دن کو کھیل تماشہ کے سرغنہ ہیں
اور نہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے رات تقوے میں بسر کرتے ہیں
ہم اقتضائے زمانہ کی مخالفت کر کے اپنے زمانہ سے جنگ کرتے ہیں
اور تمھارا ایسے شخص سے جنگ کرنا جو تم پر حاکم ہے بغاوت ہے
اور ہم اس کو غصّہ اور نفرت کی نگاہ سے گھورتے ہیں تو وہ
تکبّر اور نفرت ہی کے ساتھ ہم سے اعراض کرتا ہے
اور ہم زمانہ کو (غلطی سے) ایسا محفوظ رکھنا چاہتے ہیں
جیسا کہ محدث اپنے صحیفوں کو محفوظ رکھتا ہے پھر تصحیف میں یہ
نکلتا ہے کہ ہم غلطی کر رہے ہیں۔ اور زمانہ ہم سے وہ تمام شے لیتا ہے
جس کا پانا عزیز ہے۔ اور اس سے لینے میں میری جہالت ظاہر ہوتی ہے
اور ہم اس امید پر کہ اس کو قائم رکھ لیں گے اس کی ہر طرف
چکّر لگاتے ہیں اور اس کا یہ حال ہے کہ وہ ہمیشہ حذف ہوتا جاتا ہے
اور جب ہم مایوس ہو گئے کہ اس سے کوئی ضرورت آسان ہوگی
تو ہم کو اس کا کچھ اشتیاق نہیں رہا۔
ہم نے اطمینان نفس کی طلب میں سفر کی مشقت برداشتہ
کی لیکن اس مشقت سے ہم کو کوئی فائدہ نہیں ہوا
اور ہم اس وقت بھی آگے بڑھ کر نفس عزیز کو خطرہ میں
ڈالتے رہے جب نوک دار کانٹے جوتے کے اندر سما جاتے تھے

وصرفت نفسی فی شیون کثیرة	اور ہم نے اپنے نفس کو اپنے فلاح کے لئے بہتیرے حالات
لحظی فلم یظفر بذاك التصرف	میں الٹ پلٹ کیا پھر بھی اس الٹ پھیر سے کچھ فائدہ نہیں ہوا
وخضت لانواع المعارف ابحرا	اور ہم نے مختلف اقسام کے معارف کے دریا میں غوطے لگائے
ففی الحین ما استخرجتها وهی تنزف	اور فوراً ہی جو کچھ ہم نے برآمد کیا اور خود دریا سب تمام ہوگئے
ولم احظ من تلك المعانی بطائل	اور ہم کو ان معانی سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا
وان کان اهلوها الهالوا واسرفوا	اگرچہ ان کے قدرداں بہت کچھ کہتے اور مبالغہ کرتے رہے
وقد مر من عمری الالذ وها انا	الغرض میری زندگی کا لذیذ ترین حصہ گزر گیا اور اب
علی ما مضی من عهده اتلهف	ہم اس کے گزرے ہوئے زمانہ پر افسوس کر رہے ہیں
وانی علی ما قد بقی منه ان بقی	اور ہم گذشتہ مافات کا خیال کر کے
لحرمة ما قد ضاع لی اتخوف	باقی ماندہ زندگی سے ڈرتے ہیں۔
اعد لیالی العمر والفرض صومها	اور ہم زندگی کی باتوں کو یہ فرض کر کے کہ وہ ٹھہری ہوئی ہیں
وحسبك من فرض المحال تعسف	شمار کرتے ہیں اور فرض محال کافی گمراہی ہے۔
علی انها ان سلمت جدلیة	اس کے علاوہ اگر ان کا ٹھہرا ہونا جدلاً تسلیم کرلیا جائے
تعارض آمالا علیها نهفهف	تو وہ ان امیدوں کے معارض ہے جن پر ہم حرکت کر رہے ہیں
تحدثنی الآمال وهی کذبها	امیدیں ہم سے کہتی ہیں اور اپنے طریقہ کے مطابق
تبدل فی تحدیثها وتحرف	تبدیلی و تحریف کر کے کہتی ہیں۔
بانی فی الدنیا ساقضی مآربی	کہ ہم دنیا میں اپنی ساری حاجتیں پوری کرلیں گے
وبعد یحق الزهد لی والتقشف	تب اس کے بعد ہمارے لیے زہد و تقشف مناسب ہوگا
وتلك امان لا حقیقة عندها	اور یہ ایسی آرزوئیں ہیں جو حقیقت سے بہت دور ہیں
افی قرنی الضدین یبقی التکلف	کیا دو مخالف حریفوں میں تکلف باقی رہ سکتا ہے
ورب ذوی حلم شکوت الیهم	اور ہم نے اکثر عقلمندوں سے اپنی حالت بیان کی
ولکن لفهم الحال اذ ذاك لم یفوا	لیکن یہ لوگ اس پر بھی میری حالت نہیں سمجھ سکے
فبعضهم یزری علی وبعضهم	بعض لوگ ہم پر نکتہ چینی اور بعض ہماری تحقیر کرنے لگے
یغض ویرثی بعضهم ثم یصدف	اور بعض نے مرثیہ پڑھ کر منہ پھیر لیا
وبعضهم یومی الی تعجبا	اور بعض میری طرف تعجب سے اشارہ کرنے لگے

وبعض بما قد رابه يتوقف
فيسئ استماعا ثم بعد اجابة
على غير ما تحذوه يحذو ويخصف
فلا هو يبدى لى علىّ تعقلا
ولا هو يزرى بي ولا هو يعنف
وما امرنا الا سواء وانما
عرفنا وكل منهم ليس يعرف
فلو قد فرغنا من علاج نفوسنا
وحطوا الدنايا من عيوب وانصفوا
آمالهم من علة ارمت بهم
ولم يعرفوا اغوارها وهي تتلف
وقصنا لهم في الكتب عن كنه امرهم
ومثلى عن تلك الحقائق يكشف
وصنفت في الآفات كل غريبة
فجاء كما يهوى الغريب المصنف
وليس عجيبا من تركب جهلهم
اذا نحن مثلناه ازهى واسخف
فما جاءنا الا بامر مناسب
اينهض من كف الجبان المثقف
ولكن عجيب الامر علمى وغفلتى
فديتكم اى المحاسن اكشف
الا انما الاضداد يظهر سرها
اذا ما وفى المقدور فالراى يخلف
ايا رب ان اللب طاش بما جرى
به قلم الاقدار والقلب يرجف

اور بعض نے شک ہو جانے کی وجہ سے توقف کیا
اس نے اشکراہ کے ساتھ سنا پھر جواب دینے کے بعد جوتے پر
جوتا اور قدم پر قدم رکھتا ہوا میرے برخلاف دوسری راہ
چلا گیا۔ نہ تو اس نے ہمارے مقابلہ میں اپنی عقلمندی ظاہر کی
اور نہ ہم پر نکتہ چینی کی اور نہ ملامت و عتاب سے کام لیا
اور ہم سب کی حالت یکساں ہے۔
بجز اس کے کہ حالات کا ہمیں علم ہوا اور ان کو نہ
ہوا کاش لوگ اپنے نفوس کے علاج سے
فارغ ہو کر ذلیل عیوب سے باز آتے اور انصاف سے کام لیتے
ان کی امیدیں ایک بیماری کی وجہ سے ہیں جس نے ان کو تھکا دیا ہے
اور انھوں نے اس کے عمق کو نہیں جانا ہے حالانکہ وہ ان کو ہلاک
کر رہی ہے۔ اور ہم نے کتابوں میں ان کی حقیقت حال کو ان کے لئے
کھول کھول کر بیان کیا اور ہم ہی جیسے لوگ ان حقائق کو کھولتے ہیں
اور ہم نے آفات نفس کی نسبت نئے نئے مضمون تصنیف کیے
اور خواہش کے مطابق وہ ایک نادر تصنیف ہو گئی
اور ان کے جہل مرکب سے یہ عجیب نہیں ہے کہ ہم اس کا
جو نقشہ کھینچیں وہ مغرور بھی ہو اور بدعقل بھی
پس وہ جس طرح میرے ساتھ پیش آیا وہ اس کے مناسب
حال تھا کیا ایک بزدل کے ہاتھ سے تلوار اٹھ سکتی ہے
لیکن تعجب کی بات ہمارا علم اور ہماری غفلت ہے
ہم تم پر فدا کن کن محاسن کو ظاہر کریں
جان رکھو کہ اضداد کا راز ظاہر ہو کر رہتا ہے
جب کبھی تقدیر وفا کرتی ہے عقل بیوفائی کرتی ہے
اے میرے رب! تقدیر کا قلم جس امر کے لئے چل چکا ہے
وہاں عقل بے کار ہو جاتی اور دل کانپنے لگتا ہے

وانا لندعوهم ونخشى وانما
على رسمك الشرعي من لك يعكف
اقول وفي اثناء ما انا قائل
رأيت المنايا وهي لي تتخطف
وانى مع الساعات كيف تقلبت
لأسهمها ان فوقت متهدف
وما جرّأ التسويف الا شبيبتي
تخيل لي طول المدى فاسوّف
اذا جاء يوم قلت هو الذي يلي
ووقتك في الدنيا جلس مخفف
اقدم رجلا عند تاخير اختها
اذا لاح شمس فالكواكب تكسف
كاني لنجدئ المراقد مُتهِم
(ولم ادعهم والحصن بان ينطف)[۵]
وهبني اعيش هل اذا شاب مفرقي
وولى شبابي هل يباح التسوف
وكيف وليستدعى الطريق رياضة
وتلك على عصر الشباب توطف
متى يقبل التقويم غير مطيقه
ولو لم يكن الا ظهور لسترة
اذا ما دنى التدنيس هان التنظف
اقول الاسارى انت اولى بعذرهم
وانت على المملوك امرى واعطف

اور ہم ان (عقل وقلب) کو پکارتے ہیں (ان سے مدد مانگتے ہیں)
اور ڈرتے ہیں - اور جو شخص
ہم کہتے ہیں اور اسی اثنا میں کہ ہم کہتے ہوتے ہیں
تمنائیں ہم کو نظر آتی اور ہم کو لے بھاگتی ہیں
اور اوقات خواہ کسی طرح الٹ پلٹ کریں ہم ان کے
ساتھ رہتے ہیں اور ان کا جو تیر چلتا ہے اس کے نشانہ بنتے ہیں
اور اس تاخیر کا باعث میری جوانی کے سوا اور کچھ نہیں ہے جو ہم کو
درازی مدت کا خیال دلاتی ہے اور ہم تاخیر کرتے ہیں
جب ایک دن آتا ہے ہم کہتے ہیں کہ یہ دن پھر آوے
حالانکہ دنیا میں تمھارا وقت مختصر سی نشست ہے
ہم ایک قدم آگے بڑھاتے اور اسی وقت دوسرا پیچھے کرلیتے ہیں
(گویا) جب آفتاب ظاہر ہوتا ہے ستارے چھپ جاتے ہیں
گویا کہ ہم نجد کے راستہ پر چل کر تہامہ پہنچنا چاہتے ہیں
....
اور فرض کرو کہ ہم شباب کے گزرنے اور پیری کے آنے تک زندہ ہیں
کیا پھر بھی تاخیر مباح ہو سکتی ہے؟
تاخیر کیونکر جائز ہو سکتی ہے حالانکہ یہ راہ ریاضت چاہتی ہے
اور ریاضت جوانی کے زمانہ میں آسان ہوتی ہے
جو شخص اصلاح پذیر ہونے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا وہ اصلاح
....
اور یہ اور کچھ نہیں ہے مگر اس کے بسر کا ظہور
کہ جب کثافت قریب ہوتی ہے تو صفائی آسان ہوتی ہے
ہم کہتے ہیں کہ قیدیوں کے عذر کو سب سے زیادہ قبول کرنے والا
تو ہے - اور بندہ پر سب سے زیادہ فضل اور مہربانی کرنے والا تو ہے

---

۵ یہ مصرع مبہم ہے - مترجم

قذفنا بلج البحر والغير آخذ
ہم دریا کے بھنور میں ڈال دیئے گئے ہیں اور ہمارے پاؤں کو

بارجلنا والريح بالموج تعصف
دوسرا شخص پکڑے ہوئے ہے اور ہوا موج کو تھپیڑے دے رہی ہے

وفي الكون من سر الوجود عجائب
اور کائنات میں وجود کے عجیب عجیب اسرار ہیں۔

اطل عليها العارفون واشرفوا
جن سے عارفین ہی واقف اور مطلع ہیں۔

وقفت عليهم وقفة فتاخروا
ہم ان کے پاس تھوڑی دیر ٹھہرے اور چاہا کہ یہ لوگ

وددت بان القوم بالكل اسعفوا
عاجز اور درماندہ کی دستگیری کریں مگر وہ پیچھے ہٹ گئے

فليس لنا الا نحط رقابنا
پس ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ

بابواب الاستسلام والله يلطف
اپنی گردنیں تسلیم واطاعت کے دروازہ پر ڈال دیں

فهذا سبيل ليس للعبد غيره
کہ بندہ کے لئے یہی ایک راہ ہے جس کے سوا دوسری کوئی نہیں

والا فماذا يستطيع المكلف
ورنہ مکلف اس کے سوا اور کیا کر سکتا ہے۔

ایک دوسری نظم میں اپنے اور اپنے نفس کا باہمی مکالمہ موزوں کیا ہے اس نظم کو ہم نے بتاریخ ۲۹؍ ماہ محرم ۷۷۵ھ روز سہ شنبہ وقت زوال بمقام رابطۃ العقاب خانقاہ شیخ ولی اللہ ابو اسحٰق البیری رحمہ اللہ خود شیخ کی زبان سے قلمبند کیا۔ وہو ہذا۔

يالي شجون حديثي الافصاح
ہمارے قصہ کی دردناکی اس کے افشا سے مانع ہے

اذ لا تقوم بشرحه الالواح
اس لیے کہ الواح اس کی شرح کی متحمل نہیں ہیں

قالت صفية اذ مررت بحيها
صفیہ نے جس وقت ہم اس کے قبیلہ میں ہو کر گزرے کہا

افلا تنزل ساعة ترتاح
کہ کیا اتر کر تھوڑی دیر آرام نہیں کر لوگے؟

فاجبتها لولا الرقيب لكان ما
ہم نے اس کو جواب دیا کہ اگر رقیب (نگہبان)

تبغي له بعد الغد رواح
نہ ہوتا تو جو کچھ تم چاہتی ہو یعنی کل کے بعد جانا وہی ہوتا۔

قالت وهل في الحي حي غيره
صفیہ نے کہا کہ کیا اس قبیلہ کے سوا کوئی دوسرا قبیلہ بھی ہے

فاسمح فديتك فالسماح رباح
(جہاں تم آرام کرو) پس نرمی سے کام لو ہم تم پر فدا کہ

فاجبتها ان الرقيب هو الذي
نرمی میں فائدہ ہے۔ ہم نے اس کو جواب دیا کہ وہ نگران

وردت مناهل فيضه الارواح
اللہ ہی ہے جس کے چشمۂ فیض پر ارواح جاکر اترتی ہیں

وهو الشهيد على موارد عبده
اور وہ اپنے بندے کے راستوں کو دیکھتا رہتا ہے۔

سیان ما الاخفاء و الافصاح
قالت واین یکون جود اللّٰہ اذ
نخشی ومنہ ھذہ الافراح
فافرح باذن اللّٰہ جلّ جلالہ
واشطح فنشوان الھوی شطاح
وابھج علی ذمم الرجاء ولا تخف
فالحکم رحب والنوال مباح
وانزل علی حکم السرور ولا تبل
فالوقت صاف ما علیک جناح
واخلع عذارک فی الخلاعۃ یا اخی
باسم الذی دارت بہ الاقداح
وانظر الی ھذا النہار فسنّہ
ضحکت ولنور جبینہ وضّاح
انوارہ ضحکت وانزع کاسہ
فقد استوی ریحانہ والراح
وانظر الی الدنیا بنظرۃ رحمۃ
فجفاؤھا بوفائھا ینزاح
لا تعذل الدنیا علی تلوینھا
فاللیلھا بعد المساء صباح
فاجبتھا لو کنت تدری ما الذی
یبدو لتارکھا وما یلتاح
ما کان معنی غامض من اجلہ
قد ساح قوم فی الجبال وصاحوا
حتی لقد سکروا عن الامر الذی
ھاموا بہ عند العیان وساحوا

جس کے نزدیک ظاہر اور پوشیدہ برابر ہے۔
صفیہ نے کہا کہ جب ہم اللہ سے ڈرتے ہی رہیں گے تو اس کی
بخشش کہاں جائے گی حالانکہ یہ خوشیاں بھی اسی کی طرف سے ہیں
پس اللہ جلّ جلالہٗ کے حکم سے خوشی مناؤ
اور شطح کرو کہ محبّت کا مخمور شطاح ہوتا ہے
اور رجا کی ضمانت پر خوش رہو اور خوف نہ کرو کہ حکم
میں وسعت ہے اور عطیہ مباح ہے
اور سرور کے حکم پر اتراؤ اور فسکر نہ کرو
کہ وقت صاف ہے اور اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے
اور بھائی جان! جس کے نام پر جام گردش کرتے ہیں
تم بھی اسی کے نام پر حیا چھوڑ کر بے تکلفی اختیار کرو
اور اس دن کو دیکھو کہ اس کا دانت ہنسی سے کھل رہا ہے
اور اس کے پیشانی کا نور چمک رہا ہے
اس کے انوار پھیلے ہوئے ہیں اور اس نے اپنا جام بھر لیا ہے۔
اور اس کا پھول اور شراب برابر ہیں
اور دنیا کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھو
کہ اس کی وفا اس کی جفا کو رفع کر دیتی ہے
دنیا کو اس کے تلون پر ملامت نہ کرو
کہ اس کی رات کی شام کے بعد صبح بھی ہے
ہم نے اس کو جواب دیا کہ اگر تو جانتی ہوتی کہ
دنیا کے تارکوں پر کیا ظاہر ہوتا اور کیا نظر آتا ہے
اور وہ دقیق معنی کیا ہیں جن کی وجہ سے ایک قوم
پہاڑوں میں سرگرداں پھر کر نعرے لگا رہی ہے
یہاں تک کہ یہ قوم جس شے کے عشق میں دشت نوردی
اور سیاحت کر رہی تھی کہ اس کو دیکھ کر سکر میں مبتلا ہو گئی

لعذرتني وعلمت انى طالب	تو ہم کو معذور رکھتی اور جان لیتی کہ ہم اس شے کے
ما الزهد فى الدنيا له مفتاح	طالب ہیں جس کی کنجی دُنیا میں زہد ہے۔
فاترك صفية قارعا باب الرضا	پس اے صفیہ! رضا کا دروازہ کھٹکھٹانے والے کو
والله جل جلاله الفتاح	اس کی حالت پر چھوڑ دے اللہ جل جلالہ دروازہ کھول دے گا
يا حيّ حيّ على الفلاح وخلّني	اے قبیلہ! فلاح کے لئے اٹھ کھڑا ہو اور مجھے چھوڑ دے
فجماعتي حثوا المطيّ وراحوا	کہ میری جماعت سواری آگے بڑھالے گئی اور چلی گئی۔

شیخ کے ہاتھ کی تحریر سے جو انھوں نے میرے پاس لکھی ہے ہم بجنسہٖ ان کے الفاظ ذیل میں نقل کر دیتے ہیں جو اس طرح ہیں:-

"منجملہ ان کے جو ہم نے غرناطہ میں اور کسی قدر برجہ میں موزوں کیا ذیل کی ایک نظم ہے ہمیں یہ نظم بہت پسند ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ وہ خاص تمہارے لئے لکھی گئی ہے۔ مضمون غیر معمولی ہے"

اور کوئی شبہ نہیں کہ جیسا شیخ نے لکھا ہے یہ نظم اسی درجہ کی ہے۔

خذها على رغم الفقيه سلافة	فقیہ کے علی الرغم سلافہ (شراب) پی لے۔
تجلى بها الاقمار فى شمس الضحى	جس سے دن کے آفتاب میں چاند نظر آ جائیں۔
ابدى لى اطباء القلوب لاهلها	قلب کے طبیبوں نے اہل دل کے لئے
منها شرابا للنفوس مبرحا	ایسی شراب تجویز کی ہے جو نفوس کی تکلیف کو زائل کر دیتی ہے
واذا امرؤ قد قال فى نشوانها	اور جب کوئی شخص اس کے مخمور کی شان میں کچھ کہے تو تم بھی
قل انت بالاخلاص فى من قد صحا	اخلاص کے ساتھ اُس شخص کی شان میں کہو جو صحیح الحواس ہے
ياقوته دارت على اربابها	وہ یاقوت کا دانہ ہے جو اپنے قدر دانوں میں دور کر رہا ہے
فاهتزت الاقدام منها واللحا	اور اس سے قدم اور داڑھیوں میں جنبش پیدا ہو جاتی ہے
مزجت فغار الشيخ من تركيبها	اس میں آمیزش کی گئی تو شیخ کو اس کا مرکب کرنا پسند نہیں ہوا
فلذاك جردها وصاح وصرّحا	اور اسی لئے اس نے اس کو برہنہ کیا اور دھوپ دکھلائی اور صاف کیا
وبدت فغار الشيخ من اظهارها	اور وہ ظاہر ہوئی تو شیخ نے اس کے ظاہر ہونے کو بھی پسند نہیں کیا
فاشتد يبتدر الحجاب ملوحا	اور دوڑ کر جلدی سے اس پر اشارہ کا پردہ ڈال دیا
لا تعترض ابدا على مستترقد	تو بھی کسی سوتے ہوئے (خاموش) شخص پر اعتراض نہ کر۔

قد غار من استارها ان يفتحا
وكذاك لا تعتب على مستهتر
لم يدر ما الايضاح لما اوضحا
فالبعض قد يهوى الحروب وبعضهم
قد ضاق ذرعا بالعزام فبترحا
لا تخشين على العدالة هاتفا
نظرا ارتياح العاشقين فجرّحا
الحب خمر العارفين فوظفت
حتما على من ذاقها ان يشطحا
فاشطح على هذا الوجود واهله
عجبًا فليس براجح من رجحا
كبر عليهم انهم موتى على
غير الشهادة ما اغرّوا قبحا
واهزأ بهم فمتى يقل نصحاؤهم
اهج فقل حتى الاتى مفلحا
واذا أرابهم استخف فقل له
بالله يا يحيى ابن يحيى دع حجا
ابني سليم قد نحا مجنونكم
مجنون ليلى العارفين به نحا
هل يستوي من لم يبح بحبيبه
مع من بذكر حبيبه قد افصحا
فافرح وطب وابهج وقل ماشئته
ما افلح الفقراء بل ما املحا

اور اس کا پردہ کھولنا پسند نہیں کرتا
اور اسی طرح کسی فضول بکواس کرنے والے پر بھی عنایت
نہ کر جو اظہار کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ اظہار کیا ہے
اس لیے کہ بعض کشمکش پسند کرتے ہیں اور بعض
عشق پر قابو نہیں رکھ سکتے اور اپنی جگہ سے ہٹ جاتے ہیں
تو عدالت کی نسبت کسی ہاتف کا خوف نہ کر
جو عاشقوں کے نشاط وسرور کو دیکھ کر اعتراض کر دیتا ہے
عارفوں کی شراب محبّت ہے اور جو شخص اس کا مزہ
چکھتا ہے اس پر شطح کرنا لازم ہو جاتا ہے
پس تو اس وجود اور اس کے اہل پر تعجب سے
شطح[1] کر کہ جس کو ترجیح دی جاتی ہے وہ قابل ترجیح نہیں ہوتا
ان کے جنازہ کی نماز پڑھ دے کہ یہ لوگ مردہ ہیں
اور شہادت کی موت نہیں مرے ہیں، کس قدر مغرور اور قبیح ہیں
اور ان کے ساتھ استہزا کر اور جب ان کے نصیحت کرنے والے
کہیں کر
اور جب ان میں کا عقلمند شخص حقیر سمجھے تو اس سے کہہ کہ
اے یحییٰ ابن یحییٰ اللہ کے لئے عقل کو چھوڑ
اے بنی سلیم! تمہارا مجنوں اپنی چال چلا
اور اُس کے عارفین کی لیلیٰ کا مجنوں اپنی چال چلا
کیا وہ شخص جس نے اپنے محبوب کا اعلان نہیں کیا
اسی کے برابر ہے جس نے اپنے محبوب کا ذکر طشت از بام کر دیا
پس خوش اور شاد اور مسرور رہ اور جو چاہے کہہ
فقرا نہایت کامیاب بلکہ نہایت دلکش لوگ ہیں۔

---

[1] اہل تصوف کی اصطلاح میں شطح اس حالت کا نام ہے جس میں بعض صوفیاء "انا الحق" کے جیسے کلمے بول اٹھتے ہیں۔ مترجم۔

شیخ کے مقطعات اپنے بلند اغراض و مقاصد میں عجائب کے نمونہ اور لباس صنائع کے طرۂ امتیاز ہیں۔ قطعۂ ذیل میں بعض علماء کی طرف اشارہ ہے جن سے سبتہ کے ایک حلقۂ علم میں ملاقات ہو گئی تھی۔

ان کنت لا ابصرتك لا البصوت — اگر ہم نے آپ کو نہیں دیکھا تھا تو ہماری بصیرتِ حق
بصیرتی فی الحق برهانها — نے اپنے برہان کو نہیں دیکھا تھا۔
لا غرو انی لم اشاهد کم — کوئی تعجب نہیں کہ ہم نے آپ کو نہیں دیکھا
فالعین لا تبصر انسانها — اس لئے کہ آنکھ خود اپنی پتلی کو نہیں دیکھتی۔

ذیل کا قطعہ غرض توریہ میں ہے اور اس میں صنعت معنوی ہے۔

یلوموننی بعد العذار عن الهوی — ہم کو لوگ سبزۂ خط کے بعد محبت پر ملامت کرتے ہیں
ومثلی فی وجد به لا یفند — حالانکہ ہم جیسے شخص کو اُس کے عشق میں ملامت نہیں کی جاتی
یقولون لی امسك فذا الصبح قد بدا — ہم سے کہتے ہیں کہ رک جاؤ کہ اب صبح نمودار ہو گئی
کیف یری الامساك والخیط اسود — حالانکہ جب تک خیط اسود ہے رکنا کیونکر ہو سکتا ہے۔

ذیل کے قطعہ میں غیر معمولی قسم کی صنعت ہے۔

ومصفرة الخدین مطویة الحشا — اور زرد رخسار والی جس کے دل میں خوف
علی الجبن والمصفر یؤذن بالخوف — سمایا ہوا ہے اور زردی خوف کی علامت ہے
لها هیئة کالشمس عند طلوعها — طلوع کے وقت اس کی ہیئت ایسی ہوتی ہے جیسے آفتاب کی
ولکنها فی الحین تغرب فی الجوف — لیکن وہ معاً صحرا میں غروب ہو جاتی ہے۔

ذیل کا قطعہ نصیحت کے متعلق ہے اور ایک خاص واقعہ پیش آنے پر نظم کیا گیا تھا۔

لا تبذلن لنصیحة الا لمن — نصیحت نہ کرو مگر اسی شخص کو جس میں
تلقی لبذل النصح منه قبولا — نصیحت کرنے کے عوض میں قبول کا اثر پاؤ
فالنصح ان وجد القبول فضیلة — اس لئے کہ نصیحت اگر قبول کر لی جائے تو فضیلت ہے
ویکون ان عدم القبول فضولا — اور اگر قبول نہ کی جائے تو فضول گوئی ہے۔

قطعۂ ذیل حکمت میں ہے۔

ما رأیت الهموم تدخل الا — ہم نے رنج و غم کو آنکھوں اور کانوں کے سوا

من دروب العیون و الاذآن
غض طوفا وسدّ سمعا و مهما
تلق همًّا فلاتثق بضمان

کسی دوسرے رستہ سے داخل ہوتے نہیں دیکھا آنکھ نیچی رکھو اور کان بند کرو اور جب بھی رنج و غم سے ملاقی ہو تو پھر کسی ضمانت پر بھروسہ نہ کرو۔

قطعۂ ذیل کا مضمون شیخ کے اولیات سے ہے۔

حزنت علیك العین یا مغنی الهوىٰ
فالدمع منها بعد بعدك ما رقا
ولذاك قد صبغت بلون ازرق
اوما تریٰ ثوب الماتم ازرقا

اے محبت کی منزل آنکھ تیرے لئے محزون ہوئی کہ تیرے علیحدہ ہونے کے بعد اُس کے آنسو نہیں تھمتے اور اسی لئے وہ نیلے رنگ میں رنگ گئی کیا تو ماتمی لباس کو نیلگوں نہیں دیکھتی۔

ذیل کا قطعہ معانی کی شان میں ہے۔ شیخ نے لکھا ہے کہ معافی میں فکر کرتے ہوئے ۷۴۲ھ میں نظم کیا۔

انبعث فی ما انا حصلته
عند انغماض العین فی جفنها
احسبنی کالشاة مجترّة
تمضغ ما یخرج من بطنها

ہم نے جو کچھ حاصل کیا پلک کے اندر آنکھ کے چھپ جانے کے وقت ہم اس پر غور کرتے ہیں۔ تو ہم اپنے کو بکری کی طرح جگالی کرتا ہوا پاتے ہیں کہ جو اُس کے پیٹ سے نکلتا ہے اُس کو چباتی رہتی ہے۔

قطعۂ ذیل کی نسبت لکھا ہے کہ ۷۴۴ھ میں اندرش اور برجہ کے درمیان عین حالت سفر میں موزوں کیا اور خود ہم کو بہت پسند آیا حالانکہ اپنا کُل کلام جو ہم سے سرانجام ہوتا ہے ہم کو پسند نہیں ہوتا۔ ہم کہتے ہیں کہ حقیقت میں یہ قطعہ اس قابل ہے کہ شیخ اس کو پسند کریں۔

تطالبنی نفسی بما لیس لی به
ید ان فاعطیها الامان فتقبل
عجبت لخصم لجّ فی طلبا ته
یصالح عنه بالمحال فیفصل

ہمارا نفس ہم سے ایسی شے کا مطالبہ کرتا ہے جو اُس کو دی نہیں جاسکتی پھر ہم اُس کو امان دیتے ہیں اور وہ اُس کو قبول کر لیتا ہے۔ ہم کو ایسے مخالف پر تعجب آتا ہے جو اپنے مطالبات پر اصرار کرے کہ اس سے محال شے پر صلح کی جائے اور وہ تصفیہ کرلے۔

قطعۂ ذیل کی نسبت لکھا ہے کہ سنہ مذکور میں عورتوں کی مذمت میں موزوں کیا:

ما رأيت النساء يصلحن الا
للذی يصلح الكنيف من اجله
فعلى هذه الشريطة صالح
هن لا تعد بامرء عن محله

ہم نے عورتوں میں اس کے سوا کوئی صلاحیت نہیں دیکھی جس کے لئے بیت الخلا صالح ہوتا ہے۔
پس اُن سے اسی شرط پر صلح کرو کہ کسی مرد کو اُس کی جگہ سے نہ سرکا دیں۔

قطعۂ ذیل کی نسبت لکھا ہے کہ یہ بھی سنہ مذکور میں موزوں کیا۔

قد هجوت النساء دهرا فلم اب
لغ لادنیٰ صفاتهن الذميمه
ما عسى ان اقول فی هجو من قد
خصه المصطفیٰ باقبح شيمه
او يبقیٰ لنا من العقل والدی
ن اذا عدت المثالب قيمه

ہم ایک زمانہ تک عورتوں کی ہجو کرتے رہے پھر بھی اُن کے ادنیٰ صفات ذمیمہ کو نہیں بیان کر سکے
بھلا ہم اُس کی ہجو میں کیا کہیں گے جس کو مصطفیٰ صلعم نے بدترین خصلت کے ساتھ مخصوص بتایا ہو
کیا ہم میں عقل اور دین کچھ بھی باقی رہے گا۔ جب کہ ہم معائب کو قابل قدر سمجھنے لگیں گے۔

قطعۂ ذیل کی نسبت لکھا ہے کہ ایک تاریخ میں جو اب یاد نہیں رہی یہ دو بیتیں نظم کیں۔ متقدمین کے یہاں یہ مضمون کہیں نہیں دیکھا۔ اگر کوئی شخص خراسان کا سفر کرے اور وہاں سے صرف یہ دو شعر لادے تو اُس کا شمار اُن لوگوں میں کرنا چاہیئے جن کی محنت رایگاں نہیں گئی اور جن کی کشتِ امید سرسبز ہوئی۔

جب کہ قلب کے لئے زمانہ کی تلخی، عہد شکنی، وعدہ کی خلاف ورزی کی تکلیف ناقابل برداشت ہو جاتی ہے اس وقت ان دو بیتوں سے دل کے لئے راحت وسکون کا ایک وسیع دروازہ کھل جاتا ہے۔

یہ مصیبت ان تمام مصائب سے زیادہ تکلیف دہ ہے جن میں بنی آدم مبتلا ہیں اور انسان کی سرشت میں داخل ہے اور اُس کے ہر حال و شان میں نمایاں نظر آتی ہے "ولقد عهدنا الی آدم من قبل فنسی" اور ہم نے آدم سے پہلے ہی عہد لے لیا تھا پھر وہ بھول گیا۔

رعى الله اخوان الخيانة انهم
كفونا مؤنات البقاء على العهد

اللہ خیانت کاروں کا بھلا کرے اُنھوں نے ہم کو عہد پر قائم رکھنے کی مشقت سے بچا دیا

فلو قد وفوا کنا اساری حقوقھم
نواوح مابین النسیئۃ والنقد

اگر وہ لوگ وفا کرتے تو ہم اُن کے حقوق کے اسیر ہو کر اُدھار اور نقد کے درمیان آمد و رفت کرتے رہتے

قطعۂ ذیل کی نسبت ہم کو بطریق کنایہ مخاطب کرکے مزاحاً لکھا ہے کہ ہم نے بلادِ ہند میں ایک شخص کو دیکھا تھا جو ابوالبرکات ابن الحاج کے نام سے مشہور تھا اور اُس کے باغ میں ایک حوض تھا ۷۴۴ھ میں ہم نے اُس کی ہجو میں کہا:

قالوا ابوالبرکات ملح ماؤہ
فغدا ابا البرکات لا البرکات
قلنا لان یکنی بموجوداتہ
اولی من ان یکنی بمعدوماتہ

لوگوں نے کہا کہ ابوالبرکات کا پانی کھاری ہو گیا تو وہ ابوالبرکات[1] (بکسر با) ہو گیا نہ برکات
ہم نے کہا کہ اُس کی کنیت ایسی چیزوں کے ساتھ ہو جو اُس میں موجود ہیں اس سے زیادہ بہتر ہے کہ معدومات کے ساتھ کنیت رکھی جائے۔

قطعۂ ذیل کی نسبت لکھا ہے کہ منجملہ اُن اشعار کے ہے جن کو ۷۴۵ھ میں موزوں کیا۔

قدکنت معد وما بعلمی وما
ابث من وعظی بین البشر
من حیث قد املت اصلاحھم
بالوعظ والعلم فحار النظر
فلم اجد اوعظ للناس من
اصوات وعاظ جلود البقر

ہم اپنے علم اور اپنے وعظ کے ساتھ انسان کے اندر اشاعت کرتے کرتے معدوم ہو گئے اس حیثیت سے کہ ہم وعظ اور علم سے انسان کی اصلاح کی امید رکھتے تھے پھر فکر نے اختیار تمیزی سے کام لیا اور ہم نے انسان کے لئے گلائے کے چمڑے کے واعظوں سے بڑا واعظ کسی کو نہیں پایا۔

قطعۂ ذیل کی نسبت لکھا ہے کہ ۷۵۳ھ میں بندرگاہ تلبی بلد ہنین میں ہم کو دریا کے اندر دورانِ سر ہو گیا تھا اُس وقت اپنے بعض اصحاب کو مخاطب کرکے موزوں کیا تھا۔

راسی بہ ھوس جدید لا الذی
تدریہ من ھوس قدیم فیہ

ہمارے سر میں ایک نیا درد پیدا ہو گیا ہے وہ پرانا درد نہیں جس کو تم جانتے ہو۔

---

[1] برکات برکۃ کی جمع ہے جس کے معنی حوض کے ہیں۔ مترجم

قد جلّ ما ابدیه من حسنۃ کما
قد جلّ من ذاک الذی اخفیه

یہ نیا درد بھی جس کو ہم ظاہر کر رہے ہیں اس طرح بڑا ہے جیسا کہ وہ درد جس کو ہم چھپائے ہوئے ہیں بڑا ہے۔

قطعۂ ذیل کی نسبت لکھا ہے کہ میرا یہ کلام عمدہ اشعار میں سے ہے۔ دوسری محرم ۳۲۶ھ شب جمعہ کو ہم رات کے وقت تنہا حمام الخندق کے اندر رہ گئے تھے۔ چراغ بجھ گیا اور ہم سوچنے لگے۔ دل میں وہ خیال گزرا جو لوگ کہتے ہیں کہ چکیوں اور حماموں میں رات کے وقت خصوصاً تاریکی میں جن نظر آتے ہیں اور ان مقامات میں رات کی تاریکی میں تنہا جانے کی شاذ و نادر کوئی شخص جرأت کرتا ہے۔

ہم نے اس وقت اپنے نفس میں ایک طرح کی قوت محسوس کی اور ہم کو اوہام پیدا ہونے لگے اس وقت ہم نے فی البدیہ بہ آواز بلند کہا:

زعم الذین عقولهم مقدارها
ان عرضت للبیع غیر ثمین
ان الرحا معمورة بالجن والـ
حمام عندهم کذا بیقین
ان کان ما قالوه حقا فاحضروا
للحرب هذا الیوم من صفین
فلئن حضرتم فاعلموا بحقیقة
انی مضارع قیس المجنون

جن لوگوں کے عقلوں کی مقدار یہ ہے کہ اگر بیچنے کیلئے پیش کی جائیں تو اُن کی قیمت کچھ نہ لگے یہ سمجھتے ہیں کہ چکیوں میں جن بسے رہتے ہیں اور اُن کے نزدیک حمام کی بھی بالیقین یہی حالت ہے جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں اگر وہ صحیح ہے تو آج حرب صفین کے لئے آجاؤ۔ پھر اگر تم لوگ سامنے آئے تو جان رکھو کہ ہم حقیقت میں قیس مجنون کے پچھاڑنے والے ہیں۔

قطعۂ ذیل کی نسبت لکھا ہے کہ ہم ایک دن باغ میں گئے وہاں ہم نے دھوپ میں ایک کمل پھیلا ہوا پایا جو نہ ہمارا تھا اور نہ اُس عورت کا جو باغ کی محافظ تھی پوچھنے پر محافظ عورت نے بتلایا کہ میرے ہمسایہ کا ہے اس پر ہم نے کہا۔

من منصفی من جارة جارت علی
مالی کانی کنت من اعدائها
عمدت الی الشمس التی انتشرت علی

ایسی ہمسائی سے جس نے ہمارے مال پر اس طرح ظلم کیا کہ گویا ہم اُس کے دشمن تھے کون ہمارا انصاف کرنے والا ہے اُس نے اس دھوپ پر جو ہماری زمین پر پھیلی ہوئی

ارضی وفیھا قد رمت بکسائھا
لولا غیوم یوم تیبس الکسا
یسری لحجب الشمس جل ضیائھا
لقضیت من ذاک الخسار لاننی
اصبحت مزدارا علی بخلائھا

قبضہ کرلیا اور اُس پر اپنا کمل پھیلادیا
جس دن کمل سوکھ رہا تھا اگر بدلی نہ ہوتی
دھوپ کی پوری ضیا بدلی کے حجاب میں سماگئی تھی
تو ہم یہ خسارہ ضرور وصول کرتے اس واسطے کہ
ہم بی ہمسائی کے لڑکوں سے پاس بہت آنے جانے لگے ہیں۔

اشعار ذیل کی نسبت لکھا ہے کہ ہم حمۂ بجایہ کے ایک مکان کی طرف چلے اور ہمارے ساتھ ہمارا کتّا بھی چلا جو ہمارے باغ کی نگہبانی کرتا تھا۔ کتّے کا نام قطمیر تھا۔ یہ نام جیسا کہ بعض لوگوں کا قول ہے۔ اصحاب کہف کے کتّے کا تھا یہ کتا حمہ سے مریہ تک گیا اُس پر ہم نے کہا:

رحلت وقطمیر کلبی رفیقی
یوانس قلبی بطول الطریق
فلمّا انخت اناخ حذائی
یلاحظنی لحظ خل شفیق
ویرعی اذمة رفقتی کما
یراعی الصدیق الصدوق الصدیق
علی حین قومی بنی آدم
بلؤمہم لم یوفّوا حقوقی
ولا فرق بین الاباعد منھم
وبین اخی مستحب شقیق
وابن محی تلقہ تلقہ
ھوی اشتیاق بقلب خفوق
فما منھم من ولی حمیم
ولا ذی اخاء صحیح حقیق
وناھیک ممن یفضل کلبا
علیھم فیا ویلھم من رفیق

ہم چلے اور قطمیر ہمارا رفیق کتّا
ساری راہ ہمارا دل بہلاتا گیا
پھر جب ہم قیام کرتے تو وہ بھی ہمارے سامنے ہی
قیام کرتا اور ہم کو ایک مہربان دوست کی طرح دیکھتا رہتا
اور ہماری رفاقت کا حق اسی طرح ادا کرتا جس طرح
ایک سچّا دوست سچّے دوست کا حق ادا کرتا ہے
ایسے وقت میں جبکہ ہماری قوم بنی آدم نے اپنے
کمینہ پن سے ہمارے حقوق نہیں ادا کئے
ان میں دور کا تعلق رکھنے والوں اور حقیقی بھائی کے
درمیان جو محبّت کا دعوی رکھتا ہے کوئی فرق نہیں ہے
نہ اُس بیٹے ہی کو کوئی امتیاز ہے جس سے تم جب ملتے ہو
تو اشتیاق سے جھکے ہوئے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ ملتے ہو
الغرض ان میں سے کوئی بھی دوست خالص نہیں ہے اور نہ
صحیح اور حقیقی برادرانہ تعلق رکھنے والا ہے۔
اور جو شخص کتّے کو ان لوگوں پر ترجیح دیتا ہے اُس کی طرف
سے یہ عذر کافی ہے۔ ایسے دوست خراب ہوں!

الا من یرق لشیخ غریب
الی البرکات الفتی البلفیقی

دیکھیں! ایک بیکس شیخ ابوالبرکات بلفیقی شخص پر کون مہربان ہوتا ہے۔

قطعۂ ذیل کی نسبت لکھا ہے کہ ایک تاریخ میں جو یاد نہیں رہی یہ دو شعر موزوں کئے:

وانی لخیر من زمانی واهله
علی اننی للشر اول سابق
لحا الله دهراً قد تقدمت اهله
فتلك لعمر الله احدی البوائق

بلاشبہ ہم اپنے زمانہ اور اہل زمانہ سے بہتر ہیں باوجود اس کے کہ ہم برائی میں سب سے آگے بڑھے ہوئے ہیں جس زمانہ کے لوگوں کے پیشوا ہم ہوں اللہ اُس زمانہ پر لعنت کرے اللہ کی قسم یہ ایک بڑی مصیبت ہے

ذیل کا مضمون ایسا ہے جو بہت کم ذہن میں گزرتا ہے۔

لا بارك الله فی الزهاد انهم
لم یترکوا عرض الدنیا لفضلهم
بل اثقلتهم تکالیف الحیاة فلم
یصابروها فملو اثقل حملهم
وعظم الناس منهم ترکها اغتدوا
من غبطة الناس فی حرص لاجلهم
نعم اسلم ان القوم قد زهدوا
ذلاً واعلی اناس فضل ترکهم
من حیث قد احرزوا الترجیح دونهم
لا شیٔ احسن من ترجیح فضلهم
فالمال والجود والراحات غایة ما
یحکی لنا الزهد فی ذا عن اجلهم
والزاهدون براحات القلوب مع ال
ابدان قروا وعزوا بعد ذلهم
فکل ما فرقوا قد عوضوا غرضا
منه وزاد واثناء الناس کلهم

اللہ زاہدوں میں برکت نہ دے، حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے سامان دنیا کو اپنی برتری کی وجہ سے نہیں چھوڑا ہے بلکہ زندگی کی تکلیفیں ان پر گراں ہو گئیں اور یہ لوگ اُن کو برداشت نہ کر سکے اور اپنے بار کی گرانی سے گھبرا گئے اور لوگ ترکِ دُنیا کی وجہ سے اُن کی عظمت کرنے لگے تو یہ لوگوں کی تعظیم و تکریم کی وجہ سے خود لوگوں کی حرص میں مبتلا ہو گئے ہاں، ہم تسلیم کرتے ہیں کہ قوم نے تواضع سے بھی زہد اختیار کیا ہے اور لوگوں نے اُن کے ترکِ دُنیا کی فضیلت کو بہت بڑھا دیا چونکہ اس قوم کو دوسروں کے مقابلہ میں ترجیح حاصل ہو گئی ہے پس کوئی شے ان کے فضل کی وجہ ترجیح سے زیادہ بہتر نہیں ہے اس لئے کہ مال اور عمدہ چیزیں اور آرام یہی وہ انتہائی چیزیں ہیں جن میں ان کے بڑے بڑے بزرگوں کا زہد بیان کیا جاتا ہے حالانکہ زاہدوں کو دل کے آرام کے ساتھ بدن کا آرام بھی حاصل ہو جاتا ہے اور وہ عجز و انکسار کے بعد معزز ہو جاتے ہیں پس جو کچھ ان لوگوں نے چھوڑا اس کے عوض میں کوئی مطلب حاصل کیا اور تمام لوگوں کی تعریف اُس پر زیادہ ملی۔

قطعۂ ذیل کی نسبت لکھا ہے کہ ۸۴۷ھ میں دنیاوی حیثیت سے شراب کی مذمت میں کہا تھا اس لئے کہ دینی حیثیت سے شراب کی مذمت کوئی نئی بات نہیں ہے۔

لقد ذم بعض الخمر قوم لانها
تکر علی دین الفتی لفساد
وقد سلموا قول الذی قال انها
تحل من الدنیا باعظم ناد
وتذهب بالمال العظیم فلن تری
لمد منها من طارف وتلاد
فیمسی کریما سیدا ثم یغتدی
سفیها حلیف الغی بعد رشاد
وقالوا تسلی وهو عاریة لها
والا فلم یاتوا لذالک بشاد

بعض نے شراب کی مذمت اس وجہ سے کی ہے کہ شراب آدمی کے دین میں نقصان پیدا کر دیتی ہے اور اس شخص کے قول کو تسلیم کر لیا ہے جو یہ کہتا ہے کہ وہ دُنیا کی بڑی بڑی مجلسوں میں داخل ہوتی ہے اور بڑی بڑی دولت کو برباد کر دیتی ہے کہ تم دائم الخمر کے پاس کوئی نئی پرانی چیز نہیں پاؤ گے وہ شام تک کریم اور سیّد رہتا ہے اور صبح ہوتے ہوتے سلیم العقل ہونے کے بعد احمق اور بے سمجھ بن جاتا ہے اور کہتے ہیں کہ شراب رنج و فکر کو رفع کرتی ہے حالانکہ یہ شراب کی اصلی خاصیت نہیں بلکہ صرف عاریت ہے ورنہ اس کے لئے یہ لوگ گانے والے کو نہیں بلاتے۔

....

(بیاض)

....

وخل یداوی من مرارتها التی
اواخرها مضروبة بقتاد

اور سرکہ سے اس کی تلخی کا علاج کیا جاتا ہے وہ تلخی جس کی انتہا میں کانٹا لگا دیا گیا ہے

ولو شرب الانسان مهلا بمهده
لاصبح مسرورا باطیب زاد

اگر انسان کو اُس کے بچپن میں گلا ہوا سیسہ پلایا جائے تو یقیناً وہ اس بہترین زاد پر خوش ہوگا۔

ومن حسن حال الشاربین انهم
یرومونها بالرغم برق[۵] وساد

شرابیوں کے حال کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ

ومن حسن ذا المحروم ان مدامه
اذا غلبت تکسوه ثوب رقاد

اور اُس بدنصیب کے حال کی ایک خوبی یہ ہے کہ جب اُس پر شراب کا غلبہ ہو جاتا ہے تو وہ اُس کو نیند کی چادر اڑھا دیتی ہے

---

۵ یہ مصرع واضح نہیں ہے۔

فيختلف الندمان طر الروحه	پھر ہمنشین اُس کی روح کو ہوشیار کرنے کے لئے آتے رہتے ہیں
ويحدو بهم نحو المروءة حادي	اور گانے والا گا کر اُن کو مروّت کی طرف لے چلتا ہے۔
ومن حظه بين الورى ضرب ظهره	اور خلق کے درمیان اُس کا حصّہ یہ ہوتا ہے کہ اُس کی پیٹھ
فيمسي بلا حرب رهين جلاد	پر مار پڑتی ہے اور بغیر جنگ کے وہ جلّاد کا گرفتار ہوتا ہے
مجانين في الاوهام قد ضل سعيهم	یہ لوگ دیوانے ہیں جو اوہام میں مبتلا ہیں اُن کی سعی برباد ہے
يخفون بيعا بحسن وعاد	کہ یہ لوگ وعدہ کی خوشنمائی پر بیع کو محقق کرتے ہیں۔

ذیل کی نظم میں اپنے نفس کا نوحہ ہے اور یہ بتلایا ہے کہ جو کچھ مطلوب ہے وہ ان کے ہمجنسوں میں نہیں پایا جاتا۔ اس نظم کی نسبت لکھا ہے کہ سنہ ۴۵۵ھ میں عرفہ کے دن جب جبال مریہ کے ایک غار میں گوشہ نشین تھے موزوں کی۔

زعموا ان في الجبال رجالا	لوگ سمجھتے ہیں کہ پہاڑوں میں رجال صالحین رہتے ہیں
صالحين قالوا من الابدال	جو ابدال ہوتے ہیں۔
وادعوا ان كل من ساح فيها	اور دعویٰ کرتے ہیں کہ جو شخص پہاڑوں میں سیاحت
فسيلقاهم على كل حال	کرتا ہے وہ بہرحال اُن لوگوں سے ملے گا
واخترقنا تلك الجبال مرارا	ہم نے ان پہاڑوں کو بارہا طے کیا
بنعال طورا ودون نعال	کبھی جوتے کے ساتھ اور کبھی بغیر جوتہ کے
ما رأينا بها خلاف الافاعي	ہم نے ان میں سانپوں
وشبا عقرب كمثل النبال	اور تیروں کے پھل جیسے نیش عقرب کے سوا کچھ نہیں دیکھا
وسباعا يعجرون بالليل عدوا	اور درندوں کو دیکھا جو رات کے وقت دوڑتے
لا تسلني عنهم بتلك الليالي	رہتے ہیں نہ پوچھو کہ ان راتوں میں ان کا کیا حال تھا
ولو انا كنا لدى العدوة الاذ	اگر ہم دوسرے کنارہ پر ہوتے تھے جب بھی
رى رأينا نواجذ الرئبال	شیر کے دانتوں کو دیکھتے تھے۔
واذا اظلم الدجى جاء ابليس	اور جب تاریکی چھا جاتی تھی اُس وقت خواب
الينا يزور طيف خيال	پریشاں کی صورت میں ہمارے پاس ابلیس آتا تھا
هو كالانيس فيها ولولا	اور رات کا گویا کہ مونس بن جاتا تھا اور اگر وہ

اصيبت عقولنا بالخيال
خلّ عنك المحال يا من تعنّى
ليس تلقى الرجال غير الرجال

نہ ہوتا تو ہماری عقلوں میں خلل واقع ہو جاتا
اے شخص جو اس خیال میں مشقت اُٹھاتا ہے اس خیالِ
محال کو چھوڑ، مردوں سے مردوں کے سوا کوئی نہیں ملتا۔

قطعۂ ذیل کی نسبت لکھا ہے کہ دوستوں کی مذمت اور دشمنوں کی مدح میں نیا مضمون ہے اور ہمارا یہ کلام اسی مضمون پر ہے۔

جزى الله بالخير اعدائنا
فهم وهم رائد المصدر
هم حملونا على العرف كرها
وهم صرفونا عن المنكر
وهم اقعدونا بمجلس حكم
وفيهم رقينا على المنبر
وهم صيرونا ائمة علم
ودين وحسبك من مفخر
عدوى يؤول خيرى بشر
وان جئت بالاثم لم يعذر
وانت ترى فرق من يعدل
بين المسئ وبين البرى
ولا زوّد الله اصحابنا
بزاد تقى ولا خيّر
هم جرؤنا على كل اثم
وماكنت لولاهم مجترى
عفوا عن اكابر آثامنا
فكانوا اضر من الفاتر
اعارني القوم ثوب التقى
والى مما اعار وابرى

اللہ ہمارے دشمنوں کو جزائے خیر دے
کہ اُن کا آنا جانے کا مقتضی ہے۔
ان ہی دشمنوں نے ہم کو نیک کام پر مجبور کیا۔
اور ان ہی نے ہم کو بُرے کام سے باز رکھا
اور ان ہی نے ہم کو مجلس حکم میں بٹھایا
اور ان ہی لوگوں میں ہم منبر پر چڑھے
اور ان ہی نے ہم کو علم اور دین کا امام بنایا
اور فخر کے لئے یہ کافی ہے
ہمارا دشمن ہمارے خیر کی شر کے ساتھ تاویل کرتا
ہے اور اگر ہم گناہ کرتے ہیں تو معذور نہیں رکھتا
اور تم جانتے ہو کہ جو شخص اچھے اور بُرے لوگوں
کے درمیان انصاف کرتا اُن میں کیا فرق ہے
اور اللہ ہمارے دوستوں کو تقوے اور نیکی
کا زاد نہ عنایت کرے۔
ان ہی دوستوں نے ہم کو ہر گناہ پر جرأت دلائی
اور اگر وہ نہ ہوتے تو ہم کو جرأت بھی نہ ہوتی
ان لوگوں نے ہمارے بڑے بڑے گناہوں کو معاف
کر دیا اور اس طرح نشہ آور شے سے زیادہ مضر ہو گئے
(دوستوں کی) قوم نے ہم کو تقویٰ کا لباس عاریت دیا
حالانکہ جو کچھ اُنھوں نے ہم کو عاریت دیا ہے ہم اُس سے بری ہیں۔

اذا اخذ عونی ولم ینصحوا	پس ان لوگوں نے ہم کو دھوکہ میں رکھا اور نصیحت
والی بالنصح منهم حری	نہیں کی حالانکہ ہم اُن کی نصیحت کے زیادہ مستحق ہیں
فمن کان یکذب حال الرضا	پھر جو شخص رضامندی کی حالت میں جھوٹ بولے
ویصدق فی غضب مفتری	اور غصہ کی حالت میں سچ بولے وہ مفتری ہے
بلی سوف تلقی لدی الحالتین	ہاں! دونوں حالتوں میں ہوائے نفس کے مطابق حکم
بحکم هوی النفس حکم الفری	کرنے سے تم پر مفتری کا حکم لگایا جائے گا
فیارب ابق علینا عقولا	پس اے رب ہم لوگوں کی عقلوں کو باقی رکھ
نبیع بها ثم لا نشتری	جن کو ہم بیچ دیتے ہیں پھر نہیں خرید کرتے

شیخ نے لکھا ہے کہ یہ مضمون کبھی کسی شخص کے کلام میں میری نظروں سے نہیں گزرا تھا پھر اس نظم کے بعد ایک شخص کا کلام دیکھا جس کا مضمون حسب ذیل ہے:

عداتی لهم فضل علیّ ومنته	ہم پر ہمارے دشمنوں کا فضل و احسان ہے
فلا اذهب الرحمن عنی الاعادیا	پس اللہ ہم سے دشمنوں کو دفع نہ کرے
فهم بحثوا عن زلتی فاجتنبتها	اس لئے کہ دشمن ہماری لغزشوں کی تفتیش کرتے ہیں
وهم نافسونی فاکتسبت المعالیا.	تو ہم اُن سے بچتے ہیں اور وہ ہمارے مقابلہ میں فخر کرتے ہیں تو ہم عزت و شرف حاصل کرتے ہیں۔

گویا ہمارا قدم اُس کی ساق پر پڑا (یعنی مضمون میں توارد ہوا)

قطعۂ ذیل کی نسبت لکھا ہے کہ موزوں کرتے وقت خیال تھا کہ ہم اس مضمون میں سابق ہیں:

خلسنا لیلة من کف دهر	ہم نے زمانہ کے ہاتھ سے جو اچھی راتوں کا
ضنین باللیالی الطیّبات	بخیل ہے ایک رات چھین لی۔
سلکنا للهوی والعقل فیها	اس رات میں ہم خواہش اور عقل دونوں کے
مسالک قد بعدن عن الشتات	ایسے راستوں پر چلے جن میں اختلاف نہیں تھا
قضینا لبعض حق النفس فیها	ہم نے اس شب میں نفس کا حق کچھ ادا کیا
وحق الله مرعی الثبات	اور کچھ اللہ تعالیٰ کا حق جو پائدار ہے۔

فلم نر قبلہ فی الدھر وقتا | ہم نے اس کے قبل زمانہ میں کوئی وقت ایسا نہیں
بدت حسناتہ فی السیئات | دیکھا تھا جس کی خوبیاں برائیوں میں ظاہر ہوئی ہوں

پھر اس کے بعد ذیل کے شعر سے واقفیت ہوئی۔

لا و لسان علی المصلی (کذا)
تسرق فی نسکھا الذنوب
(بوجہ تصحیف ترجمہ نہیں کیا گیا)

اور گویا ہماری ساق اُس بدنصیب کے قدم پر پڑی، ہم نے اس کے معنیٰ کو زوائد سے پاک کیا اس میں وضاحت پیدا کی اور اس کی کمی پوری کر کے اس کے مضمون کو درست اور بلند کیا۔

رہ گئی شیخ کی نثر اُس کا حال یہ ہے کہ اپنے زمانہ کی مروجہ نثروں سے جامعیت و بلاغت اطناب اور حلاوت میں بہت بلند مرتبہ ہے۔ شیخ قافیہ بندی کی طرف کم مائل ہوتے ہیں اور تکلف کم اختیار کرتے ہیں۔ اس نثر کی مقدار اتنی زیادہ ہے کہ تمام نہیں ہو سکتی۔ اس مختصر اشارہ کے بعد ہم اُس کا ایک جزو قلیل پیش کرتے ہیں۔ سفارت مغرب سے ہمارے واپس آنے پر شیخ نے کسی سابق شاعر کی دو بیتوں کو عنوان بنا کر ہم کو لکھا۔

یا ایتھا النفس الیہ اذھبی | اے نفس ان کی طرف چل
فحبہ مشھور من مذھبی | کہ اُن کی محبت ہمارا مشہور مذہب ہے
ایأسنی التوبۃ من حبہ | اُن کے آفتاب بن کر مغرب سے طلوع ہونے
طلوعہ شمسا من المغرب | سے ہم اُن کی محبت کی توبہ سے مایوس ہو گئے
بل نجلک من التمثیل بالشمس | بلکہ ہم آپ کی شان کو اس سے برتر سمجھتے ہیں
فلو کان طلوعک علی ھذہ الاقطار | کہ اس کو آفتاب کے ساتھ تشبیہ دی جائے
کطلوعھا لاصبح جلھا لک عبادو | اگر آپ ان اطراف میں اسی طرح طلوع ہوتے
لو کان نزولک مطر التکیفت الصخور | جس طرح آفتاب طلوع ہوتا ہے تو کوئی شبہہ
ترابا دامثا ولولا معرفتنا معشر | نہیں کہ یہ سارے ممالک آپ کی پرستش کرتے
اخوان الصفا باسرار الفنا لحکمنا | اور اگر آپ بارش کی طرح نازل ہوتے تو
بان قلوبنا تحابی لا صدقائنا ولکن | پہاڑ کی چٹانیں نرم مٹی بن جاتیں۔ اگر ہماری

سبقت عیون السعادۃ بالجلال فلم تصادف بالرضا محلا لان تحصیل محال لا ذلت محروسنا بعین الذی لا تاخذہ سنۃ ولا نوم۔"

جماعت اخوان الصفا اپنے نفس کے مخفی حالات سے واقف نہ ہوتی تو بلاشبہ ہم یہ فیصلہ کر دیتے کہ ہمارے دل اپنے دوستوں کی مدد کرتے رہتے ہیں لیکن سعادت کی آنکھیں جلال کو لے کر آگے بڑھ گئیں اس لئے آپ نے رضا (کی آنکھ) سے کوئی مرتبہ نہیں پایا کیونکہ تحصیل حاصل محال ہے ۔وہ آنکھ آپ کی نگہبان رہے جس پر نہ غنودگی طاری ہوتی ہے نہ نیند"

اور جب ہم کو ریاست انشا کی خدمت ملی اُس وقت شیخ نے ہم کو لکھا۔

تخصکم یا محل الابن الارضیٰ ولادۃ والاخ الصادق اخلاصاً ووداً خصکم اللہ من السعادۃ باعلاھا مرقی وافضلھا عقبی و احمدھا غنی واکرمھا مسعی بتحیۃ اسعاد الی ایام لقائہ من المسلی عنھا بتامیل العود الیھا المزجی اوقاتہ بترديد الفكر فيھا محل ابن الحاج ابقاہ اللہ عن شوق والذی لا الٰہ الا ھو لم اجد قط مثلہ الی ولیّ حمیم واللہ علی ما نقول وکیل معرفا اننی بعلاقۃ ویصلینی عن کسرہ فجاعہ مما اغتنی بہ من توقلکم بالرتبۃ التی مازال احباؤکم منظرین علی اناتعلم ترد بذلک رتبۃ علی ماکنت باعتبار الاھلیۃ والمکانۃ العلیۃ الاعند الاطفال

اے قائم مقام فرزند دلبند اور اخلاص و محبت میں برادر صادق! اللہ آپ کو ایسی سعادت کے ساتھ مخصوص کرے جس کا زینہ سب سے بلند جس کا انجام سب سے افضل جس کی دولت سب سے زیادہ محمود اور جس کی سعی سب سے زیادہ شریف ہو ہم محمد ابن الحاج کی طرف سے جو سعادت کی جستگی حصول سعادت کی امید سے دل کو تسلّی دیتا اور اپنے اوقات سعادت کے فکر و خیال میں گزارتا ہے آپ کو اُس سے ملنے کے دن تک دعا اسعاد کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں اللہ اس کے شوق کو باقی رکھے اور قسم ہے اُس کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ ہم نے ایسا شوق کبھی دوست مخلص کے لئے نہیں محسوس کیا اور اللہ ہی ہمارے قول کا وکیل ہے۔

یہ اقرار کرتے ہوئے کہ بلا شبہ ہم ——— آپ کے احباب ہمیشہ سے یہ سمجھتے رہے ہیں آپ کے اس عہدہ پر ترقّی کرنے سے بلحاظ اہلیت اور مرتبہ عالیہ کے آپ کے درجہ میں کوئی زیادتی نہیں ہوئی مگر لڑکوں اور احمقوں

والاغفال والمخالفة من النساء
والرجال لكن افرغنا هذه
المخاطبة المحيطة في قالب
الجمهور فلم تسر فيها على الاصح
لكن على الجمهور ولو كانت
مصادر الوجود بيدي لوافتك
من وجود منازل سمائه منازل
واوطاتك افلاكه مراكب و
اوردتك كوثره مشربا واحللتك
ارفعه معقلا واقبستك بدره
مصباحا واهديتك اسراره
تحفا وقد تبلغ المقاصد مبالغ
لا تنتهي اقاصيها الاعمال فنحن
وما نضمره لتلك الجملة الجليلة
الفاضلة مما الله رقيب عليه
ومحيط بدقائقه ولو كانت
لهذا العبد الغافل الماسور في
قيد نفسه المحزون بانتهاب
الايام راس عمره في غير شيئ
دعوة في ما عدا هذا الوجه لجد
حتى يغلب على ظنه ان العليم
بذات الصدور ولاها من
قبوله بارقة يخصك بها
والله شهيد على ما تكنه الافئدة
وهو حسبنا ونعم الوكيل

اور خانہ نشین عورتوں اور مردوں کے نزدیک۔ لیکن ہم نے یہ رسمی خط جمہور کے خیال کے مطابق لکھا ہے اور اس میں صحت و واقعیت کا نہیں بلکہ جمہور کا اتباع کیا ہے اگر وجود کے انقلابات میرے اختیار میں ہوتے تو ہم آسمان وجود کی منزلوں کو آپ کی منزلیں بناتے اور اُس کے افلاک کو مرکب بناکر آپ کا قدم اس پر رکھواتے اور پانی پینے کے لئے آپ کو اُس کے کوثر پر لے جاتے اور آپ کو اُس کی سب سے بلند چوٹی پر ٹھہراتے اور روشنی کے لئے آپ کو اُس کا بدر دیتے اور آپ کی خدمت میں اُس کے اسرار کا تحفہ پیش کرتے۔ اور مقاصد اس درجہ تک پہنچ جاتے جس کی انتہا تک اعمال نہیں پہنچ سکتے پس ہم ہیں اور آنجناب کی بزرگ اور فاضل ذات مجموعۂ صفات کے لئے جو کچھ ہمارے دل میں مضمر ہے وہ ہے جس سے اللہ خبردار اور اُس کے ذرہ ذرہ سے واقف ہے۔

اور اگر اس بندۂ غافل کے لئے جو اپنے نفس کی قید میں گرفتار اور اس غم میں مبتلا ہے کہ زمانہ نے اُس کے سرمایۂ زندگی کو محض لاحاصل غارت کردیا اس جہت کے سوا کسی دوسری طرف رغبت ہوتی تو وہ کوشش کرکے یہ ظن غالب حاصل کرتا کہ علیم بذات الصدور نے اُس کو قبولیت کا شرف بخشا ہے پھر اس طرف کے ساتھ آپ کو مخصوص کرتا اللہ دلوں کے بھید سے واقف اور ہمارے لئے کافی اور بہتر وکیل ہے۔

والفضل جم والمحاسن عدیدۃ فلنقتصر اضطرارًا ونکف امتثالا للرسم والقیاد امتع اللہ بہ

اور فضائل بکثرت اور محاسن متعدد ہیں اس لئے ہم مجبورًا اختصار سے کام لیتے اور رسم کے موافق ومطابق اسی قدر پر بس کرتے ہیں۔

محمد بن عبداللہ بن منظور قیسی

نام، کنیت، سکونت محمد نام، ابوبکر کنیت، شہر مالقہ کے رہنے والے ہیں۔

اوّلیت ابوبکر کی اصل اشبیلیہ کے ایک خاندان سے شروع ہوتی ہے جو اپنی خصوصیت، برتری اور اصالت میں مشہور ہے، جس کی شہادت وہ کتابیں دیتی ہیں جو اس خاندان کے بارے میں لکھی گئی ہیں، جن میں ایک کتاب "الروض المحظور فی اوصاف بنی منظور" ہے۔

حالات کتاب "عائد الصلہ" میں ابوبکر کے حالات اس طرح مذکور ہیں:۔

"ابوبکر بہت خلیق، متواضع، خوش مزاج اور خندہ رو ہوئے ہیں، علوم کی کافی دستگاہ رکھتے ہیں، لوگوں کی مبالغہ آمیز ستائش کرتے ہیں، بہت تجربہ کار اور محاکمے کے خوگر ہیں، اور دستاویز کی شرطوں کے علم میں بصیرت رکھتے ہیں، اکثر مقاموں میں عہدۂ قضا پر مامور کئے گئے، بعد ازاں شہر مالقہ میں جو اُن کا مسکن ہے ترقی دی گئی، یہاں اُن کی سیرت مشکور اور کارنامے قابل ستائش ثابت ہوئے، خشیت الٰہی سے جلد متاثر ہوکر آبدیدہ ہوجاتے ہیں، عقیدے کے اچھے، ایثار میں مشہور اور صدقہ دینے میں نیکنام ہیں، ان کے علاقے کا جو مصیبت زدہ شخص ان کے مستقر سے گزرتا ہے اُس کی دعوت وہ ضرور کرتے ہیں، اپنے اسلاف کی روش اور وضع کے پورے پابند ہیں،

ناظم اور ناثر ہیں اور ان صنفوں میں کوتاہ دست نہیں ہیں۔"

اساتذہ

ابو بکر کے اساتذہ کے نام یہ ہیں:-

استاذ ابو محمد بن ابی سداد ان کے پاس ابو بکر نے قرارت کی اور ان کی صحبت میں رہ کر بہت کچھ فائدے حاصل کئے۔

اور وہ اساتذۂ اعلام جن سے سماعت کی اُن کے نام یہ ہیں:-

خطیب ولی ابو عبداللہ طنجالی، ابو عبداللہ بن ادیب، جو ایک سن رسیدہ راویۂ عدل ہیں،

ابو الحکم مالک بن مرصدیہ ایک معمر بزرگ ہیں، الشیخ و صوفی ابو عبداللہ محمد بن احمد اقشری۔

فاسی، ان فاسی بزرگ سے خرقۂ تصوف بھی حاصل کیا، خطیب ابو عبداللہ بن رشید،

شیخ قاضی ابوالمجد احوص، ابن مجاہد رندی معروف بہ سمار، خطیب و زاہد ابو عبداللہ سلال، اور جزیرۂ خضرآء میں خطیب ابوالعباس بن خمیس سے سماعت کی۔

جن اساتذہ نے لکھ کر اجازہ عطا کیا اُن کے نام یہ ہیں:-

ابو عبداللہ بن زبیر، فقیہ ابوالحسن بن عقیل رندی، معمر وزیر ابو علی طنجی، ابوالحکم ابن منظور جو ابو بکر کے والد کے چچا زاد بھائی ہیں، اور ابو عبد بن کمال۔

مذکورۂ بالا ناموں کی یہ فہرست میں نے خود ابو بکر کی تحریر سے نقل کی ہے۔

تالیفات

مجھے ابو بکر نے اپنی تالیفات کی اطلاع دی ہے، تفصیل یہ ہے:-

(۱) نفحات المسوکۃ وعیون التبر المسبوکۃ، اس کتاب میں خلفاء وزراء اور ملوک کے اشعار جمع کئے ہیں۔

(۲) کتاب السحب الواکفہ والظلال الوارقہ، اعتقاد فلاسفہ کے رد میں لکھی گئی ہے۔

(۳) کتاب الصیب الھتان الواکف بغایات الاحسان، اس کتاب میں صحیح احادیث نبوی اور قرآن شریف کی سورتوں سے دعائیں اخذ کی گئی ہیں۔

(۴) کتاب البرھان، اس میں قرآن شریف کی سورتوں کے خواص بیان کئے گئے ہیں۔
(۵) کتاب فی الرقائق، اس میں رقائق کے متعلق چالیس حدیثیں ہیں جو سنداً موصول ہیں۔
(۶) کتاب تحفۃ الابرار، مسئلۂ نبوت اور اُس کے اسرار میں ہے۔
(۷) کتاب الفعل المبرور والسعی المشکور، قاضی ابو محمد بن منظور کے حالات میں ہے۔

اشعار ابو بکر کے اشعار میں سے دو شعر نقل کئے جاتے ہیں:-

ما للعطاس ولا للفال من اثر
فثق فدیتک بالرحمٰن واصطبر
وسلم الامر فالاحکام ماضیۃ
تجری علی السنن المربوط بالقدر

چھینک اور فال میں کوئی خاص اثر نہیں ہے
میں تم پر قربان جاؤں! خدائے رحمٰن پر اعتماد کرکے صبر کرو۔
اور ہر کام کو اُس کے حوالے کردو کیونکہ تمام احکام جو چل رہے ہیں
وہ قضا و قدر کے مربوط قاعدوں پر جاری ہیں۔

محمد بن علی بن خضر بن ہارون غسانی

نام، کنیت، عرف، سکونت محمد نام، ابو عبد اللہ کنیت، ابن عسکر عرف ہے، شہر مالقہ کے رہنے والے تھے۔

"کتاب الذیل والتکملہ" میں ابن عسکر کے حالات بایں طور تحریر کئے گئے ہیں:-

"ابن عسکر خوش بیان، نحوی، تیز ذہن، علوم میں صاحب تفنن، خوشخط راوی حدیث، تاریخ دان، حافظے کے قوی، فہیم، فنون میں یکساں دخیل، پکّے دیندار، نہایت بامروّت، فاضل سنّی، عام و خاص میں معظم، بڑے خلیق، خوش صحبت، فراخ حوصلہ لوگوں کے حاجت روا، اور بہت بردبار تھے۔

جو شخص اُن کی برائی کرتا وہ اُس کی بھلائی کرتے، اپنے جاہ سے دوسروں

کو نفع پہنچاتے، اور بذات خود بہت سخی تھے، وثیقوں کے ناقد اور مبصر، نظم و نثر فی البدیہہ اس طرح تحریر کرتے کہ اُن کی بلاغت اور خوبی قائم رہتی تھی۔

ابتداءً شہر مالقہ میں قاضی ابوعبد اللہ بن حسن کی نیابت میں مدت تک عہدۂ قضاء کے فرائض انجام دئے بعد ازاں امیر عبد اللہ بن نصر نے بروز شنبہ ۲۸ رمضان ۷۳۵ھ کو انھیں مستقل قاضی بنا دیا مگر وہ اس استقلال سے کچھ خائف ہوئے اور اس سے باز رہنا چاہا مگر امیر موصوف کے اصرار سے اس عہدے کو قبول کر لیا اور نہایت خوش اسلوبی سے اُس کے فرائض انجام دئے اور اُن حقوق کو جو باطل میں چھپ گئے تھے ظاہر کر کے احکام جاری کئے۔

ابن عسکر عزیمت کے پختہ، پر ہیبت، بہت دلیر تھے اور صاف بیانی سے فیصلے لکھتے تھے، خدائی کاموں میں ملامت گروں کی ملامت سے بالکل نہ ڈرتے تھے، اور اسی روش پر انھوں نے اپنی باقی عمر گزار دی۔

اساتذہ

ابن عسکر نے جن اساتذہ سے روایت کی ہے، اُن کے نام یہ ہیں:-

ابواسحٰق، ابوبکر بن عتیق، ابوجعفر جیان، ابوالحسن شقوری، ابوالحجاج بن شیخ، ابوالخطاب بن واجب، ابوزکریا اصبہانی نزیل غرناطہ۔

تلامذہ

ابن عسکر کے تلامذہ کے نام یہ ہیں:-

ابوبکر بن خمیس جو ابن عسکر کے بھانجے تھے، ابوالعون اور ابوعبد اللہ بن بکر البیری، ان لوگوں نے ابن عسکر سے روایت کی ہے، ابوالقاسم بن عمران، اور ابوعبد اللہ بن آبار نے ان سے تحدیث کا اجازہ حاصل کیا ہے۔

نیز عراقیین کی ایک جماعت کو ابن عسکر نے اجازہ لکھ کے دیا، یہ اہلِ بغداد کی ایک جماعت تھی جسے اہلِ اندلس نے طلب کیا تھا جس کا تذکرہ ابوبکر بن ہشام کے ضمن میں گزر چکا ہے، اس جماعت کی نظم و نثر کی خوبیوں کا ابن عسکر نے اعتراف کیا ہے۔

تصانیف

ابن عسکر نے بکثرت مفید اور بہترین کتابیں تصنیف کیں، جن کے نام یہ ہیں:-

المشرع الروی فی الزیادۃ علی المروی اس میں چالیس حدیثیں ایسی ہیں جن کے راویوں میں اُن کے اُستاد صابیؒ کا نام آیا ہے، مجھے معلوم نہیں کہ اس اسلوب پر ان سے پہلے کسی اور نے کتاب لکھی ہو، اس تصنیف سے اُن کے اساتذہ کی کثرت اور روایت کی وسعت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

نزہۃ الناظر یہ کتاب حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے مناقب میں ہے، الخیر المختصر یہ صبر کی تسلّی میں لکھی ہے۔ اس کتاب کو ابو محمد بن احوص نابینا واعظ کے لئے تالیف کیا تھا، ادخار الصبر و افتخار القصر و الفقر، یہ ایک رسالہ ہے: "الاکمال و الاعلام فی صلۃ الاعلام بمجالس الاعلام من اهل مالقۃ الکرام" اس کتاب کا دوسرا نام مطلع الانوار و نزہۃ الابصار ہے اس میں مالقہ کے رؤسا اور اکابر کے مناقب اور آثار لکھے ہیں، اس کتاب کے ختم ہونے سے پیشتر ابن عسکر کی وفات ہو گئی اس کی تکمیل اُن کے بھانجے ابوبکر محمد بن خمیس نے کی، میں نے اس کتاب سے اپنی اس تالیف میں جابجا واقعات نقل کئے ہیں۔

پیشتر اس سے کہ آسمان معارف سے ابن عسکر کے وجود کا آفتاب غروب ہو انھوں نے اپنی موت کی خبر حسب ذیل اشعار میں دی تھی:۔

ولما انقضی احدی وخمسون حجۃ کانی منها قعو بئر یحطم	اور جب اکاون سال کی میری عمر ہو چکی اور میں کنوئیں کے چرخ والی لکڑی کی مانند ہو گیا جو ٹوٹ رہی ہو۔
ترقیت اعلاها لانظر فوقها مدی الحتف منی علنی منه اسلم	تو اس سال سے اونچا ہو کر موت کی درازی کو اوپر دیکھنے لگا تاکہ شاید میں اس سے بچ سکوں۔
اذا هو قد ادلی الیّ کانما ترقیت فیه نحوهٗ وهو سلم	ناگاہ موت میرے نزدیک آ گئی گویا کہ سال مذکور موت کی طرف چڑھنے کا زینہ ہے۔

ایک کوزہ پشت کے متعلق ابن عسکر نے دو شعر کہے تھے:۔

واحدب تحسب فی ظهره سفینۃ فی نهر ءاتمه	ایک کوزہ پشت کے متعلق تمہارا خیال ہے کہ اس کی پشت پر ایک کشتی ہے جو نہر میں تیر رہی ہے۔

مثلث الخلقة لكنه — وہ خلقۃً مثلث ہے مگر
في ظهره زاوية قائمة — اُس کی پشت پر زاویہ قائمہ بنا ہوا ہے۔

میں نے ابن عسکر سے اجازہ طلب کیا تھا جس کے جواب میں اُنھوں نے ایک نہایت اعلیٰ نظم لکھ بھیجی تھی وہ یہ ہے:-

اجبتك لا انى لما رمته اهل — میں نے آپ کی درخواست قبول کی نہ اس لئے کہ میں آپکے مقصد کا اہل ہوں
ولا ان ما احببت محتمل سهل — اور نہ آپ کی محبوب شئے آسان اور قابل برداشت ہی ہے۔
وما العلم الا البحر قد طال مده — علم ایک دریا ہے جس کی پہنائی وسیع ہے
ومالى علّ في الورود ولا نهل — اور میں اس دریا میں دو ایک بار بھی اُتر کر سیراب نہ ہوا
وكيف ارانى اهل ذاك وقد اتى — اور میں اپنے آپ کو اس کا کیونکر اہل سمجھوں
على النفس امران البطالة والجهل — جبکہ میرے نفس میں دو باتیں بیکاری اور جہالت آگئی ہیں۔
واسئال ربى العفو عنى فانه — میں اپنے رب سے عفو گناہ کا خواستگار ہوں
لما يرتجيه العبد من عفوه اهل — بیشک وہ بندے کے عفو تقصیر کا اہل ہے۔

ولادت | سال ولادت تقریباً ۵۸۴ھ ہے۔

وفات | روز چہارشنبہ وقت ظہر ۴ جمادی الآخرة ۶۳۶ھ کو وفات پائی۔

محمد بن یحییٰ بن محمد بن یحییٰ بن احمد ابن محمد بن ابی بکر بن سعد

نام و نسب محمد نام، ابوعبداللہ کنیت، ابن بکر عرف ہے، نسلاً اشعری ہیں، مالقہ ان کا مرزبوم ہے اور بلج کی اولاد سے ہیں، جن کا سلسلۂ نسب یہ ہے:-

بلج بن یحییٰ بن خالد بن عبدالرحمٰن بن زید بن ابی بردہ مسمیٰ عامر بن ابی عامر ابن ابوموسیٰ (اشعری)، مسمیٰ عبداللہ بن قیس صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ابن حزم نے بلج کو اُن عربوں میں شمار کیا ہے جو اندلس میں آکر بس گئے تھے۔

حالات "کتاب عائد الصلہ" میں ابن بکر کے حالات اس طرح مسطور ہیں:-

"ابن بکر علماء کے صدر، فضلاء کے سردار، سادہ مزاج، اور صفائی پسند تھے، اُن کا حلقۂ درس وسیع اور اُن کی نظر گہری تھی، واضح مسلک کے پابند، انصاف پسند، احکام و قرأت کے عارف، تاریخ واسناد، جرح و تعدیل کے لحاظ سے حدیث کے ماہر، انساب اسماء اور کنیتوں کے حافظ، عربیت کے محافظ، اصول و فروع لغت، عروض، فرائض، اور حساب میں یکساں دخیل، نیک خلق اور پر وقار تھے، طلبہ کے مہربان، علم اور علما کے دوست اور اہل علم کے قدر افزا تھے، تصنع سے پاک، پوشاک میں بے تکلف اور خوددار تھے! فیصلہ نافذ کرنے میں سخت اور اُس کی نصرت میں مشہور تھے۔ اولاً انھیں اپنے شہر مالقہ میں سرداری کی خدمت ملی جس کے فرائض میں رفاہ عام اور

امور حل و عقد کی نگرانی تھی بعد ازاں اسی شہر میں عہدۂ قضا پر فائز کئے گئے، اُنھوں نے اس عہدے کی عزت کو بہت بڑھایا اور اپنی نرمی کو چھوڑ کر حق کے فرماں بردار ہو گئے اور پھر بھی وہ پڑھنے پڑھانے میں مشغول، اپنے اوقات کے پابند اور نفع رسانی میں حریص تھے، اس کے بعد وہ محرم کے عشرۂ اول ۷۳۶ھ کو غرناطہ کے قضا اور خطبے کی خدمت پر مامور کئے گئے - ان فرائض کے انجام دینے میں حقانیت کو ظاہر کیا گواہوں پر جرحیں کر کے ستر سے زیادہ آدمیوں کو کھوٹا قرار دیا جس کی وجہ سے وہ ایک ایسی عداوت اور کشاکش کے دریا میں اُترنے کے لئے انجام کی پروا کئے بغیر اُٹھ کھڑے ہوئے جس کی ہولناک موجوں کے تھپیڑے آ آکر ان سے ٹکرائے اور اپنے بھنور میں اُنھیں خوب غوطے دئے جس کی سخت مشقت اور کید میں وہ ایسے مبتلا ہوئے کہ دوسرا شخص اتنا مبتلا نہ ہوا تھا یہاں تک کہ وہ راتوں کو نماز پڑھنے کے لئے شاہراہ چھوڑ کر گلیوں میں سے غیر مطمئن حالت میں جانے لگے، اور اس باب میں اُن کے ساتھ بہت سے واقعات پیش آئے، اور اُن کی یہ حالت اُس وقت تک قائم رہی جب تک اللہ تعالیٰ کی مشیت تھی۔

ایک دفعہ امیر نے کسی شاہد کے متعلق اُنھیں مجبور کیا کہ دوبارہ اُسے ثقہ اور عادل مان لیا جائے مگر اُس وقت بھی وہ نرم نہ ہوئے، باوجود ان حالات کے وہ غرناطہ میں اشاعت علم کے لئے ہر وقت آمادہ رہتے ہوئے تمام علوم و فنون کا درس دیتے رہے اور طالبان علم کو فائدہ پہنچا کر اُن کو فارغ التحصیل بنایا، وہ عربیت، فقہ، اصول، اور قرآن پاک کا درس دیتے، فن الفن اور حساب کی تعلیم اور حدیث شریف کی شرح بیان کرتے اور اُس کی سماعت کے لئے نہایت وقار، سکون، حسن تجمل اور انشراح صدر کے ساتھ مجلسیں منعقد کرتے تھے۔

قاضی و مؤرخ ابوالحسن بیان کرتے ہیں کہ ہمارے شیخ ابو عبداللہ بن ابی بکر[۵]

---

۵ ابی بکر سے ابن بکر کے جد اعلیٰ مراد ہیں - مترجم

جو ہمارے قریبی سسرالی رشتہ دار تھے بڑے صاحب عزم و ارادہ، حکم ناطق اور فیصلے کے آدمی تھے، خدا اُن پر رحم فرمائے وہ ہر عہد سلطنت میں صاحب صولت اور ہر کج رو کے لئے شعلۂ جوالہ تھے انھوں نے حاسدوں کے دلوں کو جلاکر عہدۂ قضا کی عزت بڑھائی اور اُس سے گرد و غبار کو دور کرکے اپنے علوم کے ذریعے سے صداقت کے تاروں کو روشن کیا، مشکل سے مشکل باتوں کو نافذ کیا، اور اُن جگہوں میں ثابت قدم رہے جہاں انسان بھٹک جاتا ہے، اپنی حجتوں سے لوگوں کو قائل کیا اور اپنے تفقہ سے نکتے پیدا کئے۔

توقیع ہمارے دوست ابوجعفر شقوری نے ہم سے بیان کیا کہ ایک روز میں ابن بکر کے اجلاس میں بیٹھا ہوا تھا دفعتہً ایک عورت اُن کے سامنے آئی اور ایک رقعہ پیش کیا جس کا مضمون یہ تھا:

"میں اپنے طلاق دینے والے شوہر سے محبت رکھتی ہوں میں چاہتی ہوں کہ کوئی شخص اُس سے سفارش کرکے رجعت کرادے" ابن بکر نے رقعہ لیکر اُس کی پشت پر یہ توقیع لکھی۔

"تمام ستائش خدا کے لئے ہے، جو شخص اس تحریر کے مضمون سے واقف ہو اُسے چاہئے کہ ایک فریادرس کی طرح ہوش و گوش سے سُن کر اس عورت کے لئے اُس کے شوہر سے سفارش کردے، اور اس کو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس سفارش کی پیروی سمجھے جو بریرہ کے لئے مغیث سے کی تھی، خدا ہم سب کو عقل و دین عطا فرمائے اور ہدایت یافتہ لوگوں کے مسلک پر چلائے"۔

اس کے بعد شقوری نے ہم سے کہا کہ کسی نے مجھ سے پوچھا کہ خود ابن بکر نے سفارش کیوں نہ کی میں نے جواب دیا کہ حاکم کے لئے یہ زیبا نہیں ہے کہ وہ خود اس قسم کی سفارشیں صراحتہً کیا کرے۔

شاعری دو بیتوں کے علاوہ جو ایک عربی النسب کمان کی تعریف میں ہیں ابن بکر سے شعر نہیں سُنے گئے، وہ دو بیت یہ ہیں:۔

لام العواذل بنت النبع والنشم	درخت نبع اور نشم کی لکڑی کی ملامت گروں نے ملامت کی

تزری بعطف قصب البان والعلم — کہ اُس نے علم اور لیکائن کی شاخ کی لچک کو عیب ناک کر دیا
قوام قامتها تمام معطفها — اُس کے قامت میں پوری لچک ہے۔
من تلق تقتله تصمیه او تصم — جس کسی سے مقتل میں ملتی ہے اُسے وہیں ہلاک یا چاک کر دیتی ہے۔

اساتذہ ابن ابی بکر نے اُستاد خطیب صاحب فنون ابو محمد بن ابو سداد باہلی سے قرآن عظیم کی تعلیم جماعت کے ساتھ اور تنہا حاصل کی، زبان عربی اور حدیث کی تعلیم بھی اُن سے پائی اور اُن کی صحبت میں رہ کر اُن کے اخلاق سے آراستہ ہوئے، شیخ صالح ابو عبداللہ محمد بن عیاش خزرجی قرطبی سے حدیث کی اکثر کتابیں پڑھیں جن میں صحیح مسلم بھی ہے، اس کے ایک حصّے کے سوا پوری سماعت شیخ موصوف سے کی۔

دوسرے اساتذہ کے نام یہ ہیں :۔

قاضی ابوالقاسم قاسم بن احمد بن حسن بن سکوت، فقیہ صدر کبیر ابو عبداللہ بن ربیع، فقیہ قدوۃ الولی ابو عبداللہ محمد بن احمد طنجالی، شیخ قاضی ابوالحسن بن استاذ علامہ ابوالحجاج بن مصامد، استاذ خاتمۂ معلمین ابو جعفر بن زبیر، خطیب محدث ابو عبداللہ بن رشید، خطیب ولی صالح ابوالحسن بن فضیلہ، استاذ ابوالحسن بن لباد مشرقی، شیخ استاذ ابو عبداللہ بن کمال۔

اہل سبتہ میں جن اساتذہ نے ابن بکر کو اجازہ دیا اُن کے نام یہ ہیں :۔

شیخ الشرفا ابو علی بن ابی تقی طاہر بن ربیع اعدل راویہ ابو فارس عبد العزیز بن ہواری، ابو اسحٰق تلمسانی، الحاج عدل راویہ ابو عبداللہ بن حصار، استاذ مغربی ابوالقاسم بن عبدالرحیم قیسی، استاذ ابوبکر بن عبید، شیخ معمر ابو عبداللہ بن ابوالقاسم بن عبداللہ انصاری۔

اہل افریقیہ میں جن اساتذہ سے ابن بکر نے اجازہ حاصل کیا اُن کے نام یہ ہیں :۔

ادیب معمر ابو عبداللہ بن ہارون، ابوالعباس احمد بن محمد مالقی، محمد بن محمد بن سید الناس یعمری، عثمان بن عبدالقوی بلوی، یہ اہلِ مصر سے ہیں،

عالم انساب شرف الدین عبدالمومن بن خلف دمیاطی، ان کے علاوہ

مصر، شام اور حجاز کے اساتذہ سے بھی فائز المرام ہوئے۔

ولادت آخر ذی الحجہ ۶۷۴ھ میں پیدا ہوئے۔

وفات جزیرۂ طریف کی جنگ میں مسلمانوں کو جو شکست ہوئی تھی۔ اُسی میں ابن ابو بکر بھی شہید ہوئے، لوگوں کا گمان ہے کہ ابن بکر کے پاس ایک خچر تھا، اس جنگ کے بعض شکست خوردہ اشخاص نے اُنھیں مشورہ دیا کہ وہ اس پر سوار ہولیں مگر اُن میں سواری کی قوت باقی نہیں رہی تھی۔ جواب دیا "یہ یوم فرحت ہے میں واپس جارہا ہوں" یہ اشارہ تھا اُس آیت کی طرف جو شہدار کے متعلق ہے (فرحین بما آتاھم اللہ من فضلہ) یعنی اللہ نے اُن شہداء کو جو فضیلت دی ہے اس سے وہ خوش ہیں، یہ واقعہ روز شنبہ وقت چاشت، جمادی الاولیٰ ۷۴۱ھ کو پیش آیا۔

محمد بن احمد بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن محمد ابن محمد بن علی بن موسیٰ بن ابراہیم بن محمد بن ناصر ابن خبوز بن قاسم بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

یہ نسب نامہ محمد کی تحریر سے منقول ہے، ان کی برتری مشہور ہے۔

حالات یہ فاضل روزگار کمال کی نشانیوں میں سے ایک نشان، وقار و صحت رائے، اور دور اندیشی میں بے نظیر تھے۔ بردباری اور اعتماد، پاکیزگی اخلاق کے ساتھ نرمی، انبساط کے ساتھ انقباض، یہ اسباب تھے، جن کے باعث اُنھیں قوموں پر غلبہ حاصل ہوا، میانہ رو، خوش خلق،

خواہشوں پر قابو رکھنے والے، غمخوار، صبر و حسن اخلاق میں ممتاز، اور بڑے حیادار تھے، دل کے مضبوط، بلند ہمّت، خوش پوش، ہمنشینوں کے لئے مفید، بلا کے تیز اور بلند فہم تھے، علم کی سند کے ساتھ، حسب ونسب کی بلندی، پاکیزگی نفس اور حسن طبیعت سے متصف تھے، بلاغت کے علمبردار، میدان بیان کے راہرو، زبان اور اُس کی شاخوں میں یکتائے روزگار، اور اُس کی خوبیوں کے مالک تھے، بے مثال حافظہ رکھتے تھے، امثال و شواہد نوک زبان تھے، وسعت نظر اور راست بینی سے آراستہ، غفلت وکم فہمی سے مبرا، نوادر لغت، اخبار و تاریخ، عروض و قافیہ و بدیع سے مزین، فقہ کی تدریس، و علم میں برتر، مسائل کے استخراج میں ماہر، درس وتدریس کے بارگراں کے متحمل، تصنیف میں ممتاز، حاضر دماغ، فصیح زبان اور اپنے خاندان کے لئے باعث فخر تھے،

ولایت

محمد بنو نصر میں سے پانچویں بادشاہ کے عہد میں غرناطہ آئے، عہد شباب تھا، اور زبان کا علم، اسالیب بیان سے واقفیت کی کوئی حد نہ تھی، شیریں اور خالص شعر کہتے تھے، اس اعلیٰ قابلیت نے ترقی کا راستہ ہموار کر دیا، اور وہ "کتابت انشا" کے سلسلے میں منسلک کر لئے گئے، جو اُس زمانے میں ایک نایاب چیز شمار کی جاتی تھی، پھر اُن کا فضل مشہور ہوا، اور اُن کی شرافت کا شہرہ دور دور ہوا تو اُن کا منصب دائرۂ علم سے عہدۂ حکومت کی طرف منتقل ہوا، تا آنکہ ۲ ربیع الآخر ۷۲۳ھ کو مختلف جگہوں میں رہنے کے بعد غرناطہ میں قلمدان کتابت و عہدۂ قضا و خطبہ ہاتھ میں لیا، اور فیصلوں کا بارگراں اپنے سر لے لیا، اور بزرگی کا اہل اپنے کو ثابت کر دکھایا، اس حال میں کہ با اختیار و بارعب، نکتہ چینی سے تقریباً محفوظ رہے اور تائید و توفیق ہمیشہ اُن کے ہمرکاب رہی، تقریروں کی بلاغت کا کیا پوچھنا، زبان صاف اور سلیس، بڑے بڑے مقررین اُن کے سامنے دم نہیں مار سکتے تھے، دشمنوں کے یہاں سفیر بنا کر بھیجے گئے، اور اپنی کوششوں میں کامیاب، مشوروں میں صائب اور حیا و شرافت میں ممتاز رہے، یہاں تک کہ عہدۂ قضا سے شعبان ۷۲۷ھ کو بلا کسی عیب چینی یا جرم کے معزول کئے گئے، اس کے بعد

مسند درس کو زینت دی، اور علوم ادبیہ وفقہ کی تعلیم کے لئے اپنے کو وقف کردیا لیکن پھر کچھ ہی دنوں کے بعد اُن کے دلی قدرداں امیر مملکت نے، وادی آش (جو غرناطہ کا ایک حصّہ ہے) میں اُسی اعزاز و وقار کے ساتھ قاضی مقرر کردیا جس کے بعد وہ اپنے عہدے پر منتقل ہوگئے،

ہمارے اُستاذ ابوالحسن بن الجیاب اور اُن کے درمیان بہت دوستانہ تھا، اس معزولی کے بعد دونوں نے شعر وشاعری میں خوب اپنے خیالات کا اظہار کیا، اور داد فصاحت دی۔

مندرجۂ ذیل اشعار میں وہ معزولی پر تسکین دیتے ہیں، اور عہدۂ قضا کو ملامت کرتے ہیں کہ اُس نے ایسے بزرگ سے کیوں روگردانی کی۔

لا مرحبًا بالناشز الفارك	جدائی اور علیحدگی اختیار کرنے پر وہ مسرور نہ ہو
ان جهلت رفعة مقدارك	کہ اُس نے تمہارے بلند مرتبے کو نہ پہچانا
لو انها قد اوتيت رشدها	اگر اُسے پوری سمجھ ہوتی۔
ما برحت تعشو الى نارك	تو وہ حصول منفعت کے لئے ہمیشہ تمہاری آگ کا رخ کرتی
اقسمت بالنور المبين الذى	میں اُس نورِ الٰہی کی قسم کھا کر کہتا ہوں
منه بدت مشكاة انوارك	جس سے تمہاری روشنی کا چراغ ظاہر ہوا،
ومظهر الحكم الحكيم الذى	اور اُس دانا فیصلہ کرنے والے کی قسم
يتلى عليه طيب اخبارك	جس کی پاکیزہ خبریں تم پر تلاوت کی جاتی ہیں،
ما لقيت مثلك كفوًا لها	میں نے تمہارا سا عہدۂ قضا کا اہل کسی کو نہیں پایا،
ولا أوت الى اكرم من دارك	اور کبھی تم سے زیادہ شریف گھر اُسے نہیں میسر آیا،

پھر غرناطہ میں عہدۂ قضا پر مامور کئے گئے، اور اپنے مشہور اوصاف، بزرگی، پاکیزگی، عدل کا التزام، اور خودداری کے ساتھ داد قضا دیتے رہے، یہاں تک کہ سلطان نے ۷۵۵ھ عید کے دن داعی اجل کو لبیک کہا، اس حال میں کہ وہ اُن کے فیصلوں سے خوش، اور اُن کے اقتدار پر مطمئن رہے، اس کے بعد اُن کے فرزند ارجمند جانشین ہوئے، اُن کے منصب پر اُنھوں نے بھی اظہار خوشنودی کیا، اور اُن کی عزت و اکرام میں مبالغہ کیا، اور اُن کی

ہمنشینی کے خواستگار رہے۔

اساتذہ

محمد نے سبتہ میں اپنے یگانۂ روزگار، پاکیزہ خیال والد ماجد سے پڑھا، اور ان کے علاوہ ابو عبداللہ بن ہانی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، اور زیادہ تر انھیں سے استفادہ کیا، امام استاذ الاساتذہ ابو اسحٰق غافقی سے بھی شرف شاگردی حاصل ہے، خطیب ابو عبداللہ غماری، خطیب محدث ابو عبداللہ بن شہید، قاضی ابو عبداللہ قرطبی اور فقیہ زاہد ابو عبداللہ بن مریث سے روایت حدیث کی، اور مشہور عالم ابوالقاسم بن حریث، اور دیگر علما سے بھی استفادہ کیا۔

مصیبت

سلطان مذکور کی وفات کے دن محمد پر ایک عجیب مصیبت آئی، جس نے انھیں چور چور کر دیا، وہ سجدے میں تھے کہ اُن پر بہتوں کے پاؤں پڑے اور ایک امیر جو حریہ کا امام تھا اُن پر گر گیا اور اُن کی عبا کا دامن اُن کے منھ پر لپٹ گیا، جس سے اُن کی سانس رک گئی، اور کچھ دیر تک موت وزیست کی کشمکش میں رہے، تا آنکہ خدا نے اُنھیں اس سے نجات دی، تو ہلاکت سے بچے، اور اس پیچ و اضطراب کے مقام سے دور نکل گئے، اور فوراً فصد کھلوائی، اور اللہ نے شفا دی، اور جب وہ بحال ہوئے، تو بادشاہ کے ایک نہایت ہی معتمد رازداں نے بیان کیا کہ سلطان نے اپنی وفات سے پیشتر اپنا خواب بیان کیا تھا، کہ وہ مسجد کی محراب میں قاضی موصوف کے ساتھ جلوہ فرما ہیں، کہ اُن پر ایک کتے نے حملہ کیا، جس سے اُن کا کپڑا خون آلود ہو گیا۔ اس خواب نے اُنھیں بہت غمگین کیا، اور طرح طرح کے وسوسے پیدا ہونے لگے، یہاں تک کہ قاضی موصوف کے برطرف کرنے کا تہیہ کر لیا، تاکہ توہم و فکر کا دروازہ بند ہو سکے، لیکن خدائے بزرگ و برتر نے پھر اُن کے دل میں ڈال دیا، کہ فیصلہ کے نفاذ کو ذرا موخر کر دیں، یہاں تک کہ وہ خواب سچا ثابت ہوا چنانچہ مذکورۂ بالا حادثہ رونما ہوا۔

تصانیف

محمد کی تصنیفات نہایت بلند معیار کی ہیں، ان میں بعض یہ ہیں:—

(۱) رفع الحجب المستورۃ فی محاسن المقصورۃ، اس میں ادیب ابوالحسن حازم کی مقصورہ کی ایک ایسی بے مثال شرح کی ہے، جس سے بہتر مشکل ہی سے ممکن ہو سکتا ہے،

(۲) ریاضۃ خزرجی کے قصیدہ کی شرح ہے، یہ مصنف کے اعلیٰ تبحر اور وسعت معلومات کی بہترین شاہد ہے،

(۳) ابو عبداللہ بن مالک کی کتاب التسہیل کی شرح بھی نہایت عمدگی کے ساتھ کی ہے، جو تقریباً مکمل ہے۔

(۴) درر السمط فی خبر السبط کی شرح کا بھی آغاز کیا تھا، یہ کتاب خوبیوں کی جامع اور مفید ابواب پر مشتمل ہے،

شعر محمد شعر و شاعری کے میدان کے شہسوار ہیں، نہایت بلند معیار و پاکیزہ ذوق سے بہرہ ور، یکتائے روزگار، اور سند مانے جاتے تھے، ان کا کلام حسن لفظ اور خوبی معنی دونوں کا جامع تھا، زبان صاف اور رواں، بندش چست اور پیچیدگی کا نام نہیں،

ان کے کلام کا ایک حصہ جو جھد المقل کے نام سے موسوم تھا، مجھے خاص طور پر عنایت ہوا، یہ بے مثال منظومات کا مجموعہ نکلا، اس کا دیباچہ یہ ہے:۔

تعریفیں بزرگ و برتر باری تعالیٰ کے لئے ہیں، التجا ہے، کہ ہمیں غلط اقوال اور برے اعمال سے بچائے، اور خاتم الانبیا سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر خدا کی رحمت و درود نازل ہو، میرے نتائج فکر اور جو کچھ کبھی کبھی دل سے زبان پر آجاتا ہے، اُن کا ایک حصہ ان اوراق میں محفوظ ہے، اگر میں عقلمندی و احتیاط سے کام لیتا، تو ان میں کچھ جمع نہ کرتا، بلکہ اُن کے چھپانے اور دفن کرنے میں عرب کی روش اختیار کرتا، لیکن میں نے مٹانے پر محفوظ کرنے کو ترجیح دی، اور لوگوں کے اس قول پر عمل کیا، "ان من احسن ما اوتیتہ العرب الابیات" (جو سب سے بہتر چیز عربوں کو دی گئی ہے وہ شعر ہے) اور اگر یہ اس بزرگ کے سامنے پیش کی جائیں، اور وہ پوچھ بیٹھے، کہ یہ فکر کی بیٹیاں

دفن ہونے سے کیونکر بچ گئیں ؛ تو میں جواب دوں گا کہ میں نے آپ کے حرم کے محفوظ سائے میں اُنھیں پناہ دی ہے، کہ آپ کی فکر کے مکان میں اُنھیں استراحت و شب باشی کا موقع مل جائے، اور میں نے اس یقین کے ساتھ اُنھیں ہدیہ دیا ہے، کہ آپ کا عالی ظرف اُن کے عیوب سے چشم پوشی کا کفیل ہے، اس قلیل ہدیے کو میری طرف سے غنیمت سمجھئے کہ محتاج کی کوشش کو کم نہیں کہا جاتا، ان کے فخر کے لئے یہ کافی ہے، کہ جناب کے زیر سایہ انھیں رہنے کی جگہ مل گئی، اور ان کے لئے یہ عزّت بس کرتی ہے، کہ جناب کے نتائج فکر اور ان میں ہمسائیگی و قربت کا رشتہ قائم ہوگیا،

پیدائش محمد ماہ ربیع الاول سنہ ۶۹۶ھ کو سبتہ میں پیدا ہوئے،

وفات محمد منصب قضا پر متمکن تھے، کہ شعبان سنہ ۷۶۰ھ کے اوائل میں غرناطہ میں انتقال کیا،

محمد بن احمد بن عبد الملک القشتالی

نام، کنیت محمد نام اور ابو عبداللہ کنیت، مرکز اسلام فاس میں قاضی جماعت کے عہدے پر سرفراز تھے،

حالات ابو عبداللہ عالی خاندان اور حسب ونسب کے اعتبار سے ممتاز تھے، قدیم الطلب، ظاہر التخصیص، بہت باوقار، اور اعتماد و اخلاق میں ممتاز تھے، مخلص اور پاک نفس، دوستوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والے تھے، فن ادب میں اعلیٰ دستگاہ رکھتے تھے، خوش گو شاعر، اور اعلیٰ انشا پرداز، فن معانی میں تجنیس و تنقیح کے عالم تھے، جس خوش نصیب نے ان سے فیض حاصل کرلیا، گویا اُس نے علم و بزرگی کے ایک رکن کو حاصل کرلیا، سلطان المعظم ابو عنان فاس نے انھیں غرناطہ میں عہدۂ قضا پر مامور کیا،

اور اُن پر سلطان کی عنایت خاص طور پر مبذول رہی، اور اُن کی قسمت کا ستارہ چمک اُٹھا، اُن کی سچی قدر و منزلت ہونے لگی، سلطان کے سفیر بن کر بارہا اندلس گئے، وہاں اُن کی بزرگی و رتبۂ عالی کا سکّہ بیٹھ گیا،

جب اندلس میں حکومت پر ادبار آیا اور لوگوں کو کوچ کرنا پڑا، تو مجھے اُن کی بزرگی، مشورہ اور حسن صحبت کے متعلق ایسی قابل رشک خوبیوں کا تجربہ ہوا، کہ بے اختیار تعریف کرنے کو جی چاہتا ہے، اور میں نے اُن کی شان میں مندرجۂ ذیل شعر کہے:-

من ذا یعدّ فضائل القشتالی
قشتالی کے فضائل کون بیان کرے۔

والدھر کاتب آیھا والتالی
جبکہ زمانہ اُن کی خوبیوں کو لکھنے والا اور تلاوت کرنے والا ہے،

علم اذا التمسوا الفنون بعلمہ
جب اُن کے وسیع علم سے کچھ حاصل کرنے کی سعی کی جائے

مرعی المشیع ونجعۃ المکتال
تو وہ قحط زدہ کے لئے سرسبز میدان اور تشنہ کام کے لئے شاداب سیراب گاہ کے مانند ہیں۔

نال التی لا فوقھا من رفعۃ
وہ اتنی بلندی پر پہنچ گئے ہیں جس سے اوپر کوئی بلندی نہیں ہے،

ما املتّھا حیلۃ المحتال
اور جہاں تک کسی کے کوشش کرنے کا خیال تک نہیں گیا تھا،

وکفیٰ بارث تراثہ عن جدہٖ
یہ کہنے کے لئے کہ اُنھیں بزرگی و علم کا ترکہ اپنے آبا و اجداد سے ملا ہے یہ کافی ہے،

أن المقدم فیہ عین التالی
کہ ان میں پچھلا اگلوں سے کم نہیں ہوتا۔

اے جماعتوں کے قاضی! میں آپ کی تعریف میں کن خوبیوں کا حوالہ دوں، کیا اُن قدیم کمالات کا جو آپ کی بزرگی کا باعث ہیں، یا آپ کے نئے اوصاف کا، جو آپ کی باتوں کے سُننے پر مجبور کرتی ہیں، اور دونوں کی دونوں دریائے ناپیداکنار کی مانند ہیں، کہ تصور بھی اُس کا احاطہ کرنے سے عاجز ہے، اور حال یہ ہے کہ تیز رفتار گھوڑے سے کوئی نہیں بڑھ سکتا، اور انتھک کوشش کرنے والا نہ منزل مقصود کو پہنچتا ہے، اور نہ اپنی سعی کوشش میں دریغ کرتا ہے۔

اور اُس شرافت اور خوبی کا کیا کہنا، جس کی شہادت پرانی خبریں کردیتی ہیں،

اور اس خاندانی نسبت پر جو ناحق بات سے گریز کرتی، اور سچی باتوں سے اتصال کی کوشش کرتی ہے، اور ایسے علوم جو حق کی بنیادوں کو ثابت اور استوار کرتے ہیں، شہادت سے اشتباہ کو دور کرتے ہیں، خدا جانتا ہے، کہ آپ کے سایۂ عاطفت نے زمانے کے ستم سے مجھے بچا لیا، اور اس نے میرا بال تک بیکا نہیں کیا، اگرچہ زمانہ شیر یا بیل ہی کو مجھ پہ کیوں نہیں اُبھار دیتا، کہ اب میں اس حکومت کے زیرِ سایہ آگیا ہوں، جس کی نگاہ انتخاب جناب پر پڑی ہے، اور جس کے سونے کے کھرے پن کو اس کے معیار نے نمایاں کر دیا ہے، رحمت وعزت اور ایسے حقوق کے نگہبان کے سائے میں آگیا ہوں، جس کی سیکڑوں ہزاروں میں مثال دی جاتی ہے، اور اللہ سے اعتماد ہے، کہ اچھا بدلہ عنایت فرمائے گا، اور حضور والا کی فضیلتوں کی طرف نسبت ظاہر کرنے سے اب تک یہ سفر مانع رہا ہے، جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتا، اور کچھ ایسے ناگوار حالات ہیں، جن کی کدورتیں خاکسار اور جناب عالی کے درمیان حائل رہی ہیں، اور اگر یہ باتیں نہ ہوتیں، تو خوشی و مسرت کی زندگی بسر کرتا، اور جناب سے فائدہ حاصل کرتا، خدا آپ کی زندگی میں برکت دے، کہ وہ نزدیکی حاصل ہو، جو اجنبیت کو دور کر دے، اور تعلق اتنا بلند ہو جائے، جس کے مقابلے میں کسی خوبی کا ذکر نہ ہو، رہا جناب کا حکم اس قصیدے کے بھیجنے کے بارے میں، جس کا مرتبہ صرف آپ کی نظر عنایت نے بلند کر دیا ہے، اور آپ کی نیک نیتی اور اخلاص کو اس میں جدّت نظر آئی تو اس حکم کی تعمیل ہو گئی ہے اور معمولی غور و تامل کے بعد نقص ظاہر ہو جاتا ہے، اور میری بڑی امید یہ ہے، کہ چشم پوشی کی جائے، اس لئے کہ یہ ایسی فکر کے نتائج ہیں، جس کی آگ لیل و نہار کی گردش سے بجھ چکی ہے، اور پست درجہ لوگوں نے اس کا معیار بدل دیا، اور حق تو یہ ہے، کہ جناب کی ذات ان غلطیوں کے مطالعے اور اس کوچے کی راہ پیمائی سے بلند و برتر ہے، لیکن حکم کی بجا آوری ضروری ہے، اور بزرگی و شرف کا یہ ایسا حکم تھا جس سے سرتابی کی گنجائش نہیں تھی، اور جناب والا اپنے قدر دان

اور مرتبہ شناس محمد بن خطیب کا سلام قبول کریں۔

اُس کے جواب میں انھوں نے سپاس گزاری کے لہجے میں دوبارہ کہا:—

وافت بجر الزهو فضلة بردها	شان تبختر سے چادر گھسیٹتے ہوئے
حسناء قد اضحت نسيجة وحدها	ایسی حسین عورت آئی جو اپنی آپ مثال ہے
لله اى قصيدة اهديت لم	آپ کے بھیجے ہوئے قصیدے کا کیا کہنا
يهتد المعارض نحو غاية قصدها	مقابلے کا ارادہ کرنے والا جس کا پتا بھی نہ پا سکا،
لابن الخطيب بها محاسن جمة	اس قصیدے سے ابن خطیب کے ایسے کمالات ظاہر ہوئے
يلقى الخطيب فهامة فى عدها	ایک مقرر بھی اُس کے شمار کرنے سے عاجز ہے،
سر البلاغة عنه اودع حافظا	اُن کی بلاغت کا راز اب تک ایک محافظ
قد صانه حتى فشا من عندها	کے سینے کی امانت تھا، یہاں تک کہ اس قصیدے سے ظاہر ہوا
فى غير عقد نفثه بسحرها	اس قصیدے نے اپنے جادو کو کتنی گرہوں میں پھونکا ہے
فلذا اتى سلسا منتظم عقدها	اسی لئے اس کا ہار نہایت سلیقے سے پرویا ہوا ہے،
لم ادر ما فيها ففنت معاودا	میں اس کا مطلب بخوبی نہ سمجھ سکا، تو میں
من طرسها ومعلما من بردها	اس کے صفحوں کو دوبارہ دیکھنے لگا اور اس کے نقش و نگار کا پتا لگانے لگا،
حتى رفعت بها الأ بعد غاية	یہاں تک کہ میں نے اُسے نہایت باکمال انسان کے سپرد کیا
باعا تقصر فى البلوغ بحدها	جو اُس کی کنہ تک پہنچنے سے عاجز ہے،
حدان من نظم ونثر ان من	نظم و نثر دونوں کا اعجاز ہے، جو
يلقاهما يرجع بذلة عبدها	اس کا مقابلہ کرنا چاہے گا ناکام و پشیمان ہوگا
اولى يدا بيضاء موليها فما	احسان کرنے والے نے ایک بیش بہا احسان کیا ہے
لى قدرة حتى اقوم بحمدها	میری قدرت سے باہر ہے کہ اُس کی تعریف کرسکوں
ورفضت تكذيب المنى متشيعا	اور غلط تمناؤں کو میں نے قصیدے
لعلى مراها بصادر وعدها	کے منظر کی بلندی کی وجہ سے ترک کر دیا
فبذلت شعرى رافعا من قدرها	تو اس کا مرتبہ نمایاں کرنے کے لئے میں نے شعر کہے
وهززت عطفى رافلا فى بردها	اور اس کی چادر میں میں نے بھی اپنے بدن کو حرکت دینے کی کوشش کی

خدا آپ کی عزت میں زیادتی دے اور سفر میں اجنبیت و وحشت پر اُنس کو فتح دے، یہ چند معمولی اور کم حیثیت اشعار ہیں، پریشان حال چڑیا کی خوراک اور مانگنے والے فقیر کی غنیمت کے طور پر،

اس رواں، فیاض طبیعت کا ابرِ گہر بار برسا اور میری طبیعت کی تاریکی طوق کی علیحدگی کی طرح دور ہوگئی، کاش، اس وقت میرے لئے زباں آوری کا دروازہ بند ہو چکا ہوتا، اور میں یکسر خاموش رہتا، لیکن میں نے کہا، اور کم کہنے والے کی کوشش زیادہ کہنے والے کی قسمت کی برابری کر سکتی ہے، اور کبھی ادائے واجب کے لئے تھوڑا کہنا کافی ہوتا ہے۔ تو میں نے ان اشعار کو نقائص کے باوجود ارسالِ خدمت کیا، اور ان اشعار کا عذر بھی ختم ہوگیا، کہ میں نے ان کے ذوق و شوق کو انھیں کے الفاظ میں ادا کر دیا ہے، اور جناب کی چشم پوشی یا رضامندی سے محروم نہیں رہیں گے، اور اللہ سے دعا ہے کہ اُنس و محبت کے ساتھ تعلقات کو استوار کرے، اور اجتماع کا موقع دے، اور سلام مؤدبانہ اور اللہ کی رحمت و برکات، جناب کی درگاہ میں خاص طور پر پیشکش ہیں،

از محمد بن احمد قشتالی

اور محمد قشتالی آجکل فاس ہی میں نیکنامی کے ساتھ قاضی کے فرائض انجام دے رہے ہیں، اللہ انھیں دیر تک باقی رکھے کہ وہ دوسروں کو فائدہ پہنچائیں۔

محمد بن محمد بن احمد بن ابوبکر بن یحییٰ بن عبد الرحمٰن ابن ابوبکر بن علی قرشی مقری

نام و کنیت محمد نام، کنیت ابو عبد اللہ، تلمسان کے رہنے والے، فاس میں قاضی القضاۃ ہیں۔

خاندانی حالات مندرجۂ ذیل حالات ابو عبد اللہ مقری کی خود نوشت تحریر سے منقول ہیں،

پہلے ہمارے بزرگ غرناطہ گاہے گاہے آیا کرتے تھے، سب سے پہلے عبد الرحمٰن بن ابوبکر مقری سکونت پذیر ہوئے، جو شیخ ابو مدین کے مرید و رفیق تھے، شیخ نے اُن کے اور اُن کی اولاد کے لئے دعائے خیر کی تھی، جس کی قبولیت نمایاں ہے، یہ پانچویں پشت میں میرے دادا ہیں، میرا سلسلۂ نسب یہ ہے، محمد بن محمد بن احمد بن ابوبکر بن یحییٰ بن عبد الرحمٰن، اور یہ نماز میں بہت حاضر القلب رہتے تھے، بارہا مختلف طریقوں سے ان کی آزمائش کی گئی، مگر کبھی کسی طرف متوجہ نہ ہوئے، کہا جاتا ہے، کہ یہ حضور قلب اُن کے پیر شیخ ابو مدین کے برکات سے ہے، پھر اُن کی اولاد جہاں تک پتا چلتا ہے، تجارت کے ساتھ مشہور ہوئی، ان لوگوں نے جنگلوں میں کنویں کھدوائے، اور تاجروں کے لئے راستہ پُر امن بنایا، اور کوچ کا سامان اس طرح پر کیا، کہ ایک ڈنکا ساتھ ہو، اور آگے آگے جھنڈا ہو، اور یحییٰ کے پانچ بیٹے تھے، جن میں سے ایک ابوبکر ہیں، سبھوں نے اپنی املاک اور آئندہ منافع پر برابری کے ساتھ ساجھا کیا، ابوبکر و محمد (جو باپ اور ماں دانوں جانب سے میرے اصل ہیں) تلمسان میں، اور ان کے بڑے بھائی عبد الرحمٰن سجلماسہ میں اور دو چھوٹے بھائی ایوالاتن میں رہتے تھے، ان لوگوں نے اطراف میں مکانات اور عمارتیں بنوائیں، آزاد عورتوں سے شادی کی، اور

لونڈیوں سے بھی ان کی اولادیں ہوئیں، اور تلمسانی جنگل والوں کے پاس حسب الطلب سامان تجارت بھیجتے تھے، اور جنگل میں رہنے والے چمڑا، ہاتھی دانت اخروٹ اور سونا روانہ کرتے تھے۔ سجلماسی (سجلماسہ کے مقیم) ترازو کے کانٹے کی طرح ان دونوں کو بازار کے نرخ اور مختلف ملکوں اور تاجروں کے حالات لکھ کر بھیجتے تھے، اس طرح ان کی دولت بڑھ گئی، اور مالی حالت بلند ہوگئی، جب تکرور نے ایوالاتن اور اس کے آس پاس کا علاقہ فتح کیا، تو ان کا بہت مال ضائع ہوا، حالانکہ انھوں نے جتھہ بندی کرکے جان و مال کے دفاع کی کوشش کی تھی۔

پھر وہ بادشاہ کے پاس آنے جانے لگے، سلطان نے بڑی آؤ بھگت کی، اور اپنے علاقے میں تجارت کے لئے آسانیاں پیدا کردیں، اور "محب دلی و رفیق مونس" کے لقب سے یاد کرنے لگا، پھر تلمسان والوں کو بھی اپنی ضرورتوں کے لئے سلطان لکھتا تو اسی طرح خطاب کرتا، میرے پاس ان کے اور شاہانِ مغرب کے خطوط موجود ہیں، جو اس کے شاہد ہیں۔ جب بادشاہ اُن کی مٹھی میں آگئے، پھر کیا تھا، ہر جگہ آسانیاں ہی آسانیاں تھیں، مال و دولت بے شمار حاصل کیا، اس لئے کہ اہل مصر کی آمد سے بیشتر دیار مغرب سے کافی مال آیا کرتا تھا، جس کی قیمت کافی ملا کرتی تھی .... کہا کرتے تھے، کہ اگر خرابی نہ ہوتی، تو اپنے ہی وطن میں تجارت کرتا، اور صحرا کے تاجروں سے نہ ہوتا، جو خراب مال لے کر جاتے ہیں، اور اُس کے بدلے سونا لاتے ہیں، جس کی اطاعت گزاری تمام دُنیا کرتی ہے، اور ان کے علاوہ لوگ سونا لے جایا کرتے ہیں، اور ایسی چیزیں لاتے ہیں جو بہت جلد مٹ جانے والی ہیں، ان میں بعض ایسی چیزیں بھی ہوتی ہیں، جو اخلاق خراب کرنے والی، اور اوباشوں کو برائی کی ترغیب دیتی ہیں۔

جب ان بزرگوں کا زمانہ ختم ہوا، تو ان کی اولاد متروکہ مال بے دریغ خرچ کرنے لگی، اور ترقی و زیادتی کی کوشش بالکل نہیں کی، پے در پے فتنوں کے شکار ہوئے، اور بادشاہوں کے ظلم سے نہ بچ سکے، ان کی حالت اس

زمانے تک برابر پست ہوتی رہی، اسی کا نتیجہ ہے، کہ مجھے اس اندوختے سے مٹی ہوئی دولت کی کچھ نشانیاں ملی ہیں، جن میں قابل یادگار چیزوں کو سینے سے لگائے بیٹھا ہوں، اور بقیہ اشیا معاش کا سبب ہیں، اس ترکے میں کتابوں کا بڑا ذخیرہ بھی شامل ہے، جو تحصیل علوم میں ممد و معاون ہوا، اس لئے میں خدا کا نام لے کر تعلیم میں مشغول ہو گیا، اور تمام اہل شہر سے ملا اور مقیم و مسافر کیا سب سے کچھ نہ کچھ سماع و املا دونوں طریقوں سے علم حاصل کیا۔

حالات

ابو عبد اللہ مقری مغربی حصّے میں اپنی کوشش وسعی، حفظ و نگہداشت، معلومات و روایت تمام اعتبار سے بہت ممتاز ہیں، دل کے صاف، زود فہم، قول کے سچّے، بناوٹ سے دور، ہشاش بشاش اور باحیا تھے، دل کے پاک، سراپا اخلاق، کاموں کی پابندی میں مشہور، گوشہ نشینی اور شوق عبادت میں معروف تھے، توجہ اور عقد انامل میں بہت تکلف اور سختی سے کام لیتے، چہرے اور ہاتھوں سے نیت کرنے میں مشقّت برداشت کرتے، اور پھر یک بیک ایک دہشتناک آواز کے ساتھ تحریمہ باندھتے، جس سے بسا اوقات نامانوس لوگوں کو تکلیف ہوتی، اور یہ اُن کے حسن معاملہ اور سادگی کی دلیل ہے، فیاض وسخی، مطالعہ و تعلّم میں برابر مشغول رہنے والے، پاکیزہ اخلاق، دیانت میں یکتا، نامور، علمی مباحثوں میں منصف اور وسیع النظری کے ساتھ ہمیشہ حصّہ لینے کے لئے تیار رہتے، اور مناظروں میں جوڑ کا خیال نہ کرتے۔ علم سے بخل نہ کرتے، ہر طرف یکساں توجہ رکھنے والے، دلائل زور سے بیان کرتے، جھگڑے اور فخر سے دور، باذوق طلبہ کے فضل کا ہمیشہ اعتراف کرتے، علوم عربیہ، فقہ و تفسیر کے ماہر، حدیثیں یاد کرتے، اخبار و تاریخ اور علوم ادب کے حصول و حفظ کے لئے گوشہ نشین ہو جاتے، علوم جدل و منطق میں بھی خاصہ درک تھا، کتابت کا ملکہ تھا اور شعر بھی خوب کہتے تھے، اور صوفیہ کے اصول میں اہل علم کی طرح گفتگو کرتے، اور اس میں تالیف بھی کرتے، مشرق کا سفر کیا،

حج سے بھی فائز ہوئے، اور مشاہیر علما سے ملے، ایک سفرنامہ بھی ان سے یادگار ہے، پھر وطن پلٹنے کے بعد خدمت علم میں منہمک ہو گئے، امیر المومنین ابو عنان نے (جو نیکی اور شاہانہ شان و شکوہ، نیز دینی اخوت میں مشہور تھے) مغرب کی مسند حکومت پر متمکن ہونے کے بعد اُن سے نہایت اچھا سلوک کیا، اور خاص انعام و اکرام سے سرفراز کیا، اور شہر فاس میں قاضی جماعت کے عہدے پر سرفراز کر دیا، اس میں اُن کا اصلی جوہر خوب چمکا، اور مدّت تک داد قضا دیتے رہے، اس طرح پر کہ حق کو نافذ کیا، اور لوگوں کو مطیع بنایا، انصاف و صحت رائے کو ترجیح دی، مشکلات برداشت کیں، اور نہایت عاجزی سے کام لیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ اُن کی جانب سے دلوں میں حسن ظن پیدا ہوا، اور عام و خاص سب کے محبوب رہے، مجھے ان کی عدالت میں جانے کا اتفاق ہوا، خصومت اور دلائل کے سننے میں اتنے سکون سے کام لیتے، اور فریقین کے ساتھ اتنی نرمی برتتے، کہ میں انگشت بدنداں رہ گیا۔

ورودِ غرناطہ ابو عبد اللہ مقری عہدۂ قضا سے علیحدگی کے کچھ دنوں بعد سفارت پر مامور ہوئے، اسی سلسلے میں جمادی الثانیہ ۷۵۷ھ کے آغاز میں اندلس آنا ہوا، مفوضہ فرض کی انجام دہی اور اُس کو بحسن و خوبی پورا کرنے کے بعد واپسی میں مالقہ اُترے، یہاں اُن کی رائے ہوئی، کہ خدمت سلطانی سے الگ اور اس منصب سے عہدہ برآ ہو جائیں، اسی لئے ٹھہر گئے، اور اپنا ارادہ عام طور پر ظاہر کیا، اور اپنے رفقائے سفر کو بھی انقطاع سفر کے عزم سے مطلع کیا، اس کے بعد وہ دُنیا و مافیہا سے الگ ہو کر یاد خدا میں منہمک ہو گئے، اور لوگوں نے بھی اُنھیں معذور سمجھا، آخر یہ خبر امیر کو پہنچی تو اُسے اس خیال سے تکلیف ہوئی، کہ یاد الٰہی کے لئے اُس کے حدود سے کیوں ہجرت کی گئی، نیز سفارت کے کام کو نامکمل چھوڑنے اور ذمّہ داریوں سے سبکدوش ہونے سے پیشتر قطع تعلق پر بھی ناخوشی کا اظہار کیا، اور صاحب مذکور کی طرف سے اُس کا دل ہٹ گیا، اور اس کو

تہمت اور نفرت پر بھی محمول کرنا بعید نہیں تھا، اور ایسے خدام کی ایک جماعت طیار ہوئی جو شبہے کے مواقع میں آگے رہنے والی، دلائل دینے میں ہوشیار اور ملامت کا راستہ اختیار کرنے میں طاق اور اسلام کے بدلے فساد کو اختیار کرنے میں بے باک، الزام لگانے اور مبتلائے مصیبت کرنے کی خوگر اور نفرت و قطع تعلق کو اُن کی پناہ گزینی کا سبب ٹھہرانے میں پیش پیش تھی اور صاحب حالات نے غرناطہ پہنچ کر اور اُس کے مسجد میں گوشہ نشین ہوکر خدا کی درگاہ میں پناہ لی، اور جبر کرنے والوں کو یہ آیت من یجیر ولا یجار علیہ (جو پناہ دیتا ہے اور اُس کے پناہ گزین پر کوئی ظلم نہیں کرتا) یاد دلاکر خوف دلایا، تو لوگوں کو اُن کا بہت خیال ہوا، اور قاصد رُک گئے، تاآنکہ اس اثناء میں ایسی سفارش پہنچی، جس نے اُن کے سر سے یہ الزام معاف کرادیا، اور انھیں اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا،

ان حالات کے بعد وہ غرناطہ کے دو مشہور عالم قاضی جماعت ابو القاسم حسنی (جن کا تذکرہ پہلے آچکا ہے) اور شیخ خطیب ابوالبرکات ابن الحاج کے ساتھ واپس ہوئے، تاکہ یہ اُن کی زبانی سفارش کریں، پھر بدلی پھٹ گئی، اور تکلیف دور ہوگئی، اور ان دونوں نے دربار سلطانی میں باریاب ہوکر حسب ذیل عریضہ گزرانا، جو میرا لکھا ہوا تھا، جیسا کہ کتاب (کناسۃ الدکان بعد انتقال السکان میں درج ہے جو سلاسل میں جمع کی گئی ہے) "دربار عالی جہاں سفارشیں محبوب رکھی جاتی ہیں اور وسائل کی نگہداشت ہوتی ہے، جو وعدوں کو پورا کرتا ہے، اور احسان وکرم کی تکمیل کرتا ہے، اور بے پایاں احسانات اُس کی بزرگی میں اضافہ کرتے ہیں، اور لمبی چوڑی تعریفیں اس کی مدح سے عاجز ہیں، اور وہ سلطان جو ہمارے باپ کے مرتبے پر ہے، جس کی بزرگی بے پایاں ہے، جس کا اقبال روشن ہے، اور جو اللہ پر ایمان راسخ رکھتا ہے اور اعمال صالحہ میں اس کی نیت خالص ہے، اور زبانیں اس کی توصیف سے عاجز ہیں، سلطان فلاں بن فلاں بن فلاں اللہ تعالیٰ اُن کو ہمیشہ قائم رکھے، ان وسائل کے لئے جن کی وہ نگہداشت کرتے ہیں، اور ان سفارشوں کے لئے جن کی وہ عزت و توقیر کرتے ہیں، اور

ایسے اعلیٰ اخلاق کے لئے جو کسی شریف دل اور شریف انسانوں کی دعاؤں پر لبیک کہتے ہیں، اپنی حکومت کی شان بڑھانے والے اور اپنے مرتبے میں چار چاند لگانے والے، اللہ بزرگ و برتر کے بعد جن کا ہر چھوٹے بڑے کام میں بھروسہ ہے، خادم فلاں کا پاک و مؤدبانہ سلام اور خدا کی رحمت اور اُس کی رحمتیں خاص ہوں جناب کے عالی مقام اور پدرانہ بڑائی کے ساتھ۔ اُس خدا کی حمد جس نے اچھی عادتوں کو اس پر دلیل بنایا، کہ اس کی عنایت ان افراد کے ساتھ خاص طور پر تھی، اور ان اخلاق کے ساتھ ان نفوس قدسیہ کو ممتاز کیا، جو اُس کی قربت و عزّت سے مشرف ہیں، ایسی حمد جو ان نعمتوں کے مقابل ہو، جو اس کی بارگاہ سے ہمیشہ اور بار بار صادر ہوتی ہیں، اور درود و سلام ہو ہمارے آقا و مولا محمدؐ پر جو اُس کے رسول اور نیک بندے ہیں، جو خصوصیت کے بلند ترین درجوں پر فائز ہیں، جو ہدایت کے واضح و نمایاں ترین انوار سے ممتاز ہیں، اور سعادت و کامرانی کی نشانیوں کے ایسے مطلع ہیں جس کا جلوہ نگاہوں کے لئے پسندیدہ ہے، اور خدا رضامند ہو، اُن کی اولاد اور اصحاب سے، جن کی نیتوں کی سچائی کا امتحان وہ کر چکا ہے، ان کے ذکر کو شیریں بنا دیا ہے، پھر ان کی خوبیوں کا کیا کہنا، زبانوں کو کس قدر حلاوت و شیرینی معلوم ہوتی ہے، اور آپ کی پدرانہ مرتبت کے لئے دعا کرتے ہیں، اللہ اُس کی برتری کی حفاظت کرے، کامیابی جس کی لونڈی و کامرانی جس کی رکاب تھامے ہوئے ساتھ چلتی ہے، اور ان خدام سے جو اپنی مژدہ سنانے والی سواریوں پر میدانوں کو قطع کریں، ہم نے جناب کو غرناطہ (اللہ اُس کی نگہبانی کرے)۔ سے لکھا ہے، اللہ آپ کو بلند و بالا عزّت دے، اور آپ کے کارناموں کو توصیف عام سے سرفراز فرمائے، اور ایسے نیک اخلاق سے آراستہ کرے، جن سے معلوم ہو کہ عنایت ربانی جناب کے حال پر قدیم ہے، یہ ہم نے اس حال میں لکھا ہے، کہ محبّت ظاہر نمایاں اور روز افزوں ہے اور ہمدردی و عقیدت عام ہے۔

اور اللہ تعالیٰ آپ کو بلند اقبال کرے، اور آپ کی بزرگی کی نگہبانی کرے،

ہم نے جنابِ عالی کو شیخ ابو عبداللہ مقری نیکوکار فقیہ و حافظ کے بارے میں خطاب کیا ہے، اللہ ہمارے اور ان کے لئے بھلائی کرے، اور اس کی عنایت فراواں سے سب اپنی امیدیں مطابق پائیں، یہ عریضہ فرمان شاہی، غیر فیصل شدہ قضایا اور ان لگائی ہوئی باتوں کے جواب میں ہے، جو دربار عالی سے اُسی کے بارے میں صادر ہوئے ہیں، ہم جناب کی خدمت میں ایسی سفارش پیش کرتے ہیں، جس کا مثل آپ کے دربار سے نامنظور نہیں ہوتا، اور اس کا پیاسا آپ کے قبول کے گھاٹ سے دور نہیں کیا جاتا۔ جیسا کہ آبا و اجداد اور ان اسلاف کا طریقہ رہا ہے، جن کی خوبی اخلاق ہر طرح آشکارا ہو چکی ہے، اور ہم نے یہ خطاب اس وقت تک نہیں کیا، جب تک ہمیں اُن کے حالات سے صدق ضمیر اور بزرگی و پرہیزگاری، اور دُنیا کے مال و اسباب سے نفرت اور دنیوی چیزیں نیز اجتماع سے بالکل پرہیز، اور وظائف و اوراد کے ساتھ شب و روز مصروفیت کا یقین نہ ہو گیا، اور جب ہمیں معلوم ہوا کہ وہ مالقہ میں اسی نیک غرض سے قیام پذیر ہیں، جو اُنھوں نے مشہور کیا ہے، اور اس کی خوبیوں کو سب پر ظاہر کر دیا تو ہم نے حکم دیا کہ اُن کی خبر گیری کی جائے، اور اُن کی ذاتی ضرورتوں کا خیال رکھا جائے، بیت المال کے عشر کے پاک مال سے کچھ اُنھیں بھی دیا جائے، اور ہم نے اُن سے کہا کہ جو کچھ بغیر سوال کے ملے، اُس کے مستند و درست ہونے میں کوئی کلام نہیں، تو وہ مالقہ سے۔ جہاں تک ہم لوگوں کا علم ہے؛ روانہ ہو گئے، اور غرناطہ میں گمنامی کی حالت میں بسر کرنے لگے، اور مدرسے کی ان جگہوں میں رہنے لگے، جو طلبہ علم اور نیکوکار لوگوں کے لئے مخصوص ہے، اس طرح کہ اُن کے آنے کی خبر صرف ان لوگوں کو معلوم ہو سکی، جو اُن سے ناواقف اور کمئی تجربہ کے باعث اُن کے کمالات سے بے خبر تھے، پھر اس کے بعد جناب کی طرف سے سربرآوردہ لوگ آئے، ایسی حالت میں ہم لوگوں پر فرض ہو گیا، کہ سفارش کریں، اور بردباری و کرم کے بازار میں طلبِ رحم و عفو کی متاع پیش کریں، اور ہم نے اُن کے دُنیا اور اہل دُنیا سے نفرت کے بارے میں جو کچھ معلوم تھا، لکھا، اور یہ کہ وہ ایسی طرح متوجہ ہیں، کہ جس نے اس

طرف رغبت کی اس نے گویا ایک اعلیٰ چیز کو ترجیح دی، اور جس نے دُنیا کا متاع دے کر خریدا، وہ عنایت فراواں اور خیر کثیر کا مستحق ہوا - اور ہم نے آپ سے درخواست کی، کہ اُن کو اس کار خیر کی اجازت دے دیں، جس کے لئے وہ عزم کامل کے ساتھ کمر ہمت باندھ چکے ہیں، آپ کی ذات کو یہ کتنا زیب دیتا ہے، کہ اس سے دُنیا کا طلبگار اپنی مراد کو پہنچے اور طالب آخرت کی آرزوئیں بھی بر آئیں، اور جس کی پرہیزگاری سے زاہد اور جس کے علم سے عالم وسیلہ پکڑیں، اور نیکو کار و بدکار دونوں اس کے کرم سے مالا مال ہوں ۔

دربار شاہی سے امان طلبی، جو ایک بڑی آرزو اور فائدہ اور اظہار مسرت کے طریقوں سے ایک طریقہ تھا، تو ہم نے دیکھا، کہ اب تاخیر ظلم ہے، اور دوبارہ عرضداشت میں ناکامی نہیں ہوگی، جبکہ آپ کی بزرگی سے معافی اور وفا کا یقین ہے، اور ان کو سفر کے لئے آمادہ کرنے میں جلدی کی، اور یہ کہ وہ سفر اپنی خوشی سے کریں، کہ مقصد کو پہنچیں، اور راستے میں کامیابی سے ہمکنار ہوں، اس لئے کہ دامانِ الٰہی سے وابستہ ہونے والے کو جناب کے دربار سے یقینی کامیابی حاصل ہے، اور دین متین نے اس کے دل سے خوف کو دور کر دیا ہے، اور سعادت و کامرانی کی کیمیا کا طالب آپ کی مدد سے مقصود کو پا لیتا ہے، اور جبکہ اس حالت کی اصلاح کے لئے بڑھے، جس کے بارے میں برابر آپ کو برانگیختہ کیا جاتا تھا، اور آپ کا علم اس کی خوبیوں کی بغیر تعریف کے تصریح کرتا تھا، تو پورا کر دیجئے۔ اللہ آپ کو حیات دے - اس چیز کو جو ہم خط میں نہ ادا کر سکے، اور اصل میں اس جواز کی حدیث بھی بڑھا دیجئے کہ یہ اس بارے میں صحیح ترین حدیث ہے، اور اُن کو اُن کی خواہش کے مطابق آزاد چھوڑ کر ہماری غرض پوری کیجئے، اس طرح پر کہ وہ اسباب دنیاوی سے قطع تعلق کر کے گناہوں کے بخشنے والے اور توبہ کو شرف قبولیت عطا کرنے والے کے دربار کا رُخ کر سکیں، اور قیامت و محاسبہ کے دن کی طیاری کریں، اور اُن پر اس دربار کی عنایت کا اظہار کیجئے، جن کے دامن سے وہ وابستہ ہیں، اللہ آپ کی اُمیدوں کو بھی اُسی درگاہ سے وابستہ کرے، اور ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں، کہ ہماری سفارش جناب کے دربار

سے ناکامیاب واپس آئے ۔ اور ہم نے ایسے لوگوں کو اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے، جو آپ سے گفتگو میں ہماری اچھی طرح قائم مقامی کریں گے، اور دلیل و حجت کے عوض آپ کی مرضی سے ان کی رہائی کی درخواست کریں گے، اور یہ دونوں فلاں اور فلاں ہیں، اگر مجبوریاں نہ ہوتیں تو اس کام کے لئے خطوط سے پیشتر ہم لوگ خود پہنچتے، اور امید ہے کہ آپ اس درخواست کو اپنے بلند اخلاق سے اس طرح نوازیں گے، کہ زبان سے بے اختیار تعریف نکل پڑے، اور جو امید سے بڑھ کر ہو، کہ محبت و دوستی کا رشتہ اور مستحکم ہو جائے، اور اللہ تعالیٰ آپ کو آبائی عزت کی حفاظت اور بخشش کرنے کے لئے دیر تک قائم رکھے، اور آپ کے آستانے اور بلند مرتبے کے ساتھ سلامتی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں مخصوص ہوں، یہ ۱۲ جمادی الآخرۃ ۷۵۵ھ کو لکھا گیا، اللہ اپنی مشیت سے نفع دے، اور ہمارے لئے اپنی ذات کی طرف توجہ آسان کرے۔

اساتذہ

ابو عبداللہ مقری لکھتے ہیں :- میں نے جن لوگوں سے پڑھا، اور استفادہ کیا، ان میں تلمسان کے دو رکن اعظم اور مشہور عالم محمد بن عبداللہ بن امام کے بیٹے ابو زید عبدالرحمٰن اور ابو محمد عیسیٰ اور تلمسان کے حافظ و مدرس اور مفتی عمران بن یوسف مشدابی اور تلمسان کے گوہر شب چراغ اور دُرِ بے بہا ابو اسحٰق ابراہیم بن حکیم کنانی سلوی رح زیادہ ممتاز ہیں، اور ان میں سے قاضی ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن عبدالنور اور شیخ ابو عبداللہ محمد بن حسن بردنی اور ابو عمران موسیٰ مصمودی معروف بہ 'بخاری' بھی ہیں، وہ فرماتے ہیں، کہ میں نے بردنی کو کہتے ہوئے سنا، کہ شیخ ابو عمران بخاری پڑھاتے تھے، اور ان کے ایک ساتھی مسلم کا درس دیتے تھے، اور دونوں بخاری و مسلم کے نام سے مشہور تھے، ایک روز ان دونوں نے قاضی کے سامنے گواہی دی، جب مدعا علیہ نے جرح کی اجازت چاہی، تو اس سے ابو عمران نے کہا، کیا تم جامع صحیحین بخاری و مسلم پر جرح کروگے؟ قاضی اس پر ہنس پڑا، اور فریقین کے درمیان صلح کرادی، پھر فرمایا، کہ میرے ان متقی اساتذہ میں سے جن سے

میں نے علم حاصل کیا، تلمسان کے خطیب شیخ ابو عثمان سعید بن ابراہیم بن علی خیاط ہیں جنھوں نے ابو اسحٰق طیار کا زمانہ پایا تھا اور انھیں میں سے ابو عبداللہ محمد بن محمد غزمونی بھی ہیں، جو خواب کی تعبیر میں بڑے ماہر تھے، ان کا عجیب وغریب واقعہ یہ ہے، کہ وہ ابو یعقوب یوسف بن عبدالحق کی قید میں تلمسان کے دیگر رفقا کے ساتھ تھے، جس زمانے میں کہ اس نے تلمسان کا محاصرہ کر لیا تھا، غزمونی کے ایک رفیق ابو جمعہ بن علی الجرائی نے خواب دیکھا، کہ وہ ایک گول نہر کے کنارے کھڑا ہے، اور پانی نکالنے کے برتن اس کے بیچ کے گڑھے میں ڈالے جاتے ہیں، وہ پانی پینے کے لئے آیا، پانی لینے کے بعد معلوم ہوا کہ اُس میں خون اور غلیظ ہے۔ اُس کو چھوڑ کر پھر چلو سے پانی پینا چاہا، تو پھر وہی حال ہوا، ایسے ہی تین بار یا زیادہ اتفاق ہوا، آخر وہاں سے ہٹ گیا، دوسرے حصّے میں بھی ویسے ہی پانی نظر آیا، مجبوراً اُس نے پانی پیا، اتنے میں وہ بیدار ہو گیا، دیکھتا ہے کہ دن ہو چکا ہے، اس نے غزمونی کو خبر کر دی، اُنھوں نے فرمایا، کہ اگر تمھارا خواب سچّا ہے، تو ہم عنقریب اس جگہ سے آزاد ہوں گے، سوال یہ ہوا کہ کیونکر؟ فرمایا کہ نہر سے مراد زمانہ ہے، اور گڑھے سے بادشاہ، اور تم جراح ہو، اپنے ہاتھوں کو اُس کے پیٹ میں دو گے، تو اُن میں خون اور غلیظ لگ جائے گا، اور اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں" ابھی چاشت کا وقت نہیں ہوا تھا، کہ جراح کی پکار ہوئی، نکلنے کے بعد دیکھا، کہ بادشاہ کے سینے میں خنجر چبھویا گیا ہے، اُس نے اپنا ہاتھ اُس کے پیٹ میں دیا، جس سے اُس میں خون اور غلیظ لگ گیا، اُس نے زخم پر ٹانکے لگا دیئے، باہر آنے کے بعد پانی دیکھا، ہاتھوں کو دھویا اور نوش کیا، پھر تھوڑی دیر کے بعد بادشاہ نے رحلت کی، اور تمام قیدی رہا کر دیئے گئے۔

ابو عبداللہ مقری کے اساتذہ میں امام بے نظیر ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم احمد عبدری ابلی تلمسانی بھی ہیں، علوم عقلیہ اور دقت نظر و حسن فہم میں اتنے ممتاز تھے کہ لوگ اُن کے پاس سفر کر کے آتے تھے، ابو عبداللہ مقری بیان

کرتے ہیں، کہ فاس میں ہمارے استاذ ابو عبداللہ محمد بن یحیی باہلی المعروف بہ ابن المسفر، والی بجایہ کی طرف سے قاصد ہوکر آئے، طلبہ اُن کے پاس حاضر ہوئے، اور اثنائے گفتگو میں ذکر کیا، کہ ناصر الدین کے زمانے میں فخر الدین کی تفسیر سورۂ فاتحہ کا ایک ٹکڑا حل نہیں ہوتا تھا، اور شیخ بھی اُسے حل نہیں کرتے تھے، وہ عبارت یہ تھی،

"ثبت فی بعض العلوم العقلیۃ ان المرکب مثل البسیط فی الجنس والبسیط مثل المرکب فی الفصل وان الجنس اقوی من الفصل"

بعض علوم عقلیہ میں ثابت ہوا ہے، کہ مرکب جنس میں بسیط کی مثل ہے، اور بسیط فصل میں مرکب کی مثل ہے، اور جنس فصل سے زیادہ قوی ہے، اس کو لوگ شیخ ابلی کے پاس لے گئے، شیخ نے غور کے بعد کہا، کہ یہ کلام تصحیف شدہ ہے، اصل اس کی یہ ہے، "ان المرکب قبل البسیط فی الحس، والبسیط قبل المرکب فی العقل وان الحس اقوی" مرکب حس میں بسیط سے پہلے، اور عقل میں بسیط مرکب سے پہلے ہوتا ہے، اور حس زیادہ قوی ہے، ابن المسفر کو خبر ہوئی، تو ماننے سے گریز کیا، شیخ نے اُن لوگوں سے کہا، کہ اور نسخوں میں تلاش کرو، چنانچہ بعض نسخوں میں وہی عبارت ملی، جو شیخ نے کہا تھا،

سفر ابو عبداللہ مقری نے مشرق کی طرف بجایہ کا سفر کیا، اور وہاں اکابر سے شرف نیاز حاصل کیا، جن میں فقیہ ابو عبداللہ محمد بن یحیی الباہلی ابن المسفر اور فقیہ بن فقیہ ابو عبداللہ محمد بن الشیخ ابو یوسف یعقوب الزواوی قاضی بجایہ اور ناصر الدین کے بعد مشہور امام معقولات ابو علی حسن بن حسن بن زیاد قابل ذکر ہیں، اور تونس میں قاضی شہر فقیہ ابو عبداللہ بن عبدالسلام سے استفادہ کیا، قاضی مناکح ابو محمد الاجمی سے بھی ملے، قضاء وقت میں حفظ حدیث کے اعتبار سے ممتاز تھے، اور فقیہ ابو عبداللہ بن ہارون کے درس میں بھی حاضر ہوئے، جو ابن حاجب کے رسالۂ فقہ واصول کے شارح ہیں، اور سعادت حج سے مشرف ہوئے، اور مکہ مکرمہ میں مختلف اطراف واکناف کے علما کی صحبت سے مشرف ہوئے، جن میں امام وقت ابو عبداللہ محمد بن محمد عبدالرحمن التوزری معروف بہ خلیل

اور امام بلند مقام ابوالعباس ابن رضی الدین شافعی زیادہ اہم ہیں۔

پھر شام آئے، اور دمشق میں امام ابن تیمیہ کے شاگرد شمس الدین ابن قیم الجوزیہ، صدر بن عمادی مالکی، اور ابوالقاسم بن محمد یمنی شافعی وغیرہ کی زیارت سے فائز المرام ہوئے، اور بیت المقدس میں ابو عبداللہ بن مثبت، قاضی شمس الدین بن سالم اور فقیہ عبداللہ بن عثمان وغیرہم سے استفادہ کا موقع ملا۔

تصانیف ابو عبداللہ مقری نے سو سے زیادہ فقہی مسئلوں پر مشتمل ایک کتاب لکھی، جس میں فکر و نظر کے تمام قواعد درج ہیں اور تصوف میں:

(۱) اقامۃ المریدین

(۲) رحلۃ المتبتل

(۳) کتاب الحقایق والرقائق کتابیں لکھیں۔

شعر میں ابو عبداللہ مقری کے اشعار میں سے لمحۃ العارض لتکملۃ الفقیہ بن الفارض نقل کرتا ہوں، جس کے ۱۷۷ اشعر زمانے کے دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکے۔ خدا کی توفیق سے میں اُن کا پتا لگانے میں کامیاب ہوا۔

فصل اقبال سے

رفضت السوی وھوالطہارۃ عندما	میں نے طہارت کا سہارا چھوڑ دیا جب
تلفعت فی مرط الھوی وھو زینتی	میں نے محبت کی چادر اوڑھ لی، جو کہ میری زینت ہے،
وجئت الحمی وھو المصلی میمما	اور میں حرم (جو کہ نماز ادا کرنے کی جگہ ہے) آیا اس طرح پر
بوجھۃ قلبی وجھھا وھو قبلتی	کہ اپنے دل سے اُس کے چہرے کی طرف متوجہ تھا جو کہ میرا قبلہ ہے
وقمت وما استفتحت الا بذکرھا	اور میں نے قیام کیا اس حال میں کہ صرف اسی کی یاد سے افتتاح کیا،
واحرمت احراما لغیر تحسلۃ	اور ایسا احرام باندھا جس کا کوئی کفارہ نہیں،
فدینی ان لاحت رکوع فان دنت	اگر وہ ظاہر ہو تو میرا دین، رکوع ہے، اور اگر قریب ہو
سجود وان لاحت قیام بحسرۃ	تو سجدہ، اور اگر مجھ سے غافل ہو، تو حسرت کے ساتھ قیام ہے
علی اننا فی القرب والبعد واحد	حالانکہ ہم نزدیکی اور دوری میں ایک ہیں،

تالفنا بالوصل عین التشقت
وکم من ھجیر خضت ظبان طاویا
الیھا ودیجور طویت برحلتہ
وفیھا لقیت الموت احمر والعدا
بزرقة اسنان الرماح وحدة
وبینی وبین العذل فیھا منازل
تنسیك ایام الفجار وموتة
ولما اقتسمنا خطیتنا فحامل
فجار بلا اجر وحامل برة
خلا مسمعی من ذکرھا فاستعدته

فعاد ختام الامر اصل القضیة
وکم لی علی حکم الھوی من تجلد
دلیل علی ان الھوی من سجیتی
یقول سمیری والاسا سالم الاسی
ولا توضع الاوزار الا لمحنتہ
ولو ان مجوسا بت موقد نارھا
لما ظل والا منھلا ذا شریعتہ
ولو کنت بحرا لم یکن فیہ نفحتہ
لعین اذا نام الغرام استحرت
فلا ردم من المعادل آمن
اولا ھدم الاك شید بقوة [کذا؟]
فتم تقول الاستطسات منك او[1]
غلام مزاج رکتب او طبیعتہ؟

ہمارا وصل عین جدائی ہے،
کتنی دوپہر ایسی گزری کہ میں بھوکا پیاسا اُس کی تلاش میں رہا
اور کتنی تاریکیاں سفر میں بسر کر دیں،
اور اسی اثنا میں تکلیف دہ موت اور دشمنوں کے
نیزوں کی تیزی اور آبدار دھاروں سے مقابلہ ہوا
اور میرے اور ملامت کرنے والوں کے درمیان اتنی منزلیں ہیں،
جو تمھیں جنگ فجار اور موتہ کے واقعات بھلا دیں
اور جب ہم نے اپنا راستہ الگ کر لیا، تو کوئی بے سبب
فجور میں مبتلا ہونے والا ہے اور کوئی نیکی پر عمل کرنے والا
جب میرے کان اُس کے تذکرے سے خالی ہو گئے، تو میں نے
اُسے طلب کیا۔

تو آخرکار وہی قضیے کی اصل نکلی
اور محبت کے فیصلے کے سامنے میرے صبر کے واقعے،
اس کی دلیل ہیں، کہ محبت میرے خمیر میں ہے،
میرا ہمنشین کہتا ہے، اس حال میں کہ دوا غم کا چارہ گر ہے،
اور بوجھ صرف مشقت کے باعث رکھے جاتے ہیں،
اگر میں مجوس کی آگ کا روشن کرنے والا ہوتا،
تو وہ بھی ایک چشمۂ فیض کی صورت اختیار کر لیتی
اور اگر میں سمندر ہوتا تو اس میں اس آنکھ کے لئے
جو محبت کی غفلت میں بھی پیاسی ہوتی ہے، ایک قطرہ نہ ہوتا
تو اب دیواروں کا گرنا پھاوڑوں کے ذریعے بچنے والا نہیں،
اور نہ

[1] یہ شعر واضح نہیں ہے اس لئے ترجمہ نہیں کیا گیا - مترجم

فان قام لم یثبت له منک قاعد
والا فانت الدهر صاحب قعدة
(فما انت یا هذا الهوی ما او هوے) کذا
ام النار ام دساس عرق الاموهة
وانی علی صبری کما انت واصف
وحالی اقوی القائمین بحجة
اقل الضنی ان عج من جسمی الضنی
وماشاکه معشار بعض شکیتی
والیسر شوقی اننی ما ذکرتها
ولم انسها الا احترقت بلوعتی
واخفی الجوی قرع الصواعق منک فی
جوای واخفی الوجد صبر المودة
واسهل ما القی من العذال اننی
احب الی ذکرها و فضیحتی
واوج خطوظی الیوم منتها حضیضها
بالامس وسل حر الجفون القریرة؟
واوجز امری ان دهری کله
کما شاءت الحسناء یوم الهزیمة
اروح وما یلقے التاسف راحتی

واغدو وما یعدو التفجع خطتی
وکالبیض بیض الدهر والسمر سوده
مساءتها فی طی طیب المسرة
وشأن الهوی ما قد عرفت ولا تسل
وحسبک وان لم یجز الحب رؤیتی

اگر کھڑا ہو تو کوئی ہمارے سامنے نہ بیٹھ سکے
اور اگر بیٹھا تو کوئی اُٹھا نہ سکے
اے محبت، تو کیا ہے، پانی یا محبت
یا آگ، یا مادرانہ محبت کو جوش میں لانے کا باعث
اور میں اپنے صبر کے باوجود، جیساکہ تو جانتا ہے،
میرا حال ان لوگوں کا سا ہے، جو دلیلوں کو مستحکم پکڑتے ہیں،
بیماری کو دور کرتا ہوں، اگر بیماری میرے جسم سے اُکتا جائے،
اور مجھے جتنی تکلیف ہوتی ہے، وہ میرے آزار محبت کا عشر عشیر بھی نہیں،
اور میرا معمولی شوق یہ ہے کہ میں جب بھی اُس کی یاد سے غافل رہا۔
یا اُسے بھول گیا، تو اپنی اندرونی سوزش سے جل جاتا ہوں،
اور محبت کو چھپایا، اُن بجلیوں نے جو تیری جانب سے
میرے دل میں کوندیں، اور صبر نے محبت کو پوشیدہ رکھا،
اور ملامت کرنے والے مجھے معمولی سزا یہ دیتے ہیں، کہ میں
اس کی بدترین یاد، اور اپنی رسوائی کو دوست رکھتا ہوں،
اور میری خوش نصیبوں کی معراج آج، اس کی کل کی پستی ہے،
اور بہنے والی آنکھوں کی گرمی کا نکال لینا ہے۔
اور میرا مختصر حال یہ ہے، کہ میرا پورا زمانہ
حسینہ کی خواہش کے مطابق شکست کا دن ہے،
میں شام کو آتا ہوں، اس حال میں کہ افسوس میری راحت
سے نہیں ملتا۔
اور میں صبح کو جاتا ہوں، اس حال میں کہ غم میرے راستے سے تجاوز نہیں کرتا،
اور اچھے دن چمکدار تلواروں کی طرح، اور بُرے دن نیزوں کے مثل ہیں،
ان کی بُرائی خوشی کے پردے میں ہے۔
اور محبت کا حال وہی ہے، جو تم جان چکے اور اسے نہ پوچھو۔
یہی کافی ہے، کہ میری صورت نے محبت کی خبر نہ دی؛

سقام بلا برء ضلال بلا هدى
اوام بلا ری دم لا بقیمة
ولا عتب فالایام لیس لها رضا
وان ترض منها الصبر فهو تعنتی
الا ایها اللوام عنی قوضوا
رکاب ملامی فهو اول محنتی
ولا تعذلونی فی البکاء ولا البکی
دخلوا سبیلی ما استطعتم ولوعتی

وہ محبت بیماری ہے جس کے لئے شفا نہیں، گمراہی ہے بغیر ہدایت کے،
پیاس ہے سیرابی سے محروم، اور خون ہے جس کی کوئی قیمت نہیں،
اور وہ کوئی رنج نہیں، اس لئے کہ زمانے میں خوشنودی نہیں،
اور اگر صبر اس سے راضی ہو تو یہ میری سرکشی ہے،
اے میرے ملامت کرنے والو، ملامت کا قافلہ مجھ سے
الگ کرو، اس لئے کہ یہ میری پہلی آزمائش ہے،
اور مجھے رونے اور آنسو بہانے پر سرزنش نہ کرو
اور تم سے جہاں تک ہو سکے، مجھے اور میری سوزش کو اپنے
حال پر چھوڑ دو،

افما سلسلت بالدمع عینی ان جنت
ولکن رأت ذلک جمال فجنت
تجلی ما یعاء الرجاء حوالک
ورشدی غاو والعمایات عمت
فلم یستبین حتی کانی کاسعف
ولمحت البصاری له وبصیرتی

میری آنکھوں سے کسی گناہ کے باعث آنسوؤں کا سیلاب نہیں جاری
ہوا ہے، بلکہ اس حسن کو دیکھ کر جنون ہو گیا ہے۔
وہ حسن جلوہ نما ہوا اس حال میں کہ امید کے اطراف تاریک ہیں
اور میری عقل گمراہ ہے، اور تاریکیوں کے پردے پڑ گئے ہیں
اس کا ظہور اس وقت ہوا، کہ رشتۂ ظہور منقطع ہو چکا تھا،
اور میں اپنی بصیرت و بصارت کی مدد سے اس کی طرف لوٹ گیا،

(فصل اتصال سے)

وکم موقف لی فی الهوی خفت دونه
عباب الردی بین الظبا والاسنة

محبت میں کتنے ایسے موقع بھی آئے جن کے لئے
میں نے تیروں اور تلواروں کے سائے میں موت کے
منہ میں جانے سے کبھی دریغ نہ کیا،

فجاوزت فی حدی مجاهدتی له
مشاهدتی لما سمت بی همتی
وحل جمالی فی الجلال فلا اری
سوی صورة التنزیه فی کل صورة
وغبت عن الاغیار فی بیته حالتی
فلم انبته حتی انتهی اسمی وکینتی

میں اس کے لئے اپنے مجاہدہ کی حد سے تجاوز کر کے
مشاہدے تک پہنچ گیا چونکہ میری ہمت بلند تھی
اور میرا جمال جلال میں حلول کر گیا، اب میں
ہر صورت میں تنزیہ کی صورت کے سوا کچھ نہیں دیکھتا ہوں،
میں اپنی پریشان حالی میں دوسروں کی نگاہوں سے غائب ہو گیا
اور جب تک میرا نام اور کیفیت نہ مٹ گئی متنبہ نہ ہوا۔

وكاتبت ناسوتي بامارة السوء	اور میں نے عالم ناسوت سے نفس امارہ کے ذریعے خطاب کیا
وعدت الى اللاهوت بالمطمئنة	اور پھر نفس مطمئنہ کے واسطے سے لاہوت پلٹ آیا
وعلم يقيني صار عينا حقيقة	اور میرا علم یقین عین حقیقت ہوگیا
ولم يبق دوني حاجب غير هيبتي	اور مجھ تک پہنچنے کے لئے میرے رعب کے سوا کوئی پردہ نہ رہا
وبدلت بالتلوين تمكين عزة	اور میں نے تلوین کو تمکین عزت سے بدل لیا۔
ومن كل احوال مقامات رفعة	اور میرے تمام حالات میں بلندی کے مقامات ہیں
وقد غبت بعد الفرق والجمع موقفي	اور فرق کے بعد غائب ہوگیا اس حال میں کہ جمع
مع المحو والاثبات عند تثبتي	میرا موقف ہے، محو کے ساتھ اور اثبات وتثبیت کے وقت
وكم جلت في سم الخياط وضاق بي	اور بسا اوقات سوئی کے ناکے میں داخل ہوگیا، اور میری بڑائی کی وجہ سے وہ تنگ ہوگیا۔
لبسطي وقبضي بسط وجه البسيطة	اور میرا تنگ ہونا روئے زمین کا پھیلاؤ ہے،
وما اخوت الاون بقراط زاهدا	اور میں نے زہد میں بقراط کے خم کے سوا کسی کو پسند نہ کیا
وفي ملكوت النفس اكبر عبرة	اور نفس کی سلطنت میں بہت عبرت ہے،
وفقري مع الصبر اصطفيت على الغنى	اور صبر کے ساتھ محتاجی کو، شکر کے ساتھ تونگری پر،
مع الشكر اذ لم يحظ فيه مثوبتي	ترجیح دی، اس لئے کہ اس میں بدلہ خوب نہیں ملا،
واكتم حبي ما كني عنه اهله	اور میں محبت کو چھپاتا ہوں، جب محبت والے اُسے کنایہ میں بیان کرتے ہیں،
واكني اذا هم صرحوا بالخيبة	اور میں کنایہ میں بیان کرتا ہوں، جب وہ اپنی ناکامی کا اقرار کرتے ہیں،
واني في جنسي ومنه لواحد	اور میں اپنی جنس میں نوع کی طرح
كنوع فصل النوع علة حصتي	ایک ہوں، نوع کی فصل میرے حصے کی علت ہے
تسببت في دعوى التوكل ذاهبا	اور میں توکل کے دعوے میں اس قدر آگے بڑھ کر
الى ان اجدى حيلتي ترك حيلتي	اب ترک اسباب ہی میرا ذریعہ ہے،
وآخر حرف صار مني اولا	اور میرا آخری حرف ارادت میں اول ہوگیا۔
سريع او حرف في مقام العبودة	اور ایک حرف مقام عبودیت میں

تعرفت یوم الوقف منزل قومہا	وقف کے دن اس کی قوم کی منزل سے واقف ہوا
مت بجمع سد خرق التشتت	تو ایسی جماعت میں شب بسر کی، جس نے اختلاف کو دور کر دیا تھا،
فاصبحت اقضی للنفس منہا منی الہوی	تو میں دل کی آرزوئیں پوری کرتا رہا
واقضی علی قلبی برعی الرغبۃ	اور اپنے دل پر نگرانی سے ظلم کرتا رہا
فبایعتہا بالنفس دار اسکنتہا	میں نے اپنے نفس کے عوض اس کے دل میں گھر بنایا
وبالقلب منہ منزلا فیہ حلت	اور اپنے قلب کے عوض میں اُس کے دل میں منزل کی،
فخلص الاستحقاق نفسی من الہوی	تو "استحقاق" نے میرے نفس کو محبت سے نکال لیا
واوجب الاسترقاق تسلیم شفعۃ	اور "استرقاق" نے شفعہ ملنے کو واجب کر دیا
فیا نفس لا ترجع تقطع بیننا	تو اے نفس اب نہ واپس آ، کہ ہمارے تعلقات ختم ہو چکے
ویا قلب لا تجزع ظفرت بوحدۃ	اور اے دل تو مت گھبرا کہ تیری مراد یعنی تنہائی حاصل ہو گئی۔

(فصل ادلال سے)

تبدت لعینی من جمالک لمحۃ	تیرے جمال کا ایک منظر میری آنکھوں کے سامنے ظاہر ہوا
ابادت فوادی من سناہا بلفحۃ	حسن نے اپنی چمک کی ایک سوزش سے میرے دل کو ہلاک کر دیا
ومرت لسمعی من حدیثک ملحۃ	اور تیری گفتگو کا ایسا خوشگوار حصّہ میرے کانوں میں پہنچا
تبدت لہا فیک القران وقربت	جسے تیری ذات سے نمایاں اتصال تھا اور مستحکم ہو گئی
ملامی بن عذ اری استبن وجدی استعن[1]	
سماعی اعن حالی ابن دفائلی اصمت	
فمن شاہدی سخط ومن قائلی رضا	
وتلوین احوالی وتمکین رتبتی	
مرامی اشارات مراعی تفکر	
مراقی نہایات مراسی تثبت	
وفی موقفی واللہ ار أتوت رسومہا	اور میرے توقف میں جب کہ گھر کی نشانیاں مٹ چکی ہیں
تقرب اشواقی تبعد حسرتی	شوق کی نزدیکی اور حسرتوں کی دوری ہے

---

[1] چونکہ یہ اشعار اصل کتاب میں غلط طبع ہوئے ہیں اس لئے ان کا ترجمہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ (مترجم)

معانی امارات مغانی تذکر
مبانی بدایات مثانی تلفت
وبث غرام والحبیب بحضرة
ورد سلام والرقیب بغفلة
ومطلع بدر فی قضیب علی نقا
فویق محل عاطل دون وجیة
ومکمن سحر بابلیّ لہ بما
حوت اضلعی فعل القنا السمهریة
ومنبت ممسک من شقیق بن منذر[۱]
علی سوسن غض بجنة وجنة
ووصف اللآلی فی الیواقیت کلما
تعلّ بصرف الراح فی کل سحرة
سل السلسبیل العذب عن طعم ریقة
ونکهتہ یخبر عن علم خبیرة
ورمان کافور علیہ طوابع
من الند لم تحمل بہ بنت مزنة
ولطف هواء بین خفق وبانة
ورقة ماء فی قواریر فضة
لقد عزعنک الصبر حتی کانہ
سراحة لحظ منک للمتلفت
وانت ان لم تبق من صبابة
منی النفس لم تقصد سواک بوجهة
وکل فصیح منک یسری لمسمعی
وکل ملیح منک یبدو لمقلتی

علاموں کی معانی یاد کی منزلیں
آغاز کے اصول اور توجہ کے "مثانی" ہیں
اور محبوب کے سامنے محبت کا اظہار کرنا
رقیب کی غفلت سے سلام کا جواب دینا ہے
اور بالو کے ڈھیر پر چاند کا ظہور
تاریکی سے نیچے ایک بے رونق مکان کے جیسا ہے
اور بابلی جادو کی کمین گاہ جس کا محل میرا دل ہے
سمہری نیزوں کا سا ہے

اور اس کے موتی کی طرح آبدار دانت ہیں
جو ہر صبح کو شراب کی گردش سے دوبارہ سیراب ہوتے ہیں
اُس کے لعاب دہن کی خوشبو کو شیریں چشمے سے پوچھو
کہ وہی تمہیں اس کی صحیح خبر دے گا۔
اور انار کی طرح رخسار ہیں جن پر تری کے ایسے آثار ہیں
جو کسی قطرۂ آب کے شرمندۂ احسان نہیں ہیں،
اور ہوا کا لطف دھڑکتے ہوئے دل اور بانہ کے درخت کے پاس ہو
اور صاف پانی چاندی کے برتنوں میں ہو
اُس وقت تیرے لئے صبر دشوار ہوگیا، گویا کہ وہ
طالب توجہ کے لئے دزدیدہ نگاہیں ہیں،
اگرچہ تو نے میرے لئے محبت نہیں باقی رکھی
نفس کی آرزوؤں نے تیرے سوا کسی طرف رخ نہیں کیا
تیری ہر بات میرے کانوں تک پہنچ جاتی ہے،
اور تیری ہر قابل دید چیز میری آنکھوں کو نظر آجاتی ہے۔

---

[۱] چونکہ یہ شعر اصل کتاب میں غلط طبع ہوا ہے اس لئے اس کا ترجمہ چھوڑ دیا گیا ہے (مترجم)

تهون على النفس فيك وانها
لتكرم ان تغشى سواك بنظرة
فان تنظريني بالرضا تشف علتي
وان تظفريني باللقا تطف غلتي
وان تذكريني والحياة بقيدها
عدلت لامني منيتي بمنيتي
وان تذكريني بعد ما اسكن الثرى
تجلت دجاه عند ذاك ودلت
صليني والاجدادي الوصل تدركي
صبابة نفس ايقنت بتفلت
فما ام بوّ هالك بتنوفة
اقيم لها خلف الحلاب ندرت
فلما رأته لا ينازع خلفها
اذا هي لم ترسل عليه وصنت
بكت كلما راحت عليه وانما
اذا ذكرته آخر الليل حنت
باكثر مني لوعة غير انني
رايت وقار الصبر احسن حلية
فرحت كما اغدو واذا ما ذكرتها
اطامن احشائي على ما اجنت
اهون ما القاه الا من القلى
هوى ولوى نيل الرضا منك بغيتي
الا قاتل الله الحمامة غدوة
لقد اصلت الاحشاء نيران لوعة
وقاتل مغناها وموقف شجرها

تیری راہ میں میرے نزدیک، جان کی کوئی قیمت نہیں بلکہ
اس کے لئے یہ گناہ ہے، کہ تیرے سوا کسی کو نظر بھر کر دیکھے،
اگر تو مجھے نگاہِ رضا سے سرفراز کردے تو میری بیماری کا خاتمہ ہے
اور اگر ملاقات سے کامران کردے، تو میری پیاس بجھ جائے
اور اگر تو میری زندگی میں مجھے یاد کرے
تو میں اپنی بہترین آرزو کو پانے کے لئے موت کا واسطہ تلاش کروں
اگر تو مجھے خاکِ لحد میں سپرد ہونے کے بعد یاد کرے
تو اس وقت اُس کی تاریکی دور ہو جائے اور قبر میں اجالا ہو جائے
تو ہم سے اچھا برتاؤ کر، یا تجدید وعدہ کر، ورنہ تو
اس دمِ واپسین کو پائے گا جسے رحلت کا یقین ہو گیا ہے
اس بچھڑے کی ماں بھی، جو اونچی زمین میں ہلاک ہو رہا ہے
اور جو دوہنے سے دودھ دیتی ہے،
لیکن جب اُس نے دیکھا کہ بچھڑا اُس کی چھاتیوں کو مس نہیں کرتا
تو یک بیک اُس نے دودھ کو روک لیا
شام کو آتی ہے تو اُسے یاد کرکے روتی ہے
اور آخر رات کو بھی اُس کی یاد میں شوق و وجد کا اظہار کرتی ہے۔
اس ماں کی سوزش بھی مجھ سے زیادہ نہیں
ہاں اتنا فرق ہے، کہ میں نے اپنا شیوہ صبر رکھا ہے
تو صبح و شام جب اُس کی یاد آتی ہے
دل کو اُس کی بیتابیوں پر تسکین دیتا ہوں
اعراض کے سوا تم مصیبتوں کو کم سمجھتا ہوں،
محبت جدائی، اور تیری رضا حاصل کرنا میری تمنا ہے،
خدا کبوتر سے سمجھے، کہ اُس کی صدائے صباحی سے متاثر ہو کر
محبت کی آگ نے میرے دل کو جلا دیا۔
اور اُس کی منزل، اور شاخوں پر اُس کے گانے کی جگہ کو بھی

علی الغصن ماذا ھیّجت حین غنّت	اللہ تباہ کرے، کہ اس کے دلگداز نغمے نے دل کی دُنیا میں ایک اضطراب پیدا کر دیا ہے۔
فغنت اغناء اعجمیا فھیّجت	اُس نے ایک عجمی سُر الاپا، اور گزشتہ عہدوں کی یاد
غرامی من ذکری عھود تولّت	تازہ کرکے میری محبت کو برانگیختہ کر دیا۔
فارسلت الاجفان سحبا و اوقدت	اور آنکھوں سے سیلاب اشک جاری ہو گیا
جوای الذی کانت ضلوعی اکنّت	اور اس آتش محبت کو ہوا مل گئی جو میرے پہلو میں افسردہ پڑی تھی
نظرت بصحراء البریقین نظرۃ	میں نے صحرائے بریقین کی طرف ایک نظر اٹھائی
وصلت بھا قلبی فصل و صلت	جس سے میں نے دل ملایا، تو اُس سے ایک آواز سُنائی دی
فیا لھما قلبا شجیا و نظرۃ	اس غمگین دل اور حجازی نگاہوں کا کیا کہنا
حجازیۃ لوجن طرف لجنت	اگر آنکھیں مجنون ہوا کرتیں تو یہ پہلے دیوانی ہوتیں
و واعجبا للقلب کیف اعترافہ	اور دل کے اقرار پر تعجب ہے
وکیف بدت اسرارہ خلف سترۃ	کہ اس کے راز پردے کے پیچھے ظاہر ہوئے،
وللعین لما سوئلت کیف اخبرت	اور جب آنکھ سے دریافت کیا، تو اُس نے کس خوبی سے خبر دی
وللنفس لما وطنت کیف ، دلّت	اور نفس جب مجبور ہوا، تو کس طرح اُس نے پتہ دیا،
وکنا سلکنا فی صعود من الھوی	اور ہم محبت کی اسی منزلوں میں چلتے تھے
یسامی باعلام العلا کل رتبۃ	جو بلندی کی چوٹیوں تک ہر مرتبے سے چشمک کرتی تھی
الی مستوی ما فوقہ فیہ مستوی	ایسی بلندی تک جس کے اوپر کوئی بلندی نہیں،
فلما توافینا ثبت و زآت	اور پہنچنے کے بعد میں ثابت رہا اور اُس کے قدم لڑکھڑا گئے
وکنا عقدنا عقدۃ الوصل بیننا	اور ہم نے آپس میں پیمان وصل باندھا تھا
علی نحو قربان لدی قبر شیبۃ	اسی طرح جیسے کہ قربان نے شیبہ کی قبر پر
موکدۃ بالنذر ایام عھدہ	اور اس کا زمانہ منتوں سے مستحکم کیا گیا تھا،
فلما توالقنا شددت وحلت	اور جب ہم سب مضبوط ہو گئے تو میں استوار رہا اور وہ سست پڑ گئی۔

(فصل احتفال سے)

ازود اعتمارا ارضھا بتنسک	میں عبادت کے طور پر اُس کے خطے تک عمرہ کرکے جاتا ہوں

واقصد حجا بیتہا بتحملۃ
اور کفارہ کی نیت سے اُس کے گھر کا حج کرتا ہوں

وفی نشأتی الاخری ظهرت بما علت
اور اپنی دوسری زندگی میں فطرت پر غالب آگیا

لہ نشأتی الاولی علی کل فطرة
اس لئے کہ اس بلندی تک میری پہلی فطرت پہنچ چکی تھی

ولولا اخفاء الرمز من لا ولن ولم
اور اگر رمزِ محبت کو وہ بظاہر انکار سے نہ چھپاتی

تجدها لشملی مسلکاً بتشتت
تو وہ ضرور مجھ سے وصل کے لئے آمادہ ہوتی

ولو لم یجد عہدٌا عقد حملۃ
اور اگر پیمانِ محبت میرے عہد کی تجدید نہ کرتا

قضیت ولم یقض المنی صدق توبۃ
تو میں ختم ہوجاتا اور آرزوئیں صدقِ دل سے توبہ نہ کرتیں

لبعثت الی قلبی بشرا بما رأت
میں نے دل کو خوشخبری دی، کہ اس کی بنا پر کہ جو کچھ

علی قدم عینای منہ فکفت
میری آنکھوں نے بہت پہلے دیکھا تھا،

فلم یعد ان شام البشارة شام مالہ

جفا الشام من نور الصفات الکریمۃ

فیا للهی من نور لو ان التفاتۃ
اس نور کا کیا کہنا، اگر اس کی ایک موج

تعارض منہ بالنفوس النفیسۃ
پاکیزہ دلوں سے ٹکرا جائے۔

تحدث انفاس الصبا ان طیبہا
بادِ صبا کے جھونکے بیان کریں کہ

بما حملتہ من حرارة حرقۃ
اس کی خوشبو، جلے ہوئے دل کی سوزش کے سبب سے ہے

وتنبئ آصال الربیع من الربا
اور بہار کی شام، ٹیلوں اور درختوں کے اوصاف

واشجاره ان قد تجلت فجلت
بیان کرے کہ اس کی جلوہ گستری سے یہ سب روشن ہوگئے ہیں

تخبر اصوات البلابل انہا
اور بلبل کی آواز بتائے، کہ

تغنت بترجیعی علی کل ایکۃ
اُس نے ہر درخت پر میرے ہی راگ کو اڑایا ہے

فهذا جمالی منک فی بعد حسرتی
حسرت کی دوری میں میرے جمال کا یہ عالم ہے

فکیف بہ ان قرتنی بخلۃ
اگر تو مجھے دولتِ قربت سے مالا مال کرے، تو کیا حال ہو؟

تبدی وما زال الحجاب ولا دنا
ظہور کے بعد بھی حجاب قائم رہا، نہ قریب ہوا

وغاب ولم یفقد شاہد حضرتی
اور دور ہوا مگر ہمارے سامنے سے غائب نہ ہوا،

لہ کل غیر فی تجلیہ مظہر
اس کے لئے تمام تبدیلیاں ہیں اس کی جلوہ آرائی میں ایک مظہر ہے

لہ چونکہ یہ شعر اصل کتاب میں غلط طبع ہوا ہے اس لئے اس کا ترجمہ چھوڑ دیا گیا ہے (مترجم)

ولاغير الا مامحت كف غيرة	اور کوئی تغیر اس کے سوا نہیں ہے، جو تبدیلی کا ہاتھ بدل دے،
تجلی دلیل واحتجاب تنزه	دلیل کا ظہور، اور تنزہ کی روپوشی،
واثبات عرفان ومحو تثبت	معرفت کا ثبوت ہے اور ثبت (استواری) کا مٹنا
فماشئت من شیئ والیت انه لہ	
هو الشیئ لم تحمد فجار الیتی	
وفی كل خلق منه كل عجيبة	اور اُس کی ہر مخلوق میں تمام عجائب ہیں،
وفی كل خلق منه كل لطيفة	اور اُس کی ہر خلقت میں تمام لطائف ہیں
وفی كل خاف منه مكمن حكمة	اور اُس کی ہر پوشیدگی میں پوشیدہ راز ہیں،
وفی كل باد منه مظهر جلوة	اور اُس کے ہر ظہور میں ایک جلوہ کا مظہر ہے۔
لہ	....
وفی طی اوقاق الحساب وسرّها	
يتم من الاعداد فايذا بسته	
وفی نفثات السحر فی العقد التی	اور ان گرہوں کی تہہ پر جادو کے منتر پڑھے جاتے ہیں،
تطوع لها كل الطباع الابيه	تمام خوددار طبیعتیں مطیع ہوتی ہیں۔
يصور شكلا مثل شكل وتعتلی	ایک شکل دوسری شکل کے مثل بناتا ہے اور اُس پر
علیه باوهام النفوس الخبيثة	خبیث روحوں کے اوہام سے بلند ہوتا ہے،
وفی كل تصحيف وعضو بذ اته	اور ہر دانستہ غلطی اور بدن میں
اختلاج وفی التقويم مجلی لروية	اختلاج ہے، اور تقویم میں رویت کا نظارہ ہے،
وفی خضرة الكمون ترجی شرابه	اور (کمون) کی سبزی میں جس کا عرق نکالا جاتا ہے،
مواعيد عرقوب علی اثر صفرة	زردی کے بعد عرقوب کے مثل غلط وعدے ہیں
وفی شجر قد خوفت قطع اصلها	اور اُس درخت میں، جس کی جڑ کاٹنے سے ڈرایا گیا،
فبان بها حمل لا قرب مدة	اس میں معمولی مدت کا حمل ظاہر ہوا۔
وفی النخل فی تلقيحه واعتبر بما	اور کھجور کے درخت اور اُس کی پرورش میں، اور جو کچھ
اتی فيه عن خير البرية واسكت	اس بارے میں خیر البشر سے منقول ہے، اُس سے عبرت لے اور خاموش رہ۔

لہ ۱۲ چونکہ یہ اشعار اصل کتاب میں غلط طبع ہوئے ہیں اس لئے ان کا ترجمہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ (مترجم)

وفی الطالع السبتی فی الاحرف التی
یبین منہا النظم کل خفیۃ[1]
وفی صنعۃ الطلسم و الکیمیا
والکنوز وتنویر المیاہ المعیتۃ
وفی حرز اقسام السودب محرز
وحزب اصیل الشاذلی و بکرۃ
وفی سیمیاء الحاتمی ومذہب ابن
ن سبعین اذیعزی الی شر بدعۃ
وفی المثل الاولی وفی النحل الالی
بہا او ھموا لما تساموا بسنۃ
وفی کل ما فی الکون من عجب و ما
سوی الکون الا ناطق بعجیبۃ
فلا سر الا وھو فیہ سر مسرۃ
ولا جھر الا وھو فیہ لحلیۃ
سل الذکر عن الصاف اصناف ما ابتنی
علیہ الکلام من حروف سلیمۃ

اور طلسم و کیمیا کے فن میں اور خزانوں میں
اور آسائش پہنچانے والی نہروں کے خشک ہونے میں
اور "سودب" کے اقسام کے یاد کرنے میں نجات ہے
اور شاذلی کی شام و صبح کے ورد ہیں
اور "حاتمی" کی علامت و حسن ہیں اور ابن سبعین
کے مذہب میں، جو بدعت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے،
اور پہلے امثال میں، اور سابق فرقوں میں
جن کی وجہ سے لوگ سنت پر عمل پیرا ہونے کے بعد وہم میں مبتلا ہوگئے
اور خلقت کی تمام چیزوں میں عجائب ہیں، اور فطرت کے
علاوہ بھی تمام چیزیں عجائب کی شہادت دیتی ہیں
تو کوئی ایسا راز نہیں، جس میں وہ پوشیدہ نہ ہو،
اور کوئی ظہور ایسا نہیں، جس کی زینت وہ نہ ہو،
ذکر سے ان حروف سلیمہ کے اقسام کی صحت کو دریافت کرو
جن پر کلام کا مدار ہے

ومن وضعھا فی بعضھا وبلوغ ما
انتت فیہ امضی عدھا وتثبت[2]
فلا بد من رمز الکنوز لذی الحجا
ولا ظلم الا ظلم صاحب حکمۃ
ولولا سلام ساق للامن خیفتی[3]
لعاجل مس البرو خوفی لمیتتی

اور بعض کو بعض میں رکھنے کے بارے میں

عقل والوں کے لئے خزانوں کا رمز ضروری ہے،
اور صاحب حکمت کے سوا کسی کا ظلم نہیں ہے،

---

[1] تا [3] چونکہ یہ اشعار اصل کتاب میں غلط طبع ہوئے ہیں اس لئے ان کا ترجمہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ (مترجم)

ولو لم تؤانسني عنا قبل لم ولم	اور اگر وہ مجھے نہ پاتی مگر اپنی مہربانی سے
قضي العتب مني لبغية بعد وحشتي	اگر ناکامی میری موت کی خبر دیتی تو میں اپنی امیدوں کو ترک کردیتا
ولعم اقامت امر ملكي بشكرها	اور محبوب (النعم) نے
كما هونت بالصبر كل بلية	جیسا کہ میرے صبر سے تمام مصیبتیں آسان کردی ہیں،

(فصل اعتقال سے)

سرت بفؤادي اذ سرت فيه نظرتي	میری نگاہیں میرے دل میں پیوست ہوگئیں
وسارت ولم تثن العنان بعطفة	وہ اپنا کام کرتی رہیں، اور رحم و شفقت سے منہ نہ موڑا
وذلك لما اطلع الشمس في الدجى	اور یہ اس طرح کہ جب آفتاب نے تاریکی میں
محيا ابنة الجبين في خير ليلة	(ابنۃ الجبین) کا چہرہ بہترین رات میں نمایاں کردیا
يمانية لو أنجدت حين أنجدت	وہ یمن کی رہنے والی، جب نجد کا رخ کرتے ہوئے پسینہ پسینہ ہوجائے
لما ابصرت عيناك حيا كميت	تو تمہاری آنکھوں نے زندہ کو مردہ کے مثل اس طرح کبھی نہ دیکھا ہوگا،
لاصحمة في نصحها قدم بنى	اس کی خیر خواہی میں اصحمہ سبقت لے گیا
لكل نجاشي بها حصن ذمة	ہر حبش کے بادشاہ کے لئے اُس کے سبب سے امن واماں ہے
اتمت فحطت وحلوا ثم لم يكن	وہ آئی اور ٹھہری، پھر فوراً
سوى وقفة التوديع حتى استقلت	رخصت کا وقت آگیا، یہاں تک کہ وہ روانہ ہوگئی۔
ولكنها همت بنا فتذكرت	لیکن اُس نے ہم سے ملنے کا ارادہ کیا
قضاء قضاة الحسن قدما فصدت	پھر اُسے شاہانِ حسن کا پرانا فیصلہ یاد آگیا، تو رک گئی
اجلت خيالا انني لا اجله	اُس نے ایسے خیال کی عزت کی جس کی تعظیم میں نہیں کرتا ہوں
ولم انتسب منه من غير لعلة	اور بلاوجہ میں نے اُس کی طرف انتساب ظاہر نہیں کیا
على انني كلي وبعضي حقيقة	باوجودیکہ میرا کل اور بعض سب حقیقت ہے
وباطل اوصافي وحق حقيقتي	اور میرے باطل اوصاف اور میری حقیقت کی اصل ہے
وجنسي وفصلي والعوارض كلها	اور میری جنس اور فصل اور تمام عوارض
ونوعي وشخصي والهواء وصورتي	اور نوع و شخص اور ہوا اور میری صورت
وجسمي ونفسي والحشا وعزامة	اور میرا جسم ونفس، دل اور اُس کی محبت
وعقلي وروحانيتي القدسية	عقل اور میری پاک روحانیت

وفی کل لفظ عنہ میل لمسمعی
وفی کل معنی منہ معنی للوعتی
ودھری بہ عید لیوم عروبۃ
وامری، امری والوری تحت قبضتی
ووقتی شھود فی فنا وشھدتہ
ولا وقت لی الا مشاھد غیبتہ
اراہ معی حسا ووھما وانہ
مناط الثریا من مدارک رؤیتی
واسمعہ من غیر نطق کانہ
یلقن سمعی مالیس ملجتی
ملأت بانوار المحبۃ باطنی
کانک نور فی سرار سریرتی
وجبت باجلال ارجاء ظاھری
کانک فی افقی کواکب زینۃ
فانت للذی اخفیہ عند تستری
وانت الذی ابدیہ فی حین شھرتی
فتہ احتمل واقطع اصل واعل استفل
ومر امتثل واملل امل وارم اثبت
فقلبی ان عاقبتہ فیک لم اجد
لعتبی فی الدھر موقع نکتتہ
....
....
ولفسی تنبو عن سواک نفاسۃ
فلا تنتمی الا الیک بمنتہ
تعلقت الآمال منک بفوق ما

اُس کے ہر لفظ پر متوجہ ہو جاتے ہیں،
اور اُس کے ہر معنی میں میرے دردِ محبت کے معنی پوشیدہ ہیں
اور میرا زمانہ اُن میں "یوم عروبۃ" کی عید ہے،
اور میرا حکم میرا حکم ہے اور مخلوق میرے قبضۂ قدرت کے اندر ہے
اور میرا وقت اس فنا میں شاہد ہے، جس میں حاضر رہا
اور میرے لئے غیب کے مشاہدے کے سوا کوئی وقت نہیں
میں اس کو اپنے ساتھ حس و وہم میں دیکھتا ہوں
اور پردہ میری قوتِ باصرہ کے لئے منتہائے مقصود ہے
اور میں اس کی باتیں بغیر گفتگو سنتا ہوں،
گویا کہ میرے دل کے خطرات میرے کانوں کو پہنچتے رہتے ہیں
محبت کے انوار سے اپنا باطن معمور کر دیا
گویا تو میری پوشیدگی کی گہرائیوں میں ایک نور ہے
اور جلال سے اپنے ظاہری اطراف کو جلوہ آرا کر دیا ہے
گویا میرے ظاہری افق کے لئے تو روشن ستاروں کی مانند ہے
تو ہی ہے جسے میں اپنی پوشیدگی کے وقت چھپاتا ہوں
اور تو ہی ہے جسے شہرت کے وقت ظاہر کرتا ہوں۔
تو خوشی سے تکبر کر، میں برداشت کروں گا۔ تعلقات کو قطع کر۔
میں صلۂ رحم کروں گا، بلند ہو، میں پستی اختیار کروں گا،
تو حکم دے، میں بجا لاؤں گا، مشقت میں مبتلا کر میں مبتلائے
غم رہوں گا، اپنی نزدیکی سے محروم کر، میں ثابت رہوں گا،
اگر میں اپنے دل پر تیری وجہ سے عتاب کروں، کبھی
اس میں عتاب کا ذرہ برابر اثر نہ پاؤں،
اور میرا نفس پاکیزگی کی وجہ سے تیرے سوا سب سے دور رہتا ہے،
اسے صرف تیرا ہی احسان یاد ہے۔
امیدیں تجھ سے جتنی بلند چیزوں کی تمنا رکھتی ہیں،

اری دونہ مالا ینال بحیلتہ
وحامت حوالیھا وما وافقت حمی
سحائب یاس امطرت ماء عبرتی
فلو فاتنی منک الرضا و لحقتنی
بعفو بکیت الدھر فوت فضیلۃ
ولو کنت فی اھل الیمین منعما
بکیت علی ماکان من سبقیتہ
وکم من مقام فمت عنک سائلا
اری کل حی کل حی و میت
اتیت لفاراب ابا النصر ھا فلم
اجد عندہ علما یبرد غلتی
ولم ید رما قولی ابن سینا وسائلا
فقل کیف ارجو عندہ برء علتی
فھل فی ابن رشد بعد ھذین مرتجی
دفی ابن طفیل لاحتثاث مطیتی
لقد ضاع لولا ان تدارکنی حمی
من اللہ سعی بینھم طول مدتی
فقیض لی نھجا الی الحق سالکا
وایقظنی من نوم جھلی وغفلتی
فحصنت انظار الجند جنید ھا[له]
بترک فلی من رغبۃ ربح رھبۃ
وکسرت عن رجل ابن ادھم ادھما
والقذتہ من اسر حب الاسترہ

جس سے بدرجہا معمولی چیزیں تدبیروں کے بغیر نہیں حاصل ہوتیں،
وہ اُس کے اردگرد گشت لگاتی رہیں مگر کوئی ٹھکانا نہ ملا،
مایوسی کی بدلیوں نے چشمۂ اشک جاری کر دیا
اگر تیری رضامندی مجھے نہ حاصل ہو سکی اور تو نے میرے ساتھ
عفو سے نہ کام لیا تو عمر بھر شومی قسمت کا ماتم کروں گا،
اگر میں اہل یمین کے ساتھ خوش وخرم ہوتا
تو اس فضیلت کا مرثیہ خواں ہوتا جو مجھے حاصل تھی،
اور کتنے مرحلے ایسے آئے جب تیری جستجو کرتا رہا
جہاں پر زندہ کو زندہ اور مردہ دیکھتا،
فاراب میں ابونصر کے پاس دست سوال دراز کرتا ہوا آیا،
کہ شاید اس کا علم میری پیاس بجھا دے
ابن سینا میرا سوال بھی نہ سمجھ سکا
تو اب بتا کہ اُس سے کس طرح شفا کی اُمید کروں
تو کیا اب ان دونوں کے بعد ابن رشد سے امیدیں وابستہ کروں
یا ابن طفیل کا دروازہ کھٹکھٹاؤں۔
اگر خدا کی پناہ گاہ مجھے نہ بچا لیتی، تو
ان لوگوں کے ساتھ میری کوششیں رائیگاں ہو گئی تھیں
تو نے مجھے ایسے راستے کی توفیق دی جو حق کی طرف لیجانے والا ہے۔
اور مجھے جہالت وغفلت کی نیند سے بیدار کر دیا۔

اور ابن ادہم کی سواری کو اپنا گھوڑا بنایا
اور اُس کو حقائق اشیاء کی قید محبت سے نجات دی

له چونکہ یہ شعر اصل کتاب میں غلط طبع ہوا ہے اس لئے اس کا ترجمہ چھوڑ دیا گیا ہے (مترجم)

وعدت علی حلاج لبکری بصلبة	اور حلاج کے پاس آیا جو "سولی" کے نشہ میں مخمور تھا،
والقیت بلعام التفالق بہوۃ	اور اپنی توجہ کے .... کو گڑھے میں پھینک دیا
فقولی مشکور و رائی ناجح	تو میرا قول مشکور اور میری رائے کامیاب ہوئی
وفعلی محمود بکل محلّة	اور میرے افعال کی ہر جگہ تعریف کی جاتی ہے،
رضیت بعرفانی فاعلیت للعلا	اپنی معرفت پر راضی ہو کر بلند مقام کو پہنچ گیا،
واجلسنی لبعد الرضا فیہ جلّتی	اور رضامندی کے بعد میرے اکابر نے اُسی بلند مقام پر بٹھایا
لعشت ولا ضیر الخاف ولا قلی	میں نے اس طرح زندگی بسر کی، کہ نہ بغض کا ڈر ہے نہ تکلیف کا کھٹکا
وصرت حبیب الی دیار احبہ	اور اپنے محبوب کے دیار میں محبوب قلوب ہو گیا
فھا انا ذا امسی و اصبح بینھم	اب میں اُنھیں کے ساتھ صبح و شام رہتا ہوں
مبلغ نفسی منھم ما تمنت	اس حال میں نفس کی تمام آرزوئیں پوری ہو رہی ہیں،

(اور انھوں نے مجھے اپنا کلام سنایا، جو حال قبض، میں کہا تھا، اور میں نے اُسے لکھ لیا تھا)

الیک بسطت الکف استنزل الفضلا	طلب رحمت کے لئے میں نے تیری طرف ہاتھ بلند کیا ہے،
ومنک قبضت الطرف استشعر الذلا	اور اظہار ذلت و مسکنت کے لئے تیرے سامنے آنکھیں بند کر لی ہیں
وھا انا ذا قد قمت یقدمنی الرجا	اب میں اس حال میں اٹھا ہوں، کہ امید آگے بڑھاتی ہے،
ویحجم بی الخوف الذی خامر العقلا	اور خوف جو دل و دماغ پر مسلط ہے، روکتا ہے،
اقدم رجلا ان یضی برق مطمع	اگر امید کی بجلی چمکتی ہے، تو ایک قدم آگے بڑھاتا ہوں۔
وتظلم ارجائی فلا انقل الرجلا	اور اطراف تاریک ہیں، اس لئے پیش قدمی سے رکتا ہوں
ولی عثرات لست آمل ان ھوت	اور میری ایسی غلطیاں ہیں، اگر مجھے پستی میں گرا دیں،
بنفسی ان لا استقیل وان اصلی	تو مجھے امید نہیں ہے کہ معاف کیا جاؤں اور یہ کہ میں دوزخ میں ڈالا جاؤں گا،
فان تتدارکنی رحمة انتعش بھا	اگر رحمت ربانی شریک حال ہو تو اُس کے سہارے پہنچنے کی امید ہے،
وان تکن الاخری فاولی بالاولی	ورنہ دوسری صورت میں مقدر کا لکھا پورا ہو گا،

(اور فرمایا، کہ میرے منظومات سے یہ بھی ہیں)

وجد تسعرہ الضلوع	ایسی محبت جس کی آگ پہلو میں سلگتی رہتی ہے،

وما تبردہ الدمع	اور آنسو اُسے ٹھنڈا نہیں کر سکتے،
ھمّ تحرکہ الصبابۃ	ایسا غم جس میں محبت سے تحریک ہوتی ہے،
والمھابۃ لا تطلوع	اور ہیبت وخوف کا اثر نہیں ہوتا،
امل اذا وصل الرجا	اور ایسی تمنا جب امید اُس کی کامیابی کے
اسبابہ فالموت قاطع	اسباب مہیّا کر لیتی ہے، تو موت اُسے قطع کر دیتی ہے،
باللہ یا ھذا الھوی	اے محبّت تجھے خدا کا واسطہ، بتا،
ما انت بالعشاق صانع	کہ آخر تو عشاق کے ساتھ کیا برتاؤ کرنے والی ہے۔

(فرمایا، کہ مندرجۂ ذیل شعر ایسے لوگوں کو لکھے گئے تھے، جن سے کچھ تکلیف پہنچی تھی)

نحن ان تسأل بناس معشر	اگر تم اُن لوگوں سے ہمارے متعلق دریافت کرو، تو معلوم ہوگا
اھل ماء فجرّتہ السماء	کہ ہم ایسے پانی ہیں، جسے ارادوں نے بہایا ہے،
عَرَبٌ من بیضھم ارزاقھم	ہم عرب ہیں، جو تلواروں سے اپنی روزی حاصل کرتے ہیں،
ومن السمر الطوال الخیم	اور بلند نیزوں کے خیمے بناتے ہیں،
عرضت احسابھم ارواحھم	ان کی عزّت وشرف نے زندگیوں کو خطرہ میں ڈال دیا ہے۔
دون نیل العرض وھی الکرم	کہ ان کی عزّت یعنی شرافت پر حرف نہ آئے،
اوین ثونا المجد حتی اننا	ہمیں ان سے بزرگی وراثت میں ملی ہے۔
نرتضی الموت ولا نزوحم	اسی کا اثر ہے کہ ہم موت سے خوش ہوتے ہیں، لیکن دل تنگ نہیں ہوتے،
ومالنا فی الناس من ذنب سوی	لوگوں کے نزدیک اس کے سوا ہمارا کوئی گناہ نہیں
اننا نلوی اذا ما اقتحموا	کہ حملہ وزیادتی کے وقت انصاف وحق کا مطالبہ کرتے ہیں۔

(فرمایا، کہ قاضی ابوبکر بن العربی کے مندرجۂ ذیل ابیات پڑھ کر میں نے یہ شعر کہے)

اما والمسجد الاقصی	مسجد اقصیٰ اور ان پاک آیات
وما یتلی بہ نصّا	کی قسم جو اس میں تلاوت کی جاتی ہیں،
لقد رقصت بنات الشوق	جذبات شوق
بین جوانحی رقصا	میرے پہلو میں رقص کرتے ہیں،

(میرا شعر)

فاقلع بی الیہ ھوی ۔۔۔ مجھے اُس کی طرف محبت لے گئی
جناحا عزمہ قصا ۔۔۔ جس کے عزم کے بازو کاٹ دئے گئے تھے،
اقلّ القلب واستعدی ۔۔۔ دل میں ولولہ پیدا ہوا، اور جسم کے لئے
علی الجثمان فاستعصی ۔۔۔ بار ہونے لگا، تو جسم نے بھی ناگواری ظاہر کی
فقمت اجول بینھما ۔۔۔ میں ان دونوں کے درمیان پریشان رہا
فلا ادنی ولا اقصی ۔۔۔ نہ قریب ہوتا ہوں نہ دور،

(فرمایا، کہ میں نے راوی 'مدّونہ' کے متعلق بطور توریۃ کے کہا)

لاتعجبن لظبی قدوھا اسرا ۔۔۔ کوئی تعجب نہیں کہ ہرنی نے شیر کو دھوس دی
فقد وھا اسرامن قبل سحنون ۔۔۔ اس لئے کہ اس سے پہلے بھی سحنون (ہرنی) (اسد) کو دھوکا دیکا ہے،

(فرمایا، کہ میرے منظومات میں سے یہ شعر بھی ہیں)

انبت عوداً بنعماء بدأت بہا ۔۔۔ ایسے احسان سے جو صرف احسان کی خاطر تھا، ایک عود اگایا،
فضلا والبستہا بعد اللحی الورقا ۔۔۔ اور چھلکوں کے بعد اُسے پتوں سے آراستہ کیا
فظل مستشعرا مستد ثرا أرجا ۔۔۔ وہ اپنی بھینی بھینی خوشبو کے ساتھ بڑھتا ہوا
ریان ذابھجۃ لیستوقف الحدقا ۔۔۔ ایسا نظرفریب وخوش منظر ہوا، جس پر نگاہیں بے اختیار جم جائیں
فلا تشنہ بمکروہ الجنی فلکم ۔۔۔ اُسے بری طرح گلچینی سے عیب دار نہ کر
عوّدتہ من جمیل من لدن خلقا ۔۔۔ اس لئے کہ اُس کی پیدائش کے وقت سے خدا جانے کتنا حسن سلوک کیا گیا ہے،

والف القذی عنہ واثر الدھر منبتہٗ ۔۔۔ خس وخاشاک کو اُس سے دور کرو، اور اُس کی جڑ کو تری پہنچایا کرو
وغذہ برجاء واسقہ غدقا ۔۔۔ امیدوں کی غذا دو، اور نعمتوں سے سیراب کرو،
واحفظہ من حادثات الدھر اجمعہا ۔۔۔ اور زمانے کے تمام حوادث سے اُس کو بچاؤ،
یاجاء منہا علی ضوء وما طرقا ۔۔۔ خواہ وہ دن کو آئیں یا رات کو۔

غرناطہ کی مجلسوں سے متعلق جہاں میں نے اُن کی بہت سی بیان کردہ باتیں محفوظ کرلی تھیں، ان میں مندرجۂ ذیل قصّہ بھی ہے:- ایک بار وہ سلطان ابو تاشفین عبدالرحمٰن بن ابی حمو کی مجلس میں حاضر ہوئے، اثنائے گفتگو میں

ابو زید بن الامام نے کہا، کہ ابو قاسم مقلد ہیں، اور اُن کی نگاہ امام مالک کے اصول تک محدود ہے، اور ابو موسیٰ عمران بن موسیٰ مشدالی نے ان سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ اگر وہ امام مالک کے مقلد ہوتے، تو اُن سے اختلاف کر کے دوسروں کی تائید نہ کرتے، اس موقع پر ابو زید نے شرف الدین تلمسانی کی ایک عبارت پیش کی، جس میں اُنھوں نے اجتہاد مخصوص کی مثال میں ابن القاسم اور مزنی کو پیش کیا ہے، کہ جیسے ابن القاسم امام مالک کے اور مزنی امام شافعی کے مقلد ہوتے ہوئے اجتہاد مخصوص کے مالک ہیں، اس پر عمران بول اُٹھے، کہ یہ مثال ہے، اور مثال کا صحیح ہونا ضروری نہیں، اس پر ابو زید بن امام ضبط نہ کر سکے، اور ابو عبداللہ بن عمر سے کہا، کہ آپ کیا فرماتے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ میں اس فقیہ کی گفتگو نہ سمجھ سکا، ہاں یہ جانتا ہوں، کہ اہلِ علم کے نزدیک مثال کے باطل ہونے سے ممثل لہ (جس کے لئے مثال لائی جاتی ہے) کا باطل ہونا نہیں لازم آتا تو ابو موسیٰ نے سلطان سے کہا، کہ یہ اصولیوں کا تحقیق شدہ مسئلہ ہے، اس پر میں نے کمسنی کے باوجود کہا، کہ دونوں میں کسی نے تحقیق کا حق نہیں ادا کیا (اصل یہ ہے) کہ مثال کبھی واقعی ہوتی ہے، اور کبھی تقریب کے طور پر، اصل کی بنا پر شیخ ابن ابی عمرو نے یہ فرمایا، اور یہی ٹھیک ہے دیکھئے، سیبویہ کہتا ہے، (ھذا مثال) یہ مثال ہے، اور پھر اس کے بارے میں کچھ نہیں کہتا، جب یہ بات معلوم ہوئی، کہ مثال کبھی تقریب کے طور پر ہوتی ہے، تو مثال کا صحیح ہونا ضروری نہیں ہوتا، نیز اس کے باطل ہونے سے ممثل لہ کا باطل ہونا بھی لازم نہیں آئے گا، اصل میں دونوں قول ایک ہیں،

اور فرمایا کہ اسی بادشاہ کے سامنے ایک دوسری مجلس میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا، کسی نے ابو زید بن الامام کے سامنے مسلم کی حدیث (لقنوا موتاکم لا الٰہ الا اللہ) اپنے مُردوں کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرو) سنائی، اس پر شیخ ابو اسحٰق بن حکم سلوی نے کہا، کہ یہ مُلقّن (جسے تلقین کئے جانے کا حکم ہے، حقیقت میں قریب الموت ہے، اور یہاں پر مردہ مجازاً استعمال کیا گیا ہے، آخر حقیقت (محتضر بکم) بجائے مجاز (موتاکم) کیوں اختیار کیا گیا، حالانکہ

اصل معنی حقیقی ہے، ابوزید نے اس کا جواب دیا مگر غیر تشفی بخش، اور میں نے اُستاد سے تنقیح کا کچھ حصہ پڑھا تھا، میں نے کہا کہ قرانی کا خیال یہ ہے، مشتق زمانۂ حال میں معنی حقیقی پر محمول ہوتا ہے، اور مستقبل میں مجاز پر، اور ماضی میں دونوں کا احتمال ہوتا ہے، مگر یہ جبکہ محکوم بہ ہو، اور اگر حکم باسناد اسی کے ساتھ متعلق ہو، جیسے کہ اس حدیث میں ہے، تو اس صورت میں معنی حقیقی بالاتفاق لئے جائیں گے، پھر نہ مجاز ہوگا، نہ سوال کی ضرورت ہوگی، یہ نہیں کہا جاسکتا، کہ ان کی دلیل میں شک وشبہہ کی گنجائش ہے، اس لئے کہ انھوں نے اجماع نقل کیا ہے، اور اجماع اُن چار چیزوں میں سے ہے، جس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی، ہاں یہ خرابی ضرور ہے، وہ ایک اتفاقی مسئلے میں دلیل لائے، جیسا کہ لخمی اور دیگر علماء وجوب طہارت پر دلیل لائے ہیں، بلکہ یہ اور قبیح ہے، کہ اس کا ارکان دین میں داخل ہونا ظاہر ہے، پھر اگر ہم اجماع کا نہ ہونا بھی مان لیں، تو بھی کہہ سکتے ہیں، کہ یہ اُن علامات کی طرف اشارہ ہے جو عموماً موت سے پہلے ظاہر ہوتے ہیں، اس لئے ان علامات سے بیشتر کلمہ تلقین کرنے سے ممکن ہے، مریض کو وحشت ہو، اس حدیث میں تلقین کا وقت بتایا گیا ہے، یعنی ان لوگوں کو کلمہ کی تلقین کرنی چاہئے جن کی موت کا یقین ہو جائے یا یہ کہا جائے، کہ لفظ احتضار کے استعمال سے گریز وجہ ابہام ہے، دیکھئے کہ احتضار میں کس قدر اختلاف ہے، آیا احتضار کی ابتدا فرشتوں کی آمد سے ہوگی، یا حضور اجل سے، یا لوگوں کی آمد سے، اور یہ ظاہر ہے، کہ یہ ایک پوشیدہ حالت ہے، جسے کسی حکم کی دلیل بنانے کے لئے ظاہری وصف و علامات کی ضرورت ہوگی، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، یا احتضار کی آمد موت سے ہوگی، اور اس کا جاننا بھی علامات کے بغیر ناممکن ہے، تو جب ان علامات کا اعتبار ضروری ہو، اس کے معنی یہ ہوئے کہ اس تسمیہ (موتی) سے انھیں علامات کی طرف اشارہ ہے۔

فرمایا، کہ حدیث (و اذا سلم الامام فلا یثبت بعد سلامہ ولینصرف) (امام کو چاہئے کہ سلام پھیرنے کے بعد نہ ٹھہرے بلکہ اپنی

جگہ سے چلا جائے) کے بارے میں ابن ابی زید کا قول ہے، کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ امام اتنی دیر تک انتظار کرے، کہ مقتدی سلام پھیرلیں تاکہ وہ کسی کے سامنے سے نہ گزرے، اس کے بارے میں ابو زید کہا کرتے تھے کہ سلام کے بعد مقتدیوں سے امام کا حکم اُٹھ گیا، تمام دلیلوں کا خیال کرتے ہوئے یہ معنی ہوں گے، کہ عام مقتدیوں کا حکم بھی اب مسبوق کا ہو جائے گا (یعنی جس طرح مسبوق پر امام کی اطاعت ضروری نہیں ہوتی، عام مقتدی بھی سلام کے بعد آزاد ہوں گے)

میرے خیال میں یہ فقیہ کی موشگافیاں ہیں، اور ابوزید بن الامام خونجی کے اس قول (والمقاربات التی یمکن اجتماعہا معہا) کو جو جمل میں ہے، (مفارقات) پڑھا کرتے تھے، اور ان کی مثال اصمعی کی ہے، جب اُس نے ابو عمر بن العلا کے سامنے مندرجہ ذیل شعر کو

وغررتنی وزعمت انک	اور تو نے مجھے دھوکہ دیا اور گمان کیا
لابن فی الصیف تامر	کہ گرمیوں میں تو دودھ اور کھجوروں والا ہے،

اس طرح پڑھا:۔

غررتنی وزعمت انک	تو نے مجھے دھوکہ دیا اور خیال کیا کہ
لابن بالضیف تامر	تو مہمان کو دودھ اور کھجوریں کھلانا چاہتا ہے،

اس پر ابو عمر نے اصمعی سے کہا، کہ اس تحریف کے بعد یہ حطیئہ کے اصلی شعر سے بھی بلند ہو گیا، اسی طرح بیان کیا جاتا ہے، کہ ایک شخص نے رمضان میں خلیفہ کو نماز پڑھائی، اتفاق سے اُسے قرآن یاد نہیں تھا؛ وہ مصحف میں دیکھتا جاتا تھا، اس طرح پر بہت سی آیتوں میں تحریف کردی جیسے (صنعتہ اللّٰہ) اصل "صبغتہ اللّٰہ" ہے (اصیب بہا من اساء) اصل "اصیب بہا من یشاء" ہے (انما المشرکون نحس) حالانکہ صحیح نجس ہے (وعدھا اباہ) (لقیتہ اللّٰہ خیر لکم) صحیح "بقیہ" ہے (ھدا ان دعوی الرحمن ولدا) لکل امرئی منہم یومئذ شان یغیبہ) اس میں "یغنیہ" کو "یغنیہ" پڑھ دیا۔

فرمایا، کہ ایک مرتبہ ابو زید بن الامام نے ذکر کیا، کہ اُن سے مشرق میں ان دونوں شرطیہ قضیوں کے بارے میں پوچھا گیا، (ولو علم اللّٰہ فیہم خیرا لاسمعہم ولو اسمعہم

لتولوا وھم معرضون) اگر اللہ ان سے بھلائی کی توقع رکھتا، تو اُن کو سُناتا اور اگر اُن کو سناتا، تو وہ اعراض کر کے پیٹھ پھیر لیتے) کہ منطقی اصول سے ان کا نتیجہ "ولو علم اللہ فیھم خیر التولوا" اگر ان سے بھلائی کی توقع رکھتا، تو وہ اعراض کر لیتے") ہونا چاہیئے، جو محال ہے، اس کے بعد انھوں نے حاضرین کا امتحان لینا چاہا، تو ابن حکم نے کہا، کہ خونجی نے لکھا ہے، کہ شرطیہ متصلہ 'لو' یا 'ان' کے داخل ہونے سے مہملہ ہو جاتا ہے، تو یہ دونوں قضیے مہملہ ہوئے، اور مہملہ کا حکم جزئیہ کا ہوتا ہے، اور دو جزئیوں سے قیاس نہیں ہوتا، اس کے بعد بجایہ میں ابو علی حسین بن حسن کے پاس حاضر ہونے کا اتفاق ہوا، اُن سے اس جواب کا ذکر کیا، نیز زمخشری وغیرہ نے جو کچھ لکھا ہے، کہ نتیجہ نہ دینے کی وجہ یہ ہے، کہ حد اوسط مکرر نہیں ہے، انھوں نے فرمایا، کہ دونوں جواب گویا ایک ہی ہیں، اس لئے کہ دو جزئیوں سے قیاس اسی لئے ممتنع ہے، کہ ان میں حد اوسط کی تکرار نہیں، پھر اپنے شیخ ابو عبداللہ ابلی سے اس کا ذکر کیا، اُنھوں نے فرمایا، کہ قیاس کی بنا اصل میں حد اوسط پر ہوتی ہے، اس کے بعد پھر اور شرطیں ہوتی ہیں، کہ وہ دو جزئیوں یا دو سالبوں سے مرکب نہ ہو، اس پر میں نے عرض کی، اس میں کیا حرج ہے، حد اوسط کی بنیاد کو اجمال قرار دیں، اور بقیہ شرائط اسی کی تفصیل ہوں، ورنہ ابن حسین کے قول کے سوا کوئی چیز نتیجہ سے مانع نہیں، میرے اس تشفی بخش جواب کے بعد ابلی نے فرمایا، کہ میں نے پھر لوگوں کے قول کی اتباع کی، چونکہ شرطیہ کلیہ جزئیہ کی حالت میں نتیجہ نہیں دیتا، اس لئے قرآن کریم کے مہملہ قضیوں، کا ہونا ضروری ہے، میں نے عرض کی، کہ یہ ان قضایا میں ہوگا، جو برہان وحجت کے لئے استعمال کئے گئے ہوں، جیسے (لوکان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا) اگر زمین و آسمان میں دو خدا ہوتے تو نظام مختل ہو جاتا، لیکن اس قسم کے قضایا میں یہ حکم نہیں ہوگا، میں نے عرض کی کہ پہلا سوال لازم ہوتا، اگر تاخیر نہ ہوتی، جیسے کہ (لولم یطیع اللہ) میں ظاہر ہو چکا، دیکھو ہمارے شیخ ابو بکر یحییٰ بن ہذیل کے حالات میں۔

اور فرمایا کہ جب شیخ ادیب ابو الحسن بن فرحون مقیم مدینۂ منورہ تلمسان

تشریف لائے، تو اُنھوں نے ابن حکم سے ان دو شعروں کے معنی دریافت کئے:

رأت قمر السماء فاذکرتنی　　　اُس نے آسمان پر چاند دیکھ کر
لیالی وصلھا بالرقمتین　　　اُن وصل کی راتوں کی یاد تازہ کر دی جو رقمتین میں بسر ہوئی تھیں۔

کلانا ناظر قمرا ولکن　　　ہم دونوں چاند دیکھ رہے تھے، لیکن
رأیت بعینھا ورأت بعینی　　　میں نے اُس کی آنکھ سے اور اُس نے میری آنکھ سے دیکھا،

وہ کچھ دیر سوچ کر بولے، معلوم ہوتا ہے، کہ وہ شخص اُسے دیکھ رہا تھا، اور اُس کی نگاہ چاند کی جانب تھی، تو وہ اصلی چاند کو دیکھ رہی تھی، اور انتہائی شغف و اعجاب کے باعث اُس شخص کا خیال یہ تھا، کہ اصلی چاند یہی حسینہ ہے، اس طرح پر اُس شخص نے اُس کی آنکھ سے دیکھا، اس لئے کہ معشوقہ اصلی چاند کو دیکھ رہی تھی، اور یہ مجازی چاند کو دیکھ رہا تھا۔ لیکن فرط محبّت کے باعث اُس کا خیال تھا۔ کہ آسمان کا چاند مجازی چاند ہے۔ گویا معشوقہ نے اُس کی آنکھ سے دیکھا۔ اس لئے کہ اُس نے اصل میں مجازی چاند دیکھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ (فاذکرتنی) میں فاء کیوں لایا۔ اس لئے جب معشوقہ کا دیکھنا اُس کا دیکھنا ہوگیا، اور وہی حقیقی چاند ہوگئی۔ تو شاعر کا قول (رأت قمر السماء فاذکرتنی) (اذکرتنی) (تو نے یاد دلایا) کے قائم مقام ہو گیا۔ اس پر غور کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ بعض نافہم (واذکرتنی) پڑھتے ہیں۔ حالانکہ پہلے شعر میں (ف) لانے کا سبب دوسرے شعر کے معنی ہیں۔ اور اس صفت کو علم بیان میں "ایذان" کہتے ہیں۔ اور فرمایا کہ مجھے ابن حکم موصوف نے اس شعر:

ومھفھف الاعطاف قلت لہ انتسب　　　اور پتلی پسلیوں والی سے میں نے کہا کہ اپنا نسب بیان کر
فاجاب ما قتل المحب حرام　　　تو اُس نے جواب دیا کہ دوست کا مار ڈالنا حرام نہیں۔

میں جواب دینے والے کا نسب دریافت کیا۔ میں نے سوچ کر جواب دیا۔ کہ میرے خیال میں وہ بنی تمیم سے ہے۔ اس لئے کہ دوسرے مصرعے میں اُس نے "ما" نافیہ کا عمل باطل کر دیا ہے۔ میری کمسنی کے باعث اُنھوں نے اس جواب کی بہت تعریف کی، ایک بار ابن رزین نے ابن حکم سے پوچھا۔

کہ کیا تم قرآن میں چھ (ف) اس ترتیب سے دکھا سکتے ہو۔ جس طرح اس شعر میں ہے:

رأی فحب فرام الوصل فامتنعت	اُس نے دیکھا تو محبت کی، پھر وصل کا طلبگار ہوا، تو وہ رُک گئی۔
فسام صبرا فاعیا نیلہ فقضی	تو صبر کیا لیکن پھر اُس کے حصول سے عاجز ہو کر آخرت کی راہ لی۔

کچھ دیر تامل کرنے کے بعد اُنھوں نے یہ آیت کریمہ (فطاف علیہا طائف من ربک وھم نائمون) آخر تک پڑھی۔ لیکن فنتادو پر خاتمہ کافی نہیں ہوا۔

ابن حکم نے ابن فرحون سے کہا۔ کہ کیا تمہیں اور کوئی آیت ایسی یاد ہے اُنھوں نے کہا ہاں یہ آیت کریمہ (فقال لھم رسول اللہ ناقۃ اللہ وسقیاھا) آخر تک تلاوت کی۔ مگر ان کا آخری ٹکڑا (ولا یخاف عقبٰھا) صحیح نہیں ہوا۔ اس لئے کہ اُس میں "واو" کی قراۃ بھی موجود ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ جانے دو۔ اس پہ سند لانے کی ضرورت نہیں۔ کہ حروف کے اختلاف سے معانی بھی مختلف ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ سند پر گفتگو کی گنجائش نہیں ہوتی۔ نیز کلام عرب میں اس تعداد سے زیادہ مسلسل (ف) کا اجتماع نہیں دیکھا گیا۔ خواہ اس شرط کے ساتھ یا بلا شرط کے۔ جیسے نوح علیہ السلام کا قول (فعلی اللہ توکلت فاجمعوا امرکم وشرکائکم) کہ (میں نے اللہ پر اعتماد کیا۔ اب تم اپنی اور اپنے معبودوں کی قوت مجتمع کرو) اور اسی طرح پہ امراء القیس کے دو شعر جن کا پہلا مصرعہ یہ ہے۔

غشیت دیار الحی بالبکرات	میں بکرات میں قبیلہ کے مکانات کو پہنچا

پہلے تین مصرعے یہ ہیں:۔

فعادمۃ فبرقۃ العیرات
فغول فحلیت فاکناف منعج
الی عاقل والحب ذی الامرات

یہ نہیں کہا جاسکتا کہ فالحب کی 'فا' ساتویں ہوئی - اس لئے کہ اس کا عطف 'عاقل' پڑھے جو فا سے خالی ہے اور غالباً چھ کی حکمت یہ ہوگی کہ یہ پہلا عدد تام ہے - جیسا کہ آسمان و زمین کے بارے میں یہ حکمت بیان کی جاتی ہے - اور زبان کی ادائیں بھی عجیب ہوتی ہیں، اور فرمایا کہ میں نے ابن حکم کو بیان کرتے ہوئے سُنا - کہ فاس کے ایک ادیب نے اپنے ایک دوست کو دو شعر لکھ کر بھیجے -

ابعث الیّ بشئٍ	میرے پاس کوئی ایسی چیز بھیجو
مدار فاس علیہ	جس پر فاس کا مدار ہو
ولیس عندک شیئٌ	اور تمہارے پاس اُن چیزوں میں سے ایک بھی نہیں
مما اشیر الیہ	ہے، جن کا میں اشارہ کروں -

تو اُس نے اہل فاس کی ریاکاری پر تعریض کرتے ہوئے ایک بطّوی کے طریقے پر پکی ہوئی بھیجی اور مجھ سے بیان کیا گیا - کہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد ابن ملجوم قاضی فاس جو بلغمی مزاج کے تھے ایک دعوت پر بلائے گئے - اُن کے سامنے اُن کے خسر ابو العباس بن اشقر نے اُن کے مزاج کا لحاظ کر کے .... ایک بڑا پیالہ رکھا جس میں ایک خاص کھانا 'نزی' کے طرز پر پکایا گیا تھا - یہ ڈرے کہ کہیں اُن کی ریا کے ساتھ تعریض نہ کی ہو - اور ابن اشقر لوگوں کی غیبت و عیب جوئی میں مشہور تھے - قاضی نے اُنھیں مقروض کا پیالہ دیا - تو لوگ اُن کی ذہانت سے بہت محظوظ ہوئے - اور اپنے استاذ ابو محمد عبد اللہ بن عبد الواحد الحجاصی کا ذکر کرتے ہوئے کہا - کہ میں فقیہ ابو عبد اللہ سطی کے ساتھ اُن کے پاس عید کے دن گیا - اُنھوں نے کچھ ماکولات پیش کیں - میں نے عرض کی - کہ اگر جناب بھی ساتھ تناول فرماتے - تو ہم اس حدیث کے مستحق ہوتے - جو اس بارے میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کی جاتی ہے - (من اکل مع مغفور لہ غفر لہ) جو ایک معصوم اور بے گناہ انسان کے ساتھ کھائے گا اُس کے گناہ بخش دئے جائیں گے) فرمایا کہ میں سیدی ابو عبد اللہ فاسی کے یہاں اسکندریہ میں حاضر ہوا - اور اُنھوں نے کھانا پیش کیا - میں نے

اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا۔ تو فرمایا۔ کہ میرے دل میں اس حدیث کے بارے میں کچھ شک ہوا۔ تو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت خواب میں ہوئی۔ دریافت کرنے پر حضورؐ نے فرمایا۔ کہ میں نے یہ نہیں کہا۔ لیکن امید ہے۔ کہ ایسا ہی ہو۔ پھر میں نے اُن سے مصافحہ کیا۔ اس مناسبت سے کہ اُنھوں نے شیخ عبداللہ زیان سے اور اُنھوں نے ابوسعید بن عثمان بن عطیہ صعیدی سے اور اُنھوں نے ابوالعباس احمد الملثمؒ سے اور اُنھوں نے معمر سے اور اُنھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مصافحہ کیا ہے۔

اور اُنھوں نے اپنے اُستاد ابو محمد الدلاصی کے واسطے سے بیان کیا۔ کہ ملک عادل کا ایک غلام محمد نامی تھا۔ اُس کی فراست و دینداری کی وجہ سے اُسے اصلی نام سے پکارا کرتے تھے۔ ورنہ اور غلام کے نام بگاڑ کر یا ساقی یا خادم یا حزین وغیرہ کہا کرتے تھے۔ ایک دن اُسے 'فراش' کہہ کر آواز دی۔ وہ سمجھا۔ کہ شاید سلطان کچھ ناراض ہیں۔ مگر چہرے پر کوئی اثر نہ تھا۔ جب تنہائی ہوئی۔ تو اس خلافِ عادت طریقے کی وجہ دریافت کی۔ سلطان نے کہا۔ کہ تم سے کوئی رنج نہیں۔ بات یہ ہوئی۔ کہ مجھے نہانے کی ضرورت تھی۔ ایسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینا مناسب نہ معلوم ہوا۔ اور فرمایا کہ مجھے مجاصی اور اُنھیں امام نجم الدین واسطی نے اور اُنھیں شرف الدین دمیاطی نے اور اُنھیں کتاب الحاصل کے مولف تاج الدین ارموی نے اور اُنھیں امام فخر الدین نے اپنے یہ شعر سنائے۔

نہایۃ اقدام العقول عقال	عقل کی ترقی کی انتہا مجبوری درکاوٹ ہوتی ہے
واکثر سعی العٰلمین ضلال	اور اہلِ دنیا کی اکثر کوششیں رائیگاں ہوتی ہیں
وارواحنا فی وحشۃ من جسومنا	ہماری روحیں ہمارے جسموں سے متوحش ہوتی ہیں
وحاصل دنیانا اذی و وبال	اور ہماری دُنیا کا خلاصہ تکلیف اور الجھن ہے
ولم نستفد من بحثنا طول عمرنا	ہماری عمر بھر کی بحثوں اور علمی مذاکروں سے
سوی ان جمعنا فیہ 'قال' و 'قالوا'	کوئی فائدہ نہ ہوا بجز اس کے کہ ہم نے 'قال' اور 'قالوا' جمع کر دیا۔

وکم من رجال قد رأینا ودولة
فبادوا جمیعاً مسرعین وزالوا
وکم من جبال قد علت شرفاتها
رجال فماتوا والجبال جبال

کتنے اشخاص اور کتنی حکومتیں ہم نے دیکھیں
سب کے سب جلد ہلاک و تباہ ہو گئے۔
کتنے ایسے اشخاص ہیں جو پہاڑوں کی بلندیوں
پر پہنچ گئے تھے۔ اور آخرت کو چل بسے اور پہاڑ
جوں کے توں ہیں۔

اور شریف قاضی ابو علی حسن بن یوسف بن یحییٰ حسینی کا ذکر اُن کے اساتذہ میں آچکا ہے۔ فرمایا کہ مجھ سے قاضی ابو العباس الرندی نے بیان کیا کہ قاضی ابو العباس بن الغماز بلنسیہ سے بجایہ آئے۔ اور وہاں گواہی میں عبدالحق بن ابیع کے ساتھ بیٹھے۔ ایک روز عبدالحق سفید برنس (ٹوپی کی ایک قسم جو آغاز اسلام میں رواج پاگئی تھی) دے کر آئے جس سے اُن کی وجاہت میں اضافہ ہو گیا۔ اور چہرے کی رونق دوبالا ہو گئی۔ ابن الغماز نے اُنھیں دیکھتے ہی کہا۔

لبس البرنس الفقیه فباهی
ورأی انه الملیح فتاها
ولو زلیخا رأته حین تبدی
لتمنته ان یکون فتاها

(۱) فقیہ نے برنس اوڑھ کر اظہار مباہات کیا
اور احساس حسن سے تکبر پیدا ہوا۔
(۲) اگر زلیخا اُسے اس وقت دیکھ لیتی۔
تو وہ بھی آرزو کرتی کہ فقیہ اُس کا معشوق ہو۔

اور فرمایا کہ ابن غماز جامع زیتونہ میں چاند کے انتظار میں بیٹھے۔ اور رویت کے گواہ اذان کے منارے سے اُترے اور کہا کہ چاند اُنھیں نہیں نظر آیا۔ اتنے میں اُن کا چھوٹا پوتا آیا۔ اور اُس نے کہا کہ اُسے چاند نظر آگیا۔ پھر سب لوگ بچے کے ساتھ گئے۔ اور اُس نے سبھوں کو چاند دکھایا۔ تو ابن غماز نے کہا کہ واقعات بھی کس طرح اپنے کو دہراتے ہیں۔ ابو الربیع بن سالم کے ساتھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا۔ تو ہم نے یہ شعر کہے تھے۔

توارى هلال الافق عن اعين الورى
وارخى حجاب الغيم دون محياه
فلما تصدى لارتقاب شقيقه

(۱) افق کا چاند سب کی نگاہوں سے چھپ گیا۔
اور اپنے رخسار پر بدلی کا پردہ ڈال دیا۔
(۲) مگر جب اُس نے اپنے ہمجنس کی کھوج میں نکلنا چاہا۔

فتبدی لہ دون الانام نحیۃ اہ تو وہ سب کے سامنے ظاہر ہوکر اپنے مجلس کو تسلیم بجالایا۔

ایک روز ابوعبداللہ بن النجار کی مجلس میں میں نے محرمات کے بارے میں ابن حاجب کا قول نقل کیا۔ کہ یہ اصول اور یہ فروع ہیں۔ اور پہلی فرع کے فروع اور ہر اصل (خواہ کتنی ہی اوپر ہو) کی پہلی فرع" تو فرمایا۔ کہ اگر ان کا مشہور عرفی لقب دو لفظوں سے مرکب ہے۔ تو حلال ہیں۔ ورنہ حرام۔ غور کرنے کے بعد میں نے اُن کا قول صحیح پایا۔ اس لئے کہ اس قاعدے کی چار قسمیں ہوئیں۔ طرفین سے ترکیب ہو، جیسے ابن العم اور ابنۃ العم اور اُس کا مقابل (اب) (باپ) اور (بنت) (بیٹی) مرد کی جانب سے ترکیب ہو جیسے ابنۃ الاخ والعم (بھائی اور چچا کی بیٹیاں) اس کا مقابل ابن الاخت والخالۃ (بہن کی بیٹی اور خالہ) (کذا) شیخ رئیس ابومحمد عبدالمہیمن بن محمد حضرمی کا ذکر آیا۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف حول کی اضافت اچھا نہیں خیال کرتے تھے۔ ان کے نزدیک " بحول اللہ وقوتہ" کہنا صحیح نہیں تھا۔ یہ اس لئے کہ وہ اُسے مطلق مراد نہیں لیتے تھے۔ لیکن معنی اس کے عدم جواز کے متقاضی ہیں۔ اس لئے کہ "حول" کے معنی حیلۃ کے قریب ہیں۔ اور اپنے شیخ ابوزید عبدالرحمٰن سنہاجی کے واسطے سے قاضی ابوزید عبدالرحمٰن بن علی الدکالی سے روایت کی۔ کہ اُن کے پاس دو شخص آئے۔ جن کے درمیان ایک بکری کے بارے میں تنازعہ تھا۔ ایک کا قول تھا کہ اُس نے دوسرے کے پاس بکری امانت رکھی تھی۔ دوسرا یہ کہتا تھا کہ وہ ضائع ہوگئی۔ قاضی نے امین سے یہ قسم کھانے کے لئے کہا۔ کہ وہ بلا قصد ضائع ہوگئی۔ اس پر وہ بول اُٹھا کہ سبحان اللہ میں کس طرح اُسے ضائع کروں گا جبکہ اُس کی نگہبانی میں بسا اوقات نمازیں بھی قضا ہوگئیں۔ یہ سُن کر قاضی نے اُس پر جرمانہ کیا۔ لوگوں نے سبب دریافت کیا۔ کہا کہ میں نے حضرت عمرؓ کے اس قول پر عمل کیا (من ضیعھا فھو لما سواھا اضیع) (جس نے نماز کو ضائع کیا۔ وہ اور سب کاموں کو برباد کرے گا) اور یگانۂ روزگار فقیہ شیخ سے قوت فہم کا ایک قصّہ بیان کرتے ہیں۔ اُنھوں نے فرمایا۔ کہ میں ایک روز قاسم بن محمد صنہاجی کے ہاں تھا۔ کہ اُن کے پاس قاضی ابوالحجاج طرطوشی کا ایک رقعہ آیا جس پر لکھا ہوا تھا:۔

خیرات ما تحویہ مبذولتہ — وہ نیکیاں جو تم رکھتے ہو۔ خرچ ہونے والی ہیں
ومطلبی تصحیف مقلوبھا — اور میرا مقصود اس کے عکس کہ بگاڑنا ہے۔

مجھ سے کہا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ میں نے کہا کہ (نارنج) میں اُن کے پاس تلمسان میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ ابو عبداللہ الدباغ مالقی مشہور طبیب آئے۔ اور بیان کیا کہ ایک ادیب نے ایک وزیر سے اس مصرعے

ثم حبیب قلما ینصف — پھر ایسا محبوب ہے جو بہت کم انصاف کرتا ہے۔

کے ذریعہ کچھ سوال کیا۔ تو میں نے اُسے لیا۔ اور لکھا اور الٹنے کے بعد بگاڑ کر پڑھا تو "قصبات ملف شہی[1]" ہو گیا۔ نیز بیان کیا، کہ ہمارے اُستاد شیخ ابلی نے فرمایا، کہ تازی میں ایک بار ابوالحسن بن بری اور ابو عبداللہ ترحالی کے ساتھ شب باشی کا اتفاق ہوا، مجھے نیند آرہی تھی، اور قطع کلام کرنا بھی اچھا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اس لئے میں نے اُن سے معری کے اس شعر کو حل کرنے کے لئے کہا:۔

اقول لعبد اللہ لما سقاؤنا — جب وادیٔ عبد شمس میں ہماری مشک
ونحن لوادی عبد شمس وھاشم — پھٹ گئی، تو میں نے عبداللہ سے کہا، کہ پانی کے آثار تلاش کرو[2]

تو میں سو گیا، اور وہ دونوں صبح تک سوچتے رہے، مگر مطلب نہ سمجھ سکے۔ آخر مجھ سے دریافت کیا، تو میں نے بیان کیا، کہ جب وادی عبد شمس میں ہماری مشک پھٹ گئی، تو میں عبداللہ سے کہنے لگا، کہ دیکھو کہیں پانی کے آثار ہیں یا نہیں، میرے خیال میں اس قسم کا غموض کلام میں جائز نہ ہونا چاہیئے، اور ایسی تجنیس وابہام پیدا کرنے میں مقصود فوت ہو جائے گا۔ میں نے ان کی خود نوشت تحریر سے نقل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ابو حمو موسیٰ بن عثمان بن یغمراسن بن زیان کا عہد حکومت تھا، کہ میری پیدائش تلمسان میں ہوئی۔ مجھے

---

[1] مطبوعہ نسخوں میں اس جملے کے آخر میں لفظ (کذا) مرقوم ہے، اس جملے میں تصحیف ہو گئی ہے (مترجم)

[2] اس شعر میں ابہام لفظ "ہاشم" میں ہے جو بظاہر اسم مفرد معلوم ہوتا ہے لیکن وہ ہا اور شم سے مرکب ہے (مترجم)

تاریخ ولادت بھی معلوم ہے، مگر میں نے قصداً اس کے ذکر سے احتراز کیا، کیونکہ جب ابوالحسن بن موسیٰ نے ابو طاہر سلفی سے اُن کا سن پوچھا تھا، تو اُنھوں نے کہا، اس سے تمھیں کیا غرض؟ اس لئے کہ میں نے ابوالفتح بن زیان سے اُن کا سن دریافت کیا، تو اُنھوں نے جواب دیا، کہ تمھیں اس سے کیا مطلب؟ اس لئے کہ میں نے محمد بن علی بن محمد لبان سے اُن کا سن پوچھا، تو فرمایا کہ اس سے کیا فائدہ، اس لئے کہ میں نے حمزہ بن یوسف سہمی سے اُن کے سن کے متعلق استفسار کیا، تو جواب ملا، کہ تمھیں اس سے کیا حاصل؟ اس لئے کہ میں نے ابو بکر محمد بن علی منقری سے اور اُنھوں نے ابواسمٰعیل ترمذی سے اور اُنھوں نے امام شافعی سے اور اُنھوں نے امام مالک سے، جب سن کے متعلق دریافت کیا، تو یہی جواب ملا، کہ تمھیں اس سے کیا مطلب؟ اپنے سن کا بتلانا انسان کی مروّت سے باہر ہے،

وفات ۵۹۱ھ محرم کے آخری ایام میں شہر فاس میں وفات پائی، اور میرا خیال ہے، کہ اس سے ایک سال پہلے ذی الحجہ میں رحلت کی، اور نعش آبائی وطن تلمسان کو بھیجی گئی۔

محمد بن عیاض بن محمد

نام ونسب محمد نام، ابو عبد اللہ کنیت ہے، وطن سبتہ تھا، سلسلۂ نسب اس طرح پر ہے، محمد بن عیاض بن محمد بن عیاض بن موسیٰ الیحصبی، ان کے پردادا ابوالفضل عیاض مشہور قاضی دا امام تھے۔

حالات استاذ ابو جعفر بن زبیر کا بیان ہے کہ ابو عبد اللہ الیحصبی کا شمار

مشہور انصاف پسند اور صاف باطن قاضیوں میں تھا، فیصلوں میں غور و احتیاط سے کام لیتے، کمزوروں، غریبوں پر ترس کھاتے، امرار و اصحاب جاہ کے ساتھ سختی سے پیش آتے، ذی علم، وجیہ اور باوقار تھے، گفتگو تکلف کے ساتھ کرتے، مگر فصیح، علم دوست، اور اہل علم کے قدر دان تھے، مبتدی طلبہ کی بھی خاطر مدارات کرتے، اور اُن کی حمایت میں سینہ سپر رہتے، کہ شاید اس طرح طلبہ کے دلوں میں اہل علم اور علم کی محبت جاگزین ہو۔ ان کے بعد ان کے جیسا کوئی نظر سے نہیں گزرا، مالقہ میں اپنے والد ماجد کے ساتھ رہے، یہاں تک کہ اُنھوں نے ۶۳۱ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ مجھ سے ہمارے شیخ ابوالحسن بن الجیاب نے بیان کیا کہ میں قاضی موصوف کے پاس حاضر تھا، اُنھوں نے ایک شخص سے اُس کے باپ کی تعریف دریافت کی، اُس نے کہا کہ فلاں بن فلاں۔ اور ایسی تعریف کی، جو فاس کے تاجروں کے درمیان مشترک تھی، فرمایا، کون، جو لکڑی کا کام کرتا ہے، یا وہ، جس کا مشغلہ ہتھیار بنانا ہے، مگر وہ اپنی سادگی کے باعث اُن کا مقصود نہ سمجھ سکا، بعضوں نے مجھ سے اُن کے عزم کے متعلق بیان کیا، کہ سلطان کے وقار اور رعب کے باوجود اُن سے اور سلطان سے بعض ایسے اختلافات ہوئے جن سے اُن کے عزم کی پختگی اور قوت فیصلہ کا اظہار ہوتا ہے، ایک دفعہ کا ذکر ہے، کہ سلطان نے ایک سزا یافتہ شخص کی رہائی کا حکم دیا، قاضی نے حاکم محبس کو ڈانٹا، اور رہا کرنے کی صورت میں اُسے سزا کی دھمکی دی، ایک مرتبہ ایسا واقعہ ہوا، کہ رویت ہلال کی شہادت بروز عید دن کے آخری حصے میں ملی، اور سلطان کی خواہش تھی، کہ کل صبح عید ہو، مگر قاضی موصوف کو کہاں تاب تھی، وہ قلعہ سے باہر نکلے، اور خادم کو حکم دیا، کہ اعلان کر دے، آج عید ہو گئی، اور اس طرح بہت سے واقعات پیش آئے،

اساتذہ سبتہ میں ابوالصبر ایوب بن عبداللہ فہری اور دوسرے علمار سے استفادہ کیا، جزیرۂ خضرآء کا سفر کیا، اور وہاں مشہور نحوی ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن القاسم القاضی سے سیبویہ کی الکتاب پڑھی۔ نیز الفارسی کی الیضاح الاستاذ ابوالحجاج بن مفرور سے پڑھی، اشبیلیہ اور

دوسرے شہروں میں مختلف علماء سے استفادہ کیا۔ قاضی ابوالقاسم بن بقی بن نافجہ سے فیضیاب ہوئے، اور اجازت حاصل کی۔ علمائے مشرق کی ایک بڑی تعداد نے بھی اُنھیں اجازت دی جس میں حسین بن مندہ کے نواسے ابوجعفر محمد بن احمد بن نصر بن ابی الفتح الصیدلانی نے بمقام اصفہان شوال ۵۹۸ھ میں اجازت دی، اور محمد السلفی الحافظ کے استاذ ابوالعلاء الحداد کے واسطے سے محمد صیرفی سے روایت کی۔ اس کے علاوہ علمائے اصفہان کی ایک کثیر تعداد نے انھیں لکھ کر اجازت دی، نیز دوسرے شہروں کے بکثرت علماء سے اجازت حاصل کی، جن میں سے اکثر نے شیخ محدث ابوالعباس مغربی اور قاضی ابوعبداللہ ازدی کے ساتھ اجازت دی،

تلامذہ استاذ ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے، کہ ابوعبداللہ نے مجھے دوبارہ اجازت دی، اور کہا، کہ مجھ سے ابوطاہر برکات بن ابراہیم خشوعی نے دمشق سے لکھ کر اجازت دی، انھیں محمد بن احمد الرازی معروف بابن حطاب نے، انھیں محمد بن احمد بن عبدالوہاب بغدادی معروف بہ فسطاط نے، اُنھیں موسیٰ بن محمد بن عرفۃ سمسار نے بغداد میں، اُنھیں ابوعمران بن احمد بن الفضل النفزی نے، اُنھیں اسمٰعیل بن موسیٰ نے، اُنھیں عمر بن شاکر نے، اُنھیں حضرت انس بن مالک نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا، جب عامل بالدین کی مثال اس شخص کی ہو گی، جو آگ ہاتھ میں لئے ہو۔ یہ اسناد اس قدر قریب ہے، کہ ہم لوگوں کے لئے جو چھٹی صدی ہجری کے بعد پیدا ہو، ایسی بلند سند کا ملنا دشوار ہے۔ اور اسمٰعیل بن موسیٰ، ترمذی کے استاد ہیں، اُن سے ترمذی نے یہ حدیث روایت کی ہے،

ولادت ابوعبداللہ ۵۸۲ھ میں سبتہ میں پیدا ہوئے۔

وفات اور پنجشنبے کے دن ۲۸ر جمادی الآخرہ ۶۵۴ھ کو غرناطہ میں وفات پائی۔

محمد بن عیاض بن موسیٰ

نام و نسب محمد نام، ابو عبد اللہ کنیت ہے، سلسلۂ نسب اس طرح ہے: محمد بن عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمر بن موسیٰ بن عیاض الیحصبی، سبتہ کے رہنے والے، اور امام ابو الفضل عیاض کے بیٹے تھے۔

حالات ابو عبد اللہ بڑے فقیہ اور ادیب تھے۔ اندلس آئے اور ابن بشکوال سے کتاب الصلۃ پڑھی۔ غرناطہ میں عہدۂ قضا پر سرفراز ہوئے ابن لہ نے کر میں نے ان کا رسالہ دیکھا ہے۔ جس میں انھوں نے اپنے والد کی سوانح اور تعلیم و تعلم کے حالات بیان کئے ہیں۔ میں نے یہ کتاب مالقہ میں اُن کے بنیروں کے پاس دیکھی ہے۔

اُستاذ اپنے والد ماجد ابو الفضل عیاض سے روایت کی۔

وفات ۵۷۵ھ میں وفات پائی۔

لہ کتاب میں اس جگہ بیاض ہے۔ (مترجم)

محمد بن احمد بن جبیر

نام، نسب — محمد نام، سلسلۂ نسب یہ ہے، محمد بن احمد بن جبیر بن سعید بن جبیر بن محمد بن عبد السلام الکنانی۔

خاندانی حالات — محمد کے جد اعلیٰ عبد السلام محرم سنہ ۱۲۳ھ میں بلج بن بشر بن عیاض قشیری کے ساتھ اندلس آئے، اور شذوبہ میں اقامت گزیں ہوئے، یہ ضمرہ بن کنانہ بن بکر بن عبد[1] بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس کی اولاد سے ہیں، اصلی وطن بلنسیہ ہے، پھر غرناطہ میں سکونت پذیر ہوئے، مشرق اور مغرب کی سیاحت کے بعد غرناطہ واپس ہوئے۔

حالات — محمد کنانی بلند پایہ، اور خوشگو شاعر تھے، بلند ہمت، شریف النفس، پاکیزہ عادات و اخلاق کے مالک تھے، سبتہ میں ابو سعید عثمان بن عبد المومن اور غرناطہ میں اپنے دیگر عزیزوں سے استفادہ کیا، اور اُن کی شان میں متعدد قصائد لکھے، پھر وطن سے نکل کر مشرق کا رُخ کیا، اور ہمعصر ادیبوں کے ساتھ خط کتابت و مذاکرات کا سلسلہ جاری رہا، جس میں اُن کی قابلیت خوب نمایاں ہوئی، نظم اچھی، اور نثر ممتاز ہے، اُن کی مرسل (بلا قید قافیہ و سجع) تحریریں آسان، اور عمدہ ہیں، نیز اچھے عنوان و بلند اسلوب میں لکھی گئی ہیں۔ ان کا سفرنامہ اپنی آپ نظیر ہے، جس کی شہرت دور دور تک پہنچ چکی ہے۔

سفر — محمد کنانی کے ایک واقف کار نے بیان کیا، کہ اُنھوں نے اندلس سے مشرق کا سفر تین بار کیا، اور ہر مرتبہ دولت حج سے مالا مال ہوئے،

---

[1] کتاب میں بیاض ہے، (مترجم)

پہلی مرتبہ ابو جعفر بن حسان کے ساتھ ۸ شوال صباح پنجشنبہ ۵۷۸ھ کو روانہ ہوئے، اور ۲۲ محرم ۵۸۱ھ کو غرناطہ واپس آئے، اس سلسلے میں متعدد علمائے کبار سے فیضیاب ہوئے، جن کا ذکر اساتذہ کے سلسلے میں آتا ہے، اور اپنا مشہور سفر نامہ تالیف کیا، جس میں تمام ملکوں، شہروں اور مختلف عجیب و غریب منظروں اور مشاہدوں کا ذکر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نہایت دلچسپ اور مفید کتاب ہے، جس سے آثار مقدسہ کی زیارت کا شوق تازہ ہو جاتا ہے۔ جب سلطان ناصر صلاح الدین یوسف بن ایوب بن غازی کے ہاتھوں بیت المقدس فتح ہوا، اور یہ خبر بہجت اثر اطراف واکناف عالم میں مشہور ہوئی، تو وہ دوسرے سفر کے لئے کمر ہمت باندھ کر ۹ ربیع الاوّل ۵۸۵ھ کو غرناطہ سے روانہ ہوئے اور ۱۳ شعبان ۵۸۷ھ کو غرناطہ واپس آئے، غرناطہ، مالقہ اور سبتہ میں یکے بعد دیگرے سکونت پذیر ہوئے، پھر فاس میں اقامت اختیار کی، اور روایت حدیث و تصوف میں منہمک ہو گئے۔ ان کی پرہیز گاری و بزرگی مشہور اور اُن کے نیک اعمال کی شاہد ہیں۔ پھر تیسری بار اپنی بیوی عاتکہ ام المجد (جو وزیر ابو جعفر کی لڑکی تھیں)، کے انتقال کے بعد سبتہ سے روانہ ہوئے۔ اُنھیں اپنی بیوی سے بہت محبّت تھی، اس لئے یہ صدمہ اُن پر بہت شاق گزرا، اور مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد بہت زمانے تک وہیں اقامت پذیر ہو گئے، پھر مصر اور اسکندریہ آکر افادہ اور استفادہ کرتے رہے، تا آنکہ واصل بحق ہوئے۔

اساتذہ

اندلس میں اپنے والد اور ابو الحسن بن محمد بن ابو العیش اور ابو عبد اللہ بن احمد بن عروس اور ابن الاصیلی سے روایت کی، اور حجاج بن یسعون سے علوم ادب کی تحصیل کی، اور سبتہ میں ابو عبد اللہ بن عیسیٰ تمیمی سبتی سے روایت کی۔ اور ابو الولید بن [1] اور ابو ابراہیم بن اسحاق بن عبد اللہ بن عیسیٰ تمیمی سبتی فنانی تونسی اور قرشی میانجی مقیم مکہ مکرمہ کے چچا ابو حفص عمر بن عبد المجید نے بھی اُنھیں اجازت دی، ان کے علاوہ ابو جعفر احمد بن عیسیٰ قرطبی

---

[1] کتاب میں بیاض ہے۔ (مترجم)

فتکی اور ابوالحجاج یوسف بن احمد بن علی بن ابراھیم بن محمد بغدادی اور صدر الدین ابو محمد عبداللطیف جمری امام شوافع نے بھی اُنھیں اصفہان میں اجازت دی، اور بغداد میں مشہور عالم حافظ ابوالفرج بن الجوزی (اور اُنھوں نے کنیت 'ابوالفضل' بیان کی) سے استفادہ کیا، اور اُن کے وعظ کی مجلسوں میں حاضر ہوئے۔ اور دیکھا کہ یہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہیں، بلکہ تمام خوبیاں انھیں کے اندر جمع ہیں۔ اور دمشق میں ابوالحسن احمد بن حمزہ بن علی عبداللہ بن عباس سلمی جواری اور ابوسعید عبداللہ بن محمد بن ابی عصرون نے اجازت دی، ابوالطاہر خشوعی سے بھی اجازت وسماع حاصل ہے۔ ان کے علاوہ عماد الدین ابو عبداللہ محمد بن محمد بن حامد اصفہانی مشہور کاتب سے بھی اجازت ہے، نیز اُن سے روایت واستفادہ کیا۔ ابو القاسم عبدالرحمٰن ابن الحسین بن الاخضری بن علی بن عساکر سے بھی سماع حاصل ہے۔ اور ابو الولید اسمٰعیل بن علی بن ابراہیم بھی اُن کے اساتذہ میں ہیں۔

تلامذہ ابن عبدالملک کہتے ہیں، کہ ابوعبداللہ سے ابو اسحٰق بن مہیب اور ابن الواعظ، ابو تمام ابن اسمٰعیل، ابوالحسن بن نصر بن فاتح بن عبداللہ البجائی، ابوالحسن علی الشاذی، ابوسلیمان بن حوط اللہ، ابو زکریا، ابوبکر یحییٰ بن محمد بن ابی الغمر، ابوعبداللہ بن حسن بن مجیر، ابوالعباس بن عبدالمومن البنانی، ابو محمد بن الحسن اللوانی، ابو محمد بن سالم، عثمان بن سفیان بن اشقر تمیمی تونسی نے استفادہ کیا۔ اور اسکندریہ میں رشید الدین ابو محمد عبدالکریم بن عطاء اللہ اور مصر میں رشید الدین بن عطار، فخر القضاۃ بن الحباب اور اُن کے خلف الرشید جمال القضاۃ نے اُن سے استفادہ کیا۔

تصانیف تصنیفات میں ابوعبداللہ کے منظومات قابلِ ذکر ہیں۔ ابن عبدالملک کا بیان ہے، کہ میں نے ابو تمام حبیب بن اوس کے دیوان کی مثل ان کا ایک دیوان دیکھا ہے، جس کا ایک حصّہ اُن کی بیوی ام المجد کے مرثیہ میں خاص ہے، اُس کا نام (وجد الجوانح فی تابین القرین الصالح) رکھا ہے۔ اور ایک دوسرا حصّہ ہے، جس کا نام (نظم الجمان فی التشکی من اخوان الزمان)

ہے - ان کی انشاء مرسل بہت اچھی اور حِکَم پر مشتمل ہوتی ہے - اُن کی تصنیفات میں اُن کے سفر نامہ (کتاب الرحلۃ) کا بھی ذکر کیا جاتا ہے، مگر ابوالحسن الشادی کہتے تھے، کہ یہ اُن کی تصنیف نہیں، بلکہ اُن کے مختصر نوٹ تھے، جنھیں اُن کے شاگردوں نے تہذیب اور تبویب کے بعد کتاب کی صورت میں جمع کر دیا ہے -

شعر شاعری جب ابو عبد اللہ مدینۂ طیبہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی محبت کے جوش میں اُنھوں نے مندرجۂ ذیل نظم کہی، جو بہت مشہور ہے،

اقول وانست باللیل نارا	رات کو آگ دیکھ کر میں کہنے لگا،
لعل سراج الھدی قد أنارا	کہ شاید ہدایت کا چراغ روشن ہو گیا،
والا فما بال افق الدجی	ورنہ تاریکی کے افق سے
کأن سنا البرق منہ استنارا	یہ بجلی کی چمک کیوں نمودار ہو رہی ہے،
ونحن من اللیل فی حندس	حالانکہ ہم رات کی تاریکی میں ہیں،
فما بالہ قد تجلی نہارا	لیکن آخر روز روشن کی طرح کیوں جلوہ آرا ہو رہی ہے -
وھذا النسیم شذا المسک قد	اور نسیم جاں فزا نے مشک سے خوشبو مستعار لی ہے،
اعیر ام المسک منہ استعارا	یا مشک ہی اُس کا خوشہ چین ہے،
وکانت رواحلنا تشتکی	ہماری سواریاں پہلے تکان کی شاکی تھیں،
وجاھا فقد سبقتنا ابتدارا	مگر اب ہم سے سبقت کر رہی ہیں،
وکنا شکونا عناء السری	ہم بھی رات کے سفر سے اُکتا گئے تھے،
فعد نا نباری سراج المھارا	مگر اب گھوڑوں کی زینوں سے آگے بڑھنا چاہتے ہیں،
اظن النفوس قد استشعرت	معلوم ہوتا ہے کہ دل اس محبت کے پانے میں کامیاب ہو رہے ہیں،
ببلوغ ھو تخذتہ شعارا	جو ہمیشہ سے اُن کی منزل مقصود تھی -
بشائر صبح السری آذنت	رات گزرنے کے بعد صبح کے علامات ظاہر ہونے لگے،
فان الحبیب تدانی مزارا	اس لئے کہ محبوب کی زیارت گاہ قریب آ گئی،

جری ذکر طیبة ما بیننا
فلا قلب فی الرکب الا وطارا
حنینا الی احمد المصطفیٰ
وشوقا یهیج الضلوع استعارا
ولاح لنا اُحُدٌ مشرقا
بنور من الشهداء استعارا
فمن اجل ذلک ظل الدجی
عود النجوم انتشارا
ومن طرب الرکب حث الخطی
الیها ونادی البدار البدارا
ولما حللنا فناء الرسول
نزلنا باکرم مجد جوارا
ولما دلونا لفرض السلام
مقرنا الخطی والتزمنا الوقارا
فما ترسل اللحظ الا اختلاسا
وما نرجع الطرف الا انکسارا

ولا نظهر اللفظ الا اختلاسا
وما نرجع القول الا اسرارا
سوی اننا لم نطق اعیننا
یادمعها غلبتنا انفجارا
وقفنا بروضة دار السلام
نعید السلام علیها مرارا
ومن بہ فی النفوس
لثمنا الثری والتزمنا الجدارا

مدینے کا ذکر ہم لوگوں میں چھڑا،
تو خوشی کے مارے ہر دل بلّیوں اچھلنے لگا۔
احمد مصطفیٰ (ص) کی پابوسی کے اشتیاق میں
اور اُس شوق میں جس کی آگ میں پہلو پھنکے جا رہے ہیں،
اتنے میں اُحد کا پہاڑ بھی اس طرح چمکتا ہوا ظاہر ہوا
کہ گویا اُس نے شہداء سے نور مستعار لیا ہو،
اسی وجہ سے تاریکی
ستاروں کی طرح منتشر ہونے لگی،
اور فرطِ مسرت سے قدم تیز اُٹھنے لگے،
اور جلدی جلدی کا غلغلہ بلند ہوا،
اور جب رسول کریم (ص) کے دربار میں حاضر ہوئے
تو اشرف ترین پڑوس میں اُترے،
اور جب ہم سلام کے لئے قریب گئے
تو ادب و خشوع کے ساتھ قدم آہستہ آہستہ اُٹھتے تھے،
کنکھیوں کے سوا ادھر دیکھنے کی تاب نہیں تھی،
اور دزدیدہ نگاہوں کے سوا ادھر اُدھر دیکھنے کی
ہمت نہیں رہی،
اور نہ تاب گویائی تھی مگر یہ کہ ڈرتے ڈرتے
اور نہ آپس میں گفتگو ہو سکتی تھی لیکن آہستہ آہستہ
مگر یہ کہ ہم اپنی آنکھوں پر قابو نہیں پا سکتے،
جن سے بے اختیار اشکوں کا سیلاب بہہ رہا تھا،
ہم روضۂ دار السلام میں کھڑے ہوئے
بار بار سلام پڑھتے تھے،
زمین کو چوم کر دیوار سے چمٹ گئے،

قضينا بزورته حجنا
وبالعمرتين ختمنا اعتمارا
اليك اليك نبي الهدى
ركبنا البحار وجبنا القفارا
وتركنا البلاد ولا منة

رسول کی زیارت کرکے ہم حج سے فارغ ہو گئے،
اور دو عمروں کے بعد اپنا عمرہ ختم کیا،
اے پیمبر ہدایت آپ کی اور صرف آپ کی،
زیارت کی خاطر سمندروں اور میدانوں کا سفر ہم نے اختیار کیا،
مگر حاشا کہ یہ آپ پر احسان نہیں، اور آپ ہی
کے لئے گھر بار چھوڑا۔

ورب كلام يجر اعتذارها

اور بعض کلام ایسے صادر ہو جاتے ہیں جن کی معذرت
کرنی پڑتی ہے۔

وكيف نمن على من به
نؤمل للسيئات اغتفارا

پھر اُس ذات عالی پر ہم کس طرح احسان رکھیں گے،
جس کے دامن سے گناہوں کی بخشائش کے لئے
ہماری امیدیں وابستہ ہیں،

دعاني اليك هوى كامن

ایک چھپی ہوئی محبت نے ہمیں آپ کی طرف رُخ
کرنے پر آمادہ کیا،

أثار من الشوق ما قد اثارا
فناديت لبيك داعي الهوى
علىّ وقلت رضيت اختيارا
اخوض الدجى واروض السرى
ولا أطعم النوم إلا غرارا
ولو كنت لا استطيع السبيل
بطرت ولو لم اصادف مطارا
عسى لحظة منك لى فى غد
تمهد لى فى الجنان القرارا
فما ضل من بسراك اهتدى
ولا ذل من بذراك استجارا

جس نے ہمارے جذبات کو بھڑکا دیا تھا،
تو میں نے داعی محبت کو لبیک کہا،
اور اظہار رضا کے طور چل کھڑا ہوا،
تاریک راتوں میں سفر کی تکلیفیں برداشت کرتا ہوا۔
اس حال میں کہ مشکل سے نیند آتی تھی،
اگر چلنے کی سکت نہ ہوتی، تو میں اُڑ جاتا،
اگرچہ پرواز کی جگہ نہ ملتی،
شاید کل کے دن حضور کی ایک نگاہ کرم
غلام کے لئے جنت میں ایک ٹھکانا بنا دے۔
راستے پر چلنے والا کبھی گمراہ نہیں ہوا،
اور آپ کی درگاہ میں پناہ ڈھونڈھنے والا ذلیل وخوار
نہیں ہوا،

اور اُس شخص کے غبطے میں جسے اللہ تعالیٰ حج بیت اللہ اور زیارت رسول سے سرفراز فرمائے، یہ دو شعر کہے :-

هنيئاً لمن حج بيت الهدى	مبارک ہے وہ شخص جس نے بیت اللہ کا حج کیا،
وحط عن النفس اوزارها	اور دل کے گناہ دھو ڈالے،
فان السعادة مضمونة	اس لئے کہ کامرانی اُس کے لئے لکھی ہوئی ہے،
لمن حج طيبة أوزارها	جس نے مدینۂ طیبہ کی زیارت کی،

اس معنی کو وہ اس طرح ادا کرتے ہیں :-

اذا بلغ المرء ارض الحجاز	جب انسان سرزمین حجاز میں پہنچ جائے،
فقد نال افضل ما امّله	تو گویا اُس کی بہترین آرزوئیں بر آگئیں،
وان زار قبر نبي الهدى	اور نبی کریم (ص) کی قبر اطہر کی زیارت کے بعد،
فقد كمل الله ما أمّ له	گویا اللہ تعالیٰ اُس کے مقاصد کی تکمیل کر دیتا ہے،

اور مشرق کی بڑائی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:-

لا يستوي شرق البلاد وغربها	مشرق و مغرب دونوں حصّے برابر نہیں ہو سکتے،
الشرق حاز الفضل باستحقاق	مشرق بجا طور پر بزرگی کا حامل ہے،
انظر ترى للشمس عند طلوعها	دیکھو طلوع کے وقت آفتاب میں
زهوا ايعجب بهجة الاشراق	کس قدر پسندیدہ اور اچھی خوبصورتی ہوتی ہے،
وانظر لها عند الغروب كئيبة	اور پھر اُسی کو غروب کے وقت
صفراء لتعقب ظلمة الآفاق	زرد رنگ کا دیکھتے ہو، جو تاریکی کا پیش خیمہ ہے،
وكفى بيوم طلوعها من غربها	پھر یہ خیال کرو، کہ جب مغرب سے آفتاب طلوع ہوگا
ان تؤذن الدنيا بعزم فراق	وہی دُنیا کا آخری دن ہوگا،

نصائح میں ارشاد فرماتے ہیں :-

عليك بكتمان المصائب واصطبر	مصیبتوں کو چھپاؤ اور اُن پر صبر کرو۔
عليها فما القى الزمان شقيقا	اس لئے کہ زمانے نے تمہارا دوست باقی نہیں رکھا
كفاك بشكوى الناس اذ ذاك انها	لوگوں کی شکایت کے لئے اتنا کافی ہے کہ مصیبتیں
تسر عدوا أو تسئ صديقا	دشمنوں کو مسرور اور دوستوں کو رنجیدہ کرتی ہیں،

اور کہتے ہیں:-

ومصانع المعروف فلتة عاقل
ان لم تضعها فی محل عاقل
کالنفس فی شھواتھا ان لم تکن
وفقالھا عادت بضر عاجل

احسان بھی عقلمند کی لغزشوں میں شمار کیا جاتا ہے، اگر وہ مناسب جگہ صرف کرے جیسے کہ نفسانی خواہشیں اگر طبیعت کے موافق نہ ہوں، تو اُن سے بہت نقصان ہوتا ہے،

نثر اُن کے بعض حکیمانہ اقوال درج کئے جاتے ہیں:-

انسان کی عزت و شرافت، شرافت اخلاق و نیکوکاری پر اور جس کی برتری احسان وجود پر موقوف ہے، انسان کو زبان کی حفاظت اسی طرح کرنی چاہئے جیسے پلکیں مردم چشم کی حفاظت کرتی ہیں، بعض باتیں ناقابل معافی لغزشوں کا باعث ہوجاتی ہیں، درشت زبانوں کی تیزی بسا اوقات اُن کے لئے تکلیف وعذاب کا سامان فراہم کرتی ہے، ہمارے زمانے میں منافق کے سوا کوئی کامیاب نہیں ہوسکتا، انسان ایسی نمائشوں کے باعث راستے سے ہٹ گیا، جو عزت وشرف کے لئے خطرہ ہیں، اُس نے دُنیا کو ترجیح دی، جس کی حیثیت خواب شیریں سے زیادہ نہیں، اور اس کی محبت میں کتنی عقلیں خراب ہوئیں، عمل کم کردئے اور امیدیں بڑھادیں، لوگوں کو کیا ہوگیا ہے، کہ اس کے سوا اور کوئی کام نہیں کرتے، اور نہ کسی اور میدان میں گامزنی کرتے ہیں، نہ دُنیا کے سوا کسی دوسرے شاہد مقصود کی تلاش ہے، خدا کی قسم، اگر ان اسرار کے چہرے سے نقاب ہٹ جاتی، تو کتنی آنکھیں شب بیداری میں بسر ہوتیں، اور ان سے آنسوؤں کا چشمہ جاری ہوتا - اگر کوئی دیدۂ بینا خواب غفلت سے بیدار ہو، تو دُنیا میں اُسے کوئی نفع کی چیز معلوم نہ ہو لیکن آنکھوں پر پردے پڑگئے ہیں، اور انسان اپنے انجام سے بے خبر ہے، اللہ تعالیٰ سے راہنمائی کی التجا ہے اور ایسی رحمت کے خواستگار ہیں، جو باغ جنت میں گلگشت کے لئے پہنچادے، حقیقت میں وہی شفیق ورحمت والا پروردگار ہے،

اور اُن کے حکیمانہ اقوال سے یہ بھی ہیں:- عزم وہمت کی لغزشیں، نفسانی خواہشوں کی لغزشوں سے مشابہت رکھتی ہیں، ان میں ایسی نفع کی

چیزیں ہیں، جن سے بعد کو ندامت نہیں ہوتی، اور ایسی مضر اشیا ر بھی ہیں، جو دل پر اپنا الم انگیز اثر چھوڑ جاتی ہیں، ہمت کا نقصان یہ ہے، کہ وہ ایسے شخص کے حصے میں آئے، جو اُس کا حق ادا کرنے سے عاجز ہو، اور ممکن ہے، کہ اُسے کچھ ضرر پہنچ جائے، خواہشوں کا ضرر یہ ہے، کہ اُس کا آغاز اچھا نہ ہو، اور بعد کو اپنے کرنے والے کے لئے روگ ہو جائے، اس کی مثال نشے کی سی ہے، کہ نشہ باز پہلے خوب لذت اندوز ہو جاتا ہے، نشہ اُترنے کے بعد اُسے اپنی کرتوت کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے، اس بے راہ روی کے خلاف عمل کرنا پسندیدہ طریقہ ہے،

ولادت ابو عبداللہ کی ولادت بلنسیہ میں ۵۳۹ھ کو ہوئی، اور بعضوں کے نزدیک شاطبہ میں ہوئی، تاریخ میں اختلاف نہیں۔

وفات اور اسکندریہ میں چہار شنبہ کے دن ۱۷ر شعبان ۶۱۴ھ کو وفات پائی،

محمد بن احمد بن محمد

نام ونسب محمد نام، کنیت ابو بکر، سلسلۂ نسب یہ ہے، محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن عبد الرحمن بن علی بن شیرین، ہمارے استاذ اور مشہور ادیب و مورخ تھے، نیز عہدۂ قضا سے بھی سرفراز ہوئے،

خاندانی حالات ابو بکر کی اصل اشبیلیہ کے قلعۂ شلب سے ہے، جو کورۂ باجہ کے مغربی حصہ میں ہے، یہ خاندان عرصے سے بنو شیرین کے نام سے مشہور ہے، ان کے دادا اشبیلیہ میں مسند قضا پر متمکن ہوئے، مشہور اہل علم میں ان کا شمار تھا، ۶۴۶ھ میں دشمن کے غلبہ کے وقت اُن کے والد وہاں سے

منتقل ہو گئے، اور رندہ، غرناطہ، پھر سبتہ میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتے رہے، ہمارے اُستاذ شیخ ابوبکر کی ولادت سبتہ میں ہوئی، اور حادثہ کے زمانہ میں غرناطہ کو منتقل ہو گئے، پھر[1] کو منتقل ہوئے، شاہی کاتبوں کے سلسلہ میں منسلک ہو گئے، اور اس کے بعد مختلف مقامات میں مسند قضا کو زینت دیتے رہے، اور بہت کچھ مال و عزت حاصل کی، یہاں تک کہ اُن کا شمار غرناطہ کے خاص لوگوں میں ہونے لگا،

حالات ابوبکر حسن اخلاق و وجاہت میں فرد، حسن ادب و مجلس میں یگانہ، نفاست خط و نظافت میں بے مثل اور باوقار و پرشوکت تھے، تلاوت قرآن نہایت شیرینی کے ساتھ کرتے، اہل دین و ثقہ لوگوں میں شمار کئے جاتے تھے، تاریخ کے عالم، اپنے رفقا کے تمام جزئی حالتوں کو یاد رکھنے والے، نقل کرنے میں محتاط، وقار و متانت کے ساتھ پر مذاق وظریف بھی تھے، انشاپردازی میں بلند پایہ رکھتے تھے، شعر کے بڑے مخالف تھے[2]

یہاں تک کہ اُن کے دیوان کا حجم بڑھ گیا، اسلوب انشا سلیس اور عمدہ، بلکہ نثر نگاری کے بادشاہ تھے، تونس کے سفر سے اُن کی اوّلیت وسیع ہو گئی، اور محکمۂ کتابت و قضا پر بارہا باریاب ہوئے، اہلیت و اعلیٰ صلاحیت کے باوجود اختیارات کے استعمال میں تنگ دل بلکہ بدنصیب تھے، کتاب (التاج المحلی) میں اُن کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے:-

اچھے لوگوں کے سلسلے کی آخری کڑی، زباں آور فصحا کی یادگار، حسن اخلاق و عادات کے باعث محبوب خاص و عام تھے، وقار و متانت کے ایسے پابند، کہ عادات و اطوار میں کسی کجی یا عدم استقامت کا نام نہیں، ان کی خوبیوں کا کیا کہنا، ذاتی محاسن سے لے کر اوصاف ظاہری تک سب سے مالامال تھے، خوشنویسی میں ابن مقلہ گرد تھا۔ نظم و نثر میں مشہور بلغار، اُن کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کریں،

---

[1] کتاب میں بیاض ہے، مترجم،

[2] کتاب میں ایک سطر کی عبارت مشکوک اور غیر مربوط ہے، جس کی طرف حاشیہ میں بھی اشارہ کیا گیا ہے، مترجم،

گفتگو و تقریر کے وقت مجمع گوش بہ آواز رہتا، اور اُن کے جواہر پاروں کو گوش دل سے سُنتا، سبتہ کے حادثہ کے وقت اندلس آئے، چونکہ مصائب زمانہ نے اُن کو بدحال کر دیا تھا، اور قحط و مصیبت کے باعث وطن کو خیرباد کہنے پر مجبور ہوئے، اس زمانے میں اندلس کے سیاہ و سپید کے مالک ابو عبد اللہ بن الحکیم تھے، (اللہ اُن کے جسم کو پاک کرے، اور اُن کی قبر پر رحمت کی بارش ہو) جو اُن کی آمد سے آبدار تلوار کی طرح خوشی کے مارے اُچھل پڑے، اور شرفا کی طرح ان کا استقبال کیا، اور محکمۂ کتابت کے سلسلہ میں منسلک کر لئے گئے، اس لئے کہ اُن کی شان شہر شہر کی خاک چھاننے سے بلند و برتر تھی، اور اُن کے حقوق کا احترام کیا، نیز انعام و اکرام سے مالا مال کیا، پھر کیا تھا، مختلف علاقوں میں عہدۂ قضا کو زینت دی، عزّت و سرداری ہر طرف استقبال میں آنکھیں بچھاتی تھی، اور ممدوح نے اپنے انصاف سے گزشتہ قاضیوں کی یاد تازہ کر دی، اور اُن کی ایسی ادبی یادگاریں ہیں، جس کے ہار حسینوں کے گلے کی زینت ہوں، اور جس کے جواہر کی مثال سمندر بھی پیش کرنے سے قاصر ہے، اس مجموعے میں کچھ نمونے آئیں گے، جس سے اُن کی بالغ نظری، شرافت طبع، اور تیزیٔ طبیعت کا پتہ چلے گا۔

اساتذہ

ابوبکر نے اپنے نانا اُستاد امام ابوبکر بن عبیدہ اشبیلی سے پڑھا، اور مختلف مشاہیر علماء سے سماعت حدیث کی، جن میں خاص طور پر رئیس ابو حاتم اور اُن کے برادر مکرم ابو عبد اللہ الحسین، استاذ ابو اسحاق غافقی، شریف ابو علی بن ابو شریف، امام عبد اللہ بن حریث، مشہور متقی عالم ابو فارس عبد العزیز جزیری قابل ذکر ہیں، اسی طرح غرناطہ میں استاذ ابو جعفر بن الزبیر، وزیر ابو محمد بن المؤذن، خطیب ابو عبد اللہ بن رشید سے سماع حدیث کا شرف حاصل ہوا، مالقہ میں ابو عبد اللہ طنجالی، وزیر بلند مقام ابو عبد اللہ بن ربیع، قاضی منصف ابو عبد اللہ بن برطال سے حدیثیں سُنیں، بجایہ میں امام ابو علی ناصر الدین مشدالی ابو العباس غبرینی سے، اور تونس میں ابو علی بن علوان، قاضی القضاۃ ابو اسحٰق بن عبد الرافع، خطیب صوفی ولی اللہ تعالیٰ ابو عبد اللہ بن مرطال اور رئیس ابو القاسم بن محمد قائد الکلاعی سے سماعت حدیث کی، نیز علمائے مشرق سے بھی اُنھیں اجازت حاصل ہے۔

شعر ابو بکر کا کلام نظم بہت وسیع اور مختلف مضامین پر مشتمل ہے، کثرت کے باوجود منتخب ہوتا ہے، فرماتے ہیں:۔

أخذت بکظم الروح یاساعة النوى
واضرمت فی طی الحشا لاعج الجوى
فمن مخبری یالیت شعری متی اللقا
وهل تحسن الدنیا وهل یرجع الهوى
سلا کل مشتاق واکثر وجده
وعند النوى وجدی وفی ساکن الهوى
ولی نیة ماعشت حفظ عهودهم
الى یوم القاهم وللمرء مانوى

اے فراق کی گھڑی تونے مجھے دردوکرب میں مبتلا کردیا
اور دل کی گہرائیوں میں محبت کی سوزش چھپادی
خدا جانے مجھے کون اور کب ملاقات کی خوشخبری دے گا،
اور نہ جانے میری دُنیا سنور سکے گی یا نہیں؟ اور عہد محبت کبھی واپس آئے گا یا نہیں؟
عام عشاق کی فریفتگی و تیزی شوق سکون کی حالت میں ہوئی ہے،
لیکن میری فریفتگی جدائی اور سکون محبت دونوں وقتوں میں ہوئی،
اور میرا ارادہ ہے کہ عمر بھر اُن کے عہد کی نگہداشت کروں یہاں تک کہ ملاقات سے شادکامی ہو اور ہر شخص کو اُس کی نیت کا اجر ملتا ہے،

اور فرماتے ہیں:۔

قل لمن کان باکیا یبکی
هذا رکاب السری بلاشک
کن بالذی حدثوا علی ثقة
ما فی حدیث الفراق من افک
من النوى قبل لم ازل حذرا
هذا النوى حل من مالک الملک

رونے والے سے کہہ دو کہ روئے
بلاشبہ یہ رات کا قافلہ ہے
بیان کردہ بات کا یقین کرو
فراق کے قصّے میں جھوٹ کی بالکل آمیزش نہیں
جدائی سے میں ہمیشہ خائف رہا
یہ جدائی اللہ کی جانب سے آئی ہے،

اور کہتے ہیں:۔

ایہا المعرض اللاهی
یسوٴنی هجرک واللہ

اے اعراض کرنے اور غفلت برتنے والے
خدا کی قسم تیری جدائی اچھی نہیں معلوم ہوتی،

اور کہتے ہیں:۔

من یرد اللہ فتنتہ	خدا جس کو آزمائش میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔
یشغلہ فی الدنیا بتیاہ	اُس کا دُنیا میں کسی مغرور سے سابقہ کرا دیتا ہے
یا غصن البان ألا عطفۃ	اے بان، کی ٹہنی کی سی نازک اندام، کیا،
علی معنی جسمہ واھی	ایک لچک اس کمزور مریض کے لئے نہیں؟ جو شکستہ حال ہے
ذکرک لا ینفک عن خاطری	تمہاری یاد کبھی دل سے جدا نہیں ہوتی
وانت عنی غافل ساھی	حالانکہ تم مجھ سے یکدم غافل ہو
یکفیک یا عثمان من جفوتی	اے عثمان میری حالت زار تمہارے لئے کافی ہے،
ولو کان ذنبی ذنب جھجاہ	اگرچہ میرا گناہ جھجاہ کے برابر کیوں نہ ہو،
ھیھات لا معترض علی	تمہارے حکم پر کوئی اعتراض کرنے والا نہیں ہے،
حکمک انت الآمر الناھی	کیونکہ آمر اور ناہی تم ہی ہو،

جھجاہ قبیلۂ بنی غفار کا ایک شخص تھا، جس نے حضرت عثمانؓ کے دست مبارک سے خطبے کا عصا لے کر اپنے گھٹنوں پر توڑ دیا تھا، جس سے ایک بیماری پیدا ہو گئی، اور وہ اُس سے جانبر نہ ہو سکا،

اور کہتے ہیں:۔

یا من اعاد ضیائی فقدہ حلکا	اے وہ جس کی گمشدگی کے باعث میری روشنی تاریکی سے بدل گئی ہے۔
قتلت عبدک لکن لم تخف درکا	تونے اپنے غلام کو مار ڈالا مگر بدلے کا خوف دل میں نہ آیا
مصیبۃ الصب لیست کالمصائب لا	عاشق کی مصیبت عام مصیبتوں کے مثل نہیں،
ولا بکائی علیھا مثل کل بکا	اور نہ میرا رونا ہر رونے والے کے برابر ہے،
فمن اطالب فی شرع الھوی بدمی	میں محبت کی شریعت میں کس سے خون کا مطالبہ کروں
لحظی ولحظک فی قتلی قد اشترکا	اس لئے کہ میری اور تمہاری دونوں آنکھیں اس قتل میں شریک ہیں،

اور ظریفانہ رنگ میں رصافی کی پیروی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

اشکو إلی اللہ فرط اھتبالی	اپنے موٹاپے کی شکایت اللہ کی درگاہ میں کرتا ہوں
ولوعۃ لا تزال تذکی لی	اور ایک ایسی سوزش کا شکوہ جو برابر تیز ہوتی جاتی ہے،

بمهجتي حائك شغلت به — میری جان اُس حائک (جولاہا) پر قربان ہو جس پر میرا دل آگیا ہے،

حلو المعاني طرازه عالي — اور جو شیریں بیان و بلند اخلاق ہے،

سألته لثم خاله فأبى — میں نے اُس سے بوسۂ خال کی درخواست کی تو اُس نے

وظل في عزة و ادلال — ناز و تبختر کے ساتھ انکار کیا،

وقال حالي يصون خالي ان — اور کہا کہ میرا خال میرے تل کی حفاظت کرتا ہے

يدني واحمي الخال بالحال — اور اگر کوئی ایسا ارادہ کرے اور میں تل کی حفاظت خال سے کرتا ہوں

يقربني ألال من مواعده — اس کے وعدوں کے سراب قربت پر آمادہ کرتے ہیں

واتقي منه سطوة الآل — لیکن اُس کی شدت طبع سے ڈرتا ہوں،

لكن على ظلمه وقسوته — لیکن اس کی سختی اور ظلم کے باوجود

فلست عنه الزمان بالسالي — میں کبھی اُس کی یاد سے غافل ہونے والا نہیں،

اور قرآن کی آیت کی تضمین کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

لي همة كلما حاولت أمسكها — میری ایسی ہمت ہے، کہ جب میں اُسے ذلت

على المذلة في أوحال ارضيها — کی دلدل میں پھنسانا چاہتا ہوں؛

قالت الم تكن ارض الله واسعة — تو کہتی ہے، کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں ہے

حتى يهاجر عبد مومن فيها — جس میں ایک مردِ مومن پناہ لے

گناہوں سے تائب اور بڑھاپے سے متوحش ہو کر کہتے ہیں:۔

قد كان عيبي قبل في غيب — پہلے میرا عیب چھپا ہوا تھا،

فمذ بدا شيبي بدا عيبي — بڑھاپے کے ظہور سے عیب بھی نمایاں ہوگیا

لا عذر لي اليوم ولا حجة — اب میرے لئے نہ کوئی عذر ہے نہ دلیل

فضحتني والله يا شيبي — اے بڑھاپے واللہ تو نے مجھے رسوا کردیا

أثقلتني الذنوب و يحي و ويسي — افسوس کہ گناہوں نے مجھے گراں بار کردیا

ليتني كنت زاهدا كأويس — کاش میں حضرت اویس کی طرح زاہد ہوتا

امرائے بنی نصر کے تیسرے بادشاہ کے عزل کے بعد، دونوں میں اچھی رسم و راہ

پیدا ہو گئی تھی، جبکہ وہ اپنی تباہ حالی کے بعد وطن و ملک سے قلعۂ منکب میں پناہ گزین تھے، اور زمانے کے ہاتھوں اُن کے آرام و آسائش کا خاتمہ ہو چکا تھا، اور وہ اپنی گزشتہ عزّت وعظمت پر مرثیہ خوانی کے لئے رہ گئے تھے، اس زمانے میں قاضی ممدوح وہاں کے حاکم اعلیٰ اور سیاہ و سپید کے مالک تھے، ایک روز شاہ معزول اُن سے بہت مانوس ہوئے اور خواہش کی کہ وہ اپنی زبان فصاحت بیان سے اُن کے حالِ زار کو بیان کریں، تو قاضی موصوف نے اُن کو لکھا:۔

قفا نفسا فالخطب فیہ یہون	ذرا ٹھہر جاؤ کہ یہ مصیبت معمولی ہے،
ولا تعجلا ان الحدیث شجون	اور جلدی نہ کرو کہ بات پر بات نکلتی ہے،
علمنا الذی قد کان من صرف دھرنا	ہم زمانے کے گزشتہ مظالم سے واقف ہوئے،
ولم تعلما ھذا الذی سیکون	مگر ہونے والی باتوں سے بالکل لاعلم ہیں،
ذکرنا نعیما قد تقضی نعیمہ	ایک گزشتہ عیش و لطف کی صحبت یاد آئی،
فاقلنا شوق لہ و حنین	تو اُس کے اشتیاق نے ہمیں مضطرب کر دیا،
وکنا بالامس کیف شئنا وللدنا	کل ہم جو چاہتے تھے، کرتے تھے اور تمام خلقت
حراک علی احکامنا وسکون	ہمارے احکام کے مطابق نقل و حرکت کرتی تھی،
واذ بابنا مثوی الغوادی ونحونا	اور جبکہ صبح کی بدلیاں ہمارے دربار پر برسا کرتی تھیں،
تمد الرقاب او تشیر عیون	اور لوگوں کی آنکھیں اور انگلیاں ہماری طرف اٹھتی تھیں،
فنعض من ذاک السرور منہا	لیکن اس مسرت کا لطف ختم ہو گیا
وکلہ من ذاک النعیم معین	اور اس نعمت کا چشمہ غبار آلود ہو گیا،
وبنا عن الاوطان بین ضرورۃ	اور ضرورت کے باعث وطن سے الگ ہونا پڑا
وقد یقرب الانسان وبین	اور کبھی انسان قریب ہو کر الگ ہو جاتا ہے،
أیا معہد الایناس حییت معہدا	اے وطن محبوب، اللہ تجھے مدّت تک شاد کام رکھے
وجادک من سیب الغمام ھتون	اور تجھ پر بدلیوں کی بارش ہو
ترید اللیالی ان تہین مکاننا	زمانہ چاہتا ہے، کہ ہماری ذلّت کرے
رویدک ان الحر لیس یہون	لیکن اُسے معلوم نہیں کہ شریف انسان ذلیل نہیں ہوتا،

فان تکن الایام قد لعبت بنا
اگر زمانہ کا برتاؤ ہمارے ساتھ اچھا نہیں ہوا

ودارت علینا للخطوب فنون
اور ہم پر پے در پے مصیبتیں آئیں تو تعجب نہیں

فمن عادۃ الایام ذل کرامھا
اس لئے کہ شرفا کو ذلیل کرنا زمانے کی خو ہے

ولکن سبیل الصابرین مبین
لیکن صبر کرنے والوں کا طریقہ ظاہر ہے

لئن خاننا الدھر الذی کان عبدنا
اگر اس زمانہ نے، جو کہ ہمارا غلام تھا، خیانت کی

فلا عجب ان العبید تخون
تو کیا تعجب ہے، اس لئے کہ خیانت غلاموں کے خمیر میں داخل ہے۔

وما غص منا مخبر غیر انہ
ایک باخبر آدمی تکلیف و مصیبت سے یہ سبق لیتا ہے

تضاعف ایمان وزاد یقین
کہ ایمان و یقین میں زیادتی و استحکام آجاتا ہے

وقفنا علی فضل الالہ ظنوننا
خدا کی رحمت کے ساتھ ہم نے اپنی امیدیں وابستہ کرلی ہیں

وفی فضل ربی ما تخیب ظنون
اور اللہ کی رحمت کی امیدیں ناکام نہیں ہوتیں،

اور ابو الحکیم بن مسعود کو جو محکمۂ تقسیم میراث میں عہدہ دار تھے، مندرجۂ ذیل پُر مذاق خط لکھا، جو سنجیدہ سے سنجیدہ انسان کو بھی ہنسنے پر مجبور کردے:-

اللہ میرے بھائی اور سردار کی عمر زیادہ کرے، ان حصہ والوں کے لئے جن کی خاطر و مدارات میں وہ مختلف قسم کے حیلے کرتا ہے، اور ان مرنے والوں کے لئے جن کی لاشوں کے بارے میں احتیاط کا حکم دیتا ہے، اور ان کا قلم مؤخر میعاد کے قطع کرنے کے لئے ہمیشہ تیار، اور اس مٹی کیچڑ کی پیدائش کی مخلوق کی تحلیل کے لئے ہمیشہ مستعد رہے، تو حال یہ ہے کہ کسی مرد کو غسل دیا جا رہا ہے، کوئی دفن کیا جا رہا ہے، کسی کی زندگی ختم ہو رہی ہے۔ کسی کے لئے کفن کی تیاریاں ہو رہی ہیں، کوئی قبر کھد رہی ہے، اور کوئی دروازہ بند ہو رہا ہے اور کوئی نعش چھوڑی جا رہی ہے، جب کوئی مکان خراب ہوتا ہے، تو دکان میں اسبابِ راحت فراہم ہوتے ہیں، اور کسی جماعت پر مصیبت آتی ہے، تو کتنوں کی روزی کے دروازے کھل جاتے ہیں؛

ان حالات میں میرے سردار خوب شکم سیر ہو کر اور ریش بچہ بڑھا کر دُکان کا رُخ کرتے ہیں، تو مختلف قسم کی چیزیں دیکھتے ہیں (؟) کبھی اس کو نظر ہمدردی

سے، کبھی اُدھر غضب آلود نگاہوں سے دیکھتے ہیں، کبھی تھیلوں کے چاک کرنے کا، کبھی پلنگوں کی تلاشی کا حکم صادر ہوتا ہے، پھر قلم ہاتھ میں لیتے ہیں، ایک جماعت مسرّت کے مارے کہتی ہے، اللہ بیچارے پر رحم کرے، ہمارے بڑے دوست تھے، اور بسا اوقات اُس کی تدفین میں جلدی سے کام لیتے ہیں، غرض کہ کوئی کچھ کہتا ہے، جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے، جتنے منھ اُتنی باتیں، اس وقت دوست و دشمن کی پہچان ہوتی ہے، اُس وقت یہ غضبناک تیور اور یہ خشمگیں نگاہوں کے ساتھ میّت کے گھر میں آتا ہے، اور مارے سوالات کے ناک میں دم کر دیتا ہے، اور کہتا ہے، جو کچھ گھر میں ہے، اُسے حاضر کرو، اونٹ اور بکریوں کے ریوڑ کہاں ہیں؟ اور جمع شدہ خزانہ کہاں ہے؟ اس شخص کی حالت بہت اچھی تھی، اور اُس کا شمار مالدار لوگوں میں تھا، اور خاص لوگ دور ہی سے تمام حالات کا معائنہ کرتے ہیں، اور وہ بیتابی کے ساتھ پس پردہ اسرار کے انکشاف کا انتظار کرتے ہیں، اور مال و متاع کی طرف اُن کے قدم اسی طرح اُٹھتے ہیں، جیسے باز تیتر کی طرف جاتا ہے، اس حال میں کہ مردوں کا دم آخر ہوتا ہے، اور وارث و ملازم سب جمع ہوتے ہیں، کھانے پینے کی تمام چیزیں لکھائی جاتی ہیں، تمام کا شمار ہوتا ہے، اور وزن اور پیمانوں سے اُن کا اندازہ لگایا جاتا ہے، اور گواہ ورثہ کو بدترین قسمیں دیتے ہیں، نیز اُن کے آبا و اجداد کو صلواتیں سناتے ہیں، اور خوشبو سے زمین معطر ہوتی ہے، جس سے روح و جسم میں ایک عجیب کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، دلال پکارتا ہے، کہ "یہ کنجی ہے" گواہ و سمسار الگ آسمان کو سر پر اُٹھائے لیتے ہیں، سب کی چیخ و پکار اس قدر بلند ہوتی ہے، کہ واعظ و ناصح کی تسبیح گر پڑتی ہے، اور قریب الموت مریض پوچھتا ہے کہ یہ کیا شور ہے؟ ابھی تو میں نہیں مرا ہوں، پھر کس کے لئے یہ لوگ مجتمع ہیں، اس پر پھر آوازیں بلند ہوتی ہیں، ایسا نہ ہو۔(؟)

اور اُس کا پیٹ چاک کر دیا جاتا ہے، اور اُس کے باپ اور ماں کے پہلو میں اُسے بھی دفن کر دیا جاتا ہے، اس کے بعد حصّوں کی تقسیم شروع ہوتی ہے، اگرچہ آسمان سر پر کیوں نہ اُٹھایا جائے، اور حصّہ داروں سے کہا جاتا ہے کہ کچھ نیکی اور خیرات کرو اس لئے کہ نیکی اور صدقہ اسلام کے اعلیٰ مراتب میں تیسرا درجہ ہے، اور ابن القاسم نے تصریح کی ہے، کہ

تقسیم کرنے والی کی اُجرت ہوتی ہے، اور اصبغ وسحنون نے اُسے جائز رکھا ہے، مطرف اور ابن ماجشون نے بھی اس سے اختلاف نہیں کیا،

شاید زیادہ ظرافت و حسن کلام کسی عذر و معذرت کا باعث ہو جائے۔

اور ہم اللہ سے ایسے حمد و شکر کی توفیق طلب کرتے ہیں، جس سے نعمتوں میں اور اضافہ ہو، اگر یہ خوف نہ ہوتا، کہ ایک فریق کی جانب سے روک دیا جاؤں گا، نیز فقیہ ابو النجم کے لئے آگے بڑھنا دشوار ہو جائے گا، تو ہم اس تذکرے کو اور طول دیتے، اور تفریح و لطف کے دریا میں اور تیرتے، اور وارث کے بیان میں تفصیل کرتے، اور بددیانتی کرنے والے کے ساتھ گواہوں کو مرد و عورت کے تناسب سے قسم کھلانے کی علت بیان کرتے، اللہ میرے بھائی کی عزت اور بزرگی میں ترقی دے، اور اُنھیں ایسی بصیرت دے، جس سے حقوق کی اچھی طرح چھان بین کر سکیں، اور ایسی نظر عطا کرے، جس سے ایک خرمہرہ بھی چھوٹنے نہ پائے، اور ہمیشہ پرانی چیزیں اور پیسہ اور بوسیدہ کپڑے شمار کرتے رہیں، اور اپنے سحر نگار قلم سے کپڑے مکوڑوں کو بھرتے رہیں، اور صفحہ کو صفحہ سے ملاتے رہیں،

بات پر بات یاد آتی ہے۔

اس معنی میں سلطنت حکیمیہ کے کاتب کا ایک نہایت ظرافت آمیز قول میورقہ میں میری نظر سے گزرا، جسے محکمۂ میراث میں مقرر کیا گیا تھا، اُس نے طلب عفو کے طور پر یہ شعر لکھ کر بھیجے :-

وما نلت من شغل المواريث رفعة	میں نے ترکوں کے مشغلہ سے کوئی عزت نہیں پائی
سوى نسوق نعش كلما مات ميت	سوائے اس کے کہ مُردوں کے مرنے کے بعد لاشوں کی قیادت کروں،
واكتب للموتى صكاكا كانهم	اور مردوں کے لئے پروانہ لکھوں،
يخاف عليهم فى الجباب التفلت	جیسے کہ خوف ہو کہ وہ کفن سے بھاگ جائیں گے،
كانى لعزرائيل صرت مناقضا	گویا کہ میں عزرائیل کے خلاف ہو گیا،
بما هو يمحو كل يوم و أثبت	جسے وہ روز مٹاتے ہیں میں اُسے ثابت کرتا ہوں۔

ابو بکر کی خوبیاں بہت ہیں۔ اسی طرح اُن کے منظومات اور مجموعۂ نثر بھی بہت کافی ہے۔

ولادت ابو بکر کی ولادت ۵۶۳ھ کے آخر میں ہوئی،

وفات ابو بکر نے شعبان ۶۴۲ھ میں شنبہ کی رات کو انتقال کیا۔ اس حال میں کہ اپنے زمانے میں آسمان علم کے ایک درخشندہ ستارہ اور سلطنت کی یادگار شمار کئے جاتے تھے، بہت کچھ مال و متاع چھوڑا۔جس میں کتابوں کا حصّہ نہیں تھا۔اس لئے کہ وہ نقد رقم کو محبوب رکھتے تھے۔ اور اپنی قبر پر قرآن خوانی کے لئے روزینہ مقرر کر دیا تھا، اور باب آلبیرۃ کے ایک مکان میں دفن کئے گئے، جسے اُنھوں نے خود ہی اس کے لئے نامزد کر دیا تھا۔

محمد بن احمد بن قطبۃ الدّوسی

نام و نسب نام محمد، کنیت ابو القاسم، غرناطہ کے باشندہ تھے،

حالات ابو القاسم بہترین اخلاق و عادات کے جامع، خوشخط، اور تاریخ و اخبار کے حافظ تھے۔اس کے علاوہ پاک نفسی، علو ہمت، سادگی، تصنع سے نفرت و متانت و وقار جیسی نادر خصلتوں سے آراستہ تھے۔ شاعر اور انشا پرداز بھی تھے، شہسواری، شجاعت و مردانگی، تیر اندازی، شطرنج بازی ان تمام فنون میں بھی مشکل سے کوئی اُن کا مثل ملتا، سیر چشم، اور اپنے جان پہچان میں حاجت مندوں کے غمخوار تھے۔ دیوان شاہی کے سلسلہ میں منسلک ہوئے، تو اُن کا کمال ظاہر ہوا۔اور محکمۂ کتابت میں بہترین علمی شہادتوں کے ساتھ منتقل ہوئے، ان کے حالات اب تک معروف ہیں، اور اپنے وطن کے بہترین لوگوں میں شمار

کئے جاتے ہیں۔ "التاج المحلی" میں ان کا ذکر اس طرح آیا ہے:-

ابوالقاسم میدانِ علم میں سب سے آگے، عجائب و غرائب کے جامع تھے، ادیبوں اور انشا پردازوں میں صدر نشیں، نیز فوجوں میں قائد ہوتے، ان کے والد مرحوم اس شہر میں بہت مشہور و باعزّت اور شہر کی ناک سمجھے جاتے تھے، رؤسا و شرفاء، علما و ادبا، اور اہلِ مملکت سب کے سرگروہ و مقتدا تھے، اپنے صاحبزادے کو بھی اسی راہ پر لگایا، یہاں تک کہ یہ وثاقت و ذکاوت، اور عربی قابلیت میں ممتاز ہوئے، اور اُنھیں بہادر قاضی بنایا، جو نہایت شریف اخلاق کے ظاہر ہوئے اور جہاد میں بھی بطیب خاطر حصّہ لیتے رہے - اور اس زمانے کی متعدد چھوٹی بڑی لڑائیوں میں شریک ہوئے، اور وفود کی شرکت کے ساتھ ساتھ میدانوں اور بیابانوں کو طے کرتے رہے - قابلیت اور نہ تیز تلواروں کو خیرباد کہا، اور نہ کتابیں زمانے کے بے رحم ہاتھوں کے سپرد کیں -

شاعری ابوالقاسم کا ادب اچھا اور مختلف فنون پر حاوی ہے، "روضیات" اور اُس کے متعلقات میں کہتے ہیں:-

دعینی ومطلول الریاض فاننی
انادم فی بطحائها الآس والوردا
أعلل من هذا بخضرة شارب
وأهکی بهذا فی توردة الخدا
وان خف غصن البان رائد نسمة
ذکرت به لین المعاطف والقدا

مجھے شبنم آلود باغوں میں رہنے دو،
کہ اُس میں ریحان و گلاب کے پھولوں کے ساتھ سیر کروں،
کبھی اُس میں موچھوں کی سبزی کا نمونہ دیکھکر دل بہلاؤں،
کبھی گلابی رخساروں کی نقل دیکھ کر دل کو تسکین دوں،
اور اگر بان کی ٹہنیاں ہوا کی وجہ سے جنبش میں آئیں،
تو اس سے قد اور کمر کی نزاکت اور لچک کو یاد کروں،

اور فرماتے ہیں:-

ولیلا ادرناها سلافا کأنها
علی کف ساقیها تضرم نار

اور وہ رات جس میں ہم لوگوں نے بہترین شراب کے خم لنڈھائے،
ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ ساقی کے ہاتھوں میں آگ کے شعلے ہیں؛

غذيا عن المصباح فی صبح ليلها
نجوم مدير لا بكاس عقارها

ہم اُس رات کی صبح کو جام شراب کے بدلے
گول رخسار سے لطف اندوز ہوتے رہے

اور فرماتے ہیں:-

يومنا يوم سرور فلتقم
تصدع الهم بكاسات المدام
انما الدنيا منام فلتكن
مغرما فيها باحلام المنام

ہمارا زمانہ مسرت کا زمانہ ہے تو آؤ،
شراب کے پیالوں سے غم کافور کرو،
دُنیا ایک خواب ہے تو پھر اُس میں
شیریں خوابوں سے کیوں نہ لطف اُٹھاؤ،

اور فرماتے ہیں:-

وبي منك مالو كان للشرب ماصحا
وبالهيم ماردت صداها المناهل
أحبك ماهبت من الروض نسمة
وما اهتز غصن فی الحديقة مائل
فان شئت ان تهجر وان شئت فلتصل
فانی بما حملتنی اليوم حامل

تمہاری محبت کی کچھ ایسی وارفتگی میرے دل میں ہے،
کہ اگر وہ پینے والوں کو ہوتی تو اُن کا نشہ دور نہ ہوتا،
اور اگر پیاسی اونٹنیاں اُس میں مبتلا ہوتیں،
تو گھاٹ اُن کی پیاس بجھانے سے عاجز رہتے،
میں تم سے محبت کروں گا جب تک باغ میں ہوا چلتی رہے گی،
اور لچکدار شاخیں جھومتی رہیں گی۔
اگر چاہو تو جدا کردو، اگر چاہو تو رشتۂ وصل کو مضبوط کرو،
میں تمہاری ہر چیز کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں۔

اور فرماتے ہیں:-

كم قلت للبدر المنير اذا بدا
هيهات وجه فلانة تحكى لنا
فأجابنى بلسان حال واعتنى
ان الشمس تحكيها فاحكيها أنا
وصرفت وجهى نحو غصن أملد
قد رام يشبه قدها لما انثنى
ضحكت هزاء عند عجز قوامه

میں نے چودھویں کے روشن چاند سے بارہا کہا،
تم بے کار میری معشوقہ کے چہرہ کی نقل اُتارتے ہو،
تو اُس نے زبان حال سے گویا یہ جواب دیا، جب
آفتاب اُس کی تشبیہ پیش کرنے سے عاجز ہے
تو میری کیا مجال ہے؟
تو میں ایک نازک شاخ کی طرف آیا
جو جھومنے میں اُس کے قد کا نقشہ کھینچ رہی تھی،
تو میں اُس کے قد کی حرکت کو دیکھ کر ہنسنے لگا،

اذا رام أن یحکی قوامًا کالقنا	اسے کیا ہوا ہے کہ نیزے کی طرح سرو قامت کی نقل سوجھی ہے،

میں نے اُنھیں ایک بار ایک غرض سے خط لکھا، جو اشعار سے ظاہر ہے :-

جوانحنا نحو اللقاء جوانح	ہمارا دل ملاقات کا مشتاق ہے،
و مقدار ما بین الدیار قریب	اور درمیان کی مسافت بھی قریب ہے،
و تمضی اللیالی والتزاور معوز	زمانہ گزر رہا ہے، اور ملاقات ہماری
علی الرغم منا ان ذا لغریب	خواہش کے باوجود دشوار ہو رہی ہے، یہ تعجب کی بات ہے،
فدیتک ما جلها لعینی زیادة	میں آپ پر قربان، براہِ کرم جلد ملاقات
و لو مثل ما رد اللحاظ رقیب	سے مشرف کیجئے، جیسے نگہبان آنکھیں جھپکاتا ہے، اسی طرح سہی،
و ان لقاء جاء عن ضرب موعد	اور وہ ملاقات جو وعدہ کے بموجب ہو،
لاکرم ما یهدی الاریب أریب	اس سے بہتر ایک ذی علم کا اور کوئی تحفہ نہیں ہو سکتا۔

تو اُنھوں نے جواب دیا :-

لعمری ما یومی اذا کنت حاضرا	میری جان کی قسم جب میں موجود ہوتا ہوں،
سوی یوم صب من عداه لغیب	تو میرے دن کی حالت اُس عاشق سے مشابہ ہے، جو دشمنوں کی نگاہوں سے غائب ہو،
ازور فلا القی لدیک بشاشة	میں ملاقات کے لئے آتا ہوں، لیکن تمہارے چہرے پر خوشی کے آثار نہیں دیکھتا،
فیبعد و منی الخطو و هو قریب	تو قدم قربت کے باوجود دور ہو جاتے ہیں،
فلا ذنب للأیام فی البعد بیننا	ہماری اور آپ کی دوری میں زمانے کا کوئی قصور نہیں،
فانی لداعی القرب منک مجیب	اس لئے کہ میں تمہاری طرف سے نزدیکی کی طلب پر لبیک کہنے کے لئے تیار ہوں۔

وان لقاء جاء من غیر موعد	اور وہ ملاقات جو بغیر وعدہ کے ہو، خوشگوار
لیحسن ولکن مرۃ و یطیب	ہوتی ہے مگر صرف ایک بار،

اور اُن کی خوبیاں بہت ہیں، جتنا ہم لکھ چکے، وہ کافی ہے، ایسا نہ ہو کہ ہم موضوع سے ہٹ جائیں،

محمد بن محمد الرؤسی

نام و نسب محمد نام، ابوبکر کنیت ہے، سلسلۂ نسب یہ ہے :- محمد بن محمد بن احمد بن قطبہ الرؤسی، ان کے بھائی کا ذکر اس سے پہلے آچکا ہے،

حالات ابوبکر بزرگی و شرافت، نیز وجاہت میں اپنے بھائی کے مانند تھے، بشاشت، دلچسپی، ملنساری اور بے لوثی میں اُن سے ممتاز تھے، اسی طرح بعض دوسرے اوصاف میں اُن سے کم بھی تھے، ذہین، آسان اور رواں لکھنے والے، زود نویس اور خوش خط، اور برجستہ نثر نگاری میں فائق تھے۔ عدالت و قضا کی صلاحیت تو اُن کی خاندانی تھی، اپنے والد کے سامنے شروط لکھا کرتے تھے، فقہ کی بہترین بڑی کتابیں نقل کیں، اور بہت سی کتابیں ازبر کرلیں، جن میں مقامات حریری بھی ہے، دربار شاہی میں کتابت کے عہدہ پر سرفراز ہوئے، اور اہل دربار کے ساتھ خاص خصوصیت حاصل ہوئی، اور سلطان کی نقل و حرکت کے زمانے میں پیش قدمی کا فخر حاصل تھا، حسن سیرت، سفارش، بلندی مرتبت، خوش انتظامی اور نرم دلی میں مشہور تھے، اور عہدۂ کتابت کے ساتھ منصب خطابت پر بھی متمکن ہوئے، ان سے شعر مروی نہیں، اور نہ اُنھیں اس سے دلچسپی تھی،

محمد بن محمد بن قطبۃ الرّوسی

نام ونسب

محمد نام، کنیت ابوبکر ہے، ان کے والد اور چچا کا ذکر اوپر گزر چکا ہے، ان کے دادا کا ذکر ابھی آتا ہے، فنون ادب سے خاص دلچسپی تھی، اور اُس میں خاص ملکہ رکھتے تھے، فطرت سے ملکۂ شعری حاصل ہوا تھا، کہتے تھے، اور کلام کو خوب پرکھ کر کہتے تھے، بہت سی نظمیں کہیں، اور اُن کی دور دور شہرت ہوئی، بادشاہ کے سامنے بھی قصائد پیش کئے، اور انعامات حاصل کئے، اُسی زمانے میں عہدۂ کتابت پر بحال ہوئے، اور اپنے ہمعصر ادبا کی سوانح لکھنی شروع کی تھی،

شاعری

ابو بکر رؤسی نے اپنے بعض دوستوں کو یہ اشعار لکھ کر بھیجے تھے:-

اذا شمت من نحو الحمی فی الدجا برقا
ابی الدمع إلا أن یسیل ولا یرقی

جب تاریکی میں دیار محبوب کی جانب سے بجلی کی چمک نظر آتی ہے تو آنسو بہتے جاتے ہیں اور تھمنے کا نام نہیں لیتے۔

ومهما تذکرت الزمان الذی مضی
تقطعت الاحشاء من حرما النقی

جب گزرے ہوئے دن یاد آتے ہیں
تو مصیبت کی سوزش سے پسلیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہیں۔

خلیلی لا تجزع لمحل فادمعی
تبادر سقیا فی الهوی لمن استسقی

میرے دوست قحط سالی کا غم نہ کرنا،
اس لئے کہ میرے آنسو محبت میں سیرابی طلب کرنے والے کے لئے تیار ہیں،

وما ضرنی ان اصبحت ملک یمینه
اذا زارنی یوما وقد حازنی رقا

کوئی حرج نہیں کہ میں کسی کا غلام ہوں،
جبکہ وہ ایک دن آجائے، اور اپنی غلامی میں مجھے قبول کرلے،

فنیت به عشقا وان قال حاسد

میں اُس کے عشق میں فنا ہوگیا، اگرچہ حاسد کہتے ہیں،

اضل الوریٰ من مات فی ھاجر شنقا
که جدا ہونے والے کے فراق میں مرنے والا مخلوق کو گمراہ کرتا ہے،

تلھب قلبی من تلھب قدہ
فیا نعم ذاک الخد قاض بان اشقی
اس کے سوزش افزا قامت سے میرا دل بھڑک اٹھا اور اُس رخسار کا یہ کیا اچھا فیصلہ ہے کہ میں بدنصیب رہوں،

اور اسی میں ہے:-

وکم من صدیق کنت احسب انہ
اذا اکذبت اوھامنا دفع الصدقا
کتنے ایسے دوست ہیں جن کے بارے میں خیال تھا کہ وہ راستبازی سے کام لیں گے جبکہ میرے اوہام کذب بیانی کریں گے۔

محمد بن محمد الروسی

نام ونسب محمد نام ہے، سلسلۂ نسب یہ ہے - محمد بن محمد بن محمد بن احمد بن قطبۃ الدوسی، فقیہ ابو بکر بن محمد مذکور کے بھائی ہیں،

حالات محمد روسی وجیہ، نوجوان، لائق اور با امانت، حسن اخلاق اور ظاہری شباہت میں ممتاز تھے، رخسارے سرخ تھے، ابتدائی نحو کی ایک کتاب یاد کی اور خطاطی سیکھی، اور اپنے والد کے مثل دفتر عساکر میں کام کرنے لگے، اور اب تک اپنے عہدے پر ہیں،

شاعری محمد اوسی کے بھائی نے ان اشعار کی نسبت اُن کی طرف کی ہے:-

حلفت بمن ذادعنی الکری
میں نے اُس کی قسم کھائی جس نے میری آنکھوں سے نیند زائل کردی،

واسهر جفنى ليلا طويلا	اور دراز راتوں میں بیدار رکھا،
والبس جسمى ثياب النحول	اور میرے جسم کو لاغری کا جامہ پہنایا،
وعذب بالهجر قلبى العليلا	اور دل حزیں کو درد فراق میں مبتلا کیا،
وماحلت عن حبه ساعة	میں اُس کی محبت سے ایک لمحہ کے لیئے بھی الگ نہیں ہوا،
ولا اعتضت منه سواه بديلا	اور نہ اُس کا کوئی بدل چاہتا ہوں،

محمد بن محمد الکلبی

نام ونسب محمد نام، کنیت ابو عبداللہ، غرناطہ کے باشندہ ہیں، سلسلۂ نسب یہ ہے:-

محمد بن محمد بن احمد بن محمد بن عبداللہ بن یحیی بن عبدالرحمن بن یوسف بن جزی الکلبی،

خاندان قرا، اور علما کے بیان میں محمد کلبی کے والد کا ذکر آچکا ہے،

حالات محمد کلبی نوجوانی کے باوجود شہرۂ آفاق، اور نیکنام تھے، علوم ادب میں ممتاز، اور شعر گوئی میں خاص ملکہ رکھتے تھے، حسن خط اور معموں کے حل کرنے میں بھی ید طولی رکھتے تھے، اپنے والد (رحمہ اللہ) کے زیر سایہ غرناطہ میں تربیت پائی، اُسی زمانہ میں تیزی اور قوت حافظہ میں خاص طور پر مشہور ہو گئے،

اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد سلسلۂ کتابت میں منسلک ہوگئے، اور پرگوئی اور قدرت کلام میں تمام شعرا سے بازی لے گئے، مدح بہت اچھی لکھتے، ترکیبیں اچھوتی ہوتیں، غزل گوئی میں واردات قلب کو بیان کرتے، قطعہ گوئی کا فطری ملکہ تھا، انشاپردازی اوسط درجہ کی تھی، چست اور

اپنے فرائض میں مستعد تھے، مجازہ خوب استعمال کرتے، ظرافت کے بادشاہ تھے، غزل میں بھی ظرافت کی چاشنی ہوتی، مغرب منتقل ہونے کے بعد بعض سلاطین کے ہاں ان کی بڑی قدر ومنزلت ہوئی، اور شہرت وانعام واکرام سے مالا مال ہوئے، پھر بادشاہ ہی کے دربار میں مسرّت وعیش کی زندگی بسر کرتے رہے، روزینہ مقرر تھا، اور اپنے اہل وطن کے لئے باعث فخر تھے،

تصنیفات محمد کلبی جب ۸۵۳ھ میں سفارت کے سلسلہ میں فاس آئے تو مجھ سے اثنائے ملاقات میں ذکر کیا، کہ اسی طرز پر غرناطہ کی تاریخ ترتیب دے رہے ہیں، بعض اجزاء کے مطالعہ کے بعد اُن کی وسعت علمی وتبحر کی داد دینی پڑی، اُنھوں نے اپنے قلم سے فوائد ونکات واشعار کے مجموعے تیار کئے، جو تعریف سے بے نیاز ہیں، (التاج المحلی) میں ان کا ذکر حسب ذیل الفاظ میں آیا ہے :- بلاغت کے روشن آفتاب، اور اس سرزمین کے ادبی خمیر اور مردم خیزی کی زندہ مثال اور یگانۂ روزگار ہیں، ان سے ملنے والا کسی حال میں فائدہ سے خالی نہیں رہتا۔ معاصرین اور مشہور علماء و ادبا سے بازی لے گئے، اور علم ووسعت معلومات میں کوئی اُن کا مثیل نہیں، اگر باریکیاں ثریا میں ہوتیں، تو یہ اُنھیں پا لیتے، اور کہتے کہ وہی اس کی دریافت کے اہل تھے، اگر کبھی ظاہری طور پر غافل بھی ہوں، تو نکتے اعلیٰ ذکاوت کی غمازی کرتے ہیں، ادب میں معیار عام سے بہت بلند تھے، خط ایسا پاکیزہ تھا کہ بے اختیار ہر وقت دیکھنے کو جی چاہے،

شاعری محمد کلبی کے عشقیہ منظومات ملاحظہ ہوں :-

متی یتلاقی شائق ومشوق	عاشق و معشوق کب ملیں گے؟
ویصبح عیر الحب وھو طلیق	اور کب اسیر محبت آزاد ہوگا؟
اُما انھا امینۃ غیر نیلھا	یہ ایسی آرزو ہے، جس کا بر آنا دشوار ہے،
ومرمی العمری فی الرجاء سحیق	اور ایسا مقصد جس کے حصول کی امید کوسوں دور ہے،
ولکنّنی خادعت قلبی لعلۃ	لیکن میں نے اپنے دل کو بہلانے کے لئے دھوکا دیا،
اخاف انصداع القلب وھو رقیق	دل کی کمزوری کی وجہ سے اس کے چاک ہونے کا خوف تھا،

وقد يرزق الانسان من بعد يأسه
کبھی انسان مایوسی کے بعد شادکام ہوتا ہے۔

وروض الربا بعد الذبول يروق
اور گل و گلزار مرجھانے کے بعد تروتازہ ہوجاتے ہیں،

تباعد لما زاد فی القرب لوعة
قربت کی زیادتی سے دور دور ہوجاتا ہے،

لعل فؤادی من جواه يفيق
شاید میرا دل کرب سے نجات پا جائے گا،

ورمت شفاء الداء بالداء مثله
میں نے بیماری کا علاج بیماری سے کرنا چاہا،

والی بان لا اشتفی لحقيق
میں حقیقت میں شفایابی کا مستحق نہیں ہوں،

وتالله ما للصب فی الحب راحة
خدا کی قسم، عاشق کو محبت میں آرام نہیں،

وعلی کل حال انه لمشوق
وہ ہر حال میں سراپا شوق ہوتا ہے،

یارب قد ضاقت علی مسالکی
اے پروردگار مجھ پر راستے تنگ ہوگئے،

فها انی فی بحر الغرام غریق
اب میں دریائے محبت میں غرق ہوتا ہوں،

ولا سلوة ترجی ولا صبر ممکن
نہ تسلی کی امید نہ صبر ممکن ہے،

وليس الی وصل الحبيب طريق
نہ وصل محبوب کی کوئی سبیل نکلتی ہے،

ولا الحب من تعذيب قلبی لمنسلی
اور نہ محبت میرے دل کو مبتلائے الم کرنے سے باز آتی ہے،

ولا القلب بالتعذيب منه يطيق
اور نہ دل تکلیف برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہے،

شجون يضيق الصدر عن زفراتها
ایسے غم ہیں، کہ سینہ اُن کی آہوں سے تنگ آرہا ہے،

وشوق نطاق الصبر عنه يضيق
اور ایسا شوق ہے، کہ اب پیمانۂ صبر لبریز ہوچکا ہے،

نثرت عقود الدمع ثم نظمتها
میں نے آنسوؤں کے ہار بکھیر دئے پھر اُنھیں شعر کی

قريضا فصار ذاک لون عقيق
شکل میں نظم کردیا، تو اُن کا رنگ عقیق کا ہوگیا،

بکيت اسی حتی بکی حاسدی معی
میں غم کے مارے رویا تو میرے حاسد بھی ساتھ رو پڑے،

کانّ عذولی عاد وهو صديق
گویا میرا ملامت کرنے والا بھی دوست ہوگیا،

ولو ان عند الناس بعض محبتی
اگر لوگوں کے پاس میری محبت کا ایک حصہ بھی ہوتا

لما کان یلفی فی الانام مضيق
تو مخلوق میں کوئی پرسکون آدمی نہ تھا،

یا عین کف الدمع ما بقی الکرا
اے آنکھ جب تک نیند باقی ہے، آنسوؤں کو روک،

اذا منعوک اليوم سوف تذرق
جب تجھے آج روکتے ہیں، تو پھر چھکے گا،

ویا نائما عن ناظریّ اما تری
اے میری آنکھ سے غائب رہنے والے، کیا نہیں دیکھتا ہے،

لشمسک بعد الغروب شروق
رویدک رفقا بالفؤاد فانہ
علیک وان عادیۃ لشفیق
نقضت عہودی ظالما بعد عقدھا
ألا إن عہدی کیف کنت وثیق
کتمتک حبی یعلم اللہ مدۃ
وبین ضلوعی من ھواک حریق
فمازلت بی حتی فضحت فان اکن
صبرت فبعد الیوم لست افیق

اور فرماتے ہیں :-

ومورد الوجنات معسول اللما
فتاک لحظ العین فی عشاقہ
الخمر بین لثاتہ والزھر فی
وجناتہ والسحر فی احداقہ
ویمیس غصن البان فی أثوابہ
ویلوح بدر التم فی اطواقہ
قد فاقہ فی ثغرہ او خدہ
ھیہات ان یحکیہ فی اشراقہ
ولقد تشبہت الظباء لیشبہہ
من خلقہ وعجزن عن اخلاقہ
نادمتہ وسنا محیا الشمس قد
قد القی علی الآفاق فضل رواقہ
فی روضۃ ضحکت ثغور اقاحہا
وامال فیہا المزن وافاقہ
اسقیہ کأس سلافۃ کالمسک فی

کہ ہر غروب کے بعد تیرا آفتاب طلوع ہوتا ہے،
ذرا دل کی حالت پر رحم کرنا، کہ اگرچہ
تم اُس کے بدخواہ ہو، وہ تم پر رحم کھاتا ہے،
تو نے پیمان محبت محکم کرنے کے بعد توڑ دیا،
اور میرا عہد ہر حال میں مضبوط ہے،
خدا جانتا ہے کہ میں نے تم سے مدت تک محبت کو چھپائے رکھا،
اس حال میں کہ تمہاری محبت کی سوزش میرے دل میں موجود تھی
تم ہمیشہ میرے ساتھ رہے، یہاں تک کہ رسوا کیا، اگر
میں نے اب تک صبر کیا، تو اب تاب صبر نہیں،

گلابی رخسار اور معطر زلفوں والا،
عاشقوں کو ابرو و چشم سے قتل کرنے والا،
اُس کے دانتوں کے نیچے شراب ہے، اور رخساروں
میں گل کی شگفتگی، اور آنکھوں میں جادو ہے،
اُس کے کپڑوں میں بان کی شاخ لچکتی ہے،
اور اُس کے گلے میں بدر کامل چمکتا ہے،
وہ اپنے دنداں اور رخسار میں چاند سے بڑھ کر ہے،
چاند کی تاب کہاں، کہ اُس کی چمک کی نقل کرے،
ہرنیوں نے اُس کے قامت کے ساتھ کچھ مشابہت پیدا کی،
مگر اُس کے سے اخلاق کہاں؟
میں اس کا ندیم رہا اس حال کہ آفتاب کی چمک نے
تمام کائنات پر اپنا پردہ بچھا دیا تھا،
ایسے باغ میں جس کی کلیاں مسکرا رہی تھیں،
اور بارش کے احسان سے وہ تروتازہ تھا،
میں اُسے بہترین شراب پلا رہا تھا، جس کی بو

نفحاته والشهد عند مذاقه
مشک کی طرح اور مزہ شہد کا سا تھا۔

صفراء لم يدر الفتى أكؤوسها
اُس کا رنگ زرد تھا، اُس کا دور میں آنا تھا۔

ألا تداعى همه لفراقه
کہ غم والم کافور ہوگئے،

ولقد يلين الصخر من سطواته
وہ اپنی سطوت سے پتھر کو بھی نرم کر دیتا ہے،

فيعود للمعهود من إشفاقه
اور پھر اپنی مقررہ نرمی پر آجاتا ہے،

واظل ارشف من سلافة ثغره
اور میں اُس کے دانتوں کی اُس شراب سے لطف اندوز

خمرا تداوي القلب من احراقه
ہوتا رہا جس نے میرے دل کی بیماریوں کا علاج کر دیا،

ولربما عطفة عندي صبوة
اور کبھی کبھی اُسے محبت میرے پاس جھومنے پر مجبور کر دیتی تھی

فشفى الخبال بضمه وعناقه
تو وہ اُس مرض کو گلے مل کر دور کر دیا کرتا تھا،

ارجو نداه اذا تبسم ضاحكا
اُس کی مسکراہٹ کے وقت میں اُس کے کرم کا طالب رہتا ہوں

واخاف منه العتب في اطراقه
اور غم والم کی حالت میں عتاب کا خوف ہوتا ہے،

أشكوا القساوة من هواي وقلبه
اپنی محبت اور اُس کے دل کی سختی کا شاکی ہوں،

والضعف من جلدي ومن ميثاقه
اور اپنے بدن اور اُس کے عہد کی کمزوری کا گلہ کرتا ہوں،

ياهل لعهد قد مضى من عودة
کیا گزرا ہوا زمانہ واپس آئے گا،

أم لا سبيل بحالة للحاقه
یا اب بالکل ملاقات نہیں ہوگی،

ياليت شعري لو لذلك حيلة
کاش اس کا کوئی حیلہ ہوتا

أوكان يعطى المرء باستحقاقه
یا انسان کو اُس کے استحقاق کے اعتبار سے دیا جاتا،

فلقد يروق الغصن بعد ذبوله
اس لئے کہ شاخ مُرجھانے کے بعد تروتازہ ہوتی ہے،

وهم بدر التم بعد محاقه
اور تین راتیں غائب رہنے کے بعد چاند کامل بنتا ہے،

اور اسی صنف میں اُن کا کلام مشہور ہے:۔

ذهبت حشاشة قلبي المصدوع
میرے ٹوٹے ہوئے دل کا بقیہ حصّہ بھی،

بين السلام ووقفة التوديع
سلام اور وداع کی ساعت رخصت ہوگیا،

ما انصف الاحباب يوم وداعهم
دوستوں نے فراق کے دن اس عاشق

صبا يحدث نفسه برجوع
سے انصاف نہ کیا، جو دل میں واپسی کا ارادہ کر رہا تھا،

اسعف لبغيتك يا غمام فانني
اے ابرِ باراں برس اور مدد کر

لم ارض يوما لبين قلّ دموعي

من كان يبكى الظاعنين بادمع

فانا الذى ابكيهم بنجيع

ايه وبين الصدر منى واحشا

شجن طويت على شجاه ضلوعي

هات الحديث عن الذين تحملوا

واقدح بزند الذكر نار دلوعي

عندى شجون فى التى جنت الهوى

اشكو الغرام وهى فى تنسويح

من وصلى الموقوف اومن مهدى ال

الموصوف اومن نومى المقطوع

يا قلب لاتجزع لما فعل الهوى

فالحر ليس لحادث بجزوع

وهل بعد ما غاورت فى شراكه

تبغى النزوع ولات حين نزوع

ومهفهف مهما هفت ريح الصبا

ابدى له عطفاه عطف مطيع

جمع المحاسن وهو منفرد بها

فاعجب لحسن مفرد مجموع

والشمس لولا قسرها ما آذنت

خجلا واجلالا له بطلوع

مازلت اسقى خده من ادمعى

حتى تفتح عن رياض ربيع

اذ كان يرنو عن نواظر شادن

فلرب ضرغام بهن صريع

اس لئے کہ فراق کے دن آنسوؤں کی کمی کا شاکی ہونا نہیں چاہتا

رخصت ہونے والوں پر جو آنسو بہاتا ہے، بہائے

مگر میں تو خون کے آنسو روتا ہوں،

آہ، سینے اور پسلیوں کے درمیان، ایسا

غم ہے، جسے میں نے بمشکل دبایا ہے،

رخصت ہونے والی کی کوئی بات بیان کرو،

کہ کم از کم یاد کی چقماق سے محبت کی آگ روشن کروں،

آزار محبت میں مبتلا کرنے والی سے متعلق بہت باتیں ہیں،

میں درد محبت بیان کرتا ہوں اور وہ کچھ شغل کر رہی ہے،

کہانی بیان کرتا ہوں، اپنی محرومیٔ وصل یا شب بیداری

یا اچٹ جانے والی نیند کی،

اے دل محبت کے برتاؤ پر غم نہ کھا،

اس لئے کہ شریف آدمی مصیبتوں سے پریشان نہیں ہوتا،

کیا مجھ پر اپنا دام ڈالنے کے بعد نکلنا

چاہتی ہے، مگر حیف اب رستگاری کا وقت نہیں،

ایسی نازک اندام، کہ بادِ صبا کے جھونکوں کے ساتھ

اُس کی کمر بھی بل کھاتی ہے،

وہ اکیلی "منفرد" تمام خوبیوں کی جامع ہے،

اس "منفرد" و "مجموع" کا کیا کہنا،

اگر آفتاب مجبور نہ ہوتا، تو شرم کے مارے

اُسے طلوع کی اجازت نہ دیتا،

میں اُس کے رخساروں کو اپنے آنسوؤں سے برابر سیراب کرتا رہوں گا،

تا آنکہ فصل بہار کی کلیاں کھل جائیں،

اگرچہ وہ ایک نازک ہرنی کی نگاہوں سے دیکھتی ہے،

مگر کتنے شیر اُن نگاہوں کے مقتول ہیں،

عجبا لذاک الشعر زاد لفرقہ
حسنا کحسن الشعر بالتصریح
منع الکرا ظلما وقد منح الفنا
فشقیت بالممنوح والممنوع
جردت ثوب العز عنی طائعا
اتراہ یولی عطفہ لخضوعی
لم انتفع لبسا من الملبوس فی

مانگ نکالنے سے بالوں میں عجب حسن آگیا ہے،
جیسے "تصریع" سے شعر میں حسن آگیا ہے،
نیند کو زبردستی چھین کر بیماری عطا ہوئی،
میں بخشش اور ظلم دونوں میں بدنصیب ہوں،
میں نے اطاعت کی خاطر عزت کا لباس اُتار دیا،
مگر کیا وہ میری اطاعت کی طرف مائل ہوگی،
میں ملبوس کے کسی لباس سے فائدہ نہ اُٹھا سکا،

....

بجمالہ استشفعت فی اجمالہ

میں نے اپنی حالت بیان کرنے کے لئے اُس کے حسن کو اپنا شفیع بنایا ہے،

لیحوز اجر مشفع و شفیع
یا خادعی عن سلوتی وتصبری
لولا الهوی ما کنت بالمخدوع
اوسعتنی بعد الوصال تفرقا
واثبتنی سوء الحسن صنیعی
اسرعت فیما ترتضی فجزیتنی
بطویل ھجران الی بسریع
وشرعت رمحا قبل رمیک واثلا
فمنعت من ماء الرضاب شروعی

کہ سفارش کرنے والے اور سفارش شدہ دونوں کو اجر ملے
اے میری تسکین وصبر کے لوٹنے والے
اگر محبت نہ ہوتی تو میں دھوکا نہ کھاتا،
وصال کے بعد تو نے اور جدا کر دیا،
میرے نیک برتاؤ کا تو نے بُرا بدلہ دیا،
تیری رضامندی کے لئے میں نے جلدی کی، تو نے
اُس کا بدلہ فوری جدائی سے دیا،
تیر اندازی سے پہلے تو نے نیزہ چمکا دیا،
اس طرح پر تو نے لعاب دہن سے
میرے پیاسے ہونٹوں کو روک دیا،

خذ من حدیث تولعی وتولھی
خبرا صحیحا لیس بالموضوع
یروی حدیثا مسندا عن ادمعی
عن مقلتی عن قلبی المصدوع
کم من لیال فی ھواک قطعتھا

میری محبت اور فریفتگی کی صحیح
حدیث سن، جو کہ موضوع نہیں ہے
یہ حدیث سلسلہ وار میرے آنسوؤں سے
دیدۂ چشم سے اور دل صدچاک سے روایت کی گئی ہے،
میں نے کتنی راتیں تیری محبت میں بسر کیں۔

وانا الذکر بھن فی تقطیع
لا والذی طبع الکرام علی الھوی

اور اُن کی یاد کی وجہ سے انتہائی تکلیف میں تھا،
قسم ہے اُس خدا کی جس نے شرفا کی فطرت میں
محبت ودلیعت کی۔

ومن سوالھوی المطبوع
ما غیرتنی الحادثات ولم اکن

مجھے حوادث نے نہیں بدلا اور نہ میں

بمن لیح سر للعھود مضیع
لا خیر فی الدنیا وساکنھا معا

عہد وپیمان کے مشہور راز کو ظاہر کرنے والا ہوں،
دُنیا اور اُس کے باشندوں میں کوئی بھلائی نہیں ہے،

ان کان قلبی منک غیر حمیمی

اگر میرا دل تجھ سے پوری طرح وابستہ نہ ہو،

اور فرماتے ہیں، مقصود اشعار سے خود ہی ظاہر ہوگا،

وقالوا عدالک البحث والحزم عند ما
غدوت غریب الدار منزلک الفنت

اُنھوں نے کہا تجھ سے بحث واحتیاط سے کیا کام
جبکہ تو غریب الوطن ہو چکا،

الم یعلموا ان اغترابی حرمۃ
وان ارتحالی من دیاری ھو النحت

کیا وہ نہیں جانتے، کہ میرا سفر باعث حرمت ہے،
اور میرا اپنے وطن سے کوچ کرنا بھی خوش نصیبی ہے،

نعم لست ارضی عن زمانی او اری
مکانا بہ السفن المواخر والبخت

ہاں میں زمانے سے راضی ہو نہیں سکتا جب تک کہ
ایسی جگہ نہ دیکھ لوں جہاں کشتیاں اور اونٹ ہوں،

فقد سئمت نفسی المقام ببلدۃ
بھا لعیشۃ النکداء والمکسب السحت

اس لئے کہ میرا دل ایسی جگہ میں رہتے رہتے اُکتا گیا،
جہاں ذلّت انگیز زندگی اور حرام کمائی ہے،

یذل بھا الحر الشریف لعبدہ
ویجفوہ بین السمت من سنہ ست

جہاں شریف انسان کو اپنے غلام کا دست نگر ہونا پڑتا ہے،
اور بسا اوقات سالہا سال تک تکلیف برداشت
کرنی ہوتی ہے،

اذا اصطافھا المرء اشتکی من سمومھا

گرمیوں میں انسان اُس کی گرم و تند ہواؤں کی تکلیف
کا شاکی رہتا ہے،

اذی ویری فیھا اذا ما شتا الزفت

اور جاڑوں میں وہاں روغن دیکھتا ہے۔

لست کقوم فی تعصبھم عتوا
یقولون بغداد لغرناطۃ اخت

میں اُن لوگوں کی مانند نہیں ہوں جو تعصب سے کہتے ہیں
کہ بغداد غرناطہ کے مثل ہے۔

رغبت بنفسی ان أساکن معشرا
مقالهم زور وودّهم مقت
یدسون فی لین الکلام دواهیا
هی السم بالآل المشهور لهالت
فلا دین دین القوم إلا عصیبة
إلی باخلاص المودة قد متوا
وآثرت اقواما ماحدثت جوارهم
مقالهم صدق وودهم بحت
لهم عن عیان الفاحشات اذا بدت
تعام وعن مالیس یعنیهم عمت
فما الفوا اللهو ولا عرفوا خمنا

ولا علموا ان الکروم لها بنت
به کل مرتاح إلی الضیف الوغی
اذا ما أتاه منهما النبأ البغت
واشعث ذو طمرین اغناه زهده

فلم یتشوق للذی ضمه التخت
صبور علی الأیذا ابغیض علی العدا
معین علی ماینتقی جاشه الثبت
ولی صاحب مثلی یمان جعلته
جلیسی نهارا أوضجیعی اذا ابت
واجرد جرار الاعنة قارح
کمیت وخیر الخیل قد احوا الکمت
تسامت به الاعداد فی آل اعوج

میری خود دلی خواہش تھی کہ ایسے لوگوں کے ساتھ رہوں،
جن کی باتیں جھوٹی ہوں، اور محبت خالص ہو،
نرم باتوں میں ایسے امور کی آمیزش کردیں،
جو کہ زہر ہوں اور سراب سے اُن کو خاص مناسبت ہو،
قوم میں ایک ایسی جماعت کے سوا کوئی اچھی چیز نہیں
جو مجھ سے خالص محبت کے ذریعے سے وابستہ ہیں،
اور میں نے اس قوم کی ہمسائیگی کو ترجیح دی،
جن کی باتیں سچی ہوں اور محبت خالص ہوتی ہے،
وہ فحش باتوں کے ظاہر ہونے پر
اندھے بن جاتے ہیں اور مہمل باتوں پر سکوت اختیار کرتے ہیں،
وہ نہ لہو سے مانوس ہوئے، اور نہ فحش باتوں سے
واقف ہوئے،
اور نہ جانتے ہیں کہ انگور کی بیٹی بھی ہوتی ہے،
مہمان اور جنگوں کے لئے ہر وقت آمادہ رہتے ہیں؛
جب بھی ان دونوں کے بارے میں کوئی خبر آجاتی ہے،
کتنے پراگندہ حال بوسیدہ کپڑوں والے ہیں جو دنیا
سے مستغنی ہیں۔
امرا و سلاطین کا رخ بھی نہیں کرتے،
تکلیف پر صبر کرنے والے اور دشمنوں سے بغض رکھنے والے
ہمت اور آزمائش کے موقعوں پر سخت اور مددگار
اور میرا ہی سا ایک یمنی دوست ہے۔
جو شب و روز میرا ہمنشین اور دوست ہے،
اور ایک تیز رو اعلیٰ گھوڑا
کمیت رنگ کا، اور بہترین گھوڑے تیز رو اور کمیت ہوتے ہیں،
اس کی نسبت آل اعوج کی طرف کی جاتی ہے۔

ولا عوج فی الخلق منہ ولا امت
وحسبی لغضات النوائب منجدا
علیھا الکمیت المھند والصارم الصلت
قطعت زمانی خبرۃ وبلوتہ
فبالعذر والتعنیف عندی لہ نعت

حالانکہ اُس کے اخلاق میں کوئی کمی یا عدم استقامت نہیں،
اور سخت مصیبتوں میں میری مدد کے لئے کافی ہے،
جب کہ اُس پر آبدار و تیز تلواریں بھی موجود رہتی ہیں،
میں نے زمانہ امتحان میں بسر کیا اور اس کی خوب آزمائش کی،
میرے نزدیک بیرحمی اور بے وفائی کے سوا
اُس کی کوئی صفت نہیں ہو سکتی،

ومارست ابناء الزمان مباحثا
فاصبح حبلی منھم وھو منبت
وذی صلف یمشی الھوینا ترفقا
علی نفسہ کیلا یزایلھا السمت
اذا غبت فھو المرء والقرم عندھم
لہ الصدر من نادیھم ولہ الدست
وان ضمنی یوما وایاہ مشھد
ھو المعجم السکیت والفسکل الشخت
فحسب عداتی أن طویت مآربی
علی عرفھم حتی صفا لھم الوقت

اور ابنائے زمانہ کی عادات کی بھی جانچ پڑتال کی
تو اُن سے میرا تعلق منقطع ہو گیا،
ایک صاحب شان جو تبختر کے ساتھ آہستہ آہستہ
چلتا ہے کہ کہیں وہ راستے سے ہٹ نہ جائے،
جب میں غائب ہوتا ہوں تو وہی اُن کا سردار ہوتا ہے،
اور اُسی کو مجلسوں کا صدر نشین بنایا جاتا ہے،
اور کہیں میرا اور اُس کا کسی مجلس میں اجتماع ہو جائے
تو وہ خاموش گونگا اور زیریں مجلس میں رہتا ہے،
میرے دشمنوں کے لئے یہ کافی ہے کہ میں نے اُن کے جاتے ہوئے
اپنی حاجتیں پوری کر لیں یہاں تک کہ اُن کے لئے زمانہ
خوشگوار ہو گیا،

وقلت لدنیاھم اذا شئت فاغربی
ولا تظھری فالصرم منی ھو البیت
واعفیت من زلاتھم غیر عاجز
فماذا الذی یبغونہ لھم الکبت

میں نے اُن کی دُنیا سے کہا، اگر چاہتی ہے تو دور جا،
اور نہ ظاہر ہو، کہ میرا الگ ہونا انقطاع کے ہم معنی ہے،
اور قدرت کے باوجود اُن کی لغزشوں سے چشم پوشی کی
پھر وہ کس توہین کی تمنا رکھتے ہیں،

اور کہتے ہیں:—

لا تعد لضیفک ان ذھب لصاحب
تعددہ لکن تخیر وانتق
أوما تری الاشجار مھما رکبت

اگر تم جاؤ تو مہمان کو ساتھی کے سپرد
سامان دے کر نہ کرو، بلکہ انتخاب سے کام لو،
کیا نہیں دیکھتے ہو، کہ درخت کتنے ہی جوڑے جائیں،

ان خولفت اصنافها لم تعلق

اگر جنس مختلف ہو تو بار آور نہیں ہوتے،

مقطوعات میں اُن کا قول ہے :-

شادن یتمنی حسبه

ہرنی کے بچے کی طرح نازک اندام جس کی محبت نے مجھے لاغر کر دیا،

خطي منه الدهر هجرانه
مورّد الخدين حلو اللما
احور مضني الطرف وسنانه
لم تنذوا(؟) الاغصان في الروض بل
هوت له تسجد اغصانه
يا ايها الظبي الذي حبه
تضرم في القلب نيرانه
هل عطفة ترجى لصب شج
ليس يرجى عندك سلوانه
يود ان لو زرته في الكرى
اذا لمتعت بالنوم اجفانه
قد دام يكتم ما تابه
والحب لا يمكن كتمانه
فضحت اسراره فاستوى
اسراره الآن واعلانه

عمر بھر میری قسمت میں اُس سے جدائی ہی رہی،
گلابی رخسار اور شیریں ہونٹوں والا
آنکھیں خمار آلود اور بیمار،
شاخیں باغ میں نہیں مرجھائیں،
یہ اُس کے لئے سر بسجود ہو گئی ہیں،
اے وہ ہرنی جس کی محبت کی آگ
میرے دل میں سلگ رہی ہے،
کیا ایک نظر عنایت عاشق غمخوار کے لئے ہو گی،
جس کے لئے تجھے بھول جانا بہت دشوار ہے،
جس کی تمنّا ہے، کہ کاش تو نیند ہی میں اُس سے ملتی،
تو شاید اُس کی آنکھیں نیند سے شادکام ہوتیں،
اُس نے اپنی مصیبت کے چھپانے کا ارادہ کیا،
حالانکہ محبت کا چھپانا ناممکن ہے،
تو نے اُس کے راز فاش کر دیئے،
تو اب ظاہر و باطن یکساں ہے،

اور کہتے ہیں :-

نهار وجه وليل شعر
بينهما الشوق بستشار
قد طلبا بالهوى فؤادي
فاين لي عنهما الفرار
وكيف يبغي النجاة شيئ

چہرہ دن اور بال رات کی مانند ہے،
انھیں دونوں کے باعث شوق بھڑکتا رہتا ہے،
دونوں محبت سے دل مانگتے ہیں،
ان سے گریز کس طرح ہو سکتا ہے،
کس طرح وہ نجات کی امید رکھ سکتا ہے،

یطالبہ اللیل والنہارا	جس کی تلاش میں دن اور رات ہوں،

اور کہتے ہیں :-

اقبلت لیلا وابدت فجرھا	رات کو وہ آئی اور صبح کا نمونہ دکھایا،
جمعت بین صباح وظلام	اس طرح پر صبح و تاریکی کو جمع کر دیا،
مذ رأتنی ناظرًا للشمس قا	جب مجھے آفتاب کی طرف نگاہ کرتے ہوئے دیکھا
لت یا فتی جمعک اختین حرام	تو فرمایا، کہ اے جوان" دو بہنوں کو جمع کرنا حرام ہے "

توریہ کے طور پر کہتے ہیں :-

ابح لی فی روض المحاسن نظرة	مجھے اجازت دے کہ خوبیوں کے باغ میں
الی ورد ذاک الخد اروی بہ الصدی	اُس گلابی رخسار کو دیکھ کر پیاس بجھا سکوں،
وواللہ لا تبخل علیّ بقطرة	اور خدا کی قسم ایک قطرے سے بخل نہ کرو،
فانی رایت الروض یوصف بالندا	اس لئے کہ باغ کی تعریف میں سخاوت و تری کا بھی ذکر کر دینا چاہئیے۔

اور کہتے ہیں :-

وعاشق صلی ومحرابہ	عاشق نے نماز ادا کی اس حال میں کہ
وجہ غزال ظل یہواہ	اُس کی محراب ایک ہرنی کا چہرہ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے،
قالو تعبدت فقلت لہم	لوگوں نے کہا، کہ تم نے عبادت کی،
تعبدا یفہم معناہ	میں نے کہا، ایسی عبادت، جس کا مطلب سمجھا جاسکتا ہے،

نہایت ظرافت آمیز انداز میں کہتے ہیں :-

وصدیق شکا بما حملوہ	ایک دوست نے ایسے فیصلے کی شکایت کی
من قضاء یقضی بطول العنا	جو لوگوں نے اُس کے سر منڈھ دیا تھا اور سخت مشقت کا طالب تھا۔
قلت فاردد ما حملوک علیہم	میں نے کہا، کہ اپنا بوجھ انھیں کو واپس کر دو،
قال من یستطیع رد القضاء	جواب دیا کہ فیصلہ کو کون لوٹا سکتا ہے،
ولسانان یخصمان من خاصماہ	اور دو زبانیں اپنے مخاصمت کرنے والوں سے جنگ کرتی ہیں،
لسان الغنی ولسان القضاء	ایک تونگری کی زبان دوسرے قاضی کی،

اور کہتے ہیں :-

[illegible] انا ذبت من شوق لہا — میں اُس کی چوٹی کے شوق میں پگھل گیا،
واللحظ یحمیہا بای سلاح — اس حال میں کہ نگاہیں اس کی عجب آن بان سے حفاظت کرتی ہیں،
یا قلب، فانج لا اخالک ناجیا — اے دل اب صبر کر، کہ اب تجھے
من فتنۃ الجعدی والسفاح — گھونگر والی سیاہ (زلف) اور سفاح (نگاہ) کے فتنہ سے کون نجات دے گا،

وفات پیٹ کے درد میں مبتلا ہوکر ۷۵۸ھ کے آغاز میں انتقال کر گئے مجھے اس کی اطلاع فاس میں ملی، پھر بعد کو معلوم ہوا، کہ ان کا انتقال ربیع الاوّل کے مہینہ میں ہوا تھا،

محمد بن محمد

نام ونسب محمد نام، کنیت ابوالقاسم ہے، سلسلۂ نسب یہ ہے :- محمد بن محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن بن ابراہیم بن یحییٰ بن محمد بن الحکیم اللخمی،

حالات کتاب عائد الصلہ، میں مذکور ہے :- ابوالقاسم شرف و عزت کے درخت کی شاخ، علم ودین، عزت و مرتبہ کے خاندان کے چشم وچراغ، بڑائی اور کارنامے، فضائل و مفاخر کے مالک تھے، حساب، فرائض، قرأت، وثیقہ، خوشخطی اور دیگر فنون میں کمال حاصل کیا، ادب میں بھی کوشش کے بعد مہارت حاصل کی،

التاج المحلی میں ان الفاظ میں ان کا تذکرہ ہے :-

ابوالقاسم بزرگی و مرتبہ کی شاخ، خاندانی بڑائی کے حامل، آبا واجداد سے شرف و مجد کے وارث تھے، اپنے بہترین خصائل کے ذریعہ بلند مرتبہ پر

پہنچے، اور بھلائی اور عفت میں یکتائے روزگار ہوئے، انصاف میں نام آور ہوئے، اپنے اسلاف کے طریقہ پر گامزن رہے، اور لوگوں کو اُسی پر چلنے کی دعوت دیتے رہے، حیا اُن کا شعار تھی، اور اس سے بڑھ کر کون خوبی ہو سکتی ہے؟ اُن میں ایسی خودداری تھی، جو پست حیثیت پر قناعت نہ کرے، اور ایسی شرافت جو آبرو کی خاطر موت کو ترجیح دے، آجکل بلاغت کے بلند اسلوب کی طرف توجہ ہے، اور بدائع و مخترعات کو لوگوں کے سامنے پیش کرنے کا میلان ہے، اس سلسلہ میں اُن سے اچھی چیزیں سننے میں آئی ہیں، ہم یہاں اُن کے بعض نتائج افکار اور اُن کی رنگین طرازی کے بعض آثار درج کرتے ہیں،

شاعری | ابو القاسم کی بہترین چیز مقطوعات ہیں، کہتے ہیں:-

تجلت فہزت عند ما رأت الطلا	اُس نے جلوہ دکھایا، اور ہرنی کے بچے کو دیکھ کر جھوم گئی،
ودارت کمثل الطفل یلعب فی المھد	اور جس طرح بچہ گہوارہ میں مچلتا ہے، اسی طرح مچل گئی
وروض حباہ المزن خلعۃ برقہ	اور ایسا باغ جسے بدلی نے اپنی چمک کا لباس پہنایا ہے،
وباتت رباہ من حباہ علی وعد	گویا اُس کے ٹیلوں اور بدلی کے عطیہ کے درمیان وعدہ ہے۔
یحد نہا عن کرمہ ما من تربۃ	
فتبدی ابتسام الزھر من لثمۃ الخد	تو رخسار کے بوسہ سے کلیوں کی طرح مسکراتی ہے،
عجبت لما عاینتہ من فعالہا	میں اُس کے کاموں کو دیکھ کر متعجب ہو گیا،
بدور حباب الکأس تلعب بالمرد	پیالہ کے بلبلوں کو گھما کر وہ امرد لڑکوں کے ساتھ کھیل کرتی ہے،

اور کہتے ہیں:-

شربنا وزنجی الدیاجی موقد	ہم نے اس حال میں جام چڑھائے کہ تاریکی نے
مصابیح من زھر النجوم الطوالع	طلوع ہونے والے ستاروں کے چراغ روشن کر رکھے تھے،
عقارا رأتہ حین اقبل حالکا	ہم نے ایسی شراب پی، کہ تاریکی کو آتے ہوئے دیکھ کر
فجاءت بمصفر من اللون فاقع	یک بیک اس کا رنگ بالکل زرد ہو گیا،
عجبت لما ترتاع منہ وانہا	کس قدر تعجب کی بات ہے، کہ یہ شراب تاریکی سے ڈرتی ہے،
ھی البدر قد قرت بأسنی المواضع	حالانکہ یہ بدر کامل ہے جس کا مرتبہ بہت بلند ہے۔

اور کہتے ہیں:-

لاح كالدر والعقيق فحيا
أم مزاج اداه صوف المحيا
من بنات الكروم والروم بكر

موتی اور عقیق کی طرح ظاہر ہوئی اور خوش آمدید کہا،
یا ایسی ترکیب نمودار ہوئی، جو حسن صورت سے تیار ہوئی تھی،
انگور کی بیٹیوں سے

....

خلتها والحباب يطفو عليها
شفقا فوقه نجوم الثريا
قهوة كالعروس في الكاس تجلى
صاغ من لؤلؤ لها المزج حليا

اس پر بلبلے دیکھ کر میرا خیال ہوا ہے،
کہ شفق کے اوپر ثریا کے تارے ہیں،
دلھن کی طرح، قہوہ پیالہ میں جلوہ آرا ہوا ہے،
جس نے بلبلوں کا زیور بنایا ہے،

اور کہتے ہیں :-

ويوم أنس صقيل الجو من نظر
كانه من وميض برق قد خلقا
ما زلت فيه لشمس الطست مصطحبا
وبالنجوم وبالاكواس معتنقا
صفراء كالعسجد المسبوك ان شربت
تبدي احمرارا على الخدين مؤتنقا
كذلك الشمس في اخرى عشيتها
اذا توارت اثارت بعدها شفقا

ایک خوشگوار دن، جبکہ آسمان صاف تھا،
گویا بجلی کی چمک سے بنایا گیا تھا،
میں اس روز برابر آفتاب طشت (شراب) کا جلیس بنا رہا
اور پیالوں اور ستاروں سے گلے ملتا رہا،
وہ سونے کی طرح زرد ہے، اگر پی جائے،
تو رخساروں پر سرخی کی صورت میں نمودار ہو،
جیسے آفتاب شام کو
روپوش ہونے کے بعد شفق چھوڑ جاتا ہے،

اور کہتے ہیں :-

بابي وغير أبي غزال نافر
بين الجوانح يغتدي ويروح
قمر تلألأ واستنار جبينه
غارت به بين الكواكب يوح
لم يرض غير القلب منزله فهل
ياليت شعري للعيون يلوح

اس غزال وحشی پر میرے باپ اور دوسرے بھی قربان ہوں
جو میرے پہلوؤں میں برابر آیا جایا کرتا ہے،
چاند روشن ہوا اور اس کی پیشانی منور ہو گئی،
آفتاب نے ستاروں کے ساتھ اسے بھی چھپا دیا،
دل کے سوا اور کسی کو وہ راحت کدہ بنانے پر راضی نہیں،
نہ معلوم آنکھوں کے لئے وہ نمودار ہوگا یا نہیں،

ابو القاسم نے اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے یہ شعر سنائے :-

لیل الشباب انجاب اول وھلۃ
عن صبح شیب لست عنہ براضی
ان سرنی یوما سواد خضابہ
فنصولہ من ساق بیاض

جوانی کی تاریکی نے پہلی بار بڑھاپے کی
صبح کو ظاہر کر دیا جس سے میں خوش نہیں،
اگر اُس کے خضاب کی سیاہی ایک روز خوش بھی کرے
تو پھر خضابوں کے دور ہونے کے بعد سپیدی اور بھی
بُری معلوم ہوتی ہے،

ھلا اختفی فھو الذی سرق الصبا
والقطع فی السراق امر ماضی
فعلیہ ما اسطاع الظھور بلمتی
وعلی أن انصال بالمقراض

وہ کیوں نہیں چھپتا ہے کہ اُسی نے بچپن کی چوری کی ہے،
اور چوروں کا ہاتھ کاٹنا عام بات ہے،
وہ جب چاہے، میرے بالوں میں ظاہر ہوا کرے،
اور میں اُسے قینچی سے کاٹ دیا کروں،

وفات ابو القاسم غرناطہ میں ۱۹ ربیع الآخر ۷۵۰ھ کو طاعون میں مبتلا ہو کر انتقال کر گئے، اور باب البیرہ میں دفن کئے گئے، خدا اُن پر رحم کرے،

محمد بن محمد بن عبد اللہ

نام ونسب محمد نام، کنیت ابو عبد اللہ ہے، ابن اللوشی کے نام سے مشہور ہیں،

حالات کتاب "عائد الصلہ" میں ہے، ابن اللوشی مرحوم، شریف وبا عزت خاندان سے تھے، حکومت نصریہ کی آغوش میں پھلے پھولے، شاعر تھے، اور حکومت کی مدح کیا کرتے، یہاں تک کہ تمام قصیدہ گویوں پر اُن کو ترجیح دی جاتی، پھر گوشہ نشین ہو گئے، اور بلا کسی سبب کے اہل دُنیا سے اعراض کر کے الگ تھلگ رہنے لگے، اپنی آمدنی سے کچھ زمین حاصل کی تھی، اسی پر قناعت کرنے لگے، جس کی آمدنی کے متعلق کسی فساد وکراہت

کا شبہہ نہیں تھا، اور ریاضت و نفس کشی کے طور پر جائے سکونت اور لباس ہر چیز میں تقشف کو راہ دینے لگے، اہل حکومت سے الگ اور موردین غضب شاہی سے کنارہ کش رہتے، ایک ہی دن ایک شخص سے کبھی ملتے کبھی اعراض کرتے، مگر یہ سب باتیں سادگی طبع، اور خشیت الٰہی کے ساتھ تھیں، بذلہ سنج اور فنون شعر سے بھی بہرہ ور تھے، تعریف سے دور بھاگتے تھے۔

"التاج المحلی" میں ان الفاظ میں ذکر آیا ہے:۔

ابن اللوشی شاعر بے نظیر، اور آسمان بلاغت کے چمکدار ستارے تھے، اصناف کلام پر قابو حاصل تھا، اور چمنستان سخن میں ایسے گل بوٹے کھلائے جس کے مقابلے میں بادشاہوں کا انعام و اکرام ہیچ تھا، حکومت نصریہ کے ظل عاطفت میں نہایت عزت و اکرام سے پروان چڑھے، اُن پر وہ خاص عنایتیں تھیں، جو اوروں کی دسترس سے باہر تھیں، اور اُن پر وہ نگاہ کرم تھی، جو شاید ہی کسی کو میسر ہو، اور اُن پر ایسی نعمتوں کی بارش ہوتی تھی، جو خاص و عام کو معلوم تھا، نہایت بلند ہمت اور شریف خصلت تھے، جس نے آخر میں گوشہ نشینی اور دُنیا سے اعراض پر مجبور کر دیا، لیکن اُس میں بھی اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا، پھر کھیتی کے انتظام میں وقت صرف کرنے لگے، اور اسی میں اپنی کوششیں صرف کیں جن کا ثمرہ بھی اُنھیں خاطر خواہ ملا، اُن کے نتائج فکر اب تک نظروں سے اوجھل ہیں، اور باوجود سعی و جستجو کے دستیاب نہیں ہوئے، اور ان سے نہایت دلچسپ و ظریفانہ حکایتیں منقول ہیں، جن کے سامنے سوتے وقت کنیزوں سے چھیڑ چھاڑ اور شراب ارغوانی کے جام بھی کچھ حیثیت نہیں رکھتے،

شاعری

ابن اللوشی کا ادب نہایت پاکیزہ اور نفاست و ملاحت کا علمبردار ہے، ایک قطعہ میں ہمارے استاذ قاضی ابو البرکات ابن الحاج کو الوداع کہتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

رأونی وقد اغرقت فی عبراتی	مجھ کو لوگوں نے اس حال میں دیکھا کہ میں اپنے آنسوؤں میں ڈوب گیا ہوں،
واُحرقت فی ناری لدی زفراتی	اور آہوں کے باعث اپنی آگ میں جل چکا ہوں،

فقالوا سلوہ تعلموا کنہ حالہ	لوگوں نے کہا، کہ اس سے حقیقت حال دریافت کرو،
فقلت سلوا عنی أبا البرکات	میں نے جواب دیا کہ میرے بارے میں ابوالبرکات سے پوچھو،
فمن قال انی بالرحیل محدث	پھر کسی نے کہا کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں،
ازوت عنہ أجفانی غریب ثبات	میری آنکھوں نے اُن سے عجیب استقامت سیکھی ہے،
ونادی فؤادی رکبہ فأجابہ	اور میرے دل نے اُن کے ساتھیوں کو پکارا،
ترحل وکن فی الرکب بعد عداتی	تو جواب ملا کہ کوچ کرو، اور قافلہ میں میرے دشمنوں کے بعد رہو،

ایک قصیدہ سے یہ نادر قطعہ درج کیا جاتا ہے:۔

سیخطب قس العزم فی منبر السری	ارادہ کا قسؔ (عرب کا مشہور خطیب) شب نوردی کے
وھل فی الدنا(ا) یوم السیر اطیق	منبر پر خطبہ پڑھے گا؟
ویقطع زند الھجر والقطع حقہ	اور جدائی و مفارقت کی آگ کو پوری طرح سے بجھا دے گا،
فمازال طیب العمر عنی یسبق	اس لئے کہ اچھی زندگی برابر مجھ سے بھاگ جاتی ہے،

ولادت	تقریباً ۶۷۸ھ میں پیدا ہوئے،
وفات	۲۰ ربیع الثانی ۷۵۲ھ کو وفات پائی۔

محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن

نام ونسب	محمد نام، کنیت ابوبکر ہے، سلسلۂ نسب یہ ہے:۔ محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن بن ابراہیم بن یحییٰ بن عبدالحکیم اللخمی،
خاندانی حالات	ذوالوزارتین کے تذکرہ میں خاندانی حالات ملیں گے:۔
حالات	کتاب "عائد الصلہ" میں مذکور ہے:۔ ابوبکر لخمی شرفا کی یادگار تھے، اور اُن کا وجاہت میں شمار تھا، علم مجلسی، وفا میں

مشہور تھے، نیز تمام علوم میں دخل تھا، محدث تاریخ داں، بلند پایہ انشا پرداز، خوشخط

اور بذلہ سنج تھے، دستخط کرنے میں ظرافت سے کام لیتے، اور کلام کو بے لاگ طریقے پر پرکھتے، شعر بھی کہتے تھے، معموں کے حل کرنے میں ممتاز تھے، قرآن کریم کے حافظ اور بلند پایہ قاری تھے، تاریخ و اخبار کے نکتے خوب بیان کرتے، حسن اخلاق، وقار، بے تکلفی، اور عیب چینی سے نفرت میں امتیاز حاصل تھا، حسن محبت، عتاب و معذرت اور غلطیوں سے درگزر کرنے میں مشہور تھے، دربار شاہی میں عہدۂ کتابت پر زندگی کا اکثر حصہ گزرا، اور اہم مواقع پر پیش پیش رہے، اس کے باوجود علمی و ادبی ذوق کے لحاظ سے عام طور پر نمایاں رہے، بہت کچھ لکھا، تالیف و تصنیف بھی کی، اور علماء کی بے شمار جماعت سے استفادہ کیا، اس دیار کے مشہور لوگوں میں باعث افتخار تھے، ان کے بعد ان کا ثانی نہیں ہوا،

التاج المحلی میں ان الفاظ میں آپ کا تذکرہ ہے :-

ابوبکر لخمی نے بزرگی کی نشانیوں کو مٹ جانے کے بعد از سر نو زندہ کیا، اور بزرگی کا حق ادا کر دیا، رندہ میں ان کا خاندان شرافت کے اعتبار سے امرء القیس کے خاندان سے زیادہ مشہور اور رضوی اور ابو قبیس جیسے پہاڑوں سے زیادہ مستحکم ہے، سخاوت میں ضرب المثل تھے، اور طالبین خود ہر طرف سے اُن کے پاس آتے تھے، اور راتوں کو لوگ اُن کی آگ کا رخ کرتے تھے جس سے اُنھیں تقویٰ وہدایت جیسی بیش بہا چیزیں ملتی تھیں، حکومت نصریہ کے وزیر ہوئے اور اُس کا حق ادا کر دیا، یہاں تک کہ اُن کے کارناموں نے یحییٰ بن خالد کے کارناموں کو زندہ کر دیا، اور جب زمانے مصیبتوں کا جام اُن کے سامنے پیش کیا، اور کتابوں اور فوجوں کے ذریعہ سے اُن کو پریشانیوں میں مبتلا ہونا پڑا، تو سخاوت و وقار کے اس سرچشمہ پر تمام آنکھیں اشکبار ہو گئیں .... اور اگر زمانہ اُنھیں مہلت دیتا، تو ان لمحات کو لوٹا دیتے، وہ کتابت سے بلند مقام (المحل النبیہ) کو پہنچے اور یہ اُنھیں اپنے باپ سے ترکہ میں ملی تھی، پھر اور کارہائے نمایاں انجام دئے، نیز تالیفات بھی کیں، حدیث کی روایت میں مشہور ہوئے، ابھی وہ بچہ ہی تھے، کہ اپنے والد ماجد کے سفر سے فائدہ اُٹھایا، اور گم شدہ آثار کو زندہ کیا اور اپنی کتاب (الموارد المستعذبہ والمقاصد المنتعبہ) تالیف کی، آپ کا منظوم کلام پاکیزہ اور

بلند اسلوب کا ہے، مجھ سے اور فاضل ممدوح سے انتہائی دوستی تھی اور اکثر ظرافت و بذلہ سنجی ہوا کرتی تھی، جس کا سبب محبت اور اعتماد کی فراوانی تھی، ان کے کلام کا کچھ انتخاب آئے گا۔

اساتذہ ابوبکر لخمی نے استاذ ابوجعفر حریری اور استاذ ابوالحسن قیجاطی اور اُستاذ ابواسحٰق بن ابی العاصی سے پڑھا، اور مشرق و مغرب کے علمار کی ایک بڑی جماعت سے استفادہ کیا، جن میں مشہور زاہد، فضل بن فضیلۃ المعافری اور اہل اُندلس کے علما میں ابوعبداللہ طنجالی، ابوجعفر الزیات۔ ابوعبداللہ بن الکمال جیسے صالحین شامل ہیں، ان کے علاوہ رندہ، مالقہ، غرناطہ کے علمار سے بھی حسب موقع استفادہ کیا،

تالیفات ابوبکر لخمی کی تالیفات کی فہرست یہ ہے:۔

(۱) الفوائد المنتخبۃ والموارد المستعذبہ،

(۲) ابن رشیق کی تاریخ "میزان العمل" کا تکملہ کیا،

(۳) "بشارۃ القلوب بما تخبوبہ الرؤیا من الغیوب" یہ تعبیر خواب میں ہے۔

(۴) الاخبار المذہبۃ۔

(۵) الآثار الصوفیۃ۔

(۶) النکت الادبیہ۔

اس کے علاوہ خطوط واشارہ میں رسالے ہیں۔

شاعری وانشاپردازی تاریخ میں لکھتے ہیں:۔
اعلیٰ عہدوں پر اب تک منتقل ہوتے رہے اور اہم موقعوں پر مامور ہوئے، ایک بار رندہ کے علاقہ قرطبہ میں والی بنا کر بھیجے گئے، اور اُن کی کوششوں کی آماجگاہ بنا اسی سرزمین کے حصّہ میں آیا، جب شاہی دورہ کے سلسلہ میں مالقہ اُترنے کا اتفاق ہوا، تو اُنھوں نے مختلف قسم کی چیزیں مجھے ہدیہ میں پیش کیں، میں نے رشک و محبت کے اصول پر بر سبیل ظرافت اُنھیں لکھا، اور اس انتظام واکرام میں مبالغہ سے کام لینے پر اس طرح تنبیہ کی:۔

أُلام علی أخذ القلیل و انما
میں کم لینے پر ملامت کیا جاتا ہوں، حالانکہ میں ایسی قوموں سے

اعامل أقواما أقل من الذر
معاملہ کرتا ہوں، جو بالکل بے حقیقت ہیں،

فان أنا لم اخذہ منھم بقوۃ
اگرچہ میں نے اُن سے بہ زور نہیں لیا،

فلا بد من شئی یعین علی الدھر
تاہم کم از کم اتنا چاہیئے جو مصائب زمانہ کے لئے مددگار ہو۔

اے میرے سردار، اللہ تمہارے ہاتھ کھول دے، اور تمہاری بخشش بخل کو روک دے، ایسا نہ ہو، کہ اس کا خاتمہ ہو جائے، میں کچھ غافل تھا، اور خوف و اضطراب سے ہچکچا رہا تھا، اور جیسا کہ تمھیں معلوم ہے، میرا قرضخواہ بدخصلت ہے، اور قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لیتا ہے، اور اُس کی چڑیا میرے گھاٹ پر اُترتے سے بھاگتی ہے اتنے میں دروازہ کے کھٹکھٹانے کی آواز آئی، جس سے مجھے تکلیف کا پتہ چلا، اور ہمسایہ ہی غلطی پر پکڑا جاتا ہے، میں فوراً اُٹھ کھڑا ہوا، اور گھبرایا، اگرچہ شاید ہی کبھی مجھ پر گھبراہٹ طاری ہوتی ہو، میں نے اس اضطراب کا سبب اندر ہی سے دریافت کیا، تو میری تسکین کے لئے ایک بدویہ نے کہا کہ اے قوم! یہ قاصد خوشخبری لے کر آیا ہے، اور یہ کھٹکھٹاہٹ اطاعت سے ہے، ناز و غرور سے نہیں، غصہ تھوک دو اور جنگ کا خیال دور کرو، اس نے کہا کہ تم نے مقصود کو پا لیا، تو میں آگے بڑھنے سے رُک گیا، اور عمر بن ابی ربیعہ کی طرح تمام خدام کو ڈھال[۱] بنا کر آگے بڑھا، معلوم ہوا کہ واقعہ امن و سکون کا ہے، اور کسی نے کچھ نہیں کہا، قرطبہ کا ایک شخص سامنے آیا، جو بہت خستہ حال تھا، سلام کرنے سے پہلے آہ سرد بھری اور گزری ہوئی جوانی پر آنسو بہانے لگا، یہ تو ایک پرانی عادت

---

[۱] یہ ایک مشہور واقعہ کی طرف اشارہ ہے، عمر بن ابی ربیعہ اپنے مشہور قصیدہ میں اس کا ذکر کرتا ہے، جس کا مطلع یہ ہے:-

أمن آل نعم انت غاد فمبکر الخ

اصل شعر یہ ہے:- فکان مجنی دون من کنت اتقی ثلاث شخوص، کاعبان و معصر

تھی، جس کے لئے اہلِ قرطبہ مشہور ہیں، اور جناب نے اُس کے ساتھ بہت سی نیکیاں روانہ کی ہیں، جن کی مسرت کا اندازہ نہیں ہو سکتا، چونکہ مونڈھے اور ہاتھ کے سوا اس کے جسم کا کوئی حصّہ ظاہر نہیں تھا، اُس میں ایک وزنی ظرف لٹکا دیا گیا تھا، اور ایک زنبیل باندھ دی گئی تھی جس سے اُس کا بوجھ بڑھ گیا تھا اور قدم اُٹھانا دشوار ہو گیا تھا' اور راستہ میں شور وغل ہونے لگا تھا، اور جب اُس کے ساتھ ایک عورت گھر آئی اور دیوار کی آڑ میں چھپ گئی' اور امتحان سے ظاہر ہو گئی، تو کچھ مضمحل اور افسردہ ہو گئی' اور اس کے پانی ملے ہوئے دودھ کی طرف دیکھا گیا، جو نہ گھر میں کام آتا ہے اور نہ بازار میں فروخت ہو سکتا ہے، تو اس سے مجھے شاعر کا قول یاد آ گیا،

فتلک المکارم، لاقعبان من لبن	اصل خوبیاں یہ ہیں، دودھ کے ان چند ظروف میں برائی نہیں،
شیبت بماء فعادت بعد أبوالا	جن میں اگر پانی ملا دیا جائے، تو دودھ اور پیشاب میں فرق نہ رہے۔

اس کا جھاگ تو ضائع ہوا، مگر اُس کے مکھن سے فائدہ اُٹھایا گیا، رہے آپ کے فرستادہ غلام، تو وہ دھکے دے کر نکال دئے گئے، اس کے بعد میں سلی ہوئی زنبیل کی طرف متوجہ ہوا' جو اُس بد نصیب کی گردن میں باندھ دی گئی تھی' اور اس میں کبوتر کے بچّے دفن تھے، گویا وہ تعویذ کی طرح اُس کے گلے میں لٹکا دئے گئے تھے، اُس کی رسّی اُس کے گلے میں باندھ لی تھی، جیسے اُس نے اپنا نامۂ اعمال وقت سے پیشتر گردن میں ڈال لیا ہو، اگر آپ احتیاط سے کام لیتے تو اُن کے جسم گندگی سے محفوظ رہتے، جس طرح مقتولوں کی نعشیں محفوظ رہتی ہیں' اور میرا خیال ہے کہ آپ دنیاوی اسباب سے غافل نہیں، اور ان ارادوں کو خیرباد نہیں کہا جو طبیعت میں راسخ ہیں۔

اور جب میں نے اُنھیں زنبیل کے کفن سے باہر نکالا، اور اُس کی تدفین کے لئے اہلِ صفہ کو دعوت دی، تو ابو تمام حبیب کا یہ قول زبان پر تھا:۔

هن الحمام، فان کسرت عیافة	یہ کبوتر ہیں، اگر فال کے لئے تم اُن کی (ح) کو کسرہ دو (توڑ دو)۔

من حائهن فانهن حمام — تو یہ موت ہو جائیں گے،

اور اگر ایک مرغی پر کچھ راز کا اثر معلوم ہوتا، تو یہ بنی مرّ کے مرغوں کی یادگار ہوتی اور تحفے میں کوئی چیز نہ قابل ذکر تھی اور نہ قابل انکار، ہم خدا سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور اگر صرف بے نظیر ظرافت اور ابر باراں کے سوا، جو میری تمناؤں کی انتہا ہیں، کوئی تحفہ نہ ہوتا، تو بھی شکر ضروری ہوتا، اور ظاہر و پوشیدہ تمام تعریفیں اُس کے لئے وقف ہوتیں، اگرچہ کارناموں کا نسب بدل گیا، اور اُن کا انتساب نہیں معلوم، مگر ان کی نسبت آپ ہی کی طرف کی جاتی ہے، اور آپ ہی کے صحن میں اُن کا چشمہ بہتا ہے، اور گھٹائیں آپ ہی کی وادی میں برستی ہیں، خدا آپ کو بلند رتبہ کرے، میرا سامان آپ کے تحفے کی قدر سے عاجز ہے اور اس کے شکر میں نہ فرض ادا کر سکتا ہوں اور نہ نفل، لیکن یہ ایک جانی پہچانی ظرافت ہے اور صرف محبت نے اس پر آمادہ کیا ہے، اور یقین ہے کہ آپ محبت کے صلے میں میرے شکوہ سے درگزر کریں گے، اور چشم پوشی سے کام لے کر شاعر کا شعر پڑھیں گے، اور جواب میں لغت کے ایسے نکات سننے کی امید ہے، جن سے طبیعت خوش ہو جائے، اگرچہ اس میں میرے نام سے گالیاں ہی کیوں نہ ہوں،

بعثت بشئ كالجفاء وانما — ہم نے شکایت کے طور پر ایک چیز بھیجی ہے،
بعثت بعذري كالمدل الى عذر — اور میں نے یہ معذرت نامہ بہانہ ڈھونڈنے والے کی طرح لکھا ہے،

وقلت لنفسي لا تراعي فانه — اور میں نے اپنے دل سے کہا کہ خیال نہ کرو اس لئے کہ
كما قيل شئ قد يعين على الدهر — یہ ایسی چیز ہے، جو زمانہ کے مصائب کے خلاف مدد دیتی ہے،

وما كان قدر الود والمجد مثله — اور محبت و بزرگی کی عزت آپ کے مثل نہیں،
فخذه على قدر الحوادث أو قدري — تو اسے زمانہ یا میرے اعتبار سے قبول کیجیے،
وان كنت لم احسن صنيعي فانني — اگر میں نے یہ کام اچھی طرح نہیں کیا، تو خیر،
سأحسن في حسن القبول له شكري — مگر اس کی قبولیت کا شکریہ بہرحال اچھی طرح ادا کروں گا،
وقدرك قدر النيل عندي وانني — میرے نزدیک، آپ کا مرتبہ دریائے نیل سے بڑھ کر ہے،

لدی قدرک العالی أدق من الذر
قنعت وحظی من زمانی وودکم
هباء ومثلی لیس یقنع بالسنزر
أتانی کتاب منک باه مبارک
لقیت به الآمال یا بهجة الثغر
جلا من بنات الفکر بکرا وزفها

الی ناظری تختال فی حبرا لحبر

فالفاظها کالزهر والزهر یانع
وقدر المعانی فی الاصالة کالزهر
نجوم معان فی سماء صحیفة
ولکنها تسری النجوم ولا تسری
تضمن من نوع الدعابة ما به
رجوت الذی قد قیل فی نشوة الخمر
رعی الله مسراها الکریم فجل ما
جلته من البشری وأبهت من البشر
لعمری لقد أذکرتنی دولة الصبا
وأهدیت لی نوع الحلال من السحر
ولما أتت تلک الفکاهة غدوة
وجدت نشاطا سائر الیوم فی البشری
ولا سیما ان کان ملحم بردها
عمید أولی الالباب نادرة العصر
نشرت بها ما قد طویت لبساطم
زمانا وبه طی الامور مع النشر

اور آپ کے مقابلے میں میری حیثیت ذرے کی سی ہے
میں زمانے سے اپنی قسمت اور آپ کی محبت پر قانع ہو گیا،
حالانکہ میرا سا آدمی معمولی چیز پر قانع نہیں ہوتا ہے،
میرے پاس تمھارا مبارک اور فرح بخش خط آیا،
اے فخر دیار اس سے میری امیدیں بر آگئیں،
جس میں فکر کی بیٹیاں آراستہ وپیراستہ میری
آنکھوں کے سامنے
لائی گئی تھیں، اور وہ روشنائی کی چادروں میں
جھوم رہی تھیں،
اُن کے الفاظ شگفتہ کلیوں کی مانند ہیں،
اور معانی کا مرتبہ ذاتی طور پر کلیوں کے مثل ہے،
گویا معانی کے ستارے صفحات کے آسمان پر ہیں،
مگر اتنا فرق ہے کہ ستارے چلتے ہیں، اور یہ ساکن ہیں
اس میں ظرافت کی ایسی چاشنی تھی،
جس سے میں نے شراب کا سرور محسوس کیا،
خدا ان کی رفتار کی نگہداشت کرے،
کہ اس کی خوشخبری مبارک اور اس کا چہرہ دیدہ زیب ہے،
میری جان کی قسم، تم نے بچپن کا زمانہ یاد دلا دیا،
اور سحر حلال کا تحفہ دیا،
چونکہ یہ ظرافت نامہ مجھے صبح کو ملا،
اس لئے میں نے دن بھر اس کی مسرت محسوس کی،
خصوصاً جبکہ اُن کا نقش ونگار بنانے والا،
یکتائے زمانہ اور اہلِ علم کا سردار ہے،
اس سے تم نے گزشتہ ذوق کو زندہ کر دیا،
اور یہ اپنی وسعت کے ساتھ بہت سی چیزوں پر مشتمل ہے،

ولنعم خلیل الخیر انت محافظا
علی سنن الاخلاص فی السر والجھر
ودونکھا تلھو بھا وتدیرھا
سحیریة الانفاس طیبة النشر

تم کتنے اچھے نیکی کے دوست ہو، ظاہر اور پوشیدگی، ہر حال میں طریق محبت کے نگہبان،
آپ کی خدمت میں یہ نظم حاضر ہے، جس سے تم دلچسپی لے سکو،
جو معطر اور نسیم جانفزا میں لپٹی ہوئی ہے،

ابوبکر لخمی نے مجھے جواب دیا:۔

جناب کا جواب عجیب وغریب نکات پر مشتمل ملا، اس ظرافت کا کیا کہنا، کوثر کی دُھلی ہوئی خالص عربی زبان، اگر اس میں صرف ہموار قد اور سپاہیانہ روش کے قرطبی کی تصویر ہی ہوتی، تو اس کی تعریف کے لئے کافی تھا، آپ نے ظرافت کا میدان وسیع کردیا، اور آپ کی تیز طبیعت نے اس میں خوب جولانی کی، جس کے مقابلہ سے بلاغت وبیان کے علما بھی عاجز ہیں، مجھ کج زبان، کا کیا ذکر، اور اس کا جناب مکرم امام والاشان کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے کہ وہ صحیح فیصلہ کرسکیں، اور اس کے بارے میں انصاف سے کام لیں، اور میں بزدل کی طرح آپ کے جواب سے بھاگتا تھا، جیسے رذیل خچر شریف سواریوں کے مقابلہ سے گریز کرے، اور میں آپ کی طبیعت کے ابر باراں سے اسی طرح الگ رہنا چاہتا تھا، جیسے نہتا ہتھیار بند سے دور بھاگے، یہاں تک کہ مجھے آپ کی طرف سے معافی کا یقین ہو گیا اور جناب کی وسیع النظری اور چشم پوشی پر اعتماد کرکے راز اور عجائب کے ساتھ پھر بھیجا ہے، تاکہ تحفوں کا سلسلہ منقطع نہ ہو، اور میں اس بذلہ سنجی سے جو طلب معذرت پر مجبور کرے، معافی چاہتا ہوں، اور ہم اللہ تعالی سے سے ایسی حمد کی توفیق چاہتے ہیں، جو انعام اور شکر کا مستوجب ہو،

آپ کی عمر میں ترقی ہو، آرزوئیں برآئیں، اور آپ کی خوبیوں کے سب ثنا خواں ہوں،

تقوی اور عبادت میں ابوبکر لخمی کے اشعار یہ ہیں:۔

ایا من لہ الحکم فی خلقہ
ویا من یکوبی لہ اشتکی

اے وہ کہ جس کی حکومت تمام مخلوقات پر جاری ہے،
اے وہ، کہ اپنے درد میں جس سے شکوہ کرتا ہوں،

تولّ اموری ولا تسلمنی	میرا خیال کر، اور چھوڑ نہ دے،
فان انت أسلمتنی أھلک	اگر چھوڑ دے گا، تو ہلاک ہو جاؤں گا،
تعالیت من راحم منعم	اے رحمت و احسان کرنے والے، تو بلند ہے،
ونزھت من طالب مدرک	اور ہر طالب کے ادراک سے منزّہ ہے،

اسی میں ہے، جو اُن کی خود نوشت تحریر سے منقول ہے:-

تصبر اذا ما أدرکتک ملمۃ	جب تم پر مصیبت آئے، تو صبر کرو،
فصنع اله العالمین عجیب	اس لئے کہ پروردگار عالم کا طریقہ عجیب ہے،
وما یدرک الانسان عار بنکبۃ	انسان کو ایسی مصیبت سے کوئی عار نہیں،
ینکب فیھا صاحب وحبیب	ہوتا، جس میں دوست و عزیز مبتلا ہوں،
ففی من مضی للمرء ذی العقل أسوۃ	گزشتہ لوگوں میں عاقل آدمی کے لئے نمونۂ عمل ہے،
وعیش کرام الناس لیس یطیب	اور شرفا کی زندگی کبھی آرام سے نہیں گزرتی،
ویوشک أن تھمی سحائب نعمۃ	اور قریب ہے کہ رحمت کی بدلیاں برسیں،
فیخصب من ربع السرور جدیب	اور عسرت کی قحط زدہ منزل ترو تازہ ہو جائے،

پیدائش ابوبکر لخمی ۵۲۵ھ میں پیدا ہوئے،

وفات "عائد الصلہ" میں ہے:- ابوبکر لخمی کا خاتمہ خشوع و تہجد و وظائف جیسے مبارک اعمال پہ ہوا، زندہ سے بغیر کسی تکلیف یا رنجش کے باہر تھے، کہ ایک شہر میں ساعت مقررہ آگئی، اور وہیں اُن کا مدفن بنا، اُن کی وفات ۲۳ ربیع الآخر سنہ ۶۰۸ھ کو ہوئی۔

محمد بن محمد

نام ونسب محمد نام، سلسلۂ نسب یہ ہے:- محمد بن محمد بن علی العابد الانصاری، دربار شاہی میں کاتب تھے،

حالات "طرفۃ العصر" وغیرہ میں ہے کہ محمد انصاری مشہور ادیب و ذی علم بلیغ تھے، خطاطی میں فرید روزگار، باوقار اور شیریں کلام تھے مگر خواہش نفسانی میں پست تھے، اعلیٰ مرتبہ کے باوجود ادب کو پیشہ بنا رکھا تھا، انشا مختصر اور اچھی ہوتی تھی۔

شاعری محمد انصاری کے والد کی طرح ان کا کلام بھی اچھا اور بہترین معانی سے پُر ہوتا، توشیح بہت اچھی ہوتی تھی، ملوک بنی نصر کے دوسرے بادشاہ کے زمانے میں "کتابت انشا" کے عہدہ پر مامور ہوگئے، اور اس پر عرصہ تک قائم رہے، اگرچہ اُن کی مستی اور شراب نوشی کے باعث سلطان ناخوش رہتے، یہاں تک کہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب ایک بار اُنھوں نے بادشاہ کے سامنے قے کردی، تو وہ عہدے سے ہٹادئے گئے، اور وزیر ابوعبداللہ بن الحکیم اُن کی جگہ مامور ہوئے۔ اسی واقعہ کے متعلق کہتے ہیں:-

أمن عادۃ الانصاف والعدل أن أجفا — کیا یہ انصاف وعدل کا طریقہ ہے کہ مجھ پر ظلم ہو،
لأن زعموا أني تحسیتھا صرفا — وہ بھی صرف اس لئے کہ میں نے خالص شراب پی،

باقی زندگی اعزاز ونعمت میں گزاردی،

وفات محمد انصاری نے تقریباً سنہ ۶۹۰ھ میں وفات پائی، ہمارے اُستاذ ابن الجیاب کے دوست تھے، اس لئے اپنی کتابیں اُن کو دے دیں، جو بہت اعلیٰ اور اُن کے والد ماجد کے دست خاص کی لکھی ہوئی تھیں۔

محمد بن مالک الطغری

نام ونسب محمد نام، ذی الیمنیۃ کے رہنے والے، اور وہاں کے معزز خاندان سے تھے، استاذ نے کتاب "الصلۃ" میں اور غافقی وغیرہ نے بھی ان کا ذکر کیا ہے،

حالات امیر عبد اللہ بن بلکین بن بادیس والیٔ غرناطہ کے عہد میں ابن مالک ادب و شاعری میں ممتاز تھے، بیان کرتے تھے کہ پہلے وہ کاہل اور آرام پسند تھے، اس کے بعد خواب غفلت سے بیدار ہوئے، اور آرام و آسائش کو خیرباد کہہ کر سرگرم عمل ہوئے تاآنکہ اہل علم میں شمار ہوا، زراعت میں اُن کی کتابیں "زهرة البستان" و "نزهة الاذهان" بہت مشہور اور نفیس ہیں، ایک بار عبد اللہ بن بلکین کے جانشین سماجۃ کے ساتھ ایک ظرافت آمیز قصہ پیش آیا، اُس وقت اور لوگ بھی موجود تھے، جو اُن کی ادبی قابلیت سے ناواقف تھے، اتنے میں ابن مالک نے سماجہ کی سواری کی لگام ہاتھ میں لے کر یہ شعر سنائے :-

بينما نحن فی المصلی نساقی	مصلی میں شراب نوشی ہو رہی تھی،
وجناح العشی فيه جنوح	اور شام کے بازو تاریکی کی طرف مائل تھے،
اذ أتانا سماجة يتلالا	اتنے میں سماجہ چمکتا ہوا نمودار ہوا،
وضياء الشموس منه يلوح	اس حال میں کہ اُس سے آفتاب کی روشنی ظاہر ہو رہی تھی،
فطفقنا يقول بعض لبعض	تو ہم آپس میں کہنے لگے کہ،
أغبوق شرابنا أم صبوح	یہ صبح کی شراب ہے یا شام کی،

یہ سن کر وزیر سماجہ نے بربری زبان میں اپنے غلاموں سے کچھ کہا وہ فوراً واپس گئے، اور سماجہ، ابن مالک اور دیگر ساتھیوں کے ساتھ کھڑا رہا،

تاآنکہ اُس کے غلام دینار سے بھری ہوئی ایک تھیلی لے آئے، جس میں تین سو سے زیادہ اشرفیاں تھیں، سماجہ نے حکم دیا، کہ یہ ابن مالک کو دو، نیز غلام کھانے پینے کی چیزیں لے آئے، اس پر ابن مالک نے کہا کہ یہ میری پہلی کمائی ہے:-

شاعری صب علی قلبی ھوے لاعج — میرے دل پر ایک تکلیف دہ محبت ڈال دی گئی ہے،
ودب فی جسمی ضناد ارج — اور میرے جسم میں بیماری آہستہ آہستہ پیوست ہو گئی ہے،
فی شادن أحمر مستأنس — یہ محبت ایک نازک اندام، مانوس طبع حسین کی ہے،
لسان تذکاری بہ لاھج — جس کی یاد میں میری زبان رطب اللسان ہے،
قد نعمان اذا ما مشی — اُس کا قد شقائق نعمان کی طرح ہے،
وما عسی یفعلہ عالج — ایک محبت کا مارا اُسے کیا کرے،
فقدہ من ورقۃ مائس — اُس کا قد پتی کی طرح لچکتا ہے،
وردفہ من ثقلہ مارج — اور پچھلا حصہ وزن سے حرکت کرتا ہے،
عنوان مافی ثوبہ وجہہ — پس پردہ چیزوں کا نمونہ اس کا چہرہ ہے،
تشابہ الداخل والخارج — ظاہر و باطن سب ملتے جلتے ہیں،
فلا تقیسوہ ببدر الدجا — اسے تاریکی کے چاند پر قیاس نہ کرو،
ذا معلم الوجہ وذا ساذج — یہ چہرے کی دلیل ہے، وہ سادہ ہے،

بعضوں نے ان اشعار کی نسبت دوسروں کی طرف بھی کی ہے،

وفات استاذ موصوف ۴۸۰ھ میں زندہ تھے، حکم دیا کہ میری قبر پر حسبِ ذیل اشعار لکھے جائیں:-

یا خلیلی عرج علی تجد لی — اے میرے دوست، میری قبر پر آکر پاؤ گے،
اکلۃ الترب بین جنبی ضریح — کہ میں تربت کے آغوش میں مٹی کی خوراک ہو گیا ہوں،
خافت الصوت ان نطقت ولکن — بولنے میں آواز آہستہ ہو گی، لیکن
أی نطق ان اعتبرت فصیح — چشم عبرت وا ہو، تو یہی گفتگو بہت فصیح ہو گی،
أبصرت عینی العجائب لما — میری آنکھوں نے عجیب و غریب چیزیں دیکھیں،
فرق الموت بین جسمی وروحی — جب موت نے میرے جسم کو روح سے جدا کر دیا،

محمد بن علی الاوسی

نام و نسب محمد نام، ابو عبد اللہ کنیت، اور عقرب کے عرف سے مشہور تھے، اقلیم لاش کے رہنے والے تھے، سلسلۂ نسب یہ ہے:۔
محمد بن علی بن محمد بن عبد اللہ بن عبد الملک اوسی،

حالات ابو عبد اللہ عقرب کی نظم و نثر اچھی تھی، علوم عربیہ اور ادب سے واقفیت تھی، ذکاوت، تیزی طبع، اور شرافت میں مشہور تھے،

ادب و شاعری ملاحی نے ذکر کیا ہے کہ مجھ سے غرناطہ کے قاضی احکام ابو القاسم الحسن بن قاسم الہلالی نے بیان کیا، کہ استاذ ابو عبد اللہ عقرب ہمارے پڑوسی تھے، ایک بار اُن میں اور اُن کی بیوی زہرۃ میں جو صاحب احکام ابو الحسن علی بن محمد کی بیٹی تھیں، تنازعہ ہوا، اُن کی بیوی نے قاضی غرناطہ ابو عبد اللہ بن اسماک عاملی کے یہاں مقدمہ دائر کیا، اور میں اُس زمانے میں اُن کا کاتب تھا، جب قاضی نے اُن کی قوت گویائی اور اُن کی زوجہ کی کمزوری ملاحظہ کی، تو اُن کی بیوی کی حالت پر ترس آگیا، اور اُن کا خیال تھا، کہ عورتیں کمزور، اور مرد قوی ہوتے ہیں، اور اکثر اپنی مجلسوں میں کہا کرتے، کہ شیشے کی سی نازک عورتوں پر رحم کرنا چاہیئے، جب ابو عبد اللہ عقرب نے قاضی کا یہ انداز دیکھا، جس سے اُنھیں کوئی خوشی نہ ہوئی، تو مجھ سے ایک کاغذ مانگا، اور قریب ہی بیٹھ کر برجستہ یہ شعر لکھے:۔

باللہ حی یا اُمیم وحاکی	خدا کی قسم، اے امیمہ تو خوش رہ، اور بیان کر،
لحمائم فوق الفصول حواکی	جیسے کبوتر درختوں پر بیان کیا کرتے ہیں،
غنین حتی خلتھن عیننی	انھوں نے اس طرح گایا، کہ میں سمجھا کہ وہ مجھی کو
بغنائھن فنحبت فی معناک	مراد لے رہے ہیں، تو میں نے بھی آہ وزاری کی،

ذکرتنی ما کنت قد أنسیته
نجطوب ھذا الدھر من ذکراک
أشکو الزمان الی الزمان ومن شکا
صرف الزمان الی الزمان فشاکی

انھوں نے ان بھولی ہوئی مصیبتوں کو یاد دلا دیا، جو تمھاری یاد کے سلسلے میں برداشت کیا تھا، میں زمانے کی شکایت زمانے سے کرتا ہوں، اور جس نے زمانے کی مصیبتوں کا شکوہ خود زمانے سے کیا، وہ ہمیشہ شکوہ سنج رہے گا،

یا ابن السماک المستظل برمحه
والعزل ترھب ذا السلاح الشاکی

اے، ابن سماک، جو اُس کے نیزے کے سائے میں آرام کرنے والا ہے،
اور نہتّے اس ہتھیار سے ڈرتے ہیں،

راع الجوار فبیننا لجوارنا
حق السری والسیر فی الافلاک

پڑوس کا خیال رکھ، کہ ہمارے درمیان ہمسائگی کا حق ہے کہ سیر اور شب نوردی آسمانوں میں بھی ساتھ ہو،

وابسط لی الخلق المثیب ببسطه
ظرف الکرام لعفة النساک

اور میرے ساتھ
شرفا کے ظرف اور عابدوں کی دینداری کے ساتھ احسان کر،

پھر اُسے قاضی کے سامنے پیش کیا، اُنھوں نے اُس کی پشت پر اپنے قلم سے لکھ دیا کہ "بہتر" پھر مجھے اشارہ کیا کہ عقرب اور اُن کی اہلیہ میں صلح کرا دی جائے، اگر صلح میں ۵۰، اشرفیوں تک کی ضرورت ہو، تو میں عقرب کی جانب سے ادا کروں گا، چنانچہ میں نے ان دونوں کی رضامندی سے صلح کرا دی۔

محمد بن علی

نام ونسب محمد نام، غرناطہ کے رہنے والے تھے، سلسلۂ نسب یہ ہے:- محمد بن علی بن عبداللہ القیسی العمرانی،

حالات محمد قیسی خوش رو نوجوان، اور سنجیدہ تھے، عفت واخلاق نمایاں رکھتے تھے، اخلاق کے نرم، باتیں کم کرتے، بہت حیادار تھے، خط اچھّا اور دیدہ زیب ہوتا تھا، شرافت ظاہر تھی، اُن کے والد اور دادا مشہور تاجروں میں تھے، شعر کہنے لگے تو روانی سلاست، قدرت اور بلندی میں دور دور شہرہ ہوا، اور گوشۂ گمنامی سے نکل کر دربار شاہی میں پہنچ گئے، اور پھر اُن کی صلاحیت بڑھتی گئی، اگر عین شباب میں موت اپنا کام نہ کرجاتی، تو تمام سیاہ وسپید کے مالک ہوجاتے، سچ تو یہ ہے کہ شاعری اُن کے مرنے کے بعد یتیم ہوگئی، اگر موقع ملتا، تو یہ فضلائے روزگار میں ہوتے،

ولادت ذی الحجہ ۷۳۱ھ میں پیدائش ہوئی،

وفات محمد قیسی کی بیس سال کی عمر ہوگی، کہ ۷۵۵ھ میں مرض استسقاء میں مبتلا ہوکر رحلت کی، اور ان کے والد امین العطارین تھے،

محمد بن علی بن العابد الانصاری

نام و نسب محمد نام، کنیت ابو عبد اللہ تھی، اصل میں فاس کے باشندہ تھے،

حالات قاضی ابو جعفر بن مسعدۃ لکھتے ہیں:۔

محمد انصاری حکومت نصریہ غالبیۃ کے کاتبوں کے معلّم تھے، جس کی روشنی سے سب راستہ پاتے ہیں، اور جس کی چمک اور نور سے سب ہدایت یاب ہوتے ہیں، علم و مدح کا جھنڈا بلند کیا، فہم اور بردباری کے لباس سے آراستہ ہوئے، انشاء ادب، لغت، نحو، تاریخ، فرائض، حساب اور اُس کی شاخوں میں امام تھے، شعر کے یاد کرنے اور ہر شعر کی صحیح نسبت کرنے کے باب میں مشہور علمائے فن سے بھی بازی لے گئے، قوت حافظہ بے نظیر تھی، عبد الحق اشبیلی کی کتاب "الاحکام" حفظ کی، اور مطول و دواوین نقل کئے، اور لغت کی کتابیں محفوظ کیں، نیز حدیث کی کتابوں پر حواشی لکھے، زمخشری کی تفسیر اس طرح پر مختصر کی، کہ اس سے اعتزال کا اثر جاتا رہا، کبھی تعلیم و تعلّم، درس و نقل اور مطالعہ سے کنارہ کش نہیں ہوئے، اُس زمانے میں اُن کا کوئی ہم پلّہ نہیں تھا،

اساتذہ محمد انصاری نے فاس میں ابو العباس احمد بن ابو القاسم بن بقال اُصولی اور ابو عبد اللہ بن البیوت المقری اور زاہد ابو الحسن بن ابو الموالی وغیرہ سے استفادہ کیا،

شاعری محمد انصاری کے حسب ذیل اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں:۔

طرقت تتیہ علی الصباح الابلج
حسنا و تختال اختیال تبرج

وہ روشن صبح پر فخر کرتی ہوئی رات کو آئی،
اور حسن و آرائش کے باعث جھومتی ہوئی آئی،

فی لیلۃ قد ألبست بظلامھا — ایسی رات میں، جب کہ
فضضا من الاحلاک غیر مبلج — تہ بہ تہ تاریکی کے پردے پڑے ہوئے تھے،

اوران کے شعر شائع شدہ بہت ہیں،

وفات | محمد انصاری نے غرناطہ میں ۷۶۲ھ میں رحلت کی،

محمد بن ہانی الازدی

نام ونسب | محمد نام، ابوالقاسم کنیت ہے، اندلسی کے عرف سے مشہور تھے، گویا اُن کا یہ عرف حکمی ابونواس سے فرق کرنے کے لئے تھا، اور قریۂ سکون کے رہنے والے تھے،

سلسلۂ نسب یہ ہے:- محمد بن ہانی بن محمد بن سعدون الازدی الالبیری الغرناطی،

خاندانی حالات | اکثر مؤرخین نے لکھا ہے کہ ابن ہانی یزید بن حاتم بن قطبۃ بن المھلب بن ابی صفرۃ کی اولاد سے ہیں، اور بعضوں کا خیال ہے کہ روح بن حاتم کی نسل سے ہیں،

حالات | ابن ہانی مشہور شعرا سے تھے، نظم وبلاغت میں اپنی آپ مثال تھے، مختلف علوم میں دخل تھا، چیستاں حل کرنے میں باکمال تھے، ان فنون میں اُن کی گرد کوئی نہیں پا سکتا، اندلس سے ۲۷ سال کی عمر میں نکلے مغرب میں جوہر سے ملاقات ہوئی اور اُن کی مدح کی، لیکن اُس نے بخل کے باعث صرف دو سو درہم انھیں دئے، جس سے یہ غضبناک ہوگئے، اور لوگوں سے پوچھا کہ یہاں کوئی اس سے بڑھکر ہے، یا نہیں، لوگوں نے جعفر بن علی بن فلاح بن ابی مروان اور ابوعلی بن حمدون کا پتہ دیا، تو ان دونوں کی تعریف کی، اور انھیں دونوں کے خاص شاعر ہوگئے، انعام واکرام سے

اس قدر مالا مال ہوئے کہ اُن کے خیال میں بھی نہ آیا ہوگا، ان کے مدحیہ قصائد کا دور دور شہرہ ہوا، یہاں تک کہ معز عبدی کو خبر ملی، تو جعفر بن علی نے ان کو دیگر تحائف کے ساتھ بھیجا، گویا ابو القاسم ابن ہانی سے بڑھ کر جعفر کے پاس کوئی چیز نہیں تھی، معزلدین اللہ کی تعریف بھی اُنھوں نے خوب کی، اور اُس نے بھی صلہ و بخشش میں دریغ نہ کیا، پھر افریقہ لوٹ آئے اور اس کے بعد مصر آئے، اور برقتہ میں وفات پائی، میری تالیف "تلخیص الذہب" میں ان کا ذکر حسب ذیل الفاظ میں آیا ہے:۔

ابن ہانی اندلسی بلند ہمت اور شمشیر براں کی طرح تھے، ان کی مثال اس نایاب چیز کی سی تھی، جو ایک مُلک سے دوسرے ملک کو بطور تحفے کے منتقل ہوتی ہو، ان کے مقابلے سے بڑے بڑے شہسوار عاجز رہ جاتے، ابن شرف نے اپنے مقامات میں ان کا ذکر حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے:۔ ابن ہانی اندلسی کا کیا کہنا، ان کا تمام کلام اعلیٰ اور بندش چست ہوتی ہے، مگر جب ان کے معانی مشکل الفاظ میں ہوتے ہیں، تو گویا اُسے منجنیق سے مارتے ہیں، ان کا تغزل بنو عذرہ کی طرح حقیقی نہیں بلکہ "معدی" ہے، جہاں اُس پر قاتلح نہو، اور تلوار کے بغیر وہ دور بھی نہ ہو، دینی حالت کے اعتبار سے وہ بہت پست تھے، اُس شخص کا حال کیا پوچھتے ہو جو دُنیا کی فلاح و بہبود کے لئے آخرت خراب کرنے میں دریغ نہ کرتا ہو، یہ سب صرف بددینی اور عقیدہ کی کمزوری کے باعث تھا، اگر فہیم ہوتی، تو اُن پر معانی کا دائرہ اتنا تنگ نہ ہوتا، کہ کفریات سے مدد لینے کی ضرورت پڑتی؛

شاعری ابن ہانی اپنے ایک مشہور قصیدہ میں جعفر بن علی کی تعریف کرتے ہیں:۔

أليلتنا اذ أرسلت واردًا وحفا	اے ہماری رات جب تو نے کالے کالے بال کھول لئے،
وبتنا نرى الجوزاء فى أذنها شنفا	اور ہم جوزا کے کان کو آراستہ و پیراستہ دیکھ رہے ہیں،
وبات لنا ساق يقوم على الدجا	اور ساقی نے ایسی شمع سحر کے ساتھ شب باشی کی ہے،
بشمعة صبح لا تقط ولا تطفى	جو نہ رکتی ہے، اور نہ بُجھتی ہے،

أغن غضيض حفف اللين قده
وأثقلت الصهباء اجفانه الوطفا
ولم يبق ارعاش المدام له يدا
ولم يبق اعنات التثني له عطفا
نزيف نضاه السكر الا ارتجاجه
اذا كلّ عنها الخصر حملها الردفا

يقولون حقف فوقه خيزرانة

أما يعرفون الخيزرانة والحقفا
جعلنا حشايانا ثياب مدامنا
ومدت لنا الازهار من جلدها لحفا

فمن كبد تومي الى كبد هوى
ومن شفة تومي الى شفة رشفا
بعيشك نبه كأسه وجفونه

فقد نبه الابريق من بعد ما أغفا
وقد فكت الظلماء بعض قيودها
وقد قام جيش الليل للهو فاصطفا
وولت نجوم للثريا كانها
خواتيم تبدو في بنان يد تخفى
ومر على آثارها دبرانها
كصاحب ردء كمنت خيله خلفا

اُس کی آواز گنگناتی ہوئی، نگاہیں نیچی، اور قد ہلکا ہے،
اور شراب نے اس کی لمبی پلکوں کو بھاری کر دیا ہے،
اور دخترِ رز نے اُس کے ہاتھوں کو بے قابو کر دیا ہے،
اور لچکنے کی تکلیف سے اُس کی کمر بے بس ہو گئی ہے،
ایسی نحیف وکمزور، جیسے نشے نے اور لاغر کر دیا ہے،
مگر اُس کی ایک حرکت باقی ہے، جب کمر تھک جاتی ہے
تو سرین اُسے برداشت کرتی ہے،
لوگ اُسے بالو کے تودے اور بانس کے درخت سے
تشبیہ دیتے ہیں،
کیا وہ بانس کے درخت اور بالو کے تودے سے واقف نہیں،
ہم نے اپنے دلوں کو شراب کا لباس بنا دیا ہے،
اور کلیوں نے اپنی پنکھڑیوں سے اُس کے لئے
چادر بنا دی ہے،
پھر کیا تھا، دل سے دل کو محبت کے پیام مل رہے ہیں
اور لب سے لب کی پیاس بجھ رہی ہے،
تیری زندگی کی قسم، جام شراب اور اُس کی آنکھوں
کو جگا دے،
کہ صراحی بھی غنودگی و خمار کے بعد بیدار ہو گئی ہے،
اور تاریکی نے بھی اپنی بعض بیڑیاں الگ کر دی ہیں،
اور رات کا لشکر بھی کھیل کے لئے صف آرا ہو چکا ہے،
اور ثریا کے ستارے اس طرح متوجہ ہوئے ہیں
گویا چھپی ہوئی انگلیوں کی انگوٹھیاں ظاہر ہو رہی ہیں،
اور اُن کے پیچھے پیچھے چاند کی منزل بھی چلی ہے،
جیسا کہ کسی نقاب پوش بدنیت نے اپنا گھوڑا
پیچھے چھپا لیا ہو،

وأقبلت الشعری العبور ملیۃ
بمرزمها الیعبوب تجنبه طرفا
وقد قبلتها اختها من ورائها
لتعرق من ثنیا مجرتها سجفا

پھر کچھ دیر کے بعد ستارۂ شعری متوجہ ہوا،
جو اپنی بدلی کی رسی سے کھینچتا ہے،
اس کے پیچھے دوسرے ستارے متوجہ ہوئے،
تاکہ "مجرۃ" کے دانتوں سے پردہ چاک کردے،

تخال[۱] ذئیر اللیث قدام نثرہ
ویزأ فی الظلماء ینسفها نسفا
کان معلی قطبها فارس له
لواآن مرکوزان قد کره الزحفا
کان السماکین اللذین تراهما
علی لبدیته ضامنان له الحتفا
فذا رامح یهوی الیه سنانه

وہ تاریکی میں چنگھاڑتا ہے اور اُسے دور کئے دیتا ہے،
گویا قطب کا بالائی حصہ اُس کا شہسوار ہے،
جس نے جنگ سے نفرت کے باعث جھنڈے گاڑ دئے ہیں،
گویا کہ سماکین (دو روشن ستارے) جو اُس کی کھال پر نظر آتے ہیں،
اُس کی موت کے ضامن ہیں،
ادھر رامح (سماکین میں سے ایک کا نام) نیزہ لئے تیار ہے،

وذا أعزل قد عض أنمله لهفا
کان قدامی النسر والنسر واقع
قصصن فلم تسم الخوافی له ضعفا
کان أخاه حین دوم طائرا
أتی دون نصف البدر فاختطف النصفا
کان رقیب اللیل أجدل مرقب
یقلب تحت اللیل فی ریشه طرفا
کان بنی نعش ونعشا مطافل
بوجرة قد أضللن فی مهمه خشفا

ادھر اعزل تاثر سے اُنگلی کاٹے ڈالتا ہے،
گویا کہ گدھ کے گرتے وقت اُس کے آگے کے پَر کٹ گئے ہیں تو پچھلے پر اُسے بلند رکھنے سے عاجز آگئے،
گویا اُس کا مثل ہوا میں اُڑتا ہوا،
نصف بدر کو اچک کرلے گیا،
گویا رات کا رقیب (ایک ستارہ) شکرا ہے،
جو رات کو اپنے پروں کو غور سے دیکھ رہا ہے،
گویا بنی نعش (ستارے) اور بچے والی عورتوں کی دو نعشیں اس حالت میں ہیں کہ اُن کا بچہ میدان میں گم ہوگیا ہو،

---

[۱] یہ مصرع اصل کتاب میں غلط معلوم ہوتا ہے، اس لئے اس کا ترجمہ نظر انداز کیا گیا (مترجم)

كأن سهاها عاشق بين عوّد
فآونة يبدو وآونة يخفى

گویا اُس کا سُہا عیادت کرنے والوں کے درمیان عاشق کی طرح ہے،
کبھی ظاہر ہوتا ہے اور کبھی چھپتا ہے،

كأن سهيلا فى مطالع أفقه
مفارق الف لم يجد بعده إلفا

گویا سہیل اپنے طلوع ہونے کی جگہ اس حالت میں ہے،
کہ دوست سے جدائی کے بعد پھر اُسے کوئی غمگسار نہیں ملا،

كأن الهزيع الآبنوسى موهنا
سرى بالنسيج الخسروانىّ ملتفا

گویا آبنوس کی سی تاریک رات
شب نوردی میں خسروی فرش لپیٹ کر لائی،

كأن ظلام الليل اذ مال ميله
صريع مدام بات يشربها صرفا

گویا رات کی تاریکی، رات گزرنے کے بعد
اس طرح نشہ سے چور ہے جیسے رات بھر خالص شراب پیتی رہی ہے،

كأن نجوم الصبح خاقان معشر
من الترك نادى بالنجاشى فاستخفى

گویا صبح کے ستارے ترکوں کی ایک جماعت ہیں،
جس نے نجاشی کے پاس پناہ طلب کی، تو وہ چھپ گیا،

كأن لواء الشمس غرة جعفر
رأى القرن فازدادت طلاقته ضعفا

گویا آفتاب کا جھنڈا جعفر کی پیشانی کی چمک ہے،
اپنے ہم مثل کو دیکھ کر جس کی تابناکی بڑھ گئی ہے،

وقد جاشت الظلماء بين صوارم
ومركوزة سمرا وفضفاضة زغف

اور تاریکی حرکت میں آئی، اس حال میں کہ تیز تلواریں
اور نیزے جلد جلد اپنا کام کر رہے تھے،

وجاءت عتاق الليل تردى كأنها
تخط لنا أقلام آذانها صحفا

اور رات کے عتاق (ستارہ) اس طرح کھیلتے آئے،
گویا اُس کے کانوں کے قلم ہمارے لئے لکھنے میں مشغول ہیں،

هنالك نلقى جعفرا خير جعفر
وقد بدلت يمناه من لينها عنفا

اس وقت ہم جعفر سے ملتے ہیں، جو بحر زخار سے زیادہ سخی ہیں،
جس کے دست کرم نے منذر کی سختی کو نرمی سے بدل دیا ہے،

كأن سراه فى الكريهة عاجلا
عزيمته برقا وصولته خطفا

گویا جنگ میں اُس کی نوری شب نوردی
اُس کے ارادوں کی روانی اور اس کے حملوں کی تیزی کی ہے،

ابن ہانی کے شعر مشہور اور رواج عام پا چکے ہیں، جو کچھ لکھا گیا، بہت کافی ہے، اور وہ ایک شریف خاندان سے تھے،

وفات کہا جاتا ہے کہ ابن ہانی نے مصر کے راستے میں برقہ میں شراب پی اور نشے کی حالت میں برہنہ ہو گئے، شدت سردی سے باعث فالج کے شکار ہو گئے، بیالیس سال کی عمر میں ۳۶۹ھ میں وفات پائی، معزلدین اللہ کو جب وفات کی خبر ملی تو فرمایا کہ سب چیزیں خدا ہی کی قدرت سے ہوتی ہیں، یہ شخص ایسا تھا، جس پر ہم اہل مشرق کے مقابلہ میں فخر کرتے تھے،

محمد بن یحییٰ الغرناطی

نام ونسب محمد نام، ابو القاسم کنیت ہے، غرناطہ کے رہنے والے تھے، سلسلۂ نسب یہ ہے:- محمد بن یحییٰ بن محمد بن یحییٰ بن علی بن ابراہیم بن علی الغسانی البروجی،

حالات محمد غرناطی کے کمال پر سب کا اتفاق تھا، معزز خاندان کے فرد تھے، اور تربیت اچھی ہوئی تھی، عفت اور بھلائی و نیکی کے کاموں میں آگے رہتے، ادب میں باکمال، اکثر فنون میں دخل تھا، ذہن کے تیز اور حسن معاشرت میں ممتاز تھے، خط اچھا تھا، شاعری اور انشاء میں بھی امتیاز تھا، فطری طور پر اس کا ملکہ تھا، صنعت اور ایجاد میں بڑے باکمال تھے، بہت سے آلے اپنے ہاتھ سے بناتے قرآن پاک کی تفسیر اچھی کرتے، عدوہ کا سفر کیا، اور یہاں کے مشہور علما سے ملے اور اُس کے مشہور علم دوست بادشاہ ابو عامر تک پہنچے، جو شعرا اور ادبا کی خاطر و مدارات میں مشہور تھا، انھیں بھی انعام واکرام سے نوازا، اور بڑھنے کا موقع دیا، جس سے یہ شہرت و نام کے علاوہ دولت جمع کرنے میں بھی کامیاب ہوئے، سلطان

کی عنایت کے باوجود کبیدہ خاطر ہو گئے تھے، جس کا اُنھوں نے عندالملاقات مجھ سے شکوہ کیا، آرام و آسائش کو ترجیح دی، پھر سفر حجاز کا خیال پیدا ہوا، تو تمام سامان راحت چھوڑ کے اسی خیال میں رہنے لگے، بادشاہ نے اُن کی یہ تمنّا بھی پوری کر دی اور کافی عطیے دیئے، نیز دربار نبوّت میں اُن کے ساتھ ایک قصیدہ اور عریضہ خود لکھ کر بھیجا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پچھلوں میں یہ سلطان اپنے علم و کمال کے اعتبار سے خاص امتیاز کے مالک تھے، جیسا کہ کتاب "مساجلۃ البیان" میں مذکور ہے، سلطان کی وفات کے بعد اُن کے لڑکے بادشاہ ہوئے، تو اُنھوں نے بھی اُن کا اکرام کیا، اور اپنے پائے تخت میں اُنھیں قاضی بنایا، اس کے بعد اُن کے چچا ابو سالم مسند آرائے حکومت ہوئے، اُن کے عہد میں بھی نوازشوں میں کمی نہ ہوئی، اور اب تک دربار شاہی کے خاص قابل فخر لوگوں میں اُن کا شمار ہے۔

شاعری ہماری کتاب "نفاضۃ الجواب" میں جہاں سلطان مغرب کے دربار میں محفل میلاد کا اور ان تمام شعرا کا ذکر ہے، جنھوں نے اس میں حصّہ لیا تھا، محمد غرناطی کا ذکر حسب ذیل الفاظ میں آیا ہے:-

اس کے بعد مشہور انشا پرداز قاضی الحاج ابوالقاسم بن ابی ذکریا البرجی کی باری آئی جو سادگی، شرافت، و اخلاق، پاکی طبیعت میں ممتاز ہیں، اور گوشہ نشینی، عبادت، تلاوت قرآن میں مشہور ہیں، اور قمار بازی، دروغ گوئی، فضول کاموں سے نفرت، نیز عقل و خرد، شوق و اجتہاد، علم و ادب، صنعت و حرفت، تمام چیزوں میں مشہور ہیں، اُن کا یہ بے نظیر قصیدہ سُنایا گیا:-

أصغى الى الوجد لما جد عاتبہ	جب عتاب کرنے والا حد سے گزر گیا تو اس عاشق زار نے محبّت کی،
صب لہ شغل عمن يعاتبہ	طرف کان لگایا، جو عتاب کرنے والوں کے عتاب سے بے پروا رہتا ہے،
لم يعط للصبر من بعد الفراق يدًا	جدائی کے بعد اُس نے اپنے کو صبر کے ہاتھ میں نہیں دیا،
فضلّ من ظل ارشادًا يخاطبہ	اُس کی رہنمائی کا ارادہ کرنے والا غلطی پر ہے،

لولا النوى لم يبت حران مكتئبا
اگر جدائی نہ ہوتی تو یہ غمزدہ پریشان نہ رہتا،

يغالب الوجد كتما وهو يغالبه
محبت کو چھپانا چاہتا ہے اور وہ ظاہر ہونا چاہتی ہے،

يستودع الليل أسرار الغرام وما
محبت کے راز راتوں کے سپرد کر دیتا ہے،

تمليه أشجانه فالدمع كاتبه
اور آنسوؤں کو عشق کے غم لکھاتا ہے،

لله عصر بشرقي الحمى سمحت
وہ کیا زمانہ تھا، جب مشرقی حصہ میں وصل کا موقع نصیب ہوا،

بالوصل أوقاته لو عاد ذاهبه
کاش، وہ زمانہ پھر پلٹ آتا،

يا جيرة أودعوا اذ ودعوا حرقا
اے میرے غمخوارو، فراق کی ساعت سوزش و تپش دے گئی،

يصلى بها من صميم القلب ذائبه
جس سے پگھلا ہوا دل حرارت حاصل کرتا ہے،

يا هل ترى تجمع الأيام فرقتنا
کیا زمانۂ فراق کے بعد اجتماع کا موقع دے گا،

كعهدنا أو يرد القلب سالبه
یا دل کا چھیننے والا پھر محبت کرے گا،

ويا أهيل ودادي والهوى قذف
اور اے اہل محبت ذرا بتانا کہ محبت دور ہے،

والقرب قد ابهمت دوني مذاهبه
اور نزدیکی کے راستے دشوار ہو گئے،

هل ناقض العهد بعد البعد حافظه
ہاں ذرا بتانا کہ دوری کے بعد پیمان شکن عہد محبت کو نباہے گا؟

وصادع الشمل يوم الشعب شاعبه
اور کیا اجتماع کو درہم برہم کرنے والا پھر جمع کرے گا؟

ويا ربوع الحمى لا زلت ناعمة
اے دیار جاناں کی منزلو، تم ہمیشہ آباد رہو،

يبكي عهودك مضنى الجسم شاحب
عہد گزشتہ پر ایک نحیف الجثہ آنسو بہا رہا ہے،

يا من لقلب مع الأهواء منعطف
خواہشوں کے ساتھ پھرنے والے دل کا کون مددگار ہوگا،

في كل أوب له شوق يجاذبه
جسے ہمیشہ شوق کھینچتا رہتا ہے،

يسمو الى طلب الباقي بهمته
اپنی ہمت سے آخرت کا طالب ہے،

والنفس بالميل للفاني تطالبه
اور نفس دنیا کی طلب پر ابھارتا ہے،

وفتنة المرء بالمألوف معضلة
اور انسانوں کی اپنی مانوس چیزوں سے آزمائش بہت گراں ہوتی ہے،

والانس بالالف نحو الالف جاذبه
ابکی لعهد الصبا والشیب یضحک بی

یاللرجال سبت جدی ملاعبه
ولن تری کالهوی اشجاه سالفه
ولا کوعد المنی احلاه کاذبه

وهمة المرء تغلیه وترخصه
من عز نفسا لقد عزت مطالبه
ما هان کسب المعالی او تناولها
بل هان فی ذاک ما یلقاه طالبه
لولا سری الفلک السامی لما ظهرت
آثاره ولما لاحت کواکبه
فی ذمة الله رکب للعلا رکبوا
ظهر السری فاجابتهم نجائبه

یرمون عرض الفلا بالسیر عن عرض
طیّ السجل اذا ما جدّ کاتبه
کانهم فی فؤاد اللیل سر هوی
لولا الغرام لما خفت جوانبه
شدوا علی لهب الرمضاء وطأتهم
فغاض فی لجة الظلماء راسبه
وکلفوا اللیل من طول السری شططا
فخلفوه وقد شابت ذوائبه
حتی اذا أبصروا الاعلام ماثلة

اور محبوب کی محبت محبت کی طرف کھینچتی ہے،
میں بچپن کے زمانہ کا ماتم کرتا ہوں اور بڑھاپا
ہنستا ہے،
اب کیا کروں کہ لہو ولعب نے قسمت کو خراب کر دیا،
محبت کی طرح کوئی گزشتہ چیز غمگین نہیں کرتی،
اور غلط وعدوں کی طرح کوئی جھوٹی چیز شیریں
نہیں ہوتی،
انسان کی ہمت اُسے گراں اور ارزاں کرتی ہے،
شریف النفس انسان کے مقاصد بھی دشوار ہوتے ہیں،
بڑائیوں کا حاصل کرنا یا پالینا آسان نہیں،
مگر اس سلسلے میں دشواریوں کا برداشت کر لینا آسان ہے،
اگر بلند آسمان کی رفتار نہ ہوتی، تو اُس کی
نشانیاں ظاہر ہوتیں، اور نہ ستارے نمودار ہوتے،
بلندی کے شہسواروں کا خدا حافظ ہے،
جنھوں نے رہ نوردی اختیار کی اور سواریوں نے
اُنھیں خوش آمدید کہا،
اپنے مقصد کے لئے راستے اس طرح طے کر رہے ہیں،
جیسے کہ تیز لکھنے والا ورق الٹتا ہے،
گویا کہ وہ رات کے دل میں محبت کے راز ہیں،
اگر محبت نہ ہوتی، تو اُس کے اطراف ہلکے نہ ہوتے،
گرمی کی تپش کے باوجود سفر کرتے رہے،
اُس کا ڈوبنے والا حصہ تاریکی کی موجوں میں غرق ہو گیا،
اور طویل سیر سے انھوں نے رات کو مختلف تکلیفیں دیں،
اور اُسے اس حال میں چھوڑا کہ اُس کی چوٹیاں سپید ہو گئی تھیں،
یہاں تک کہ جب اُنھیں نشانیاں نظر آئیں،

جانب الحرم المحمی جانبہ

بحیث یأمن من مولاہ خایفہ
من ذنبہ و ینال القصد راغبہ

فیھا و فی طیبۃ الغراء لی أمل
یصاحب القلب منہ ما یصاحبہ
لم أنس لا أنس أیاما بظلھما

سقی ثراہ عمیم الغیث ساکبہ
شوقی الیھا و ان شط المزار بھا
شوق المقیم وقد سارت حبائبہ
ان ردھا الدھر یوما بعد ما عبثت
فی الشمل منا یداہ لا أعاتبہ
معاھد شرفت بالمصطفی فلھا

من فضلہ شرف تعلو مراتبہ
محمد المجتبی الھادی الشفیع الی
رب العباد أمین الوحی ثاقبہ
أرقی الوری ذمما أسماھم ھمما

أعلاھم کرما جلت مناقبہ
ھو المکمل فی خلق و فی خلق
زکت حلاہ کما طابت مناسبہ
جاءت تبشرنا الرسل الکرام بہ

اُس حرم پاک کے آغوش میں جس کے اطراف
مقدس ہیں،
جہاں کہ اپنے آقا سے ڈرنے والا گناہوں سے
نجات ڈھونڈتا ہے اور حاجت مند ارادوں کو
پا لیتا ہے،
حرم پاک اور مدینے میں، میری ایک آرزو ہے
جس کے سبب سے دل میں تمناؤں کا ایک ہجوم ہے
نہ بھولا ہوں، اور نہ ان دنوں کی یاد بھول سکتی ہے،
جو ان دونوں کے جوار میں بسر ہوئی۔
ان کی تربت پر اللہ کی رحمت بے پایاں کی بارش ہو،
دوری مسافت کے باوجود میرا اشتیاق ویسا ہی ہے۔
جیسے اس عاشق کا اشتیاق جس کے محبوب جدا ہوگئے ہیں
اگر زمانہ اپنی تفرقہ انگیزی کے باوجود ان دونوں کو
واپس لادے، تو ہم اس پر عتاب نہ کریں گے،
وہ مقامات جو رسول کریم (ص) کے سبب مشرف
ہوگئے ہیں،
ان مقامات کے فیض و برکت کے بڑے مرتبے ہیں،
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، برگزیدہ پیغمبر، خدا کی درگاہ
میں شفاعت کرنے والے اور وحی ربانی کے امین ہیں،
دنیا میں سب سے زیادہ حقوق کا خیال رکھنے والے
سب سے زیادہ بلند ہمت،
سب سے زیادہ بلند اخلاق اور ان کے فضائل بلند و برتر ہیں
صورت و سیرت ہر اعتبار سے آپ مکمل تھے،
خاندان عالی کی طرح آپ کے اوصاف بھی پاکیزہ تھے،
تمام پیغمبر آپ کی خوشخبری دیتے آئے،

کالصبح تبدو قبلہ تباشیر اکواکبہ
اخبارہ سر علم الاولین و سل
دیر تیماء ما ابداہ راھبہ

جیسے صبح سے پیشتر ستارہ ظاہر ہوتا ہے،
آپ کی خبریں پہلوں کے علم کا راز تھیں،
دیر تیماء میں پوچھو کہ اُس کے راہب نے کیا پیشین گوئی کی تھی،

تطابق الکون فی البشری بمولدہ

تمام خلقت میں آپ کی ولادت مسعود کی خوش خبری کا غلغلہ بلند ہوا،

وطبق الارض اعلاما تجاوبہ
فالجن تھتف اعلانا ھواتفہ
والجن تقذف احراقا ثواقبہ
ولم تزل عصمۃ التائید تکنفہ
حتی انجلی الحق وانزاحت شوائبہ
سری وجنح ظلام اللیل منسدل

اور اس صدائے بازگشت سے دشت وجبل گونج اُٹھے،
جنات میں بھی پکارنے والے اعلان کر رہے تھے،
اور شیطان ستاروں کی آگ سے مارے جاتے تھے،
تائید ربانی برابر ان کی دستگیر رہی،
تا آنکہ حق ظاہر ہوا۔ اور شک وشبہ کا بادل چھٹ گیا،
شب معراج اس حال میں چلے کہ رات کی تاریکی نے پردے ڈال دئے تھے،

والنجم لا یھتدی فی الافق ساربہ
یسمو لکل سماء منہ منفرد
عن الانام وجبرائیل صاحبہ
لمنتھی وقف الروح الامین بہ
وامتاز قربا فلا خلق یقاربہ

تاریکی اتنی تھی کہ ستاروں کو افق میں راستہ نہیں ملتا تھا،
تمام آسمانوں پر خاص رفعت واعزاز کے ساتھ تشریف لے گئے، صرف جبریل آپ کے ہمرکاب تھے،
یہاں تک کہ ایک منزل پر روح الامین بھی رک گئے،
اور آپ نزدیکی سے سرفراز ہوئے، کوئی مخلوق آپ کی قربت کا ادعا نہیں کر سکتی،

لقاب قوسین أو أدنیٰ فما علمت
نفس بمقدار ما اولاہ واھبہ

قاب قوسین، یا اس سے بھی قریب تر، کون جانتا ہے، کہ رب کریم نے اپنے مقبول و برگزیدہ بندے پر کیا انعامات کیئے،

اراہ اسرار ما قد کان اودعہا
فی الخلق والامر بادیہ وغائبہ
وآب والبدر فی بحر الدجی غرق

مخلوقات کے تمام اسرار آپ پر منکشف کردیے،
اور تمام ظاہر وغائب اشیاء سے پردہ اٹھ گیا،
اور واپس آئے اس حال میں کہ بدر تاریکی کے سمندر میں غرق تھا۔

والصبح لما یؤوب للشرق آیبه
فاشرقت بسناه الارض واتبّعت
سبل النجاة بما ابدت مذاهبه
واقبل الرشد والتاحت زواهره
وادبر الغی فانجابت غیاهبه
وجاء بالذکر آیات مفصلة
یهدی بها من صراط الله لاحبه
نور من الحکم لاتخبو سواطعه
بحر من العلم لاتفنی عجائبه
له مقام الرضا المحمود شاهده
فی موقف الحشر اذ نابت نوائبه
والرسل تحت لواء الحمد یقدمها
محمد أحمد السامی مراتبه
له الشفاعات مقبولا وسائلها
اذا دها الامر واشتدت مصاعبه
والحوض یروی الصدی من عذب مورده
لایشتکی غلة الظمآن شاربه
محامد المصطفی لاینتهی أبدا
لعد ادها هل یعد القطر حاسبه
فضل تکفل بالدارین یوسعها
نعمی ورحمی فلا فضل یناسبه

حسبی التوسل منها بالذی سمحت
به القوافی وجلتها غرائبه
حیاه من صلوات الله صوب حیا

اور مشرق سے ابھی صبح کے آثار نمودار نہیں ہوئے تھے،
زمین آپ کی چمک سے روشن ہوگئی، اور آپ کے بتائے ہوئے
طریقہ پر نجات کا راستہ ڈھونڈنے لگی،
ہدایت ظاہر ہوئی اور اُس کی نشانیاں چمکنے لگیں،
تاریکی دور ہوئی اور اُس کا پردہ چاک ہوگیا،
اور قرآن کو آیات مفصل کی صورت میں لائے،
تاکہ اللہ کے راستے پر چلنے والا اُس سے ہدایت پائے،
دانائی کا ایک نور تھا جس کی روشنی نہیں بجھتی،
علم کا ایک سمندر تھا جس کے عجائب نہیں فنا ہوتے،
آپ کے لئے رضا کا بلند مقام ہے جسے
حشر کے دن ملاحظہ فرمائیں گے، جبکہ مشکلات کا ہجوم ہوگا،
اور تمام انبیا حمد کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے،
جن کے آگے حضرت محمد (ص) بلند مقام ہوں گے،
آپ کی سفارشوں کے وسیلے مقبول ہوں گے،
جبکہ سخت دن ہوگا، اور دشواریاں بھی سخت ہوں گی،
اور آپ کے حوض کے شیریں پانی سے پیاس بجھا کر
اُس کا پینے والا پیاس کی شکایت نہیں کرے گا،
رسول اللہ (ص) کی تعریفیں بے شمار ہیں،
کیا بارش کے قطروں کو کوئی شمار کرسکتا ہے،
ایسی بزرگی جو دُنیا و آخرت کی کفیل ہے جس کی
تائید نعمت ربانی سے ہوسکتی ہے، پھر کون بزرگی
اس کی ہمسری کرسکتی ہے،
اُن کی ذات سے توسل کے لئے میرے لئے
یہ میری نظم جس کے قوافی نادر ہیں کافی ہے،
اللہ کی رحمتوں کی بارش ان پہ ہو،

تحدی الی قبرہ الزاکی نجائبہ

اور رحمت کی سواریاں اُن کے روضۂ اقدس کا رخ کریں،

وخلد اللہ ملک المستعین بہ
موید الامر ومنصور الکتائبہ

اور اللہ اُن کی مدد چاہنے والے بادشاہ کو ہمیشہ رکھے،
قوی و باعزت، اس حال میں کہ اُن کی فوج فاتح و کامیاب رہے،

امام عدل بتقوی اللہ مشتمل
فی الامر والنہی برضیہ یراقبہ

جو انصاف اور تقوی کے دامن کو مضبوط پکڑنے والا
اور امر و نہی میں رضائے دائمی کا خیال رکھنے والا ہے،

مسدد الحکم میمون نقیبتہ
مظفر العزم صدق الرائی صائبہ

اور جو فیصلہ کے صائب، شریف خصلت
ارادوں میں کامیاب اور صحیح الرائے ہیں،

مشمر للتقی اذیال مجتہد
جرار اذیال سحب الجود ساحبہ

تقوی کے لئے ہمہ دم کمربستہ
اور سخاوت کی چادروں کو کھینچنے والے ہیں،

قد اوسعت أمل الراجی مکارمہ

ان کی بخششوں نے امید کرنے والوں کی امیدیں
وسیع کردی ہیں،

واحسبت رغبۃ العافی رغائبہ

اور اُن کی عنایتوں نے معافی مانگنے والوں کی توجہ
مبذول کرادی ہے،

وفاز بالامن مجبورا مسالمہ
وباء بالخزی مقہورا محاربہ

اور اُن سے صلح کرنے والا امن سے بہرہ ور ہوتا ہے،
اور ان سے جنگ کرنے والا رسوا ہوتا ہے،

کم وافد آمل معہود نائلہ
اثنی وأثنت بما اولی حقائبہ

کتنے اس کی بخشش پہ آس لگائے آئے
اور وہ انعام واکرام سے مالامال ہوکر واپس گئے،

ومستجیر لعز من مثابتہ
عزت مرامیہ وانقادت مآربہ

اور اس کی عزت و حشمت کی پناہ ڈھونڈھنے والے اُٹھے
تو اُن کی ضرورتیں پوری ہوگئیں اور کوئی اُن کی طرف
نگاہ انکار نہیں دیکھ سکتا۔

وجاءہ الدہر یسترضیہ معتذرا
مستغفرا من وقوع الذنب تائبہ

اور زمانہ اُن کے پاس عذر کرتے ہوئے
اپنے گناہوں سے تائب ہو کر آیا

لولا الخلیفۃ ابراہیم لا نہجت
طرق المعالی ونال الملک غاصبہ

اگر خلیفہ ابراہیم نہ ہوتا
تو بلندی کے راستے معدوم ہوجاتے اور ملک پر
ظالم قابض ہوجاتے،

سمت لینیل تراث المجد همته
والملک میراث مجد وهو عاصبه

بزرگی کی وراثت حاصل کرنے کے لئے اُن کی ہمت بلند ہوئی، اور بادشاہی بڑائی کا ترکہ ہے، جس کے وہ سب سے زیادہ مستحق ہیں،

ینمیه للعز والعلیا أبو حسن
سمح الخلائق محمود ضرائبه
من آل یعقوب حسب الملک مفتخرا

عزت اور بلندی کے لئے ابو الحسن کی نسبت اُن کی طرف ہوتی ہے، جن کے اخلاق نرم اور شریفانہ ہیں، جو آل یعقوب سے ہیں، بادشاہی کے فخر کے لئے یہ بس کرتا ہے،

بباب عز هو الساهی لعاقبه
اطواد حلم رسا بالارض محتده [?]

کہ انھیں کے دربار میں بار بار آئے، وہ بردباری کے ایسے پہاڑ ہیں، جس کی بنیادیں زمین میں مستحکم ہیں،

وزاحمت منکب الجوزا مناکبه
تحفها من مرین أبحر زخرت
امواجها وغمام ثار صائبه

اور جس کی بلندی جوزا سے چشمک زنی کرتی ہے، مرین میں اس کے ارد گرد ایسے سمندر ہیں، جن کی موجیں بلند ہیں، اور ایسی بدلی ہے جو خوب برستی ہے،

بکل نجم لدی الهیجاء ملتهب
ینقض وسط سماء النقع ثاقبه
ألفهم فی دیاجیها مطالعه
وفی نحور اعادیهم مغاربه
یا خیر من خلصت لله نیته

وہ ہر دمکتے ہوئے ستارے کو لیکر لڑائی میں گھس جاتا ہے، جس سے "ثاقب" ستاروں کے آسمان میں ٹوٹتے ہیں، ان کے ہاتھ اس کی تاریکی میں طلوع ہوتے ہیں، اور دشمنوں کے سینے میں غروب ہوتے ہیں، اے ان میں سے بہتر جن کی نیتیں اللہ کے لئے خالص ہو گئی ہیں،

فی الملک أو خطب العلیاء خاطبه
جردت والفتنة الشوهاء ملبسة
سیفا من العزم لا تنبو مضاربه
وخضتها غیر هیاب ولا وکل
وقلما أدرک المطلوب هائبه

اور جنھوں نے عزت و مرتبت حاصل کرنے کا ارادہ کیا ہے، فتنہ کی حالت میں تم نے ارادہ کی، ایسی تلوار نکالی جس کی دھار کند نہیں ہوتی، اور تم اس میں بلا خوف یا جھجک کود پڑے، اور ڈرنے والا بہت کم مقصد میں کامیاب ہوتا ہے،

صبرت نفسا لعقبی الصبر حامدة
تم نے ایسے دل کے ساتھ صبر کیا جو صبر کے انجام کو اچھا سمجھتا ہے،

والصبر مذکان محمود عواقبہ
اور صبر کا خاتمہ ہمیشہ اچھا ہوتا آیا ہے،

فلیہن دین الہدی اذ کنت ناصرہ
دین، ہدایت کو مبارک ہو کہ تم اُس کے ناصر ہو،

آمن یوالیہ أو خوف یجانبہ
جس سے امن مشارک اور خوف دور ہو گیا ہے،

لازال ملک والتائید یخدمہ
دعا ہے، کہ تمہاری حکومت کی توفیق ربانی ہمیشہ خادم رہے،

تقضی بخفض مناویہ قواضبہ
اور اُس کی تلواریں دشمنوں کو ہمیشہ نیچا دکھاتی رہیں،

ودمت فی نعم تصفو ملابسہا
اور تم ہمیشہ بلا غم والم کے آرام سے رہو،

فی ظل عز علا تصفو مشاربہ
ایسی عزّت وبلندی کے سایہ میں جس پر کوئی آنچ نہ آئے،

ثم الصلاة علی خیر البریۃ ما
آخر میں خیر البشر پر درود ورحمت ہو،

سارت الیہ بمشتاق رکائبہ
جب تک کہ سواریاں مشتاقان زیارت کو لے جایا کریں۔

اور دربار مرینیہ کے سر کاتب فقیہ کامل رئیس ابو زید بن خلدون نے ان کے یہ شعر مجھے اپنے قلم سے لکھ کر دئے :-

صحا القلب عما تعلمین فاقلعا
دل اس چیز سے جسے تم خوب جانتے ہو، کنارہ کش ہو گیا،

وعطل من تلک المعاہد أربعا
اور ان منازل کو معطل کر دیا،

واصبح لایلوی عنی حد منزل
اب یہ حال ہے کہ نہ کسی منزل کی طرف رُخ کرتا ہے،

ولایتبع الطرف الجلی المودعا
اور نہ آنکھیں جدا ہونے والے دوست کا پیچھا کرتی ہیں،

واضحی من السلوان فی جزد معقل
اور تسلّی وسکون کی وجہ سے اب امن وامان ہے،

بعید من الایام ان یتضعضعا
اور اب زمانہ سے اُس کے پاؤں میں لغزش نہیں آسکتی،

یرد الجفان النجل عن شرفاتہ
اور تیز نگاہیں اس لئے اچٹ جاتی ہیں،

وان محضت عن کل اجید ألمعا
اگرچہ وہ کیسی ہی حسین اور روشن کیوں نہ ہوں،

عزیز علی داعی الغرام القیادہ
محبت کے داعی پر اس کی اطاعت گراں ہے،

وکان اذا ناداہ للوجد أسرعا
حالانکہ پہلے وہ ہر ندا پر لبیک کہنے کے لئے تیار رہتا تھا،

أھاب بہ للشیب أنصح واعظ
پیری کے واعظ نے اُسے ڈرایا،

أصاخ لہ قلبا منیبا ومسمعا
جس کی طرف اُس نے گوش دل سے توجہ کی،

وسافر فی افق التفکر والحجا	اور غور وعقل کے میدان میں گھومنے لگا،
زواهره لا يرتجی الدهر طلعا	جس کی کلیوں کے کھلنے کی امید عمر بھر نہیں،
لعمری لقد انضیت عزمی تطلبا	اپنی عمر کی قسم، میں نے اپنا ارادہ طلب کے مارے کمزور کر دیا،
وقضیت عمری رقبة وتطلعا	اور عمر اسی نگرانی وتلاش میں کٹ گئی،
وخضت عباب البحر أخضر مزبدا	سمندر کی خطرناک موجوں کو طے کیا،
وجست أديم الارض أغبر أسفعا	نیز زمین کے خاکی قطعوں کو بھی چھان ڈالا،

دوسری نظم :-

نهاه النهی بعد طول التجارب	طویل تجربہ کے بعد اُسے عقل نے روک دیا،
ولاح له منهج الرشد لاحب	اور ہدایت کا راستہ صاف واضح ہو گیا،
وخاطبه دهره ناصحا	اور زمانہ نے نصیحت کرتے ہوئے،
بألسنة الوعظ من كل جانب	واعظانہ انداز میں ہر طرف سے مخاطب کیا،
فاضحی الی نصحه واعیا	تو اُس کی نصیحت کی نگہداشت کی،
والغی حدیث الامانی الکواذب	اور آرزوؤں وتمناؤں کو غلط پایا،
واصبح لا تستبیه الغوانی	اور اب حسین چہروں کے دام سے نکل گیا،
ولا تزدریه حظوظ المناصب	اور منصب وجاہ کا شوق کبھی اسے رغبت نہیں دلا سکتا،

محمد غرناطی کی نظم ونثر کی خوبیاں بہت ہیں، چھوٹی بڑی نظمیں سب کہتے ہیں، قشتالہ اور مصر کے سلاطین کے پاس سفیر ہو کر گئے، آج کل وہ فاس کے قاضی ہیں، سلامت روی، فضول چیزوں سے نفرت، نیز مہارت میں اپنی آپ مثال ہیں۔

محمد بن یوسف

نام ونسب محمد نام، کنیت ابو عبد اللہ، ابن زمرک سے مشہور تھے، سلسلۂ نسب یہ ہے:۔ محمد بن یوسف بن محمد بن احمد بن محمد بن یوسف بن محمد صریحی، اصل وطن مشرقی اندلس تھا، ان کے آبا واجداد غرناطہ کے "ربض البیازین" میں سکونت پذیر ہوگئے تھے، ابن زمرک یہیں پیدا ہوئے اور پروان چڑھے اور وطن کے لئے باعث فخر شمار کئے جاتے تھے،

حالات ابن زمرک کا اندلس کے مشہور اہل علم افراد میں شمار تھا، ہنس مکھ، بذلہ سنج، اور شیریں کلام تھے، اور اس وصف میں وہ مقبول عام تھے، توقیع اچھی لکھتے، طبیعت کے سبک اور حاضر دماغ تھے، علمی گفتگو اور مباحثوں کے حریص، اور حاضر جواب تھے، ذکاوت کے شعلۂ جوالہ تھے، معلوم ہوتا تھا کہ بدن سے آگ نکل رہی ہے، رقیق القلب شرم و وقار کے ساتھ تغزل سے بھی خاص مناسبت تھی، ملنسار اور سخی تھے، تربیت اچھی ہوئی تھی، طہارت نفس، عفت میں ممتاز اور مطالعہ، محنت، تیزیٔ حافظہ، شرافت، اور قوت فہم میں مشہور تھے، ان کی خوبی مشہور ہوئی اور خوشبو پھیل گئی، مختلف علوم وفنون میں اعلیٰ دستگاہ حاصل کی، مباحثے میں گفتگو کا سہرا انھیں کے سر بندھتا، مجالس ومحافل میں نمایاں اور فضل وکمال میں آگے رہتے، اس کے بعد معلومات میں اور ترقی ہوئی، حفظ میں کمال پیدا ہوا، حاشیہ مسودہ، لنقول، اپنے زور قلم سے تمام چیزوں کا انبار لگادیا اور بڑی بڑی علمی مجلسوں میں بے تکلف علمی مسائل پر گفتگو کرتے، اور علوم ادب، بیان، لغت اور ان کے متعلقات میں اپنے تبحر علمی کا ثبوت دیتے، علم اخبار اور تفسیر کی روایتیں بھی بہت کیں، تصوف کا بھی ذوق تھا، صوفیوں کی صحبت میں ریاضت ومجاہدہ کیا کرتے، آخر ذوق ادب غالب آیا، اور طلب علم کے لئے سفر اختیار کیا،

تا آنکہ سلطان مغرب ابوالحسن علی بن عثمان ابن یعقوب کے صاحبزادہ ابو سالم ابراہیم کے کاتب خاص مقرر ہوئے، پھر خود سلطان کے کاتب ہوگئے اور اس عہدہ پر بہت ممتاز رہے، اور جب سلطان اندلس حوادث کے شکار ہو کر مغرب میں قیام پذیر ہوگئے، تو یہ انھیں کے پاس رہنے لگے اور ان کے حق کی واپسی کے لئے رفقائے خاص کے ساتھ کوشش کرنے لگے، اس سلسلہ میں سلطان کے مزاج میں رسوخ پیدا کر لیا اور پرائیوٹ سکرٹری مقرر ہوگئے، پھر جب انقلاب ہوا اور سلطان کا زمانہ پلٹا تو یہ اپنے منصب پر نیکنامی اور شہرت کے ساتھ قائم رہے، حسن خط، انشا، زباں آوری، تمام چیزوں میں ممتاز تھے، اُن کی خوبی مشہور ہوئی، اور اُن کا علم ظاہر ہوا، اور اُن کے حسن اخلاق سے لوگ خوش رہنے لگے، نیز سلطان بھی ان کے اوصاف سے مسرور ہوئے، نظم و نثر کے میدان میں اُن کے اشہب فکر نے خوب جولانیاں دکھائیں اور بادشاہ کی تعریف میں اعلیٰ قصائد کہے اور اب تک یہ اپنے حال پر ہیں،

اساتذہ ابن زمرک نے مغرب کے امام فن ابو عبداللہ بن الفخار سے علوم ادب میں استفادہ کیا پھر علوم ادب کے امام قاضی ابوالقاسم محمد بن احمد الحسنی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، فقہ و لغت میں مشہور عالم ابو سعید بن لب کے شاگرد ہوئے، نیز مشہور محدث و خطیب فقیہ ابو عبداللہ بن مرزوق کے فیض صحبت سے خاص طور پر مستفید ہوئے، اور ان سے بہت کچھ روایت کی اور حافظ ابو عبداللہ مقری قاصد بن کر اندلس آئے تو ان سے ملے اور علمی مسائل پر مذاکرہ کیا، اصول فقہ میں ابو منصور الزواوی کے شاگرد ہوئے، مختلف علما سے روایت کی جن میں قاضی ابوالبرکات بن الحاج اور ابوالحسین بن تلمسانی محدث اور خطیب ابو عبداللہ بن بیش خاص طور پر قابل ذکر ہیں، اور بعض عقلی علوم مشہور عالم الشریف، ابو عبداللہ التلمسانی سے فاس میں حاصل کئے، اور اُن کے ساتھ خاص طور پر رہنے لگے جس سے اُن کا ملکہ پختہ ہوگیا،

شاعری ابن زمرک شعر ابن خفاجہ کے رنگ میں اچھا کہتے ہیں،

نادر معانی اور اچھے رواں الفاظ کے عاشق تھے، ایک طویل قصیدہ میں انھوں نے مجھے بھی خطاب کیا تھا جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے :-

أما وانصداع النور من مطلع الفجر

روشنی کے ظہور کی قسم، کیا صبح نہیں ہوگی،

اور یہ ابن زمرک کی پہلی نظم تھی، ان کا ایک اور بہترین قصیدہ جس کی خوبی اویس قرنی کے زہد کی طرح ضرب المثل ہے اور جس کے مقابلہ کی تاب کوئی نہیں لاسکتا اور یہ بہترین قصیدہ ہے، جو ولی عہد سلطنت کی شان میں ہے اور اپنی صفائی و روانی نیز تغزل و مدح کے تناسب کے اعتبار سے بہت ممتاز ہے،

معاذ الهوى ان أصحب القلب ساليا
وان يشغل اللوم بالعزل باليا
دعاني أعط الحب فضل مقادتي

محبت کی دہائی کہ میں غافل دل کو ساتھ رکھوں،
اور میرے دل پر ملامت کرنے والوں کا کوئی اثر نہ ہو،
مجھے چھوڑ دو، کہ میں اپنی قیادت محبت کے ہاتھ میں دے دوں،

ويقضي على الوجد ماكان قاضيا
ودون الذى وام العواذل صبوة

میرے ساتھ جو معاملہ وہ چاہے کرے،
ملامت کرنے والوں کے مقصود کے راستے میں ایسی محبت حائل ہے،

رمت بي في شعب العزام المراميا
وقلب اذاما البرق أومض موهنا
قدحت به زندا من الشوق واريا
خليلي اني يوم طارقة النوى
شقيت بمن لوشاء النعم بالنيا

جس نے عشق کی گھاٹی میں مجھے بہت دور پھینک دیا ہے،
اور ایسا دل حائل ہے کہ جب رات کو بجلی چمکتی ہے،
تو اس سے میں اشتیاق کی بجھی ہوئی آگ سلگاتا ہوں،
میرے دوست جدائی کے دن
مجھے اس ذات سے تکلیف پہنچی ہے جس کی قدرت میں میرے دل کی مسرت تھی،

وبالخيف يوم النضريا ام مالك
تخلف قلبي في حبالك عانيا
وذي أشر عذب الثنايا مخصر
ليسقى به ماء النعيم زلالا قاحيا

اور خیف میں اجتماع کے دن، اے ام مالک
میرا دل تیرے دام گیسو میں اسیر ہو گیا،
اور آبدار دانتوں اور پتلی کمر کے ساتھ تجھ سے مل کر
عیش و آرام کے پانی سے (اقاح) کو سیراب کیا،

احوم علیه ما دجا اللیل ساهرا

میں رات کی تاریکی میں بیدار، اُس کے گھر کا چکر لگایا کرتا ہوں،

واصبح دون الورد ظمان صادیا

اور گھاٹ کے اردگرد صبح کو پیاسا رہتا ہوں،

یضئ ظلام اللیل ما بین أضلعی

رات کی تاریکی میری پسلیوں کے درمیان روشنی کر دیتی ہے،

اذا البارق النجدی وهنا بدا لیا

جب نجد کی بجلی کچھ رات گزرنے کے بعد نمودار ہوتی ہے،

اجیرتنا بالرمل والرمل منزل

اے میرے رمل کے ہمسایو رمل ہی وہ منزل ہے،

مضی العیش فیه بالشبیبه حالیا

جہاں میری جوانی کے بہترین دن گزر رہے ہیں،

ولم ار ربعا منه أقضی لبانة

اور میں نے کوئی ایسی منزل نہیں دیکھی جو حاجتوں کو اس سے زیادہ پورا کرنے والی ہو،

واشجی حمامات واحلی مجانیا

اور جس کے کبوتر زیادہ پر درد نغمے رکھتے ہوں اور جس کا پھل زیادہ میٹھا ہو،

سقت طله الغر الغوادی ونظمت

چمکدار بدلیوں نے اس منزل کے ٹیلوں کو سیراب کیا ہے،

من القطر فی جید الغصون لآلیا

اور بارش نے شاخوں کی گردن میں ہار پہنا دئے ہیں،

أبثکم أنی علی النای حافظ

میں تم سے حال دل کہتا ہوں کہ دوری کے باوجود میں

ذمام الهوی لو تحفظون ذمامیا

پیمان محبت پر قائم ہوں، کاش تم بھی میرے عہد کا خیال رکھتے،

أناشدکم والحر اوفی بعهده

میں تمھیں قسم دیتا ہوں اور شریف آدمی وعدہ پورا کرتا ہے،

ولن یعدم الاحسان والخیر جازیا

اور نیکی اور بھلائی بدلے سے محروم نہیں رہتی،

هل الود الاما تحاماه کاشح

محبت وہ چیز ہے جس سے بغض رکھنے والا الگ رہتا ہے،

وأخفق فی مسعاه من جاء واشیا

اور جس کا چغل خور اپنی کوشش میں ناکام رہتا ہے،

تأوبنی واللیل یذکی عیونه

اُس نے میری زیارت کی، اس حال میں کہ رات اپنی

ويسحب من ذيل الدجنة صافيا
وقد مثلت زهر النجوم يا فقه
حبابا على نهر المجرة طافيا
خيال على بعد المزار ألمّ بي
فاذكرني من لم اكن عنه ساليا
عجبت له كيف اهتدى نحو مضجعي
ولم يبق مني السقم والشوق باقيا

رفعت له نار الصبابة فاهتدى
وخاض لها عرض الدجنة ساريا
ومما اجدّ الوجد سرب على النقا
سوانح يصقلن الطلا والتراقيا
نزعن عن الالحاظ كل مسدد
فغادرن افلاذ القلوب دواميا
ولما تراءى السرب قلت لصاحبي
وايقنت ان الحب ما عشت دائيا
حذارك من سقم القلوب فانه
سيعدى بما يعي الطبيب المداويا
وان امير المسلمين محمدا
ليعدى نداه الساريات الهواميا
لضى النجوم الزهرات خلالها
وينفث في روع الزمان المعاليا
يسابق علوى الرياح الى الندى
ويفضح جدوى راحتيه الغواديا

آنکھیں روشن کر رہی تھی،
اور تاریکی کے دامنوں کو کھینچ کر چمک پیدا کر رہی تھی،
اور تابندہ ستارے افق پر ایسے معلوم ہوتے تھے،
کہ مجرّۃ کی نہر پر بلبلے ہوں،
اسی حالت میں بعد مسافت کے باوجود اس کا خیال آیا،
تو اس کی یاد تازہ ہو گئی، جیسے بھولا نہیں تھا،
مجھے تعجب ہوا، کہ وہ میرے بستر تک کس طرح پہنچا،
اور حال یہ ہے کہ بیماری اور محبّت نے مجھے نیم جان کر دیا ہے،
میں نے اس کے لئے محبت کی آگ بلند کی،
اور اسی کی روشنی میں خیال نے تاریکی کا راستہ طے کیا،
اور محبت کو ہرنیوں کے ایک جھنڈ نے تیز کر دیا،
جن کی گردنیں اور سینے چمک دار ہیں،
اُنھوں نے اپنی آنکھوں سے تیز تیر پھینکے،
اور دل کے ٹکڑوں کو خون آلود کر دیا،
جب یہ جھنڈ ظاہر ہوا تو میں نے اپنے ساتھی سے کہا،
کہ مجھے یقین تھا کہ محبّت عمر بھر میرے ساتھ رہے گی،
دل کی بیماریوں سے بچتے رہنا،
اس کا علاج اطبا کو عاجز کر دیتا ہے،
اور مسلمانوں کے امیر محمد کی سخاوت
رات کی برسنے والی بدلیوں کو بھی مات کر دیتی ہے،
اُس کے فضائل چمکدار ستاروں کو روشنی مستعار دیتے ہیں،
اور زمانے کے دل میں بلندی پیدا کرتے ہیں،
وہ سخاوت میں بلند ہواؤں سے اونچا رہتا ہے،
اور اُس کے ہاتھوں کی سخاوت بدلیوں کو رسوا کرتی ہے،

ويغضى عن العورا اغضاء قادرًا

ويرجح فى الحلم الجبال الرواسيا
همام يردع الاسد فى حومة الوغى

كما راعت الاسد الظباء الجواريا
مناقب تسمو للفخار كأنما
تجارى الى المجد النجوم الجواريا
اذا استبق الاملاك يوما لغاية
أبيت وذاك المجد الّا التناهيا
بهرت فاخفيت الملوك وذكرها
ولا عجب فالشمس تخفى الدراريا
جلوت كلام الظلم من كل معتد
ولا غرو أن تجلو البدور الدياجيا
هديت سبيل الله من ضل رشده
فلازلت مهديا اليه وهاديا
أفدت وحىّ الملك مما أفدته
وطوقت اشراف الملوك الاياديا
وقد عرفت منها مرين سوابقا
تقرها بالفضل أخرى اللياليا
وكان البوزبان جيدا معطلا
تزينته حتى اغتدى بك حاليا
لك الخير لم تقصد بما افدته
جزاء ولكن همة هى ماهيا

اور بری باتوں سے ایک طاقت والے کی طرح
چشم پوشی کرتا ہے،
اور بردباری میں مضبوط پہاڑوں پر بھاری ہے،
وہ ایسا بہادر ہے جو میدان جنگ میں شیروں کو
لرزا دے،
جیسے کہ شیر ہرنوں کے دلوں میں لرزہ ڈال دیتے ہیں
اس کی خصلتیں عزّت و شرف کے لئے اس طرح بلند ہوتی ہیں،
گویا بزرگی میں ستاروں سے سبقت لے جانا چاہتی ہیں،
جب کسی دن تمام دوسرے بادشاہ کسی مقصد کے حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے
بڑھنا چاہیں، صرف تو ایسا ہے کہ بغیر اس شرف کو حاصل کئے مطمئن نہیں ہوتا
تو نے سربلند ہو کر بادشاہوں کی شہرت ملیا میٹ کر دی،
اس میں تعجب کیا ہے، آخر آفتاب ستاروں کو چھپا ہی دیتا ہے،
تو نے ہر ظالم سے ظلم کو دور کر دیا،
اور کوئی حیرت نہیں اس لئے کہ بدر کامل سے تاریکی دور ہو جاتی ہے!
گمراہوں کو تو نے ہدایت کا راستہ بتایا،
خدا کرے تو ہمیشہ ہدایت یافتہ اور ہدایت کرنے والا رہے،
اپنے طرزِ عمل سے تو نے بادشاہوں کو حکمرانی سکھلائی،
اور بڑے بڑے بادشاہوں کو اپنا ممنونِ کرم بنایا،
قوم مرین اس قسم کے احسان پیشتر سے جانتی ہے،
زمانہ ان احسانات کا معترف ہے،
اور البوزبان اس گلے کی طرح تھا، جس میں زیور نہ ہو،
تو نے اُسے آراستہ کر دیا، گویا تو ہی اس کا زیور ہو گیا،
نیکی تیرے ہی لئے ہے، تو نے ان کارناموں سے
کسی بدلہ کا ارادہ نہیں کیا، لیکن یہ صرف تیری
ہمّت کی بنا پر ہے،

فما تکبر الاملاک غیرک آمرا
ولا ترهب الاشراف غیرک ناهیا
ولا تشتکی الایام من داء فتنة
فقد عرفت منک الطبیب المداویا
وأندلسا اولیت ما انت أهله
واوردتها وردًا من الامن صافیا
تلافیت هذا الثغر وهو علی شفی
وأصبحت من داء الحوادث شافیا
ومن بعد ما ساءت ظنون باهلها
وحاموا علی ورد الامانی صوادیا

فما یاملون العیش الا تعللا

ولا یعرفون الامن الا امانیا
عطفت علی الایام عطفة راحم
والبستها ثوب امتنانک ضافیا
فآنس من تلقائک الملک رشده
ونال بک الاسلام ما کان راجیا
وقفت علی الاسلام نفسا کریمة
تصد عدوا من حماه وعادیا
فرأی کما انشق الصباح وعزمة
کما صقل القین الحسام الیمانیا
وکانت رماح الخط حمصا ذوابلا
فانهلت منها فی الدماء صوادیا
وأوردت صفح السیف أبیض ناصعا

اب سلاطین تیرے سوا کسی حکم دینے والے کو بڑا نہیں سمجھتے،
اور شرفا تیرے سوا کسی منع کرنے والے سے نہیں ڈرتے
اور زمانہ اب کسی فتنے سے نہیں ڈرتا،
اس لئے کہ وہ تجھے اپنا طبیب مان چکا ہے،
اور اندلس پر تو نے اپنے شایان شان احسان کئے،
اور وہاں امن وامان قائم کردیا،
تو اس حصے میں اس حال میں آیا کہ یہ تباہی کے قریب تھا،
اور تو نے اُسے حوادث کی بیماریوں سے شفادی،
اور جبکہ اہل اندلس کے ساتھ بدگمانیاں پیدا ہوچکی تھیں،
اور پیاس کے مارے لوگ آرزوؤں کے گھاٹ کا چکر لگانے لگے تھے،
اور صرف دل بہلانے کے لئے وہ زندگی کی امید رکھتے تھے،
اور امن وامان کی صرف آرزو ہی آرزو تھی،
تو نے مہربان کی طرح زمانے کے حال پر توجہ کی،
اور اپنے احسان کا عمدہ لباس اُسے پہنادیا،
تیری وجہ سے حکومت کامیاب ہوئی،
اور اسلام کی امیدیں بھی تیری ذات سے پوری ہوگئیں،
تو نے اسلام کی خاطر ایسی شریف زندگی وقف کردی،
جو دشمنوں اور حملہ آوروں کو حملے سے روکتی ہے،
صبح کی روشنی کے مثل تیری رائے ہے، اور
یمنی تلواروں کی طرح تیرا ارادہ ہے،
اور خطی نیزے مرجھائے ہوئے اور پیاسے تھے،
تو نے خون میں ڈوب کر اُن کی پیاس بجھادی،
اور تو سفید چمکدار تلواریں لایا تھا،

فاصدرته فی الروع احمر قانیا
لک العزم تستجلی الخطوب بهدیه
ویلقی اذا تنبو الصوارم ماضیا

اذا انت لم تفخر بما انت اهله
فما صبح وضاح المشارق عالیا
ویهنیک دون العید عید شرعته

نبث به فی الخافقین التهانیا
اقمت به من فطرة الدین سنة
وجددت من رسم الهدایة عافیا
صنیع تولی الله تشیید فخره
وکان لما اولیت فیه مجازیا
تود النجوم الزهر لو مثلث به
وقضت من الزلفی الیک الامانیا
وما زال وجه الیوم بالشمس مشرقا

سرورا به واللیل بالشهب حالیا
علی مثله فلیعقد الفخر تاجه
ولیسمو به فوق النجوم مراقیا
به تغمر الانواع کل مفوه
وتحد وبه من کان بالفقر ساریا
ویوسف فیه بالجمال مقنع

کان له من کل قلب مناجیا

لڑائیوں کے بعد وہ سرخ ہو گئیں،
تیرے ارادوں کو دیکھ کر مصیبتیں دور ہو جاتی ہیں،
اگرچہ تیز تلواریں کند ہو جاتی ہیں، لیکن تیرے عزم کی تلوار ہمیشہ تیز رہتی ہے،
اگر تو اپنی خوبیوں پر فخر نہ کرے،
تو آفتاب کی روشنی بھی بلند نہ ہوگی،
اور تجھے عید سے پہلے ایک عید مبارک ہو جسے تو نے بنائی ہے،
ہم اس کی مبارکباد زمین و آسمان کو پہنچاتے ہیں،
تو نے اس سے دین فطرت کی سنت قائم کر دی،
اور ہدایت کے مٹے ہوئے آثار کی تجدید کر دی،
ایسا کارنامہ جس کے فخر کا استحکام خود اللہ نے کیا ہے،
وہ تیری کوششوں کا بدلہ دے گا۔
روشن ستارے تمنا رکھتے ہیں کہ اس میں حاضر ہوتے،
اور تیری قربت کی آرزو پوری کرتے،
اور اسی مسرت کے سبب سے ہمیشہ دن کا چہرہ آفتاب کے باعث
روشن ہے اور رات ستاروں سے آراستہ ہے،
فخر ایسے ہی لوگوں پر سہرا باندھتا ہے،
اور ستاروں کے اوپر اس کا مرتبہ بلند کرتا ہے،
اور اسی کی وجہ سے تمام ہنر برستے ہیں،
اور اسی کے بھروسہ پر راتوں کو فقیر منزلیں طے کرتے ہیں،
اور اس میں ایک یوسف اپنی خوبصورتی کی نقاب ڈالے ہوئے ہے،
گویا کہ تمام دلوں سے سرگوشیاں کرتا ہے،

واقبل قد شاب الحياء مهابة
ليقلب وجه البدر أزهر باهيا

واقدم لاهيابة الحظ واجما
ولا قاصراً فيه الخطا متوانيا
شمائل فيه من أبيه وجده
ترى العز فيها مستكنا وباديا
فيا علقا أشجى القلوب لو اننا
فديناك بالأعلاق ماكنت غاليا

جريت فاجريت الدموع تعطفا
واطلعت فيها للسرور فواشيا
وكم من ولي دون بابك مخلص
يفديه بالنفس النفيسة واقيا
وصيد من الحيين ابناء قبيلة
تكف الاعادي أو تبيد الاعاديا
بها نيل غران أعد والغارة
أعاد واصباح الحي أظلم داجيا
فوالله لولا أن توخيت سنة
رضيت بها إن كان ربك راضيا
لكان بها الأعوجيات جولة
تشيب من الخطب الشباب النواصيا
وتترك أوصال الوشيج مقصدا
وبيض الظبا حمر المتون دواميا
ولما مضى من سنة الله ما قضى

اس حال میں کہ اُس کے چہرے پر شرم و رعب کی آمیزش تھی،
اپنی چمک سے چودھویں کے چاند کی روشنی میں
اضافہ کرتا ہوا آیا،
اور وہ سر جھکائے ہوئے بلا خوف اور جھجک کے آیا،
اور نہ سستی سے اور نہ کاہلی سے آیا،
اُسے نیک خصلتیں باپ اور دادا سے ترکہ میں ملی ہیں،
اس کی شان ظاہر اور پوشیدہ نظر آئے گی،
اے وہ مخلص جس نے دلوں کو غمگین کر دیا ہے،
اگر ہم تجھ پر جواہر اور موتی نچھاور کریں جب بھی
تو گراں نہیں ہے،
تو چلا اور تیرے ساتھ آنسوؤں کا سیلاب جاری ہوا،
اور اس سے دلوں کی مسرت کا راز فاش ہو گیا،
تیرے دربار میں کتنے مخلص دوست ہیں،
جو تیری حفاظت میں جان و مال سے دریغ نہیں کرتے،
اور قبائل کے ایسے سردار ہیں، جو خاندانی شریف ہیں،
وہ دشمنوں کو روکتے ہیں، یا انھیں ہلاک کر دیتے ہیں،
وہ نام آور سردار ہیں، اگر جنگ کے لئے تیار ہوں،
تو قبیلہ کی صبح کو تاریکی سے تبدیل کر دیں،
قسم خدا کی اگر تو الٰہی سنت کی اتباع نہ کرتا،
جس سے خدا کی خوشنودی کے سبب سے تو بھی مسرور ہو،
تو وہاں نیزوں کے ایسے کرتب دکھائے جاتے،
جن کی دہشت سے جوان بوڑھے ہو جاتے،
اور نیزوں کی جڑیں سیدھی ہو جاتیں،
اور تلوار کی آبدار دھار خون سے سرخ ہو جاتی،
لیکن جب خدا کی سنت سے جو پورا ہونا تھا، پورا ہو گیا،

وقد حسدت منه النجوم المساعيا
یہاں تک کہ ستاروں نے ان کوششوں پر حسد کیا،

أفضنا نهني منك أكرم منعم
تو ہم نہ تجھ جیسے شریف اور سخی کو مبارکباد دے رہے ہیں،

أبي العميم الجود الا تواليا
جس کی سخاوت ہمیشہ جاری رہتی ہے،

فيهني صفاح الهند والباس والندى
اور ہندی تلواریں، رعب، بہادری

وسمر العوالي والعتاق المذاكيا
گندم گوں نیزے، اور تیز گھوڑے سب مسرور ہوں،

ويهني البنود الخافقات فانها
اور لہرانے والے جھنڈوں کو بھی مسرور ہونا چاہیئے،

سيعقدها في ذمة النصر غازيا
اس لئے کہ ممدوح انھیں فتح کے وقت بلند کرے گا،

كأني به قد توج الملك يافعا
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کمسنی میں بادشاہ بنایا گیا تھا،

وجمع اشتات المكارم ناشيا
اور بچپن ہی میں تمام اوصاف کا جامع ہو گیا تھا،

وقضى حقوق الفخر في منعة الصبا
شرافت وعزّت کے حقوق اس نے بچپن ہی میں ادا کردئے تھے،

وأحسن من دين الكمال التقاضيا
اور دین کامل کے فرائض بھی پوری طرح انجام دئے تھے،

وما هو الا السعد إن رمت مطلعا
وہ خوش نصیبی ہی خوش نصیبی ہے اگر تو اس کا قصد کرے

وسددت سهما كان ربك راميا
اور اگر اس سے تیر اندازی کرنا چاہے تو اللہ تیری مدد پر ہوگا،

فلا زلت يا فخر الخلافة كافلا
اور ہمیشہ اپنی خلافت کے لئے باعث فخر اور کفیل رہ،

ولا زلت يا خير الأئمة كافيا
اور اے بہترین امام تو ہمیشہ نگہبان رہ،

ودمت قرير العين منه بغبطة
اور اس سے ہمیشہ تیری آنکھیں ٹھنڈی رہیں،

وكان له رب البرية واقيا
اور پروردگار عالم تیرا محافظ رہے،

نظمت له خير الكلام تمائما
میں نے اس کے لئے بہترین اشعار نظم کردئے ہیں،

جعلت مكان الله فيها القوافيا
جن میں موتی کی جگہ قافیے رکھے ہیں،

لآل يباهي الملوك نفاسة
ایسے موتی، جن پر سلاطین فخر کریں،

وجلت لعمري أن تكون لآليا
اور حاشا کہ یہ عام موتی سے بہت بلند ہیں،

أرى المال يرميه الجديدان بالبلى
ہمارا مشاہدہ ہے کہ زمانہ کی گردشوں سے مال ختم ہو جاتا ہے،

وما إن أرى الا المحامد باقيا
لیکن تعریفیں ہمیشہ قائم رہتی ہیں،

اور سلطان مغرب ابو سالم رحمۃ اللہ علیہ کے لئے شاہ سوڈان کی طرف سے حبشیوں کا ایک وفد کچھ تحفے لے کر آیا، جس میں ایک عجیب وغریب حیوان بھی تھا، جس کا نام زرافہ تھا، سلطان نے تمام شعرا کو حکم دیا کہ اس حیوان کے وصف میں طبع آزمائی کریں، ممدوح نے بھی طبع آزمائی کی تھی، اور یہ ان کی بہترین نظم ہے:-

لولا تألق بارق التذكار	اگر یاد کی بجلی نہ چمکتی،
ما صاب واكف دمعي المدرار	تو میرے اشکوں کا سیلاب نہ بہتا،
لكنه مهما تعرض خافقا	لیکن جب وہ لہراتی ہوئی سامنے آئی،
قدحت يد الأشواق زند أواري	تو شوق نے آتش محبت تیز کردی،
وعلى المشوق إذا تذكر معهدا	اور دیار محبوب کی یاد کے وقت عاشق کا فرض ہے،
أن يغري الأجفان باستعبار	کہ آنکھوں سے آنسو بہائے،
أمذكري غرناطة حلت بها	اے غرناطہ کی یاد دلانے والے
أيدي السحاب أزرة النوار	وہاں بدلی کی کارفرمائیوں سے بیل بوٹے اُگے ہیں،
كيف التخلص للحديث وبيننا	باتوں کا موقع کس طرح ملے، جب کہ
عرض الفلاة وطافح زخار	درمیان میں میدان اور سمندر حائل ہیں،
هذا على أن التغرب مركبي	حالانکہ سفر میری سواری ہے،
وتولج الفيح الفساح شعاري	اور چٹیل میدانوں کا طے کرنا میرے خمیر میں داخل ہے،
فلكم أقمت غداة زمت عيسهم	ان سواریوں کی روانگی کے وقت میں بہت ٹھہرا،
أبغي القرار ولات حين قرار	اور صبر کرنا چاہتا تھا، مگر حیف، کہ صبر کا وقت کہاں تھا،
وطفقت أستقري المنازل بعدهم	میں ان کے بعد منزلوں کی جستجو کرتا رہا،
يمحو البكاء مواقع الآثار	مگر آنسو قدموں کے نشان مٹادیتے تھے،
إنا بني الآمال تخدعنا المنى	ہم امیدوں کے بندے ہیں، ہمیں آرزوئیں دھوکہ دیتی ہیں،
فنخادع الآمال بالتسيار	اور ہم امیدوں کو سفر سے دھوکہ دینا چاہتے ہیں،
فنجشم الأهوال في طلب العلا	ہم بلندی کی تلاش میں مصیبتیں برداشت کرتے ہیں،

وتروع سرب النوم بالافکار
لا یحرز المجد الخطیر سوی امرئ
یعطی العزائم صهوة الاخطار

اور نیند کے جھونکوں کو افکار سے ڈراتے ہیں،
بڑا مرتبہ صرف وہی شخص حاصل کر سکتا ہے،
جو بلند ارادوں کے ساتھ مشکلات میں کود پڑنے
سے دریغ نہ کرتا ہو،

اما یفاخر بالعتاد فنخره
بالمشرفیة والقنا الخطار
مستبصر مرمی العواقب واصل
فی حملة الایراد بالاصدار
فاشد ما قاد الجهول الی الردی
عمه البصائر لا عمی الابصار
ولرب مربد الجوانح مزبد[1]
سبح الهلال بلجة الزخار
فتقت کمائم جنحه عن انجم
سفرت زواهرهن عن ازهار
مثلت علی شاطی المجرة نرجسا
تصطف منه علی خلیج جاری
وکانما بدر التمام بجنحه
وجه الامام بجحفل جرار
وکانما خمس الثریا راحة
ذرعت مسیر اللیل بالاشبار
اسرجت من عزمی مصابیحا بها
تهدی السراة لها من الاقطار

اگر ذخیرہ پر فخر کیا جا سکتا ہے، تو صرف
مشرقی تلوار اور تیز نیزوں پر فخر کیا جا سکتا ہے،
صاحب بصیرت انجام پر نظر رکھتا ہے، اور حملوں میں
ایک سرے کو دوسرے سرے سے ملا دیتا ہے،
جاہل زیادہ تر ہلاکت کی طرف فقدان بصیرت کے سبب
جاتے ہیں، نہ کہ عدم بصارت کے باعث،
....
....
ان کی تاریکی کے شگوفوں سے ستارے پیدا ہوئے،
اور ان کی چمک سے کلیاں نمودار ہوئیں،
کہکشاں کے ساحل پر نرگس کا منظر پیش کیا،
جیسے وہ کسی خلیج کے کنارے صف آرا ہو،
اور اس تاریکی میں بدر کامل امام کے چہرے سے
ملتا جلتا تھا،
جب وہ فوج کے درمیان کھڑے ہوں،
گویا ثریا کا پانچواں حصہ ہتھیلی کی مانند ہے،
جس نے رات کی مسافت کی پیمائش بالشت سے کی،
تم نے اپنے ارادوں کا چراغ ان میں روشن کر دیا ہے،
جس سے دور دراز کے چلنے والے راستہ پاتے ہیں،

---

[1] اس شعر کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا اس لئے ترجمہ نظر انداز کیا گیا (مترجم)

وارتاح من بازي الصباح غرابها
لما أطل فطار كل مطار
وغريبة قطعت اليك على الونى
بيداً تبيد بها هموم الساري
تنسيه طيته التي قد أمها
والركب فيها ميت الأخبار
يقتادها من كل مشتمل الدجى
وكأنما عيناه جذوة نار
تشدو بحمد المستعين حداتها
يتعللون به على الأكوار
ان مسهم لفح الهجير أبلهم
منه نسيم ثنائك المعطار
خاضوا بها لجج الفلا فتخلصت
منها خلوص البدر بعد سرار
سلمت بسعدك من غوائل مثلها
وكفى بسعدك حاميا لذمار
وأتتك يا ملك الزمان غريبة
قيد النواظر نزهة الأبصار
موشية الأعطاف رائقة الحلى
رقمت بدائعها يد الأقدار

اور صبح کے باز کی آمد سے رات کا کوّا
مسرور ہوا، اور خدا جانے کدھر پرواز کر گیا،
اور ایک عجب سواری جس نے تمھارے لئے
میدانوں کو آہستہ آہستہ طے کیا ہے،
جہاں چلنے والے اپنے ارادے فراموش کر جاتے ہیں،
ایسا میدان جس کا چلنے والا اپنا مقصود سفر تک
فراموش کر جائے،
اور سواروں کا پتہ نہ معلوم ہو سکے،
ایسی تاریکی میں وہ ہانکتا ہوا آیا،
گویا اُس کی آنکھیں آگ کے شعلے ہیں،
اس کے حدی خواں مستعین کی تعریف کا راگ گا کر
سواریوں پر دل بہلاتے ہیں،
اگر کہیں انھیں دوپہر کی لُو لگ جائے،
تو تیری تعریف کی معطر ہوا آرام دینے کے لئے
کافی ہے،
اُنھوں نے اس سواری کے ساتھ میدانوں کو قطع کیا،
اور اُس سے اس طرح نکلے جیسے بدر چھپنے کے بعد
جلوہ گستر ہوتا ہے،
تیرے اقبال کے طفیل مصیبتوں سے بچ گئے،
اور تیرا حسن اقبال حفاظت کے لئے کافی ہے،
اے زمانے کے بادشاہ تیرے پاس یہ عجیب وغریب
چیز آئی،
جو نگاہوں کے لئے تفریح اور باعث اعجاب ہے،
جس کی پسلیاں آراستہ ومزیّن ہیں،
جس کے نقش ونگار خود دست قدرت نے بنائے ہیں،

راق العيون اديمها فكأنه
روض تفتح عن شقيق بهار
ما بين مبيض وأصفر فاقع
سال اللجين به خلال نضار
يحكي حدائق نرجس في شاهق
تنساب فيه أراقم الأنهار
تحد وقوائم كالجذوع وفوقها
جبل أشم بنوره متواری
وسمت بجيد مثل جذع مائل
سهل التعطف لين خوار
تستشرف الجدرات منه ترائبا
فكأنما هو قائم بمنار
تاهت بهيكلها وأتلع جيدها
ومشى بها الإعجاب مشي وقار
خرجوا لها الجم الغفير وكلهم
متعجب من لطف صنع الباری
كل يقول لصحبه قوموا انظروا
كيف الجبال تقاد بالأسيار
ألقت ببابك رحلها ولطالما
ألقى الغريب به عصا التسيار
علمت ملوك الأرض أنك فخرها
فتسابقت لرضاك في مضمار

يتبوؤن به وان لبعد المدی
من جاهك الاعلى أعز جوار

اس کی جلد آنکھوں کو بھی معلوم ہوتی ہے،
جیسے باغ میں بہار کے پھول نکل آئے ہوں،
سپیدی تیز زردی کے ساتھ ملی ہوئی ہے،
گویا سونے کے درمیان چاندی پگھلائی گئی ہے،
حسن و ندرت کے اعتبار سے نرگس کی آنکھیں معلوم ہوتی ہیں،
جیسے اُس پر نہروں کے سانپ رینگ رہے ہوں،
شاخوں کی طرح پاؤں کھڑے ہیں اور اُن کے اوپر
ایک بلند پہاڑ اُس کی روشنی میں چھپا ہوا ہے،
اور صراحی دار گردن کے ساتھ گردن کو اونچا کرتا ہے،
جو نرم و نازک ہے،
اُس کا سینہ دیواروں تک آتا ہے،
گویا کہ وہ ایک روشنی کی لاٹ لئے کھڑا ہے،
اپنے سینے پر فخر کرتا ہے اور گردن بلند کرکے
وقار اور تبختر کے ساتھ چلتا ہے،
اس کے دیکھنے کے لئے بڑا مجمع نکلا،
اور سب کے سب صنعت باری سے متعجب ہیں،
ہر شخص اپنے ساتھی سے کہتا نظر آتا ہے،
دیکھو پہاڑ کس طرح لگام سے ہانکے جاتے ہیں،
تیرے دربار میں اُس نے اپنا سامان سفر ڈال دیا ہے،
اور مسافر تو ہمیشہ تیرے دربار میں قیام کرتے ہیں،
دُنیا کے بادشاہ جانتے ہیں کہ تو اُن کے لئے باعث فخر ہے،
تیری خوشنودی حاصل کرنے میں وہ ایکدوسرے سے
آگے بڑھنا چاہتے ہیں،
دوریٔ مسافت کے باوجود، تیرے بلند مرتبہ کے باعث
بہترین جگہ ٹھہرتے ہیں،

فارفع لواء الفخر غیر مدافع
تو فخر کا علم بلند کر کہ کوئی مقابل نہیں،
واسحب ذیول العسکر الجرار
اور لشکر جرار کے ساتھ فوج کشی کر،
واهنأ بأعیاد الفتوح مخولا
اور فتوح کی عید سے مسرور ہو،
ماشئت من نصر ومن انصار
اس حال میں جتنی مدد یا مددگاروں کی ضرورت ہو تجھے حاصل ہو،

والیکها من روض فکری نفحة
اور گلستان فکر کے چند گلدستے حاضر خدمت ہیں،
شفت الثناء بها علی الازهار
ان میں ایسی تعریفیں ہیں جو کلیوں سے چشمک زنی کرتی ہیں،

فی فصل منطقها ورائق رسمها
جو اپنی زبان اور بندش کی خوبی میں
مستمتع الأسماع والابصار
کان اور نگاہوں کے لئے باعث طرب ہیں،
وتمیل من أصغی لها فکأنما
جن کا سننے والا فرط مسرت سے جھومنے لگتا ہے،
غاطیته منها کؤس عقار
جیسے کہ میں نے شعر کے بدلے شراب ارغوانی کے جام دئے ہوں،

اور شب میلاد کو جب سلطان اپنے دربار کی مجلس سے فارغ ہوئے تو اُنھوں نے سلطان کو ایک قصیدہ سنایا جس کے دو شعر یہ ہیں:-

تامل أطلال الهوی فتألما
محبت کی نشانیاں دیکھ کر وہ ملول ہوا،
وسیما الجوی والسقم منها تعلما
اور درد و آزار کے آثار اس پر ظاہر ہوئے،
أخو زفرة هاجت له منه ذکره
وہ عاشق زار جسے یاد نے برانگیختہ کر دیا ہے،
فأنجد فی شعب الغرام وأتهما
محبت کی گھاٹیوں میں چکر لگانے لگا،

یہ قصیدہ طویل ہے اور تقریباً نوے اشعار پر مشتمل ہے

اور ایک شکار کے سلسلہ میں سلطان کے سامنے یہ نظم گزاری جس میں اُن کے اشہب فکر نے خوب خوب جولانیاں دکھائی ہیں، کہتے ہیں:-

حیاک یا دار الهوی من دار
اے منزل محبوب تو بھی کس قدر محبوب ہے،
نوء السماک بدیمة مدرار
آسمان کی بدلیاں تجھ پر برسا کریں،
وأعاد وجه رباک طلقا مشرقا
اور تیری منزل کا چہرہ پھر سرسبز

تنضاحکا بمباسم النوار
أمذکری دار الصبابۃ والھویٰ
حیث الشباب یرف غصن نضار
عاطیتنی عنھا الحدیث کانما
عاطیتنی عنھا کؤس عقار
ایہ وان أذکیت نار صبابتی
وقدحت زند الشوق بالتذکار
یا زاجر الاظعان وھی مشوقۃ
اشبھتھا فی زفرتی وأواری
حنّت الی نجد ولیست دارھا

اور کلیوں کی کثرت سے ہنستا ہوا معلوم ہوا،
اے محبت وعشق کی یاد دلانے والی،
جہاں کہ جوانی پھوٹی پڑتی تھی،
تو نے مجھے محبت کی باتیں کیا سنائیں،
بادۂ انگبین کا ایک جام عطا کر دیا،
پھر سنا، اگر تو نے عشق کی آگ بھڑکا دی،
اور یاد نے تیری آتش فراق تیز کر دی،
اے کوچ کرنے والوں کو متنبہ کرنے والے
میں بھی اپنے عشق اور درد محبت میں اس سے مشابہ ہوں
محبوبہ نے نجد کا اشتیاق ظاہر کیا حالانکہ وہ اُس کا
گھر نہیں،

وصبت الی ھندیۃ والغار
شاقت بہ برق الحمی واعتادھا
طیف الکری وبمزارھا المزوار
ھل تبلغ الحاجات ان حملنھا
ان الوفاء سجیۃ الاحرار
عرض بذکری فی الخیام وقل اذا
جئت العقیق مبلغ الاوطار
عار بقومک یا ابنۃ الحیین ان
تلوی الدیون وأنت ذات یسار
أمنعت میسور الکلام أخا الھوی
وبخلت حتی بالخیال الساری
وأبان جاری الدموع عذر ھیامہ
لکن اضعت لہ حقوق الجار
ھذا وقومک ما علمت خلالھم

اور ہندیہ اور الغار کی طرف مائل ہوئی،
دیار محبوب کی بجلیوں نے اُسے پُر شوق کر دیا،
اور خواب میں خیال محبوب نے حسب دستور زیارت کی،
کیا وہ ہماری ضرورتوں کو پورا کرے گی،
اُسے کرنا چاہئے، کیونکہ ایفائے عہد شرفا کا شعار ہے،
خیموں میں ضمناً میرا ذکر کرنا اور عقیق پہنچ کر
حاجتوں کے پورا کرنے والے سے کہنا،
اے دو قبیلوں کی بیٹی، تیرے لئے باعث عار ہے،
کہ ادائے فرض میں تاخیر کرے، حالانکہ تو صاحب حیثیت ہے،
اُس نے عاشق کو معمولی گفتگو سے بھی محروم کر دیا،
اور رات کو آنے والے خیال سے بھی بخل کرنے لگی،
اُس کی محبت نے اشکوں کا سیلاب جاری کر رکھا ہے؛
لیکن تو نے ہمسائگی کے حقوق کا خیال نہ کیا،
حالانکہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے، تیری قوم

اوفی الکرام بذمۃ وجوار
عہد و حقوق جوار کا خیال رکھنے میں سب سے آگے ہے،

اللہ فی نفس شعاع کلما
اس قلب پریشان کا خدا حافظ

ھبت النسیم تطیر کل مطار
جو نسیم کے چلتے ہی خدا جانے کہاں پرواز کر جاتا ہے،

باللہ یا لمیاء ما منع الصبا
اے لمیاء! تجھے خدا کا واسطہ، ذرا بتانا،

ان لا تھب بعرفک المعطار
کہ باد صبا تیرے زلفوں کی لپیٹ لیکر کیوں نہیں آئی،

یابنت من تشدو الحداۃ بذکرہ
اے اس کی بیٹی جس کی یاد کا نغمہ

متعللین بہ علی الاکوار
حدی خوان سواریوں پر دل بہلانے کے لئے گاتے ہیں،

ماضر نسمۃ حاجر لو انھا
حاجر کی ہوا کا کوئی نقصان نہیں، اگر

اھدت لنا خبرا من الاخبار
ہمیں کوئی خبر پہنچاتی،

ھل بانہ من بعد نامتأود
کیا اس کی بان اب تک

متجاوب منرنم الاطیار
ترنّم خیز آواز کے ساتھ لچکتی ہے،

وھل الظباء الآنسات کعھدنا
اور کیا پہلے کی طرح اب بھی نازک ہرنیاں،

یصبرعن اسد الغاب وھی ضواری
جنگل کے شیروں پر غالب آتی ہیں،

یفتکن من قاماتھا ولحاظھا
کیا اب تک اپنے قد وقامت اور نگاہوں سے

بالمشرفیۃ والقنا الخطار
مشرقی تلواروں اور تیز نیزوں کی طرح قتل کرتی ہیں،

اشعرت قلبی جھن صبابۃ
میں نے اپنے دل میں ان کی محبّت داخل کر لی،

فرمیننی من لوعتی بجمار
تو انھوں نے درد محبت کی آگ سے مجھے جلا مارا،

وعلی الکثیب سوانح حمر الحلی
اور بالو کے ٹیلے پر سرخ زیور والیاں ہیں،

بیض الوجوہ یصدن بالا فکار
جن کے چہرے خوبصورت ہیں اور افکار سے شکار کرتی ہیں،

لکن یوم النفر جدن لنا بما
لیکن اجتماع کے دن انھوں نے

عودننا من جفوۃ ونفار
حسب عادت ترشروئی اور نفرت کا اظہار کیا،

یا ابن الالی قد احرزوا خصل العلا
اگر ان لوگوں کے بیٹے! جنھوں نے بلند خصائل حاصل کئے،

وسموا بطیب ارومۃ ونجار
اور حسب ونسب کے اعتبار سے سربلند ہوئے،

وتزیب عن صوب الغمام اکفھم
جن کی ہتھیلیاں بارش کی،

وتنوب اوجههم عن الاقمار
من آل سعد رافعي علم الهدى
والمصطفين لنصرة المختار
اصبحت وارث مجدهم وفخارهم
ومشرف الاعصار والامصار
وجه كما حسر الصباح نقابه
ويد تمد انا ملا ببحار
جددت دون الدين عزمة اروع
جددت منها سنة الانصار
حطت البلاد ومن حوته ثغورها
وكفى بسعدك حاميا لذمار
لله رحلتك التي نلنا بها

اجر الجهاد ونزهة الابصار
اوردتنا فيها لجودك موردا
مستعذب الايراد والاصدار
وافضت فينا من نداك مواهبا
حسنت مواقعها على التكرار
اضحكت ثغر الثغر لما جئته
وخصصته بخصائص الايثار
حتى الفلاة تقيم يوم وردتها
سنن القرى بتلالئ الانوار
وسرت عقاب الجو تهديك الذي
تصطاد من وحش ومن اطيار
والارض تعلم انك الغوث الذي

اور چہرہ چاند کی قائم مقامی کرتے ہیں،
جو کہ سعد کی اولاد سے ہیں، اور علم بلند کرنے والے ہیں،
اور رسول اللہ ﷺ کی مدد کے لئے انتخاب کر لئے گئے ہیں،
تم ان کی بزرگی اور فخر کے وارث ہوئے،
اور زمانہ اور ملکوں کے لئے باعث عزت ہوئے،
چہرہ ایسا روشن، معلوم ہو کہ صبح نے اپنا برقع اُٹھا دیا،
سخاوت میں ہاتھ سمندروں کا مقابلہ کرتے ہیں،
دین کی حفاظت کے لئے تم نے ارادہ مستحکم کر لیا،
اس طرح تم نے انصار کی سنت کی تجدید کی،
ملکوں اور اُن کے باشندوں کے محافظ ہوئے،
اور تمہاری خوش اقبالی حفاظت کے لئے بہت کافی ہے،
تمہارا وہ اقدام بھی کیا اچھا تھا، جس سے ہم نے
سیر و تفریح کے
علاوہ جہاد کا ثواب بھی حاصل کیا،
تم نے ہمیں اپنی سخاوت کے گھاٹ پر اُتارا،
جس کا آغاز و انجام سب شیریں ہے،
اور تم نے اپنی سخاوت کے اتنے عطیے دئے،
کہ تکرار کے باوجود نہایت خوش آئند تھے،
تم نے اپنی آمد سے اس حصّہ کو خنداں بنا دیا،
اور خاص عنایت سے اُسے نوازا،
تمہارے ورود کے استقبال میں،
میدان بھی انوار کی چمک کے ساتھ ضیافت کرتے ہیں،
اور فضا کے عقاب بھی اپنے شکار کردہ
پرندوں کا تحفہ لانے لگے،
زمین بھی جانتی ہے کہ تمہیں وہ بدلی ہو،

تضفی علیها واقی الاستار
ولرب ممتد الاباطح موحش
عالی الربا متباعد الاقطار
همل المسارح لا یراع قنیصه
الا لنبأة فارس مغوار
سرحت عنان الریح فیه وربما
القت بساحته عصا التسیار
باکرته والافق قد خلع الدجی
مسیها لیلبس حلة الاسفار

جو اپنی بارش سے اُس کی پردہ پوشی کرتی ہے،
اور کتنے چٹیل وحشت خیز میدان تھے،
جن کے ٹیلے اونچے اور منزلیں دور تھیں،
جس کی چراگاہیں عام، اور وہاں شکاروں پر
بہادر جنگجو کے سوا کوئی قابو نہیں پا سکتا،
ہوا بھی وہاں آزاد تھی اور کبھی
وہاں ٹھہر جایا کرتی تھی،
ایسے جنگل میں تم صبح کو گئے، اس حال میں کہ
روشنی کا لباس پہنانے کے لئے تاریکی اپنا لباس
اتار رہی تھی،

وجری به نهر النهار کمثل ما
سکب النسیم سلافة من قار
عرضت به المستنفرات کانها
خیل عراب جلن فی مضمار

اور وہاں صبح کا چشمہ اس طرح جاری تھا،
جیسے باد نسیم نے شراب کا جام لنڈھا دیا ہو،
اس میں وحشی جانور اس طرح سامنے آئے،
کہ معلوم ہوتے تھے کہ عربی گھوڑے میدان میں
چکر لگا رہے ہیں،

اتبعتها غرر الجیاد کواکبا

تم نے ان کے پیچھے ستاروں کی طرح شریف
گھوڑے دوڑائے،

تنقض رجمانی سماء غبار
والهادیات یومها عبل الشوی

جو گرد و غبار کے آسمان میں ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے تھے،
ان تیز رفتار گھوڑوں کے آگے ایک مضبوط
گھوڑا تھا،

متدفق کتدفق التیار
ازجیتها شقراء رائقة الحلی
فرمیته منها بشعلة نار
اثبت فیه الرمح ثم ترکته
خضب الجوانح بالدم المو ّار

جو موجوں کی طرح اچھلتا کودتا تھا،
تم نے ایک راستہ میں چبلے رنگ کا گھوڑا ہنکایا،
اور اُس سے شکاروں پر آگ کا شعلہ پھینکا،
اس میں تم نے نیزہ پیوست کیا،
جس نے پسلیوں کو بہتے خون سے رنگین کر دیا،

حامت علیہ الذابلات کانھا
طیراً ئرت منہ الی اوکار
طفقت اراینہ غداۃ اثرتھا
تبغی الفرار ولات حین فرار
ھل ینفع الباع الطویل وقد غدت
یوم الطراد قصیرۃ الاعمار
من کل منحفز بلمحۃ بارق
فاتت خطاہ مدارک الابصار
وجوارح سبقت الیہ طلابھا
فکانما طالبنہ بالثار

نیزہ اُس پر اس طرح منڈلا رہا تھا،
جیسے پرندے گھونسلوں میں جانا چاہتے ہیں،
جس صبح کو تم نے سب کو بھڑکایا، خرگوش
بھاگنا چاہتے تھے مگر بھاگنے کا موقع کہاں تھا،
لانبے ہاتھ کیا کام دے سکتے ہیں جب کہ
لڑائی کے دن ان کی عمر کم ہو چکی تھی،
ایسے شکار تھے جو بجلی کی کوند کی طرح اچھلتے تھے،
جن کے قدم نگاہوں کی رفتار سے زیادہ تیز تھے،
اور ایسے شکاری جانور جو اپنے مطلوب سے پہلے
اُس کے پاس آگئے گویا کہ وہ اُسے دیت میں
طلب کرتے تھے،

سود وبیض فی الطراد تتابعت
کاللیل طاردہ بیاض نھار
ترمی بھا وھی الحنایا ضمّرا

سیاہ وسپید ہر قسم کے جانور مقابلہ میں آگے پیچھے آئے،
جس طرح کہ رات کے بعد دن کی سپیدی آتی ہے،
دُبلے جھکے ہوئے ہونے کے باوجود اپنے کو دور
پھینکتے تھے،

مثل السھام فزعن عن اوتار
ولکل فتخاء الجناح اذا رتمت
فکانھا نجم السماء الساری
زجل الجناح مصفق کمن الردی
فی مخلب منہ وفی منقار
اجلی الطرید من الوحوش وان رمی
طیراً اتاک بہ علی مقدار
واریتنا الکسب الذی اعددتہ
ملأت جمالا اعین النظار
بیض وصفر خلت مطرح سرحھا

جیسے تیر کمان سے گھبرا گیا ہو،
اور جب جوڑے سے بازوؤں والی گرتی ہے،
معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کا شب نورد ستارہ ہے،
بازو مضبوط اور شکار کرنے والے ہیں جن کے
پنجوں اور چونچ میں موت چھپی ہوتی ہے،
تیز بھاگنے والے جانوروں کو دور نکال دیا اور جب
پرندے کا شکار کرتا ہے تو انھیں وقت پر لے آتا ہے،
اور تم نے وہ کارنامہ دکھایا جس کے نمونے
دیکھنے والوں کی آنکھوں کو خیرہ کر دیتے ہیں،
ایسے سفید اور زرد جن کے کرنے کی جگہ

روضا تفتح من شقيق بهار
من كل موشيّ الاديم مفوق
رقمت بدائعه يد الاقدار

اس باغ سے مشابہت رکھتی ہیں،
جس میں بہار کے پھول کھلے ہوں،
جن کی بالائی سطح منقوش اور نفیس ہو، جس کی نقش و نگاری کلیوں نے کی ہے،

خلط البياض بصفرة في لونه
فتري اللجين يشوب ذوب نضار
او اشعل راق العيون كانه
غلس تخالط سدفتا بنهار

اس کے رنگ میں سپیدی زردی سے مل گئی،
جیسے سونے پر چاندی کا کام ہو،
یا آگ کے مثل روشن و نظر فریب ہے،
معلوم ہوتا ہے کہ صبح کی تاریکی یک بیک روشنی سے مل گئی،

سرحت بمخضر الجوانب يانع
تنساب فيه اراقم الانهار
قد ارضعته الساريات لبانها
وحللن فيه اذرّة النوار
اخذت سعودك حذرها فلحكمة
اغرت جفون المزن باستعبار

ایسے سرسبز چراگاہوں میں چھوڑ دی گئی ہیں جہاں
نہریں سانپ کی شکل میں رینگتی نظر آتی ہیں،
جنھیں رات کو برسنے والی بدلیوں نے
اپنا دودھ پلایا ہے جس سے کلیاں کھل گئیں،
تمھاری خوش اقبالی نے اُس سے احتیاط کیا،
آخر کسی حکمت ہی کے سبب بدلیوں کی آنکھوں سے سیلاب اشک جاری ہوا،

لما ارتك الشمس صفرة حاسد
بجبينك المتألق الانوار

جب آفتاب نے تمھیں وہ زردی دکھائی جو تمھارے روشن، چمکدار چہرہ سے حسد کے بارہ سے اس پر آگئی تھیں،

نفثت عليك السحب نفثة معوذ
من عينها المتوقع الاضرار
فارفع لواء الفخر غير مدافع
واسحب ذيول العسكر الجرار

بدلیوں نے تعویذ کے طور پر تمھیں پھونک دیا،
تاکہ آفتاب کی نظر بد کا اثر نہ پڑے،
پھر کیا ہے، فخر کا جھنڈا بلند کرو،
تمھارا کوئی مقابل نہیں اور بڑی فوجوں کے ساتھ حملہ کرو،

واهنأ بمقدمك السعيد مخوّلا

اور اپنی مبارک آمد سے مسرور ہو،

ماشئت من عز و من انصار

اس لئے کہ تم بے پایاں عزت اور مددگاروں کے مستحق ہو،

قد جئت دارک محسنا و مؤملا
متعت بالحسنی و عقبی الدار

میں تمہارے دربار میں امید لے کر حاضر ہوا ہوں خدا تمہیں نیکی اور آخرت میں مرتبہ عطا کرے،

والیکہا من روض فکری نفحۃ
شمت ثناء بہا علی الازہار

اور یہ میرے باغ فکر کی لپٹ تحفہ میں پیش ہے،
جس کی تعریفیں پھولوں کی غمازی کریں گی،

تغزل میں کہتے ہیں :-

رضیت بما تقضی علیّ و تحکم
اہان فاقصی ام اعز فاکرم
اذا کان قلبی فی یدیک قیادہ
فمالی علیہ فی الہوی اتحکم
علی ان روحی فی یدیک ابقائہا
بوصلک تحیی او بہجرک تعدم
وانت الی المشتاق نار و جنۃ
ببعدک یشقی و لقربک ینعم

تمہارے فیصلے اور حکم پر میں راضی ہوں،
خواہ ذلت کی انتہا ہو یا عزت کی سربلندیاں ہوں،
جب میرے دل کی باگ تمہارے ہاتھوں میں ہے،
پھر میں محبت میں بڑھ بڑھ کر کیوں بول رہا ہوں،
مگر یہ کہ میری روح تمہارے اختیار میں ہے،
اُسے وصل سے زندگی عطا کرو یا فراق سے ماردو،
تم عاشق کے لئے جنت بھی ہو جہنم بھی ہو،
وہ تمہاری نزدیکی سے شادکام ہوتا ہے اور دوری سے مبتلائے محن،

ولی کبد تندی اذا ما ذکرتم
و قلب بنیران الہوی یتضرم
ولو کان مابی منک بالبرق ماسری
ولا استصحب الانواء تبکی و تبسم
اراعی نجوم الافق فی اللیل ما دجا
واقرب من عینی للنوم انجم
وما زلت اخفی الحب عن کل عاذل
وتبدی دموع الصب ما ہو یکتم

تم جب یاد کرتے ہو تو میرا جگر پھڑک اٹھتا ہے،
اور دل محبت کی آگ سے جلنے لگتا ہے،
اگر بجلی کو میری سی محبت ہوتی، تو وہ نہ چلتی،
اور نہ بچھڑنے کے ساتھ ہنستی مسکراتی،
رات کی تاریکی میں افق کے تارے گنتا رہتا ہوں،
اور رات بھر جاگتا ہوں،
اور میں ہمیشہ محبت کو ملامت کرنے والوں سے چھپاتا رہتا ہوں،
اور محبت کے آنسو اُسے ظاہر کرتے رہے،

كسانى الهوى ثوب السقام وانه
متى صح حب المرء لاشئى يسقم

محبت نے مجھے بیماری کا لباس پہنایا،
اور جب محبت صحیح ہو تو پھر کوئی چیز بیمار نہیں ہوتی،

فيا من له الفعل الجميل سجيه
ومن جود يمناه الحيا يتعلم

اے وہ، کہ اچھا کام اُس کی خصلت میں داخل ہے،
اور اُس کی سخاوت سے بدلی برسنا سیکھتی ہے،

وعنه يروى الناس كل غريبة
تخط على صفح الزمان وترسم

اور لوگ اس سے ایسی روایتیں کرتے ہیں،
جو لوح زبان پر ہمیشہ ثبت رہیں گی،

اذا انت لم ترحم خضوعى فى الهوى
فمن ذا الذى يحنى علىّ ويرحم

اگر محبت میں میری نیاز مندی پر تم
رحم نہیں کروگے تو پھر کون مجھ پر شفقت کرے گا،

ووالله ما فى الحى حىّ ولم ينل
رضاك وعمته ايادو النعم

قسم خدا کی، قبیلے میں کوئی ایسا شخص نہیں،
جو ممنون کرم ہونے کے باوجود تمھاری بخشش سے فیضیاب نہ ہوا ہو،

ومن قبل ما طوقتنى كل نعمة
كانى واياها سوار ومعصم

اور میں تو تمھارا پرانا ممنون کرم ہوں،
گویا کہ میرے اور تمھارے احسانات کی مثل کنگن اور کلائی کی ہے،

وفتحت لى باب القبول مع الرضا
فما بال ذاك الباب عنى مبهم

اور رضامندی کے ساتھ تم نے قبولیت کا دروازہ کھول دیا تھا پھر کیا بات ہے کہ دروازے کا پتہ نہیں چلتا،

ولو كان لى نفس تخونك فى الهوى
لفارقتها طوعا وما كنت اندم

اگر میرا دل تمھاری محبت میں خیانت کرسکتا،
تو میں بلا ندامت اُسے چھوڑ دیتا،

واترك أهلى فى رضاك الى الاسى
واسلم نفسى فى يديك واسلم

اور اپنے اہل وعیال کو تمھاری رضا پر چھوڑ دیتا اور اپنی جان تمھارے سپرد کر دیتا،

اما والذى اشقى فوادى وقادنى
وان كان فى تلك الشقاوة ينعم

اس کی قسم جس نے دل کو درد وکرب میں مبتلا کیا ہے،
اگرچہ اس تکلیف میں بھی راحت ہے،

لانت منى قلبى ونزهة خاطرى
ومورد آمالى وان كنت احرم

تم دل کی تمنا اور قلب کی راحت ہو،
اور مایوسی کے باوجود امیدوں کا منبع ہو،

اور ایک مختصر قطعہ ہے :-

لقد زادنی وجدا واغری بی الجوی
ذبال باذیال الظلام قد التفا
تلوح سنانا حین لاتنفخ الصبا
وتبدی سوارا حین تثنی لہ العطفا

میری محبت اور درد فراق میں اس فتیلے نے زیادتی کردی جو تاریکی کے دامن میں لپٹا ہوا ہے، نیزے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، جب بادصبا تھمتی ہے اور جب ہوا رخ پھیرتی ہے تو کنگن کی شکل میں چمکتا ہے،

قطعت بہ لیلا یطارحنی الجوی
فآونۃ یبدو وآونۃ یخفی
اذا قلت لایبدو اشال لسانہ
وان قلت لایخبو الضیاء بہ کفا
الی ان افاق الصبح من غمرۃ الدجا
واھدی لنسیم الروض من طیبہ عرفا
لک اللہ یا مصباح اشبھت مھجتی
وقد شفھا من لوعۃ الحب ماشفی

میں نے فراق و رنج کی رات اسی سے طے کی، کبھی ظاہر ہوتا تھا اور کبھی پوشیدہ، جب میں کہوں کہ نہیں ظاہر ہوتا ہے تو اپنی زبان نکالتا ہے، اور جب کہوں کہ بجھتا نہیں تو فوراً روشنی رک جاتی، تا آنکہ صبح نے تاریکی کے بھنور سے نجات دی، اور باغ کی ہوا نے اپنی خوشبو کی لپٹ بھیجی، اے صبح اللہ تجھے قائم رکھے تو میرے دل سے مشابہ ہوگئی اس حال میں کہ سوز محبت نے اُسے کم زور کردیا،

اور ایک خط کے آغاز میں یہ شعر لکھے ہوئے تھے :-

ازور بقلبی معھد الانس والھوی
وانھب من ایدی النسیم رسائلا
ومھما سألت البرق یھفو من الحمی
یبادرہ دمعی مجیبا وسائلا
فیالیت شعری والامانی تعلل
ایرعی لی الحی الکرام الوسائلا
وھل جیرتی الاولی کما قد عھدتھم
یوالون بالاحسان من جاء سائلا

میں اپنے دل میں دیار انس ومحبت کی زیارت کرتا ہوں، اور ہوا کے ہاتھوں سے خطوط چھین لیتا ہوں، اور جب میں نے دیار محبوب سے نکلتے وقت بجلی سے پوچھا تو جواب وسوال کے لئے آنسو فوراً سبقت کیا کرتے تھے، اگرچہ آرزوئیں بہلاتی ہیں کاش مجھے علم ہوتا، کہ کیا ہمارے اہل قبیلہ وسائل کی پروا کریں گے، اور کیا میرے پرانے ہمسائے دستور محبت کے مطابق سوال کرنے والے کے ساتھ نیکی کریں گے، یا نہیں،

ان کے عشقیہ اشعار میں سے یہ ہیں :۔

قيادي قد تملکه الغرام	عشق محبت پر حاکم ہے،
ووجدي لا يطاق ولا يرام	اور میری محبت ناقابل برداشت ہے،
ودمعي دونه صوب الغوادي	میرے آنسو بدلیوں کی بارش سے بڑھ کر ہیں،
وشجوي فوق ما يشدو الحمام	اور میری آہ کبوتروں کے نغموں سے کہیں زیادہ ہے،
اذا ما الوجد لم يبرح فؤادي	اگر عشق میرے دل کو نہیں چھوڑتا،
على الدنيا وساکنها السلام	تو دُنیا اور اہلِ دُنیا کو میرا سلام

اور کہتے ہیں، موضوع خود اشعار سے ظاہر ہوگا :۔

ومشتمل بالحسن احوى مهفهف	ایک حسین نازک اندام
قضى لرجع طرفي من محاسنه الوطر	جس کے محاسن کو میری آنکھوں نے خوب جی بھر کر دیکھا
فالبصرت اشباه الرياض محاسنا	تو نے خوبیوں کو باغ کے مثل دکھایا،
وفي خده جرح بدا منه لي اثر	اور اُس کے رخسار پر ایک زخم تھا، جس کا اثر مجھ پر ہوا،
فقلت لجلاسي خذوا الحذر انما	میں نے ساتھیوں سے کہا کہ احتیاط کرو،
به وصب من اسهم الغنج والحور	کہ اُسے شوخی اور آنکھوں کی تیر افگنی کی بیماری ہے،
ويا وجنة قد جاورت سيف لحظه	اے وہ رخسار جو نگاہوں کی تلوار کے ساتھ ہے،
ومن شانها تدمى من اللمح والبصر	حالانکہ وہ دیکھنے سے زخمی ہو جاتا ہے،
تخيل للعينين جرحا وانما	دونوں آنکھوں کو زخم معلوم ہوا،
بدا کلف منه على صفحة القمر	حالانکہ اسی کا داغ چاند پر نمایاں ہو گیا ہے،

اور فخر میں کیا اچھا کہتے ہیں :۔

الا ئمتي في الجود والجود شيمتي	اے بخشش پر مجھے ملامت کرنے والو،
جبلت على آثارها يوم مولدي	سخاوت میری پیدائشی خصلت ہے،
ذريني فلو اني اخلد بالغنى	مجھے چھوڑ دو، اگر تونگری سے میں ہمیشہ
لکنت ضنينا بالذي ملکت يدي	رہ سکتا تو میں اپنی مملوکہ چیزوں کے دینے میں بخل کرتا،

ایک قطعہ ہے:-

لقد علم اللہ انی امرؤ
خدا جانتا ہے، کہ میں ایسا شخص ہوں،
أجرّر ذیل العفاف القشیب
جو عفت کا دامن نہیں چھوڑتا،
فکم غمض الدھر اجفانہ
زمانہ نے بارہا چشم پوشی کی،
وفازت قداحی بوصل الحبیب
اور وصل حبیب کے مواقع میسر ہوئے،
وقیل رقیبک فی غفلۃ
اور لوگوں نے کہا کہ تیرا رقیب غافل ہے،
فقلت أ ۰۰ ت الالہ المر ۔ ۔ ب
میں نے کہا کہ میں صرف اللہ سے ڈرتا ہوں جو نگہبان ہے،

فقیہ ابو عبداللہ بن فرزدق نے کتاب "الشفاء" کی شرح کا آغاز کیا، تو ان سے کتاب طلب کی، اس سلسلہ میں اُنھوں نے یہ شعر کہے:

ومسری رکاب للولی قد ونت بہ
اور ایسی سـ ـت سواریوں کی گـ ۔ ۔ ہ
نجائب سحب للتراب نزوعھا
جہاں ایسی بدلیاں ٹھہریں، جو زمین کی مشتاق تھیں،
تسل سیوف البرق أیدی حداتھا
اُس کے ہانکنے والے بجلی کی تلواریں کھینچتے ہیں،
فتھمل خوفا من سطاھا دموعھا
اور اس کے خوف سے اُن کے آنسو بہنے لگتے ہیں،
لعرض غربا یبتغین معرسا
اُنھوں نے شب کو اقامت کے لئے پچھم کا رُخ کیا،
فقلت لھا مراکش وربوعھا
تو میں نے اُس سے کہا کہ مراکش اور اس کے مکا ۔ ت زیادہ مستحق ہیں،

لتسقی أحد اثابھا وضوا انحا
وہاں قبروں اور تربتوں کی سیرابی کا ارادہ تھا،
عیاض الی یوم المعاد ضجیعھا
جن میں قیامت تک عیاض آرام کرتے رہیں گے،
وأبدر من تبکی علیہ یراعۃ
وہ سب سے زیادہ اس کے مستحق ہیں کہ ان پر قلم
لصفحۃ طرس والمداد نجیعھا
صفحۂ قرطاس پر روشنائی کے خون کے ساتھ اشک افشانی کریں،

فکم من ید فی الدین قد سلفت لہ
دین پر ان کا کتنا احسان ہے، وہ اعمال
یرضہ رسول اللہ عنہ صنیعھا
رسول اللہ صلعم کو خوش کرنے والے ہیں،
ولا شك لتعریف الشفا بحقوقہ
اور شفا جیسی کتاب کی تعریف کسی کو نہیں ہو سکتی،
فقد بان فیہ للعقول جمیعھا
اس میں کمال عقل کی بہترین مثالیں نمایاں ہوگئیں،

ۃ حسن قد جلتها ید النهی	ایسے حسن کے آئینہ میں جسے عقل کے ہاتھ میں صاف کیا ہے،
فا وصافہ یلتاح فیہ بدیعها	اس میں اُن کے بہترین اوصاف ظاہر ہوتے ہیں،
نجوم اهتداء والمداد بجنبها	ہدایت کے ستارے اور روشنائی اُنھیں چھپاتی ہے،
واسرار غیب والیراع یذیعها	غیب کے اسرار، قلم انھیں ظاہر کرتا ہے،
لقد خوت فضلا یا ابا الفضل شاملا	اے ابو الفضل، تو نے بہترین فضل حاصل کیا،
فیجزیک عن نصح البرایا شفیعها	شافع محشر تمہارے اس کام کا بدلہ دے،
وللہ ممن قد تصدی لشرحہ	اس کے شارح کی نیت بھی خدا کے لئے ہے،
فلباہ من غر المعانی سطیعها	اس لئے کہ بہترین معانی نے ان کی ہدایت کی،
فکم مجمل فصلت منہ وحکمۃ	کتنی مجمل باتوں کی اس میں تفصیل ہو گئی،
اذا ... الادماج منہ تشیعها	اور کتنی پوشیدہ حکمتوں کے چہرے سے نقاب اُٹھ گیا،
...سن والاحسان یبد وخلالها	ایسی خوبیاں جن سے نیکی ظاہر ہوتی ہے،
کما ان زعن زهر البطاح ربیعها	جیسے فصل بہار میں کلیاں کھل جاتی ہیں۔
اذا ما اجلت العین فیها تخالها	اور اس میں نظر دوڑاؤ تو معلوم ہو،
نجوما بآفاق الطروس طلوعها	کہ کاغذ کے افق پر ستارے طلوع ہو گئے ہیں،
معانیہ کالماء الزلال الذی صرے	اس کے مطالب چھپے ہوئے خالص پانی کی طرح ہیں،
والفا... در یروی نصیعها	اور الفاظ موتی کے مانند،
ریاض سقـ... صوب ذکائہ	ایسا باغ جسے فکر کی بدلی نے سیراب کیا ہے،
فاخصب للوراد منها مریعها	اور آنے والوں کے لئے اس کا منظر شاداب ہو گیا،
تفجر عن عین الیقین زلالها	یقین کے چشمے سے اس کا پانی آتا ہے،
فللہ لارباب الخوص شروعها	اس لئے کہ مخلصین تلذذ کے ساتھ اس سے پیاس بجھاتے ہیں،
الا یا ابن جار اللہ یا بن ولیہ	اللہ کے دوست کے بیٹے بزرگوں کی
لانت اذا عد الکرام رفیعها	گنتی میں تم سب سے بڑھ کر ہو؛
اذا ما اصول المرء طابت ارومتہ	جب انسان کے آبا و اجداد اچھے ہوں تو

فلا عجب اشبهتها فروعها	پھر جانشینوں کا ان کے مشابہ ہونا کوئی تعجب انگیز نہیں،
بقیت لاعلام الزمان تنیلها	تم زمانے کو ہدایت کے راستے بتلانے کے لئے
هدی و لاحداث الخطوب تروعها	اور زمانہ کی مصیبتوں کو مرعوب کرنے کے لئے سلامت رہو،

اور ان کی نظم و نثر کا ایک بہترین مجموعہ میرے پاس آیا تھا، اور اصل میں میرے اس خط کا جواب تھا، جو میں نے بچوں کو لکھا تھا، جب کہ وہ سلطان کے ساتھ مُنکرب میں تھے، لکھتے ہیں :-

مالی بحمل الهوی یدان	مجھے محبت برداشت کرنے کی طاقت نہیں،
من بعد ما عزّ الندانی	جبکہ قربت دشوار ہو گئی،
اصبحت اشکو الی زمان	میں زمانے کی شکایت کرنے لگا کہ کبھی اُس کی جانب
مابت منه علی امان	سے مامون نہیں رہا،
ما بال عینیک تسجمان	تمھاری آنکھیں کیوں اشکباری کر رہی ہیں،
والدمع یرفض کالجمان	اور یہ آنسو کیوں موتی کی طرح پھوٹ رہے ہیں،
نادیک والالف عنک وان	تمھیں پکارا اس حال میں کہ دوست تم سے الگ ہے،
والبعد من بعده کوانی	اور اس کے بعد دوری کی مثالی بھی متکاسل کی ہے،
یا شقوة النفس من هوان	دل کو اس ذلّت سے کتنی تکلیف ہوتی ہے جب
فی لج من ابحر الهوان	مصیبت کے سمندر میں غوطہ زنی سے ہو،
لم یثننی عن هواک ثان	مجھے تیری محبت سے کبھی پھیرنے والے نے
یا بغیة القلب قد کفانی	نہیں پھیرا، اے دل کی آرزو وہ مجھے کافی ہے،

اے شام کو منہ پھیرنے والے، تیرا سنہری ٹکڑا کہاں جاتا ہے، حالانکہ عاشق پر راستہ تنگ ہے، محبت کے آفتاب میری آنکھوں سے چھپ گئے، اور دوری نے میرے اور اُس کے درمیان پردہ ڈال دیا ہے، اور اقامت و سفر کسی حال میں بھی تیری جگہ میرے دل میں اور میں تیرے چہرہ کی تشبیہ اور تخیل پر قانع ہونے والا نہیں تھا، اور آخر یہ تشبیہ کے الفاظ تجھے کہاں سے مل گئے، جبکہ تو جعل سازی کا لباس زیب تن کئے ہوئے ہے، اور تاریکی کا پردہ تیرے جسم پر صبح تک پڑا رہتا ہے، اور غروب کے بعد تیرے انتظار میں

قرضخواہ رہتے ہیں، جن کے ہاتھوں میں مطالبات ہوتے ہیں، اور اے بدلی کی بجلی تو کس پردے سے مسکراتی ہے اور کس صبح کی نقالی کرتی ہے، اور بدلی کے کس چہرے کی علامت رکھتی ہے، کیا دانتوں کی مسکراہٹ میرے اطراف نہیں کھیلتی، حالانکہ تیری مسکراہٹ برابر کام کرتی رہتی ہے، کبھی ہنستی ہے تو بدلیوں کو رلا دیتی ہے اور صبح و شام کی ہوا کو روک دیتی ہے جن کی آوازیں دور دور تک پہنچتی ہیں، انھیں نے بلند و پست مسافتوں کو طے کیا ہے، اور صبح کی تلوار سے بدلی کی نیام اور بجلیوں کا پرتلا بنایا ہے، کاش یہ مجھے ان لوگوں کی خبر دیتیں، جنھیں میں دل سے محبوب رکھتا ہوں، شاید کہ یہ آرزو پوری ہو، اور اللہ ملاقات کی زمین میں ان کی سیرابی کو ملائے، اور اس کی صحت بخش ہوا سے شوق کی پیاس بجھائے، اور ہماری آگ کو خلیل کی آگ سے بدل دے، اور جب میں مجاز کے لئے حقیقت ترک کرنے پر تیار نہ ہوں، بلکہ ملاقات کے پرانے قرض کی جلد ادائی پر اصرار کروں، تو ہوا سے دل بہلانے کا موقع بہت کم ہے، بہترین طبیب تو وہ ہے، جو بیمار ہونے کے باوجود لوگوں کا علاج کرے، میں صرف اللہ سے گلہ کرتا ہوں، اور کسی سے نہیں، وہ صرف ایک انسان ہے، جس کے فتیلہ پر شوق کی ہوا اور کا غلبہ رہتا ہے، حالانکہ شوق عرصہ کے بعد آزاد ہوا ہے، اور اجتماع پر فراق کو ترجیح دی ہے، اور ذوق کے بدلے صرف مشاہدہ اور بیان حال پر قانع نہیں ہوا، اور ایسا دل جس کے ٹکڑوں کو محبت نے تقسیم کرلیا ہے، اور جس کے حصے ہر جگہ ہیں، اور ایسے غم و آلام جو دل میں جگہ پا جانے کے بعد پھر الگ نہیں ہوتے، تو حکم اللہ ہی کا ہے —— میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں، اے میرے وہ سردار جس کی ملاقات میرے افکار کو روشن کرتی ہے، اور قبولیت کی ہوائیں اس کی جانب سے آتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں، اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ ان کی زندگی دراز کرے، تاکہ میری امیدیں بھی باقی رہیں، اگر وہ دور ہوتا ہے تو اس کے احسانات نزدیک ہوتے ہیں، اور اگر نزدیکی نہ حاصل ہو سکی، تو اس کی بخشش کا فیض پہنچ ہی جاتا ہے، اور اس کی سخاوت کی بدلیاں، اس کے روشن ادب کے پھل پیش کرتی ہیں، اگر اس کی انگلیاں

دستگیری نہ کر سکیں، تو اُس کی ہدایت مجسم خود نہربان ہو جاتی ہے، اے میرے سردار جس کی بڑائیاں مشہور اور میرے ساتھ خاص طور پر بھی ہیں، اور جس کی تعریف کی خبریں خدام میں ہمیشہ بیان کی جاتی ہیں اور ایسی مدح و ثنا جو سب کو حیرت میں ڈال دیتی ہے، اور ہر ایک اُس کے دیدار اور اس کی خوشہ چینی سے مراد پالیتا ہے، اور جس کے فرزندوں میں داخل ہونے کا شرف مجھے بھی حاصل ہے، اور اُن کی عنایت سے خاکسار بھی خدام خاص میں شمار ہوتا ہے، تیری بھلائی کی اللہ نگہبانی کرے، جو تمام نیکو کاروں کی خبر گیری کرتا ہے، رہا، آپ نے جو دو ررس اور شیریں معانی بیان کئے ہیں، آپ کے نایاب معانی نیز بہترین اسلوب بیان کی تعریف سے زبان و قلم عاجز ہے، اور بڑے بڑے فصحاء اور بدیع و بیان کے علماء بھی اس کا مثل پیش نہیں کر سکتے، تو میں نے برجستہ گوئی کا گھوڑا عجلت کے میدان میں چھوڑا ہے، طبیعت اس میں جولانی دکھانے سے عاجز آگئی تھی، تو معلوم ہوا کہ اس خط کے پڑھنے والے کا فرض ہے کہ اس میدان میں پیروی کا قصد نہ کرے، اور حضور کے قلم کو مردِ میدان مان لے، اور پرانے اخلاق کو ترک کر کے حضور کے اخلاق کی اتباع کرے، جو سراسر نور ہدایت ہے، اس لئے کہ وہ خدا کی قسم اُسے باقی رکھیں گے، اور مہلکات ایام سے بچائیں گے، جبکہ شکایت کی حد ہو چکی، اور دوری کی دست درازیاں بہت ہو چکیں، اور مجرموں سے عتاب کا حکم اُٹھا لیا، اور اس واسطہ کی نگہداشت کی، جس کا ذکر کتاب اللہ میں آیا ہے، اور جسے چاہا اپنے انعام سے سرفراز کیا، اور اپنا ارادہ خدا کی رضامندی پہ مرکوز کر دیا، اس لئے آپ کو مُسلم ہے کہ کامیابی کی صورتیں انھیں کی رائے کے مطابق نمایاں کی جاتی ہیں، اور اُن کے پاکیزہ فکر کے نتائج عام ہوتے ہیں، اللہ اُن کی بہترین نعمتوں کا بدلہ دے گا، اور اُن کے بلند مرتبوں کی نگہداشت کرے گا، جس کے وہ زیادہ مستحق ہیں، اور گفتگو طویل ہوئی، اور قلم رک گئے، اور ہمارے سردار — خدا اُن کو حیات دے — کے لئے فضل اور برکت ہے اور دونوں جہاں میں اُن کا مرتبہ بلند کرے، اور اُن کے خادم ابن زمرک کا سلام خصوصی قبول ہو اور ان پر

خدا کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں، نوشتہ ۱۵ر جمادی الاولیٰ ۷۶۹ھ۔ اور اسی طرح ایک رواں عبارت میں مجھے اس طرح خطاب کیا: "میرے علوم کے مالک اور ان کا فائدہ پہنچانے والے اور میرے ولی نعمت اور احسانات کو بار بار دہرانے والے، اور میرے مرتبہ کو بلند کرنے والے، میری امیدوں کے منبع، جن کی نعمتیں مجھ پر پے در پے ہوتی ہیں، اور اُن کے احسانات مجھ پر بہت ہوتے ہیں، ان کے احسانات کے شکریہ سے عجز کا اقرار کرتا ہوں، جنھوں نے دل اور ہتھیلیوں کو بھر دیا ہے، اور زبان تو زبان، آنکھیں اُن کی تعریف میں زبان کا کام کر رہی ہیں، اور ان کے وہ مختلف احسانات، اور بار بار ہونے والی نوازشیں، تو اب میں اس شخص کی تعریف میں کیا کہوں، جس نے مجھے آگے بڑھایا اور مجھے اپنی طرف منسوب ہونے کے بہترین مواقع دئے، اے اللہ، اس ذات بابرکات کو ہمیشہ قائم رکھ، جس کی خدمت میرے لئے باعث فخر ہے اور جن کے احسانات کا بار گردن پر ہے،

خلیلی" هل البصرتما أو سمعتما	اے میرے دوستو، کیا تم نے ان لوگوں میں سب سے زیادہ شریف آدمی کو
باکرم من تمشی الیها عبیدها	دیکھا ہے، جن کے غلام اُن کا رُخ کرتے ہیں،

اے اللہ، مجھے اس کرم گستر کے شکریہ کی طاقت دے، جس کی عنایتوں نے شکر کی پیٹھ بھی گراں بار کر دی ہے، اور انتہائے تعریف کی حوصلہ افزائی کی ہے، اے خدا، ان کی زندگی ہمیشہ قائم رکھ، اور ان کی درازئ عمر سے اسلام اور غلاموں کو شاد کام کر، اور ان کے علم کی برکت سے جہاد کا نام باقی رکھ، اے بہترین مددگار اور اشرف ترین انسان جس کے سامنے دست سوال دراز کیا جائے، اے میرے سردار؟

ایسی تعریف جو مشتاق دیدار آنکھوں کو ٹھنڈا کر دے اور اشتیاق کی پیاس بجھا دے، ہم جس طرح حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں، اسی طرح پر غلام زیارت کے آداب کا لحاظ کرتے ہوئے حال نہیں پوچھا کرتے تھے، لیکن میں خود حال دیکھتا ہوں، اور انشاءاللہ اسی کے مطابق عمل ہوگا، اور

اگر میرے مالک اللہ ان کی عنایت اور خیال کو قائم رکھے۔ غلاموں کے سفر اور راستہ کی تکالیف کا حال دریافت کریں، تو خدا کے فضل سے یہ زیادہ نہیں، اور ہم لوگ امن وامان کے ساتھ منکب پہنچے، اس حال میں رکاب والا کی ہمراہی کا شرف برابر حاصل رہا، اور ہم لوگ نہایت آرام وسکون کے ساتھ قصبے میں مقیم ہوئے، اللہ آپ کی ملاقات سے جلد بہرہ ور فرمائے، اور جناب کی جانب سے مسرت بخش خبریں سننے میں آئیں، اور جب مقیم ہوگئے اور یہ غرض پوری ہوگئی، تو ادائے واجب کے لئے فوراً یہ عریضہ حاضر خدمت کیا، اور حضور کے خطاب سے اس کا آغاز کیا، والسلام،

پیدائش ۱۴ر شوال ۷۳۳ھ کو ولادت ہوئی،

محمد بن احمد

نام ونسب محمد نام، کنیت ابو عبداللہ ہے، سلسلۂ نسب یہ ہے:۔ محمد بن احمد بن عبداللہ بن احمد الستجی۔ مالقہ کے رہنے والے تھے، اگرچہ اصلی وطن استجہ تھا، ان کے آباو اجداد مالقہ کو منتقل ہوگئے تھے،

حالات محمد الستجی کا علماء میں شمار تھا، ادب میں زیادہ شہرت تھی، مگر باوقار تھے، ان کا خاندان علم وجنداری میں ممتاز تھا، اپنے شہر ہی میں تعلیم دیا کرتے تھے، پھر جامع کبیر میں صحیح بخاری کا درس دینے لگے اور آخر میں غرناطہ آگئے تھے، استاذ فرماتے ہیں، کہ یہ اپنے زمانہ کے بہترین باوقار ادبا میں تھے، ان کا خاندان علم و وجاہت میں ممتاز تھا، نظم ونثر دونوں

ان سے منقول ہے۔

شاعری وزیر ابو محمد عبدالمنعم بن سماک کی تحریر سے منقول ہے، وزیر ابو محمد استجی کے اساتذہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

استجی ادیب بے مثال اور شاعر باکمال تھے، اُنھوں نے اپنے اساتذہ سے تعلیم حاصل کرکے بیس سال کی عمر میں مسند تدریس کو زینت دی، مشہور عالم استاذ ابوالعباس الوزعی سے اُنھیں قرابت تھی، اُن کا ایک قصیدہ ہے جس کا پہلا مصرعہ ہے:۔

"ما للنسیم لدی الاصیل علیلا" — آخر ہوائے شام کو بیمار کیوں معلوم ہوتی ہے،

اسی قصیدہ کا ایک شعر ہے:۔

النسیم اذا الم بارضھم
خلعوا علیہ رقۃ و نحولا

ہوا بھی ان کی زمین سے گزرتی ہے، تو اُسے وہ کمزوری اور نزاکت کا لباس پہنا دیتے ہیں۔

اور استجی فرماتے تھے، کہ استاذ ابوالعباس بار بار اس شعر کے پڑھنے کی فرمائش کرتے اور فرماتے، کہ بیشک تم میرے عزیز ہو، استجی ۳۹ھ میں غرناطہ آئے،

مصیبت میرے استاذ بیان کرتے ہیں کہ واقعہ یوں ہوا کہ کتاب اللہ کے بعض ادبی استشہادات استجی نے لکھے، اس پر کچھ لوگوں نے نقد کیا، جس کا اُنھوں نے برا اثر لیا، اور ایسی باتیں بیان کیں، جس سے فہم و عقل متنفر ہوتے ہیں، اور ہر موقع کی گفتگو اسی کے مناسب ہونی چاہیئے، اور غلطیوں سے سلامتی کا اد[illegible]ن کرسکتا ہے، اسی وجہ سے وہ گوشہ نشین ہوگئے، حالانکہ اس سے اُن کی کم علمی نہیں ثابت ہوتی تھی، اور غرناطہ میں گوشہ نشین ہوگئے، جس کے بعد آخرت کی راہ لی،

اشعار محمد استجی کی ایک نظم درج کی جاتی ہے، موضوع خود اشعار سے معلوم ہوگا:۔

افی ربا نجد ففی القلب مرساہ — نجد میں ٹھہرو، اس لئے کہ دل میں اُس کی بنیاد مستحکم ہے،

وغنوا اذا ابصرتم ثم مغناه
اماهذه نجد اما ذا هو الحمى
فهل عميت عيناه ام صم اذناه

اور جب اُس کی منزلیں نظر آئیں تو نغمہ سرائی کرو،
کیا یہی نجد نہیں ہے، کیا یہی دیار جاناں نہیں ہے،
کیا اُس کی آنکھیں بے نور ہو گئی ہیں، یا کان پھوٹ گئے ہیں،

دعوه یوفی ذکره بلسانه
دیون هواه قبل ان یتوفاه
ولا تسألوه سلوة فی لزومه
ریاضة من قد شاب فی الحب فوداه
ایحسب من أبلی فؤادی بحبه
باني اسلو عنه حاشاه حاشاه
متی عذر الصب الکئیب وفی له[1]
فان معنّاه احق بمعناه
ویا سائقا عیس الغرام بلومه
وکل اذا یغشاه فی الحب یخشاه

اسے چھوڑ دو، کہ اُس کی زبانی یاد ملنے سے پیشتر محبت کے قرض ادا کرے،
اور اسی حال میں محبت میں اُسے تسکین نہ دو،
اُس شخص کی طرح جو محبت ہی میں بوڑھا ہو گیا ہو،
کیا مجھے مبتلائے محبت کرنے والا خیال کرتا ہے،
کہ میں اُس سے غافل ہو جاؤں گا، ہرگز نہیں ہرگز نہیں،

اس لئے کہ اس کا مبتلا اُس کی سزا کا زیادہ مستحق ہے،
اے محبت کی سواری کو ملامت سے ہانکنے والے
جب آدمی محبت میں مبتلا ہوتا ہے تو اس سے ڈرتا ہے،

ارحها فقد ذابت من الوجد والسری
ولم یبق الا عظمها ولقاياه
ویا صاحبی عج بی علی الخیف من منی
ویا ذا التقی من لی بانی ألقاه
وعرّج علی وادی العقیق فاننی
اسائل عمن کان بالامس سکناه
وقل للیالی قد سلفن لعیننه
وعمر علی رغم العذول قطعناه

اسے چھوڑ دو، اس لئے کہ وہ محبت اور شب نوردی کے باعث پگھل گئی ہے
اور ہڈی اور پوست کے سوا اُس میں کچھ نہیں رہ گیا،
اے میرے دوست منیٰ کے قریب خیف میں ذرا ٹھہرنا،
اور کون ذمہ لے سکتا ہے کہ میں اُس سے ملوں گا،
تو وادیٔ عقیق پر ذرا ٹھہر جانا کیونکہ میں ان لوگوں کا حال دریافت کروں گا جو کل وہاں مقیم تھے،
گزرے ہوئے زمانہ اور اُس زندگی سے پوچھو جسے ملامت و دشنام کے باوجود ہم نے طے کیا ہے،

---

[1] اس شعر کا مفہوم سمجھ میں نہیں آیا، لہذا اس کا ترجمہ نظر انداز کیا گیا (مترجم)

هل العود ارجوه ام العمر ينقضي	کیا وہ زمانہ واپس آئے گا، یا زندگی ختم ہو جائے گی،
فاقضي ولا يقضي الذي اتمناه	اور میں مرجاؤں گا، لیکن تمنا پوری نہ ہوگی،

اساتذہ

محمد الشجی کے اساتذہ کے نام اور تبحر علمی کا بہترین نمونہ اس اجازت نامہ سے ظاہر ہوتا ہے جسے انھوں نے ابو الولید اسمٰعیل ایادی کو عطا کیا تھا، اُسے اجازت نامہ میں لکھتے ہیں:-

لاح لی عند نفحة بستان من الورد ومن الیاسمین	باغ کے گلاب و یاسمین کی خوشبو
نظرة والتفاتة اتمنی ان تکون حلت فیما یلینی	اور ایک ایسی نگاہ اور توجہ کے ساتھ وہ ظاہر ہوئی کہ میری تمنا تھی کہ وہ میرے دل میں پیوست ہو جاتی،

یہ روشن نور کیسے ہیں، اور یہ خوشبو کیسی ہے، سچ تو یہ ہے کہ مجھے علم کی بو آتی ہے، اور نعمت ربانی کی نوازش ہو رہی ہے، جس کا شکر ادا کرنا ضروری ہے، کیا میرے گھر کا مشک لٹایا جا رہا ہے، یا آگ میں صندل ڈال دیا گیا ہے، ایسا تو نہیں، کہ جنت کے دروازے کھل گئے ہیں اور وہیں سے یہ معطر ہوا آ رہی ہے، اور احسان الٰہی کا نمونہ ظاہر ہو رہا ہے۔

محیاک ام نور الصباح تبسما	تمہارا چہرہ یا صبح کی روشنی مسکرائی،
وریاک ام نور الاقاح تنسما	تمہاری خوشبو یا اقاح کی لپٹ آئی،
فمن شم من ذا النفحة رق شمه	جس نے اس کی بو سونگھی اُس کی قوت شامہ لطیف ہو گئی،
ومن شام من ذا لمحة راق مبسما	جو ایک جلوہ سے سرفراز ہوا اُس کا چہرہ تابناک ہو گیا،

ہاں انسان عجلت پسند کہا گیا ہے، لوگوں کو علم کے سمجھنے اور اس کے سننے کی ترغیب دیتے ہوئے رسول اکرم (ص) نے فرمایا کہ جنت کے باغ دیکھو، تو اس میں چرو، اس سے مراد وعظ و پند کی مجلسیں، نظر و فکر کی محفلیں، مناظرے کا میدان، اور خطبوں کے گھرے ہیں، چنانچہ اس وقت یہی ہو رہا ہے، اور جواہر نبویہ ایک ہار میں پروئے گئے ہیں جس سے اس وقت روشنائی کے مشک اور کاغذ کے کافور کے درمیان خوشبو پھیل رہی ہے، اے یگانہ روزگار، علم اور ایسا علم، جس کی امانت کی ناشکری نہیں ہو سکتی، تو نے بادشاہوں کے علم کو جمع کر لیا ہے اور علم و دانش کا واضح راستہ اختیار کیا ہے، اس لئے حکما،

اور علماء کے سوا کسی کو فائدہ نہیں ہوا، اسی لئے عالم دانائے روزگار اور عالم بے بدل نے فرمایا ہے کہ امرا کی خدمت میں لطف اور مہربانی طلب کرتے ہوئے علوم اور نوازشوں کے ثمرے، حاصل کرتے رہو، اور انھیں اس طرح سکھاؤ، گویا کہ تم اُن کی دست بوسی کرنا چاہتے ہو، بلکہ ایسا معلوم ہو کہ تم ہی اُن کے شاگرد بننا چاہتے ہو، اور جب سعی و تلاش کے بعد کچھ علم حاصل ہو چکے تو دور نہ ہو جاؤ، جیسا کہ نحویوں نے "یکرم" اور "یعد" میں کیا ہے، اور اگر تم اپنے سے کم سے پڑھو، اور ایسے لوگوں سے اجازت طلب کرو، جو خود تمہاری، خدمت سے فیض یاب ہونا چاہتے ہیں، تو کوئی تعجب نہیں، اس لئے کہ رسول اللہ (ص) سے حضرت جبریلؑ نے فرمایا تھا کہ حضرت ابی ابن کعب کو قرآن سنائیں تو حضرت ابی ابن کعب نے کہا کہ کیا حضور کو حکم ہوا ہے کہ خادم کو قرآن سنائیں، اور کیا نوازش خداوندی اپنی طرف مجھے پکارتی ہے؟ تو اگر مجھے "کوئی مخدوم" کے لفظ سے یاد کرے، اور اپنی زینت کے لئے میرا لباس مستعار لینا چاہے تو دوستوں پر کوئی اعتراض نہیں، اور طبیب کو اپنے مریضوں کے بارے میں پورا اختیار حاصل ہوتا ہے، کبھی انسان حصول مقصد کے لئے سفر کرتا ہے اور مشقت سے کام لیتا ہے، پس اگر تم نے عاجزی سے یہاں قیام مناسب سمجھا، تو تم نے برا نہیں کیا، اور اپنے علم بے پایاں میں چند قطروں کے اضافے طلب کرنے میں کوئی حرج نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا راز ہے، اسے ظاہر کرنا جائز نہیں، اور یہ اُس کی خدائی کے اسرار ہیں، وہ جسے چاہے اپنی عنایت سے سرفراز کرے، اگرچہ تم نے عاجزی کا لباس زیب تن کر لیا ہے، اور اس عاجزی پر ظاہری ترفع کا پردہ ڈال لیا ہے، تو یہ ثریا بھی عجائب سے ہے، اپنی انتہائی اوج و بلندی میں نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی ہے، جہاں کہ اُس کے وجود حسی کی انتہا عدم کے برابر ہے اور شکل و صورت میں آثار قدم سے زیادہ اس کی حیثیت نہیں رہتی، اور جب جھکتی ہے اور مغرب میں گرتی ہے، پھر بھی وہ سربلند ہی رہتی ہے، اتنا ضرور ہوتا ہے کہ نگاہیں اس کے دیدار سے محروم نہیں رہتیں۔

فی الشرق کاس وفی مغربہا — مشرق میں پیالہ ہے، اور مغرب میں بالی،
قرط وفی وسط السماء قدم — اور آسمان کے وسط میں قدم ہے،

یہ عاجزی کی مشہور اور عام نشانیاں ہیں، بعض لوگ خیرات اس طرح دیا کرتے تھے کہ دینے والوں کے ہاتھ مانگنے والوں سے نیچے ہوتے، اسی طرح تمام مانگنوں کی چیزوں میں جب زبان نبوی سے ارشاد ہوا، کہ (الید العلیا خیر من ید السفلی) بالائی ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے افضل ہے، تو بلند مرتبہ کے حصول کو ترجیح دی، اور جب حضرت ابوبکرؓ نے اپنا تمام مال حاضر کردیا، تو حضرت عمرؓ صرف نصف مال، کچھ مال کی محبت کی وجہ سے نہیں لائے، بلکہ اس لئے کہ حضرت ابوبکرؓ کے مرتبۂ کمال کے مقابلہ میں اپنے کو کوتاہ دکھلائیں، تاکہ اہل دل واصحاب احساس کی تنبیہ ہوجائے، اور دیکھا گیا ہے کہ مشہور محدث دارقطنی کے والد اُن کی رکاب تھامے ہوئے ہیں، لوگوں نے اُن سے سبب دریافت کیا، جواب دیا کہ وہ ایک فضیلت حاصل کرنا چاہتے ہیں، تو میں اس کی مخالفت کیوں کروں،

فوق السماء وفوق الزھر ما طلبوا — آسمان اور ستاروں کی بلندی پر نہیں طلب کیا،
حتی اذا ما ارادوا غایۃ نزلوا — بلکہ مقصود تک پہنچنے کے لئے نیچے اُتر پڑے،

اور اللہ اس حد تک تمہاری نگہبانی کرے، اور نیکیوں سے بہرہ ور کرے میرے پاس مبارک کاغذات آئے، جو آپ کے تبحر علمی وعلم دوستی کا پتہ دیتے ہیں، اجازت کی عبارتیں بھی نظر سے گزریں، گویا میرے پاس ایک معزز خط آیا ہے، جو ابوالولید کی جانب سے ہے اور جس کا آغاز اللہ کے نام سے کیا گیا ہے، تو میں متحیر رہا، گویا کہ مجھ پر جادو کردیا گیا ہے، اور میں بول اُٹھا، کہ دو جادوگر جمع ہوگئے ہیں حالانکہ ایک ہی میرا کام تمام کرنے کے لئے کافی ہے:-

فلو کان رمحا واحد الاتقیتہ — اگر ایک نیزہ ہوتا، تو میں اس سے ڈرتا
ولکنہ رمح وثان وثالث — لیکن وہاں تو دوسرا اور تیسرا بھی ہے،

اور جو راگ ونغمہ کا شائق ہو اُس کا کیا پوچھنا، ادب وبلاغت دیکھ کر روح وجد

میں آگئی، اور اپنی فکر کا آسمان، مجھے پھٹتا ہوا معلوم ہوا، ایسا نظر آتا تھا کہ ہوا سے مل جاؤں گا،

کانت جواھرنا اوائل قبل ذان	ہمارے جوہر،
فالان صارت بالتحویل تبیدان	اب انقلاب و تغیر سے ہلاک ہونے لگے،
وجدت وراء الحسن وھی کثیفۃ	کثیف ہونے کے باوجود اسے حسن سے وراء پایا،
فوجودھا للآن فی الاذھان	تو اب اس کا وجود ذہن میں ہے،

اور تم نے صرف اس ادب دل نواز کے عطیہ پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ مجھ سے اس کے معارضہ کی فرمائش کی، بھلا میں متنبی یا ابو تمام کی نظموں کے مقابلہ میں کیا کہہ سکتا ہوں، یا حارث ابن اسد کے مثل تصوف کی چاشنی کہاں سے لاؤں، میدان حدیث کے راہرو تو امام مالک ہیں، مگر یہ کہ اس میں خلیل کے سوا کوئی راہبر نہیں، لیکن دین کے اصول اپنے قواعد پر جاری ہیں، اور ایسی عجلت کے عش جو تمام خوبیوں کی جامع ہے،

اور خوبی کو ترک کرنے سے اس کا انکار نہیں ہوسکتا، ....

اور تمام خوبیاں اسی میں ہیں، سمندر میں کودنے والے کے لئے ڈوبنا ضروری ہے اور درخت پر چڑھنے والے کے لئے بلند ہونا لازمی ہے، کیا توحید کا مقابلہ عمل سے یا بجلی کا اونٹ سے ہوسکتا ہے، اور یہ "سدرۃ المنتہیٰ" تک پہنچ سکتا ہے، اور کیا زمین پر گرنے کے لئے اس نے ایسا کیا ہے،

بادشاہوں کا لوہاروں سے اور فلاسفۂ یونان کا معمولی پیشہ وروں سے کون سا مقابلہ ہے، کل اور آج اور تاریکی و آفتاب کا کیا مقابلہ ؛ اگر تمہاری خوبیوں کی بارش عام نہ ہوتی تو میں متنبی کا یہ شعر پڑھتا :-

اذا شاء ان یلھو بلحیۃ احمق	جب وہ کسی بیوقوف کو بنانا چاہتا ہے،
اراہ غباری ثم قال لہ الحق	تو اسے وہ میرا پتہ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس سے ملو،

کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں لنگڑے گھوڑے سے خراب زمین میں مقابلہ کروں گا، .... کہ اس تاریکی میں وہ روشنی ظاہر ہوئی، اور چیزیں اپنی

ضد ہی سے پہچانی جاتی ہیں:-

ومایزکو بیاض العاج حتی — ہاتھی کے دانتوں کی سفیدی نہیں ظاہر ہوتی،
یضاف الی بیاض الابنوس — جب تک اُسے آبنوس کی سیاہی سے نہ ملایا جائے،

آپ کے الفاظ نہایت نرم اور موثر ہیں اور ایسے معانی پر مشتمل ہیں جو شریف آدمی کے دل پر قبضہ کرلیں اور آپ کے بیان میں آب وتاب اور زبان میں خوبیاں ہیں،

وقالوا ذاک سحر باھلی — لوگوں نے کہا کہ یہ بابلی جادو ہے،
فقلت وفی مکان الھاء باء — میں نے کہا کہ ہ کی جگہ ب ہے،

رہے، ابو الولید کے کمالات، تو ان سے ابو تمام اور بحتری بھی عاجز ہیں:-

معان لبسن ثیاب الجمال — ایسے معانی جنھوں نے خوبصورتی کا لباس پہن لیا ہے
وھزت لھا الغانیات القدودا — جن کو دیکھ کر حسین عورتیں بھی جھوم جاتی ہیں،
کسون عبید اثیاب عبید — جیسے عبید بن الابرص (مشہور شاعر) کو غلاموں کا لباس پہنا دیا ہو،

واضحی لبید لدیھا بلیدا — اور لبیدؔ اُن کے سامنے بیوقوف ہوگیا ہو،

اور تمہارے راہوارِ طبع کی اس جولانی سے مجھے کچھ تعجب نہیں ہوا، جبکہ تم کو یہ کمالات بنو ایاد سے ترکہ میں ملے ہیں، اور یہ قدرت قس بن ساعدہ سے ملی ہے، کیا تم ہی، اپنے دادا کی جگہ تھے، جس کے بارے میں رسول اللہ (ص) نے فرمایا کہ میں گویا اُسے سوق عکاظ میں خاکستری رنگ کے اونٹ پر سوار دیکھ رہا ہوں، اس حال میں کہ وہ اپنی مشہور تقریر کر رہا ہے، جس کے ابتدائی جملے یہ ہیں:- مطروبنات واٰباء وامہات " تا آنکہ یہ شعر پڑھے:-

فی الذاھبین الاولین — پہلے مرنے والوں میں
الی القبور لنا بصائر — ہمارے لئے عبرت ہے،
لما رأیت مسیرھم — جب میں نے اُنھیں جاتے ہوئے دیکھا
والرکب فی الفلوات سائر — اس حال میں کہ قافلہ میدانوں میں چل رہا ہے
ایقنت انی لا محالا — میں نے یقین کیا کہ ایک دن میرا بھی بھی

لنا حیث صار القوم صائر — انجام ہونے والا ہے،

خیر آمدم برسر مطلب جناب مکرم نے مجھے مجبور کیا ہے کہ میں خامہ فرسائی کروں تاآنکہ قلم خون آلود ہو جائے، اور یہ کہ قلم کی روشنائی سے کاغذ کی پلکوں میں سرمہ لگاؤں اور کاغذ اور سیاہی سے تاریکی و روشنی کا اجتماع کروں، اور سوسن کی سپیدی پر اُس کی سبزی کا نقش ونگار بناؤں، اور بنوعباس کے جھنڈے کے نیچے سپید علم بلند کروں، تو میں ناچار تعمیل ارشاد کے لئے اُٹھا،

لبیک لبیک اضعافا مضاعفۃ	ایک بار نہیں، ہمیشہ خدمت کے لئے میں نے
انی اجبت لکن داعی الکرم	لبیک کہا، مگر اے داعئ شرف!
اتی من المجد امر لا مرد لہ	جناب کا ایسا حکم ملا ہے جس کی تعمیل میں
امشی علی الراس فیہ لا علی القدم	قدم کے بجائے سر کے بل چلوں گا،

اور ایسی دعا کروں گا جو اللہ کی درگاہ میں مقبول ہوگی، اور ایسی پکار ہوگی جو ضرور سنی جائے گی،

کتبت ولو اننی استطیع لاجلال	میں نے لکھا، اور اگر
قدرک بین البشر	میں انسانوں میں تیرا رتبہ
قددت الیراعۃ من انملی	بلند کرنے کے لئے کچھ کرسکتا تو اپنی انگلیوں کو قلم بناتا،
وکان المداد سواد البصر	اور آنکھوں کی سیاہی روشنائی کا کام دیتی،

ہاں! فقیہ جلیل، خطیب شہرۂ آفاق، عالم بے نظیر صاحب حسب خاندان ابوالولید بن فقیہ اکرم مرحوم ابوزکریا یحییٰ بن سعد قتری ایادی غزدنی اور اُن کے بلند اقبال صاحبزادگان ابوالقاسم احمد اور ابوالحسن علی کو اجازت دی، اللہ اُن سے بزرگی کی آنکھیں ٹھنڈی رکھے، اور خوش اقبالی کے آسمان پر وہ بدر کامل بن کر چمکیں، اور ہمیشہ شرف وعزت کی برکات حاصل کرتے رہیں، اور عنایت ربانی اُن کے لئے حوض کوثر کا چشمہ جاری کردے، میں نے انھیں اپنے تمام روایتی علوم کی سماعت قرأت کی اجازت دی، تمام علوم وفنون کی روایت اور نقل کی جس طرح پر وہ چاہیں اُن کو اجازت دی، اسی طرح

ئما نے اپنے تمام کلام نظم و نثر اور تمام مصنفات کی روایت کی اجازت دی، جس میں یہ کتابیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں :-

(۱) قصائد روحانیات و معشراتی الحسنات،
(۲) منظومات وتریات،
(۳) ظہور الاعباز بین الصدور والاعجاز شرح دیوان متنبی،
(۴) شمس البیان فی لمس البنیان،
(۵) الزھرۃ الفائحۃ فی الزھرۃ اللائحۃ،
(۶) نفح الکمامات فی شرح المقامات،
(۷) اقتراح المتعلمین فی اصطلاح المتکلمین،
(۸) کتاب التصور والتصدیق فی التوطئۃ لعلم التحقیق،
(۹) رقم الحلل فی نظم الدول،
(۱۰) مفتاح الاحسان فی اصطلاح الاحسان،

اس کے علاوہ ان تمام منظومات اور فتاویٰ کی اجازت دی جو سلطان کی شان میں کہے گئے ہیں اور اللہ عزوجل سے التجا ہے کہ اپنی عنایت سے ہمارے اعمال کو خالص بنائے، اور فقیہ محترم اور ان کے صاحبزادوں کو اجازت ہے، کہ وہ "انبانا" "اخبرنا" "حدثنا" یا اور کسی لفظ سے روایت کریں، مگر یہ کہ اسناد کے شروط کا خیال ضروری ہے، اللہ تعالیٰ اُن کے کمال کو قائم رکھے، اور دونوں جہاں میں سرخرو کرے ـــ اور ممکن ہے کہ وہ میرے اساتذہ کا نام جاننا چاہتے ہوں، اللہ اُن کی روحوں کو پاک کرے، اور آگ سے اُن کی شبیہوں کو دور کرے، اس لئے اساتذہ کا بھی ذکر کیا جاتا ہے :- ان میں عالم مشہور اور فاضل بے بدل، خطیب ابو جعفر احمد بن یحییٰ بن ابراہیم حمیری، ساکن قرطبہ ہیں، جو سلف کی یادگار اور سلسلۂ علماء کی آخری کڑی شمار کئے جاتے تھے، میں نے اُن سے قرطبہ میں ابو طیب متنبی کا کلام پڑھا اس طرح پر کہ وہ معانی کی تشریح، الفاظ ولغت کی تحقیق، اور بدائع کی توضیح کیا کرتے تھے، اسی طرح ابو تمام کا کافی کلام اُن سے پڑھا،

اور اُن سے ابو العباس المبرد کی "الکامل" سنی، اور وہ "مقامات یمنی" کی روایت خود مصنّف سے کرتے تھے، ان کے پاس ابو طاہر کے قلم سے لکھا ہوا تھا، نیز اُن سے "ضمری" کی کتاب "تبصرہ" بھی پڑھی، بڑھاپے کے باوجود ذہانت، تیزی طبع، اور حفظ لغت میں مشہور تھے:۔

یروع مکانة دینٍ و ظرفا	وقار کے اعتبار سے یا رعب اور ظرافت میں یہ
فما تدری أشیخ أم غلام	پتہ لگانا دشوار ہو جاتا تھا کہ یہ بوڑھا ہے یا کوئی نوجوان،

ہم اُن کے پاس شعر لکھ کر لایا کرتے تھے، وہ اُس میں اصلاح دیا کرتے تھے، اور صاف کرنے کے بعد وہ پھر دیکھا کرتے تھے، اس میں ہمیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہم سے زیادہ اچھی طرح یاد رکھتے تھے:۔ ایک جوان کی بائیں آنکھ جاتی رہی اُس پر میں یہ دو شعر لکھ کر لایا:۔

لم تذو إحدى زهرتیه ولا انثنت	اُس کی ایک کلی نہیں مرجھائی، اور اُس نے
عن نورها بذبول ما تحویه	اپنی پنکھڑیوں کو شگوفے سے الگ نہیں کیا،
لکنه قد رام تغلیق جفنه	لیکن وہ اپنی پلک بند کرنا چاہتا ہے
لیصیب بالسهم الذی یرمیه	تاکہ اس کا نشانہ ٹھیک بیٹھے،

تو انھوں نے بار بار پڑھا اور یاد کر لیا، اور جب میرا ذکر ہوتا، تو بطور تعریف کے یہ شعر ضرور پڑھتے، انھیں امام مازری سے روایت کی اجازت تھی، نیز قاضی ابو مروان بن مسرہ، استاذ عباس اور ابو عبد اللہ بن ابی الخصال سے روایت کرتے تھے، انھیں میں عالم جلیل، قاضی ابو محمد بن حوط اللہ بھی ہیں، جو فقہ، حدیث، اور خطابت میں سرمایۂ نازش تھے، میں نے اُن سے مالقہ میں بہت سی کتابیں سنی ہیں، جس میں کہ فقیہ ابو العباس بن غالب قاری ہوا کرتے تھے، قرطبہ میں وہ قاضی تھے، میں اُن سے ملا اور انھوں نے میرے دادا اور مختلف اساتذہ سے روایت کی، اور اُن کا حلقہ بہت بڑا ہے، انھیں میں عالم بے بدل، فقیہ اور مشہور نحوی اور ادیب ابو علی عمر بن عبد المجید ازدی بھی ہیں، ان سے میں نے قرآن کریم، اور کتاب الجمل اور ایضاح، اور سیبویہ کی "الکتاب" اچھی طرح سمجھ کر پڑھی، میں اُن کی

خدمت میں برابر حاضر رہا، تاآنکہ اُنھوں نے داعی اجل کو لبیک کہا، وہ اپنے زمانہ میں ذکاوت میں بے مثال تھے، ابوزید سہیلی کے شاگردوں میں ان سے زیادہ ذکی کوئی نہیں تھا، استاذ ابوالقاسم سہیلی نے امام منصور سے کہا، کہ وہ اُن سے اچھی طرح سیبویہ کی "الکتاب" کا حق ادا کرتے ہیں، جب مجھے ایک روز مخاطب کیا؛ اس حال میں کہ وہ ایک طالب علم کو دیکھ رہے تھے اور میں بالکل دوسری طرف متوجہ تھا، میں نے کہا کہ "کیا"؟ تو انھوں نے کہا کہ بعض چیزوں کی محبت انسان کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے، تو میں نے کہا کہ تاریکی صبح کو ٹالتی ہے، اس پر بہت خوش ہوئے۔

اور انھیں میں فقیہ وادیب، اور مشہور لغوی ابوعلی بن سیرین بھی ہیں، ابوالقاسم سہیلی کے شاگردوں میں تھے، کم سنی ہی میں کمال حاصل کر لیا تھا، اور نوعمری ہی میں سید ابواسحٰق الکبیر کو اشبیلیہ میں وہ قصیدہ سنایا، جس کا مطلع یہ تھا:—

قسم بحمص و انہ لعظیم	میں نے حمص کی قسم کھائی تھی اور بہت مقدس قسم
لھی المقام و انت ابراھیم	یہی مقام ہے، اور تم اس کے لئے ابراہیم ہو،

مجمع میں استاذ ابوالقاسم سہیلی بھی تھے، قصیدہ تمام کرنے کے بعد اُٹھے اور فرمایا کہ اسی دن کے لئے میں نے تمہاری تربیت میں سعی کی تھی، اور کبھی وقت کا خیال نہ کیا۔ — اور فقیہ نے امیر المومنین ابویعقوب کے سامنے یہ شعر پڑھے:—

أمعشر اھل الارض فی الطول والعرض	اے طول و عرض میں زمین کے باشندو
بھذا الذی فی القیامۃ والعرض	میں اسی آواز سے قیامت میں پکاروں گا،
وایاک یعنی ذوالجلال بقولہ	معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے اپنے اس قول سے تمھیں کو مراد لیا ہے۔
کذلک مکنا لیوسف فی الارض	"کہ ہم نے اسی طرح یوسف کو زمین میں قوت عطا کی"

اور انھیں میں مشہور عالم، فقیہ ومحدث، حافظ سید ابومحمد قرطبی بھی ہیں میں نے اُن سے قرآن کریم روایات کے ساتھ پڑھا، اسی کے ساتھ مفردات

کی تعلیم بھی ہوتی گئی، جمل اور اشعار میں بھی انھیں کی شاگردی اختیار کی، اور مقدم الذکر اساتذہ کی طرح انھوں نے بھی تمام مرویات کی اجازت دی، اور مرحوم پاکیزگیٔ اخلاق، علم، خوش خلقی، وجاہت، وقار اور قوت حافظہ کے اعتبار سے نہایت ممتاز اور یادگار سلف تھے،

اور انھیں میں الحاج ابوعبداللہ بن حسین بن صاحب الصلات انصاری بھی ہیں، جو ایک مشہور فاضل اور محدث، نیز زہد و ورع میں اپنی آپ مثال تھے، میں نے انھیں سے تعلیم کا آغاز کیا، اور موصوف منکسر المزاج تھے، اچھی طرح سمجھاتے اور ان کی تعلیم میں برکت ہوتی،

اور انھیں میں فقیہ جلیل المیمون النقیۃ الاواب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، یہ مشہور عالم و محدث تھے، حج سے شرف یاب ہوئے، بردبار تھے، خدا رسیدہ لوگوں میں ان کا شمار تھا،

تحریر کردہ بندۂ پرمعاصی، طالب رحمت حق، محمد بن عبداللہ حمیری، ثم اسجی مورخہ وسط شعبان سنہ ۶۴۱ھ

وفات

وزیر ابو محمد عبدالمنعم بن سماک کی تحریر سے منقول ہے کہ وہ غالباً سنہ ۶۳۹ھ میں غرناطہ آئے، اور آٹھ ماہ تک مرض شکم میں میرے والد کے گھر پر مبتلا رہے، تاآنکہ وفات پائی، فقیہ سہیل بن مالک کے روضہ میں مدفون ہوئے۔

محمد بن احمد بن الحداد الوادی آشی

نام و نسب محمد نام، ابو عبداللہ کنیت، وادی آش کے رہنے والے ہیں، جیساکہ نسبت سے معلوم ہوتا ہے،

حالات ابو عبداللہ بے مثال شاعر اور چیستان حل کرنے میں ماہر تھے، مرایہ میں سکونت پذیر ہوئے اور اُس کے رؤسا بنی صمادح کی تعریف میں مشہور ہوئے،

ابن بسام کہتے ہیں کہ یہ ابو عبداللہ دوپہر کے آفتاب اور بھلائی کی خبر دینے والے ہیں، مشہور علوم کے لئے دفتر کی مثال تھے، علوم کے راستہ میں صبح خنداں کی طرح چمکے، تمام فنون میں مہارت تامہ حاصل کی، اُن کے اشعار میں گریز اور خاتمہ نہایت اچھا ہوتا ہے، اور ان کا قلم گہربار شعر و شاعری کے میدان میں خوب گل بوٹے کھلاتا ہے،

تالیفات ابو عبداللہ کی تالیفات میں شعر کا ایک مشہور دیوان اور فن عروض میں ایک کتاب ہے،

دیگر حالات بعض مورخین ابو عبداللہ کے حسن مذاق کا ایک قصہ بیان کرتے ہیں کہ اُن کے ایک عزیز قضا کر گئے تھے، اور اُنھیں تسلی کی ضرورت تھی سب ہمنشیں آگئے، اور اتفاقاً چاند میں گہن کا آغاز ہوگیا، اور انھیں اس کا یقین ہوگیا تو ستار اُٹھا کر یہ شعر گانے لگے۔

شقیقک غیب فی لحدہ — تیرا بھائی قبر میں دفن کردیا گیا ہے،

وتشرق یا بدر من بعدہ — اے بدر کامل، تو اب تک چمک رہا ہے،

فہلا خسفت و کان الخسو — تجھے کیوں نہیں گہن لگا؟

ف حدادً البست علی فقدہ — یہ اُس کی گمشدگی کا ماتم ہوجاتا،

چاند کو خطاب کرکے بار بار یہ شعر پڑھتے رہے، یہاں تک کہ گہن نمایاں ہوگیا، اس سے لوگوں کو بہت تعجب ہوا، بیان کیا گیا ہے کہ بچپن میں انھیں روم کی ایک عیسائی لڑکی نویرہ سے عشق ہوگیا تھا جس سے ان کا ہوش و حواس جاتا رہا، اسی میں کہتے ہیں:-

حدیثک ما احلی فزیدی وحدثی	تمھاری گفتگو کس قدر شیریں ہے، تم اس
عن الرشاء الفرد المثنی المثلث	نازک اندام لچکنے والی کے اوصاف بیان کرو،
ولا تنس من ذکراہ بالقلب مؤنسی	اور اس کی یاد کو نہ بھولنا، جو میری مونس خاطر ہے،
وان بعث الشعراء من کل مبعث	اگرچہ شعرا ہر طرف سے اٹھیں،
واقسم بالانجیل انی لشائق	انجیل کی قسم، میں عاشق ہوں،
وناھیک من صب محق محنث	اور تیرے لئے ایک سچا، اور قسم نہ توڑنے والا کافی ہے،
ولا بد من قصی علی القیس قصۃ	قیس سے یہ فسانہ ضرور بیان کرنا چاہئے،
عساہ یغیث المدنف المتغوث	ممکن ہے وہ بیمار الم کی دادرسی کرسکے،
ولم یاتھم عیسی بدین قساوۃ	اس لئے کہ ان کے پاس عیسیٰ علیہ السلام سخت دین نہیں لائے،
فیقسو علی شیئ ویلھو لمکرث	کہ وہ سختی سے کام لے اور غفلت کو راہ دے،
وقلبی من حلی التجلد عاطل	اور میرا دل صبر کے زیور سے محروم ہے،
ھوی فی الغزال ذی نفار مرعث	جو ایک نازک اندام کج خلق کی محبت میں گرفتار ہے،
فیصبح سری کالصباح مشھراً	اس لئے میرا راز صبح کی طرح عام ہوجاتا ہے،
ویمسی حدیثی عرضۃ المتحدث	اور میری باتیں گفتگو کا موضوع ہوجاتی ہیں،
ولیغد ویذکری بین کاس وروضۃ	باغوں میں، دور جام میں، میرا ذکر آتا ہے،
ولیشد ولشعری بین مثنی ومثلث	راگنیوں میں میرے شعر سنائے جاتے ہیں،

بنو صمادح کی تعریف کرتے ہیں:-

لعلک بالوادی المقدس شاطئ	شاید تم وادی مقدس میں اترنے والے ہو،
وکالعنبر الھندی ما انت واطئ	اور ہندی عنبر کی طرح روندنے والے نہیں ہو،
وانی ارانی واجداً عرف ریحھم	اور میں ان کی خوشبو محسوس کرتا ہوں، اس حال میں
وروح الجوی بین الجوانح شاطئ	کہ پہلوؤں میں درد و کرب کی روح متفرق ہورہی ہیں،

محمد بن ادریس

نام و نسب

محمد نام، ابو عبد اللہ کنیت، اور ابن مرج الکحل کے لقب سے مشہور تھے، سلسلۂ نسب یہ ہے:- محمد بن ادریس بن علی بن ابراہیم بن قاسم، جزیرہ کے رہنے والے تھے،

حالات

ابن ادریس خوش گو شاعر تھے، غزل اچھی ہوتی تھی، استاذ ابو جعفر کہتے ہیں، کہ ابن ادریس فطری شاعر تھے، انشا اچھی ہوتی تھی، فنون ادب سے دلچسپی تھی، ابن عبد الملک بیان کرتے ہیں کہ ابن ادریس اور اُن کے ہمعصر ادبا اور اُن میں سلسلۂ نامہ و پیام جاری رہا، جس سے اُن کی قابلیت آشکارا ہوئی، دیہاتیوں کی طرح بہت سادہ لباس پہنتے تھے، کہا جاتا ہے کہ بالکل ان پڑھ تھے،

شاگرد

ابو جعفر بن عثمان الوراد، ابو الربیع بن سالم، ابو عبد اللہ بن الابار، ابن عسکر ابن ابی القار، ابو محمد عبد الرحمن بن برطلۃ، اور ابو الحسن رعینی نے ابن ادریس سے روایت کی،

شاعری اور غرناطہ میں ورود

شہر کے باہر، لوشہ میں، نہر عنداق کے کنارے شام کا وقت تھا، کہ مندرجۂ ذیل شعر کہے، اور خیال کیا جاتا ہے کہ لوشہ میں داخل ہونے والا البیرہ کے حدود میں آجاتا ہے، اور بعضوں کا خیال ہے کہ نہر عنداق و برجۃ کے حدود میں ہے، اسی اختلاف کے باعث اس کا ذکر آیا،

عرّج بمنعرج الكثيب الاعفر	بالو کے تودہ کے موڑ پر ٹھہرو،
بين الفرات وبين شط الكوثر	فرات اور ساحل کوثر کے درمیان
ولتغتبقها قهوة ذهبية	اور وہاں سنہری قہوہ ایک حسین اور

من راحتی احوی المراشف احور
وعشیة قد کنت ارقب وقتها
سمحت بها الایام بعد تعذر
قلنا بهذ مالنا فی روضة
تهدی لنا شقتها شمیم العنبر
والدهر من قدم یسفّه رائه
فیما مضی فیه بغیر تکدّر
والطیر تشدو والاراکه تنثنی
والشمس ترقص فی قمیص اصفر
والروض بین مذهب ومفضض
والزهر بین مدرهم ومدنر
وکانه وکان خضرة شطه
سیف یسل علی بساط اخضر
وکانما ذاک الحباب فرنده
مهما طفا فی صفحة کالجوهر
وکانه وجهاته محفوفة
بالآس والنعمان خد معذر
نهر یهیم بحسنه من لم یهم
ویجید فیه الشعر من لم یشعر
ما اصفر وجه الشمس عند غروبها
الا لفرقة حسن ذاک المنظر

بہترین آنکھوں والی کے ہاتھوں سے نوش کرو،
اور وہ شام جس کا میں انتظار کر رہا تھا،
آخر زمانے نے مشکلوں کے بعد اس کا موقع دیا،
میں نے کہا، کہ ہم لوگ ایسے باغ میں کیوں ہیں،
جس کے سونگھنے والے کو عنبر کی خوشبو معلوم ہوتی ہے،
اور زمانہ ہمیشہ سے اُس کی رائے کو
بلا وجہ کمزور ثابت کرتا رہتا ہے،
پرندے چہچہا رہے ہیں، شاخیں جھوم رہی ہیں،
اور آفتاب زرد قمیص میں رقص کر رہا ہے،
اور باغ خاموش اور چاند کے رنگوں کے درمیان ہے،
اور کلیاں درہم و دینار کے مانند معلوم ہوتی ہیں،
ساحل کی سبزی میں اس کی مثال
اس تلوار کی ہے، جو سبز فرش پر کھنچی ہوئی ہو،
اور گویا بلبلے تلوار کی آب ہیں،
جو جوہر کی طرح اس پر نمودار ہوتے ہیں،
گویا وہ اور اُس کے اطراف سے گھرے ہوئے ہیں،
اور رخسارہ شقائق نعمان کی طرح ہے،
ایسی نہر، کہ جس پر ناآشنائے محبت بھی محو ہو جائے،
اور غیر شاعر بھی اس پر شعر کہنے لگے،
غروب کے وقت آفتاب کا چہرہ صرف اس منظر کی
خوبی سے ڈر کر زرد ہو گیا ہے۔

اس نظم کی خوبیوں کا کیا کہنا، اور کہتے ہیں:-

أرأت جفونک مثله من منظر
ظل وشمس مثل خد معذر
وجداول کاراقم حصباؤها

تیری آنکھوں نے ایسا منظر دکھایا،
جو آفتاب اور سایہ اور سبزہ آغاز رخسار کی مانند ہے،
اور ایسی نہروں کی مانند ہے جن کے سنگریزے سانپوں کے

لبطونها وحبابها كالاظهر	اندرونی حصّے کی مثل اور اُن کے بلبلے بالائی حصّے کی مانند ہیں۔

یہ عجیب معنی آفرینی ہے، اور یہ اس میں منفرد ہیں، پھر کہتے ہیں:-

وقراءة كالعشر بين خميلة[1]	
سالت من انبهابها كالاسطر	
فكانها مشكولة بمصندل	گویا اس میں صندل سے اعراب لگایا گیا ہے،
مع يانع الازهار او بمعصفر	پختہ یا زعفرانی کلیوں کے ساتھ
امل بلغناه بهضب حديقة	ایک امید پر جو اسی باغ میں پوری ہوئی،
قد طرزت ببدل الغمام الممطر	جسے بادل کے ہاتھوں نے آراستہ کیا تھا،
فكانه والزهر تاج فوقه	گویا وہ اس حال میں کہ پھولوں کا تاج اُس کے اوپر ہو،
ملك تجلى فى بساط اخضر	اُس بادشاہ کی طرح ہے، جو سبز فرش پر جلوہ آرا ہو،
راق النواظر منه رائق منظر	اُس کا منظر آنکھوں کو بھلا معلوم ہوا،
ليصف النضارة عن جنان الكوثر	معلوم ہوتا ہے وہ باغ کوثر کی تازگی اڑا لائی ہے،
كم قاد خاطر خاطر مستوفز	اس سے جذبات قلب میں ہیجان ہوا،
وكم استفز جماله من مبصر	اور آنکھیں کس قدر پرشوق ہوئیں،
لولاح لى فيما تقدم لم اقل	اگر یہ پہلے ظاہر ہو جاتا تو میں نہ کہتا،
عرج بمنعرج الكثيب الاعفر	بالو کے تودہ کے موڑ پر ٹھہرو۔

ابوالحسن اعلیٰ کہتے ہیں کہ ابن ادریس نے مجھے اپنے یہ شعر سنائے:-

وعشية كانت قنيصة فتية	ایک شام جو چند ایسے نوجوانوں کے دام میں آگئی تھی،
الفوا من الادب الصريح شيوخها	جو اپنے ادب کے اعتبار سے بوڑھوں کا ہم پلہ بن رہے تھے،
فكانما العنقاء قد نصبوا لها	گویا اُنھوں نے عنقا کو پھانسنے کے لئے
من الانحاء الى الوقوع فخوخها	ہر جگہ دام پھیلا رکھے تھے،

---

[1] اس شعر کا مفہوم غیر واضح ہے اس لئے ترجمہ نہیں کیا گیا۔ مترجم۔

شملتهم اذ انهم فتجاذبوا
ان پر ادبی ذوق غالب تھا، اُنھوں نے
سر السرور محدثا و مصيخا
مسرت انگیز باتیں خوب کھل کر کیں،
والورق تقرأ سورة الطرب التي
اور خاکی کبوتر سورۂ طرب تلاوت کر رہے تھے،
ينسيك منها ناسخا منسوخا
جو ناسخ و منسوخ کو فراموش کرنے کے لئے کافی تھے،
والنهر قد صحت به نارنجة
اور نہر پر نارنگی نمایاں تھی جس سے
فتيممت من كان فيه مبيخا
بیٹھنے والوں نے فائدہ اُٹھایا،
فتخالهم خلل السماء كواكبا
گویا وہ آسمان میں ان ستاروں کی مثل تھے
قد قارنت بسعودها المريخا
جو سعد میں مریخ سے مل گئے تھے،
خرق العوائد في السرور نهارهم
ان کی اس طرب انگیزیوں نے خوشی کے قصّوں کو
فجعلت ابياتي له تاريخا
مات کر دیا اس لئے یادگار کے طور پر میں نے یہ شعر کہے،

ان کے کچھ برجستہ اشعار درج ذیل ہیں:—

وعندي من مراشفها حديث
اس کے لبوں کی گفتگو میرے پاس ہے،
يخبر ان ريقتها مدام
جو خبر دیتی ہے کہ اُس کا لعاب دہن شراب کی مانند ہے،
وفي اجفانها السكري دليل
اور اُس کی مخمور آنکھوں میں بھی دلیل ہے
وما ذقنا ولا زعم الهمام
نہ ہم نے چکھا اور نہ کسی نے خیال کیا،
تعالى الله ما اجرى دموعي
اللہ کی شان میرے اس سیلاب اشک کا کیا کہنا
اذا عنت لمقلتي الخيام
جو محبوب کی خوبیوں کو دیکھتے ہی آنکھوں سے جاری ہوا،
واشجاني اذا لاحت بروق
اور بجلی کی چمک نے مجھے غمگین کیا،
واطربني اذا غنت حمام
اور کبوتر کے نغموں نے مجھے مسرور کیا،

اور ایک قصیدہ میں کہتے ہیں:—

عذيري من الآمال خابت قصودها
میں ان تمناؤں سے پناہ مانگتا ہوں جو ناکام رہیں،
ونالت جزيل الحظ منها الاخابث
اور بد طینت لوگوں کو اس سے وافر حصّہ عطا ہوا،
وقالوا ذكرنا بالغنى فاجبتهم
لوگوں نے کہا کہ ہم ثروت کے سبب سے یاد کئے گئے،

خمولا وما ذکر مع الخبث ماکث	تو ہم نے آہستگی سے جواب دیا اور کبھی خبث کے ساتھ کوئی یاد نہیں کیا گیا،
یہون علینا ان یبید اثاثنا	(ہم نے جواب دیا) کہ ہمارے لئے مال کی تباہی معمولی چیز ہے،
وتبقی علینا المکرمات الاثایث	اگر غیرت و شرف سلامت رہ جائے،
وما ضر اصلا طیبا عدم الغنی	کسی شریف آدمی کے لئے غربت مضر نہیں،
اذا لم یغیرہ من الدھر حادث	اگر حوادث زمانہ اُسے نہ بدل ڈالیں،

اور ابوعمرو ابن ابوغیاث سے اشتیاق ملاقات ظاہر کرتے ہوئے کہتے ہیں:-

ابا عمرو متی تقضی اللیالی	اے ابوعمر، زمانہ کب ملاقات کا
بلقیاکم وھن قصصن ریشی	موقع عطا کرے گا جبکہ میں شکستہ پر ہوں،
ابت نفسی ھوی الا شریشا	میرے دل نے شریش کے سوا کسی کی خواہش نہیں کی
ویا لعد الجزیرة من شریش	مگر جزیرہ اور شریش کے بُعد مسافت کو کیا کیا جائے،

ایک قصیدہ میں کہتے ہیں:-

طفل المساء وللنسیم تضوّع	شام قریب آگئی اور نسیم چل رہی ہے،
والانس ینظم شملنا ویجمع	اور محبت ہمیں جمع کر رہی ہے،
والزھر یضحک من بکاء غمامة	اور کلیاں اس بدلی کے رونے سے ہنس رہی ہیں،
ریعت لشیم سیف برق تلمع	جو بجلی کی تلواروں کی چمک سے سہمی ہوئی ہے،
والنھر من طرب یصفق موجه	خوشی کے مارے نہر کی موجیں سیٹیاں بجا رہی ہیں،
والغصن یرقص والحمامة تسجع	شاخ لچک رہی ہے اور کبوتر خوش الحانی کر رہے ہیں،
فانعم اباعمران واله بروضة	اے ابوعمران خوش ہو، اور اُس باغ میں دل
حسن المصیف بها وطاب المربع	بہلاؤ جہاں گرمی خوشگوار اور بہار دلاویز ہے،
یا شادن البان الذی دون النقا	اے اس شجر بان کی نازک اندام ہرنی
حیث التقی وادی الحمی والاجرع	جو بالو کے تودہ سے ذرا نیچے ہے، جہاں کہ وادی حمی اور خشک زمین دونوں ملتے ہیں۔

الشمس يغرب نورها ولربما
آفتاب کا نور غائب ہو رہا ہے اور بسا اوقات

كسفت ونورك كل حين يسطع
اس میں گہن لگ جاتا ہے اور تیری روشنی ہمیشہ چمکتی ہے،

ان غاب نور الشمس لسنا نتقی
اگر آفتاب کا نور غائب ہو گیا، تو ہمیں ڈر نہیں،

بسناك ليل تفرق يتطلع
جدائی کی شب تیری روشنی کام آئے گی،

افلت فناب سناك عن اشراقها
آفتاب غروب ہوا، تو تیری جمال آرائی اس کی قائم مقام ہوگی،

وجلا من الظلماء ما يتوقع
اور تاریکیوں کا پردہ اس نے زائل کر دیا،

فأمنت يا موسى الغروب ولم اقل
اے موسیٰ، تم غروب سے بچے رہو اور میں نے یہ نہیں

وودت يا موسى لوانك يوشع
کہا کہ اے موسیٰ میری خواہش تھی کہ تم یوشع ہوتے،

اور کہتے ہیں :-

الا بشروا بالصبح من كان باكيا
رونے والے کو صبح کی خوشخبری دے دو،

اضر به الليل الطويل مع البكا
جس پر رونے کے ساتھ درازی شب نے بہت ظلم کیا ہے

ففی الصبح للصب المیتم راحة
اس لئے کہ عاشق بیمار کو صبح کے وقت آرام ہوتا ہے

اذا الليل اجرى دمعه واذا شكا
اس لئے کہ اس وقت رات اشکباری اور شکوہ کرتی ہے،

ولا عجب ان يمسك الصبح عبرتی
اور کوئی تعجب نہیں اگر صبح میری اشک شوئی کرے،

ولم يزل الكافور للدم ممسكا
اس لئے کہ کافور خون کو روکتا ہی ہے،

آپ کا یہ قطعہ نادر ہے :-

مثل الرزق الذی تطلبه
مقررہ روزی کی مثال اس

مثل الظل الذی لا يمشی معك
سایہ کی ہے جو ساتھ رہتا ہے،

انت لا تدركه متبعا
جب تک اس کی تلاش میں رہو گے نہیں پاؤ گے،

فاذا وليت عنه تبعك
اس سے اعراض کرتے ہی وہ خود قدموں پر گرے گی۔

دیگر :-

دخلتم فافسدتم قلوبا بملكها
تم نے آ کر دلوں کی دنیا تباہ کر ڈالی،

فانتم علی ما جاء فی السورة النمل
تمہاری مثال ایسی ہے جیسا سورۂ نمل میں آیا ہے،

وبالعدل والاحسان لم تتخلقوا — اور انصاف و احسان تمہارے اخلاق میں داخل نہیں،
وانتم علی ما جاء فی سورة النحل — اس میں تمہاری مثال سورۂ نحل کی آیت کی ہے،

ابوبکر بن محمد بن محمد بن جمہور کہتے ہیں، کہ میں نے ابن مرج الکحل کی ایک سرخ چراگاہ دیکھی جس پر انھوں نے بہت محنت کی تھی، مگر لا حاصل، تو میں نے کہا:-

ما حمرة الارض من طیب ومن کرم — زمین کی سرخی شرف یا اچھائی کے سبب سے نہیں،
فلا تکن طمعا فی رزقها العجل — اس میں نفع عاجل کا لالچ نہ کرو،
فان من شأنها اخلاف آملها — اس لئے کہ امید کرنے والوں کو دھوکہ دینا اس کی عادت ہے،
فما تفارقها کیفیة الخجل — اس لئے شرمندگی اس کے چہرے سے کبھی الگ نہیں ہوتی،

اُنھوں نے جواب میں یہ شعر لکھے:-

یا قائلا اذ رأی مرجی وحمرته — میری چراگاہ اور اُس کی سرخی دیکھ کر
ما کان احوج المرج للکحل — یہ کہنے والے "ماکان احوج المرج للکحل"
هو احمرار دماء الروم سیلها — یہ رومیوں کے خون کی سرخی ہے، جسے
بالبیض من مر من آبائی الاول — میرے آبا و اجداد نے تلواروں سے بہایا تھا،
احببته ان حکی من قد فتنت به — میں نے اس لئے پسند کیا کہ وہ وعدہ خلافی
فی حمرة الخد او اخلافه املی — اور رخساروں کی سرخی میں میری محبوبہ کی شبیہہ پیش کرتی ہے،

وفات دوشنبہ ۲ ربیع الاول ۶۳۴ھ کو اپنے وطن میں وفات پائی اور دوسرے روز دفن ہوئے،

محمد بن محمد بن احمد انصاری

نام و نسب

محمد نام، کنیت ابو عبداللہ اور ابن الجنان سے مشہور اور مرسیہ کے باشندہ تھے،

حالات

ابن الجنان محدث، راوی، حفظ میں ممتاز تھے، ادیب، شاعر، خوش خط، دیندار، اور ذی علم و ہنر بلند اخلاق تھے،

بعض امرائے اندلس نے آپ کو عہدۂ کتابت پیش کیا، اس میں متردد رہے، پھر رہائی حاصل ہو گئی، آپ اس قدر پست قد تھے کہ عجائب زمانہ میں شمار کئے جاتے تھے، اعضا متناسب، بلند خصلت، اور باوقار تھے، مرسیہ پر جب ۶۴۰ھ میں دشمنوں کا تسلط ہو گیا، تو وطن کو خیرباد کہکر اریولہ میں مقیم ہو گئے، تاآنکہ سبتہ میں رئیس ابو علی بن خلاص نے انھیں بلایا، تو ان کے پاس آئے اور خوب خاطر و مدارات ہوئی، انعام و اکرام سے مالامال ہوئے، پھر افریقہ کا رخ کیا اور بجایہ میں اقامت اختیار کی، معاصرین ادبا سے خط و کتابت تھی، جس میں ان کی استعداد و اہلیت کا جوہر چمکا:-

اساتذہ

ابن الجنان نے اپنے وطن اور دوسرے شہروں میں ابو بکر بن خطاب، ابو الحسن سہل بن مالک، ابن قطراں، ابو الربیع بن سالم، ابو عیسیٰ بن ابو السداد، ابو علی، شلوبین اور دیگر علماء سے روایت کی،

تلامذہ

ابن الجنان سے ان کے داماد ابو القاسم بن بلبیس اور ابو الحسن نے روایت کی،

شاعری

قاضی ابو عبداللہ بن عبدالملک کہتے ہیں کہ زہد اور نعت میں ان کے بہترین اشعار ہیں، واعظوں کے لئے بھی انھوں نے بہت نظمیں کہی ہیں، اسی سلسلہ میں رمضان المبارک اور شب قدر

کو "وداع" کہتے ہوئے لکھتے ہیں،

مضی رمضان وکانی بہ قد مضی	رمضان المبارک گزر گیا اور معلوم ہوتا ہے کہ واقعی گزر گیا،
وغاب سناہ بعد ان کان اومضا	اور چمک دکھانے کے بعد اس کی روشنی چھپ گئی،
فیا عہدہ قد کان اکرم معہد	افسوس کہ وہ بہترین زمانہ تھا،
ویا عصرہ اعزز علی ان انقضی	اور اُس کے گزر جانے سے سخت تکلیف ہوئی،
الم بنا کالضیف فی الطیف زائرا	اُس نے خیال میں مہمان کی طرح زیارت کی،
فخیم فینا ساعۃ ثم قوضا	ایک گھنٹہ کے لئے خیمہ انداز ہوا پھر چلا گیا،
فیا لیت شعری اذنوی غربۃ النوی	خدا معلوم جدا ہوتے وقت
ابالسخط عنا قد تولی ام الرضاء	یہ غصہ سے الگ ہوا یا رضامندی سے،
قضی الحق فینا بالفضیلۃ جاھدا	خدا نے ہمارے لئے ایک بزرگی مقرر کی تھی،
فای فتی فینا لہ الحق قد قضی	مگر کس نے اُس سے فائدہ اٹھایا،
وکم من ید بیضاء اسدی لذی التقی	متقی لوگوں پر کتنے احسانات کئے۔
بتوب وفیہا للصحائف بیّضا	اور کتنے نامۂ اعمال روشن کر دئے،
وکم حسنا قد زاد حسنا وکم ردی	کتنی حسین چیزوں کو زیادہ حسین کر دیا،
محاہ وبالاحسان والحسن عوّضا	کتنی برائیوں کو مٹا دیا اور کتنوں کو بدلا اچھا دیا
فللّٰہ من شہر کریم تعرضت	کتنا اچھا مہینہ تھا جس کی خوبیاں رخصت
مکارمہ الا لمن کان اعرضا	ہوگئیں مگر توجہ کرنے والوں کے لئے۔
ففی نعیہ اظہر شجونک معلنا	اُس کی موت پر اپنا غم ظاہر کرو،
وفی اثرہ ارسل جفونک فیضا	اور اُس کے لئے آنکھوں کو اشکباری کا حکم دو،
وقف بثنیات الوداع فانہا	اور ثنیات الوداع میں کھڑے ہو، اس لئے کہ
تحضض مشتاقا الیہا تحضضا	وہ مشتاقوں کو اس طرف رغبت دلاتی ہے،
وان قضیت قبل التفرق وقفۃ	اگر جدائی سے پیشتر ایک وقفہ پورا ہو چکا ہے،
فمقضیہا من لیلۃ القدر ما قضا	تو جو کچھ جی چاہے شب قدر سے پورا کیجئے،
فیا حسنہا من لیلۃ جل قدرھا	کتنی اچھی رات ہے جس کا مرتبہ بلند ہے،

وحض عليها الهاشمي وحرّضا
لعل بقايا الشهر وهي كريمة
تبين سرًا في الاواخر اغمضا
وقال اطلبوها تسعدوا وبطلابها
تحرك ارباب القلوب والغضا
جزاه اله العرش خير جزائه
واكرمنا بالعفو منه بالرضا
وصلى عليه من نبي مبارك
رؤف رحيم للرسالة مرتضى
له غرة اعلى من الشمس منزلا
وعزمته امضى من السيف منتضا
له الذكر يهمي منه مسك ختامه
تارج من ريا فضائله الفضا
عليه سلام الله ما انهل ساكب
وذهب موشي الرياض وفضضا

اور جس کی نبی ہاشمی (ص) نے ترغیب دی ہے،
معلوم ہوتا ہے کہ مہینہ کے آخری حصّے
آخر میں کوئی پوشیدہ راز بیان کرنا چاہتے ہیں،
اور یہ فرماکر کہ اُسے طلب کرو تاکہ کامران ہو جاؤ،
اہلِ دل کو جوش دلایا،
خدائے عرش اُسے بہترین بدلہ دے،
اور ہمیں معافی اور رضامندی سے ممتاز کرے،
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود ہو،
جو کہ مہربان اور رحم دل اور نبوّت سے سرفراز ہیں،
ان کا مرتبہ آفتاب سے بلند تر ہے،
اور اُن کا ارادہ تلوار سے زیادہ تیز ہے،
اُن کی یاد کے آغاز سے بدیوں کی بارش ہوتی ہے،
جن کے فضائل کی خوشبو سے فضا معطر ہو جاتی ہے،
اُن پر اللہ کا سلام ہو جب تک بدلی برستی رہے،
اور باغوں کو سنہری اور روپہلے رنگوں سے
منقش کیا کرے۔

انشا

ابن الجنان کی انشا ضرب المثل ہے، جب امیر المومنین عبد اللہ بن یوسف نے اپنے لڑکے الواثق کے لئے امارت کی بیعت لی، اُنھوں نے بیعت نامہ لکھا اور حاء مہملہ الف کے ساتھ سجع رکھا جیسے صباحا وصلاحا " وغیرہ، اسی طرح چالیس جملے اسی سجع میں لکھتے آئے، جس سے لوگ نہایت محظوظ ہوئے، اس پر، ابو المطرف بن عمیرہ نے اُنھیں تفریحًا ایک مشہور خط لکھا جس کا آغاز یہ ہے:-

"قلم کسریٰ کی طرح تمھیں سلام عرض کرتا ہے اور سمجھ تمہارے علم کے سامنے حیران ہے اور یہ کہ تم نے "ح" پر ڈاکہ ڈال دیا اور اُسے ہر جگہ سے چن لیا اور اُن کے پیچھے گھوڑے دوڑائے، گفتگو اور مختلف زبانوں

سے اقتباس کیا، یہاں تک کہ اصل علم نے فیصلہ کیا کہ (ح) اپنی جگہ سے ہٹ گئی ہے، حالانکہ وہ حلق میں متواتر آتی ہے، اگر رگوں میں بھی آتی تو تمہارے گھوڑے اس پر قابو پاتے اور قلم دوات اُسے شکار کرتے۔

اس کا جواب انھوں نے حسب ذیل دیا: یہ کہنی کا سلام کیا چیز ہے، اور یہ رائے اور تدبیر کیوں، کیا قلم سے تکلیف پہنچتی ہے، یا لوگوں سے خاموش ہو گئے (؟) آیا وہ کام کرنا چاہیے، اور وہی حق ہے، جو اپنے سامنے کی چیزوں کی تصدیق کرنے والا ہے، ورنہ قلم کے بارے میں میرا تجربہ یہ ہے کہ اپنے خلاف سے متنفر ہوتا ہے اور خود دور کی کوڑی لانا چاہتا ہے، جب وہ گونگوں کا مطیع ہو چکا اور اُس کے اسالیب بیان عجمیوں کے قابو میں آچکے، پھر فصیح کیوں گونگا بن جائے، اور قول و عمل میں اختلاف ہو، آخر قصیر نے کس غرض سے اپنی ناک کٹوائی تھی، اور اعمیٰ ابو بصیر اُلٹے پاؤں واپس آیا تھا، کل اُس کی بدی سے سیرابی طلب کرنے پر محروم رہنا پڑا، اور اُس کے ناموں سے شفا طلب کرنے پر شفا بھی میسر نہیں، اور آج نوشیرواں کی طرح میری خاطر ہو رہی ہے، اور میرے ایسے ہی شاکی ہیں جیسے زید یہ بنو مروان کے شاکی تھے، اور اس کا نسیاں ہے کہ میں نے اُس کے دانت کھٹے کر دئے، اور وہ بات چھپاتا ہے، جسے اللہ ظاہر کر رہا ہے، اور اس چیز کا عطیہ طلب کرتا ہے جو اُس سے طلب کرنے والوں کے پاس موجود ہے، یہ طریقہ کہاں سے آیا اور اُس بدعت کا رواج کب سے ہوا؟ کیا اس کا خیال ہے کہ یہ چیستاں حل نہیں ہوگا، اور یہ شک دور نہیں ہو گا، کیا یہ ظرف لہو و لعب کی شراب کا نشہ ہے، یا اس حکم کا تکبر ہے، جو اب تک معزول نہ ہوا ہو، قسم خدا کی اگر قسم ربانی کی وجہ سے اس کا مرتبہ نہ بڑھ گیا ہوتا اور انسان کی تعلیم کا اُسے فخر نہ حاصل ہوتا، میں اُسے ایسی باتیں سناتا، جس سے اُس کا تکبر ختم ہو جاتا اور اُس کا اعراض ختم ہو جاتا ہے، اور صرف تلواروں کی دھار سے باتیں کرتا لیکن وہ پہلا علم ہے اس لئے اُس کے ہر قول کی

اچھی تاویل ہونی چاہیئے اور اُس کی زبان سے اگر لغویات بھی نکلے تو مہذب کہلاتی ہے اور صرف شیطان کے بہلانے سے میں نے اس کے احسانات نہیں ذکر کئے، صرف یہ کہتا ہوں، کہ کاش میرے پاس مناسب الفاظ ہوتے تو اس کا شکر ادا کرتا، اور اگر عنایت ہے تو (ح) پر جو حلق سے پھسلتی جارہی ہے، اس کی وجہ سے مجلسوں میں مجھ پر مصیبت آگئی اور اُس نے دست تعدی دراز کیا، ظالم ہونے کے باوجود مظلوم بنتی ہے، اور نہ ہر میں بجھی ہوئی باتیں نرمی سے کرتی ہے، قلم اور اُس کے شیر خوار بچوں کی قسم، فصاحت اور اُس کے کارناموں کی قسم، کاش! مجھے اُس کی محبت نہ ہوئی ہوتی اور میں اُس کا نہ ہوگیا ہوتا، اُس نے اپنے کو میرے سامنے بارہا پیش کیا، مگر میں نے ہمیشہ اعراض کیا، اور نرمی و سختی، ہر طرح سے اُسے دفع کرنے کی کوشش کی اور اُس سے اُکتانے لگا، تو اس سے کہا، کہ اسامہ سے نکاح کرلو مگر ابوجہل اور اُس کی بداخلاقی اور ابن ابی سفیان اور اُس کی محتاجی کے ہوتے ہوئے مجھ ہی سے راضی ہوئی اور نکاح کرنے میں ام خارجیہ سے بھی زیادہ تیز نکلی، لیکن رشتہ کو نباہنے میں سجاح سے بھی زیادہ کج خلق، میں اس کی صحبت میں دن گزارنے سے اور اُس کی اولاد کے ساتھ بسر کرنے سے ڈرتا تھا اور یہ نہایت مہمل بات معلوم ہوتی تھی کہ منھ اور ہونٹ کی بیٹیوں (وہ حروف مراد ہیں، جن کا مخرج منھ یا لب ہے) کو چھوڑ کر اُسے اختیار کروں، حالانکہ اُنھیں میں آسانی تھی، لیکن مجھے اس سے غلط فہمی ہوئی کہ وہ ایسی منزل میں تھی، جہاں آفتاب سے چھپی تھی اور پردہ پوش خواتین کی طرح کانا پھوسی کے سوا کچھ نہیں بولتی تھی اور اُس کو اس قدر مطیع پایا کہ انگلیاں، ہتھیلیوں کے اور معنی لفظ کے، مکانات کھنڈر کے اور سایہ آدمی کے اور فقہا نصوص شرعیہ کے اتنے مطیع نہیں ہوں گے تو مجھے اس سے بھلائی کے سوا کچھ نہیں معلوم ہوا اور اسے ان میں شمار کیا، جو پوشیدہ باتوں کو ظاہر نہیں کرتیں، تو مجھے تعجب ہوا کہ اس سے لغزش کس طرح ہوئی اور شوہر کی اطاعت کے بعد پھر کیوں الگ ہوئی اور اپنی رائے میں مختار ابوعبیدہ کی طرح پیچ وتاب کھانے لگی اور

مجھ پر طرح طرح کے ڈورے ڈالنے لگی اور اُس کا خیال تھا، کہ حرف 'جیم' نے اُسے دھوکا دیا اور اُس کا تکبّر دور کر دیا اور اُسے دھمکی دی، کہ اُس کی خبر خابور تک پہنچ جائے گی اور اُسے اُس کے رفیق کے پاس اس طرح لے جایا جائے گا جس طرح سابور قیصر کے پاس حاضر کیا گیا حالانکہ اُس سے جھوٹ کہا اور اُس کی مثال اس کمان کی تھی جس کی آواز نے شکاری کو بہرا کر دیا، اور اس عورت، (زلیخا) کی طرح جس نے "ماجزاء" کہا، حالانکہ اُسی نے قمیص کا دامن چاک کیا تھا، اور ممکن ہے کہ اُس پر گمان سچ کیا جائے اور غائبانہ گمان غلط ہوتے ہیں اور کہا جائے کہ (ح) اس سخت امر کی وجہ سے جھک گئی ہے اور اس کی مدد کے لئے وہ کھڑی ہو، جو نرگس اور ریحانہ کے درمیان روپوش ہے اور جس نے سورہ کو ایسے نام پر ختم کیا ہے جس کا دوسرا حصّہ ایک بہت بڑے نبی کا نام ہے اور اس تکملہ سے وہ رنجیدہ ہو جس کا ذکر آچکا ہے تو میں اُس کے انصاف سے پناہ مانگتا ہوں اور اُس کی بزرگی کا دامن پکڑتا ہوں اور اُس سے درخواست کرتا ہوں کہ اپنے حسب خواہش فیصلہ کرے اور اس آیت پر عمل کرے:-

فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا۔ (عورت اور مرد دونوں کی طرف سے ایک ایک ثالث بھیجو)

علاوہ بریں اگر حَکَم یہ فیصلہ کریں کہ زیادتی اُس کی جانب سے ہوئی ہے جس نے اپنا جھوٹ ظاہر کیا، مجھ میں اور آپ میں کوئی فرق نہیں تو وہ فوراً "حروریہ" (خارجیہ) بن جائے گی اور کہے گی کہ اللہ کے دین میں تحکیم جائز نہیں اس وقت آشکارا ہو جائے گا اور معلوم ہو گا کہ کون فیصلہ کا زیادہ مستحق ہے،

اور افسوس کہ اُس نے مجھ پر ظلم کرنا چاہا تو میری حمایت ہو گئی، اور میرے لئے کامرانی کی سواری تیار کی۔ حالانکہ اُس نے مجھے نقصان پہنچانا چاہا تھا، تو اُس کے شر کے ساتھ بھلائی بھی آئی، اور اس نقصان کے راستہ سے نفع بھی ہوا، کیا وہ جان گئی کہ اُس کی کجی سے کیا نقصان ہوتا ہے اس لئے کہ اُس نے بہت فائدہ دیا اور بہترین نایاب موتی جمع کئے اور وہ اس سے

انکار نہیں کرتی کہ وہ اسباب میں سے ہے اور صرف جنگ و مقابلہ میں اس کی یاد ہوتی ہے، اور شکر و کامل اور تعریف کی مستحق وہ ذات ہے جس نے اپنی جولانی طبع سے اُسے باعزّت کر دیا، اور اس بری (ح) کا قصّہ بتایا اس لئے اُس نے اگرچہ ظرافت کے طور پر برجستہ لکھایا ہے اور اس کا نام خاموش آگے بڑھنے والا رکھا گیا ہے، اور اُس کی تفریح اس طرح پر ہوئی ہے، اور صفت کے ساتھ اس طرح اٹھکیلیاں کی ہیں، جیسے باد صبا" بان" کی شاخ کے ساتھ یا محبّت عاشق بے قرار کے ساتھ، گو اُس نے اپنے فنون میں عجیب کمالات دکھائے ہیں اور دلوں کو اپنا شیدا بنالیا ہے اور دزدیدہ نگاہوں سے کام لیا ہے، اور ٹوٹے پھوٹے جملوں میں گل کھلائے ہیں اور فصاحت و نظم کلام کے طریقے آشکار کر دئے ہیں تو مجھ پر اُس کے احسانات کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے، حالانکہ اُسی کے لفظ کے اعتبار سے یہ معنی اُلٹے معلوم ہوتے ہیں، قسم خدا کی اے امام اکبر اور بڑھنے والی بدی اور وہ ذی علم شخص جس کا سائل مطمئن ہو اور سمندر کے ساحل کا پتہ نہیں چلتا، اس مسلک سے میں مقصود نہیں، اور آخر اُس تاریکی میں روشنی کہاں سے آئی، اور معمولی پیشہ ور اور بادشاہ میں فرق کرنا ممکن ہوا، یہ بڑے لوگوں کی عاجزی ہے اور شرفا کی فراخ دلی ہے جیسے اُستاد شاگرد کو آمادہ کرے اور نبیذ سے وضو کی اجازت دے، اور وہ آئے جس کے تابع مغرب کی بلاغت ہے اور اس صنعت کے بدائع اور خوبیوں سے خوش ہو، اور اچھے قافیوں کی طرح اس کی اطاعت کرے اور رات میں اُس کی پیروی کرے اور وہ بھی اُس کی طرح اطاعت کرے اور اس کی طرح حسن و خوبی سے دور ہٹ جائے اور قطرہ کو فرات سے کیا نسبت؟ اور معمولی مالدار آدمی اس سے کیا فخر کر سکتا ہے؟ جس کے خزانہ کی کنجیاں اُٹھانے سے ایک جماعت بھی عاجز ہو، اور "کلالہ" کا مال میں کیا حصّہ؟ حالانکہ جب کہ نسبی وارث موجود ہیں افسوس ہے کہ مقصود دور ہے، اور موتی .... میں بہت فرق ہے جبکہ غلبہ سے روک دیا گیا ہو، اور لوٹنے پر مجبور ہونا پڑا، اگر ہم اُن لوگوں میں تھے جو پیاس کے باعث گھاٹ کی طرف بڑھے تھے اس ذات گرامی کی طرح جو سیرابی

سے افتتاح کے بعد تبوک کی طرف بڑھی تھی، اس کے بعد کھلم کھلا معجزہ ظاہر ہوا اور تمام باغ وغیرہ بھر گئے اور ہم بے ادبی و ملامت پر تیار نہیں ہوئے، مگر ہمیں علم تھا کہ ساقی آخر میں پیا کرتا ہے، اور اگر ہم طوالت سے اختیار کا مرتبہ نہ پا سکے اور اگر ہم نے عراق کا رُخ کیا، تو ہماری محبت حجاز میں ہے اور تمھارے لئے پردہ نشین عورتیں ہیں اور ہمارے لئے اس میدان میں چھوٹے چھوٹے قدم ہیں اور ہماری زیادتی بھی کمی کے برابر ہے جبکہ ہمارا ہمسایہ محتاجی کے سبب سے ذلّت میں ہے، اور ہمیں کہاں سے وہ ملے، جس کی روشنی جہاں آرا ہو اور جس کے حسن سے ستارے شرم کے مارے منھ چھپائیں، اگر وہ جھانکتی نہیں تو اس لئے کہ یہ فروع کے لئے اصل کے مثل ہے، اور جماعتوں میں شب وصل کی طرح ہے اگر اُس کی چمکدار کلی کھلتی اور وہ روشنی بلند ہوتی جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، تو آگ اس یوسف کے لئے سربسجدہ ہوتی اور اس کی بو کی لپٹ شمالی و جنوبی ہواؤں میں پائی جاتی اور اس طرف قصد کرنے میں لوگ اس طرح جلدی کرتے، جیسے مسافر سفر کے وقت بیتاب رہتے ہیں؛ اور میں اُسے جلوہ فروش جادو گرنی سمجھتا تھا اس لئے کہ وہ اسی کی پروردہ بلکہ جاسوس تھی جو مجھ سے بڑھ گئی، جس لئے کہ مجھے اپنے "معین" سے سیراب کیا، اور میں نے اس کی بو اسی وقت محسوس کرلی تھی جب اُس کا قافلہ مصر سے الگ ہوا، اور جب پہنچی تو اس کی شب نوردی کی خبر صرف اُس کی خوشبو نے دی اور اُس نے بہت چاہا کہ اپنی روشنائی کی بات میں مجھ سے چھپ جائے تو مجھے اس کی آرائش نے فریفتہ کردیا اور ہر عاشق الفاظ اور معانی کی صبح جمال کا فریفتہ ہوتا ہے اور محبت کی اپکار کے سامنے چادروں میں لپٹنا اس کے لئے کیا مفید ہوسکتا ہے، اے "سودہ" ہم نے تجھے پہچان لیا تو میں اس کی بو اور اس کی سطر اور حروف کو چومنے لگا اور اس کی خوب تعریف کی، اور اُسے پڑھ کر محفلوں کو زینت دی اور جواب کا ارادہ کیا تو بہت دشوار نظر آیا، لیکن یہ رقعہ لکھا جو میری کوتاہی کا نمونہ ہے اور جو شرم وحیا سے تمھاری

خدمت میں جارہا ہے ——— امید ہے کہ خامیوں کے باوجود اُسے شرفِ قبولیت عطا فرمائیں گے، اور اپنی اعلیٰ ظرفی کے پانی سے اُس کی پیاس بجھائیں گے، اس لئے کہ یہ اُس کی جانب سے جارہا ہے جس کا دل آپ کے پاس ہے، اور مجھے اس کا اقرار ہے، یہ انشا میں فقیروں کی طرح خوشہ چین ہے اے میرے سردار تم بزرگی اور چشم پوشی کے لئے زندہ رہو، اور ابن کریم کی پیشانی کا نور بنے رہو، اور ہمیشہ کامرانی کو طلب کرتے رہو، اور اُن کی خوبیاں بہت ہیں اور مراتب بلند ہیں،

غرناطہ میں ورود — غرناطہ میں اپنے مخدوم متوکل کے ساتھ آئے، یا وہیں اُنھیں پایا،

اساتذہ — سہل بن مالک سے روایت کی،

وفات — اُستاذ صلہ میں لکھتے ہیں :- بجایہ کو منتقل ہو گئے، اور وہیں سنہ ۶۱۰ھ میں وفات پائی،

محمد بن مسعود بن خالصہ

نام ونسب — محمد نام، کنیت ابو عبداللہ، سلسلۂ نسب یہ ہے :- محمد بن مسعود بن خالصۃ بن فرج بن مجاہد بن ابوالخصال الغافقی،

اصل میں کورۂ جیان علاقہ شقورہ میں فرغلیط کے رہنے والے تھے، قرطبہ اور غرناطہ میں سکونت پذیر ہو گئے تھے،

بلاغت اور حدیث میں امام اور سند مانے جاتے تھے،

حالات — ابن الزبیر نے ذو الوزارتین کے ذکر میں لکھا ہے :- ابو عبداللہ مشہور علماء میں سے تھے، رجال، غریب حدیث،

اور حدیث کے دیگر شعبوں میں بے نظیر عالم تھے، علوم عربیہ، ادب، لغت، تاریخ، تمام علوم کے ماہر تھے، انشا پردازی اور نظم میں مسلم الثبوت امام تھے، اور ابو القاسم الملاحی نے بھی اسی طرح لکھا ہے:- تقویٰ و بزرگی، زہد کے اعتبار سے اپنے زمانہ میں فرد تھے، ابو عمر بن الامام الشجعی نے 'سمط الجمان' میں ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:-

دریائے ناپید اکنار اور ابر و باراں تھے، جن کا مثیل مشکل سے دستیاب ہو، اُن کی مثال بے مثل باغ اور بلند پہاڑوں کی تھی جن کی شان وشکوہ کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا، مختلف خوبیوں کے جامع اور کمالات پر حاوی تھے، اُن کے ان کمالات کے باعث فصاحت اُن کے ہمراہ رکاب رہتی تھی، اور خطابت اور انشا پردازی کے لئے صرف اُن کی طرف انتساب باعث فخر تھا، اس لئے کہ اُنھوں نے ان فنون میں اپنی معجز بیانیوں سے چار چاند لگادئے تھے اور نکات کو عام کر دیا تھا، ایک عالم کامل کے لئے کافی تھا، کہ نظم و نثر میں اُن کے نقش قدم پر چلے اور اُن کی روشنی سے کسب فیض کرے کہ معلوم ہو کہ خبر و انشا کا استعمال کس طرح ہوتا ہے اور خدا کے کلام کی تصدیق کرے، کہ "ان الفضل بید اللہ یوتیہ من یشاء" (خوبیاں اللہ کے ہاتھ میں ہیں، جسے چاہے دے)۔

اساتذہ استاذ ابو جعفر بن الزبیر نے الصلۃ میں لکھا ہے کہ:- ابو عبداللہ نے غسانی، صدیقی، ابو الحسن بن الباذش، ابو عمران ابن تلید، ابو بحر اسدی اور ابو عبداللہ لفزی مالقی اور ان کے علاوہ ایک جماعت سے روایت کی۔

اُستاذ مذکور نے لکھا ہے کہ اُن کی کتابیں اور ادبی تالیفیں سب مشہور اور مقبول عام ہیں، ان کے بعد یہ قبولیت اور علم کسی کے حصہ میں نہیں آیا،

شاگرد ابو عبداللہ سے ابن بشکوال، ابن حبیش، ابن مضاء وغیرہ نے روایت کی ہے، جس کا ذکر انھوں نے اپنے رجال میں کیا ہے،

شاعری ابو عبداللہ کے اشعار بکثرت ہیں، منجملہ یہ اشعار لکھے جاتے ہیں:-

یا حبذ اللیلۃ لنا سلفت	وہ ہماری گزری ہوئی رات بھی کیا چیز تھی جس نے
اغرت بفسی الھوی فما عزفت	محبت کو ایسا اُبھارا کہ جانے کا نام نہیں لیتی
دارت بظلماتھا المدام فکم	اُس کی تاریکی میں شراب کا دور چلا،
نرجسۃ من بنفسج قطفت	تو بنفشہ سے کتنے نرگس توڑے گئے،

اور ایک شناسا کے بارے میں کہتے ہیں جن سے مدّت کے بعد ملاقات ہوئی تھی:-

وافی وقد عظمت علی ذنوبہ	وہ آیا، اس حال میں کہ اُس کے گناہ بہت
فی غیبۃ خطبت بھا اثارہ	ہو چکے تھے جبکہ غیب میں اُس کی نشانیوں سے گفتگو کی،
فمحا اساءتہ لنا احسانہ	اس کے احسان نے برائیوں کو محو کر دیا اور اس کی
واستغفرت لذنوبہ الوارہ	نیکیوں نے گناہوں کے لئے سفارش کی۔

اور ایک مخمس ہے جسے اس حال میں لکھا تھا کہ وہ مراکش میں قرطبہ کے لئے سراپا اشتیاق تھے:-

بدت لھم بالغور والشمل جامع	اجتماع کی حالت میں اُنھیں دور سے عذیب کی
بروق باعلام العذیب لوامع	گھاٹیوں میں بجلیاں چمکتی نظر آئیں،
فباحت باسرار الضمیر المدامع	آنسوؤں نے دل کے راز فاش کر دئے اور کتنی محبت
ورب غرام لم تنلہ المسامع	ایسی ہوتی ہے جس کی کانوں کو خبر بھی نہیں ہوتی،
ودام بھا من فیضھا المتصوب	اور اس کا سرچشمۂ فیض برابر جاری رہا،

انشا ابو عبداللہ ذوالوزارتین کی انشا آفتاب کی طرح مشہور اور بارش کی طرح سے بہت ہے، ہم یہاں کچھ درج کرتے ہیں، تاکہ کتاب اُن کے بدائع سے خالی نہ ہو، وزیر ابوبکر بن عبدالعزیز کو ایک خط کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں جو اُنھیں ایک فال نکالنے والے شخص کے ساتھ ملا تھا:-

اللہ میرے دوست کو جن کی میں عزّت کرتا ہوں، اور اُن کا خوشہ چیں

ہوں، خوبیوں کا جامع اور محاسن میں کامل ہمیشہ قائم رکھے، اور وہ ہمیشہ عجائب اور غرائب تحفہ میں بھیجتے رہیں، عرائف یمامہ آپ کا ایک خط لے کر آیا جو نجد و تہامہ کا جاننے والا ہے، ظاہری و باطنی عالتیں اُسے نمایاں کرتی ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ ابن صیاد کا قاصد ہے، یا مسیح دجال کا مخالف ہے، معائنہ سے ظاہر ہوتا ہے، کہ اُس کے پاس سیپیاں ہیں، اور اگر پچی نظر ہوتی تو میں کہتا وہ تمام بیان کرنے والوں سے ظاہر ہے، اور میں ابھی آپ کو خبر دیتا ہوں، اللہ آپ کی تائید کرے کہ کیا پیش آیا، اور اُس نے کیا کیا حرکات کیں، اور عزت کا مستحق ہوا تو اُس کی طرف نگاہیں اُٹھ گئیں، اور ہر غائب و حاضر نے اُسے دیکھا اور ہر گمنام اور معروف شخص نے اُس کی طرف توجہ کی، یہ زیادتی کا طالب، وہ الگ نئی چیز کا تلاشی، کوئی رائے طلب کرتا کوئی اپنے مقصود برآری کا وسیلہ تلاش کرتا ہے .... خوب کھلا، اور اُس کی پذیرائی ہوئی، اور میں دوستوں کی ایک جماعت میں بیٹھا ہوا تھا، یہاں تک کہ اس کے حال سے واقف ہو گیا، جب یہ جماعت مطمئن ہو گئی، تو ہم نے اُسے امتحان کے لئے بلایا، اور آزمائش کے لئے بٹھایا اور صحیح حالات سے واقفیت کی خواہش کی تو تیر اور آٹا طلب کیا اور اُس کی وحشت دور کی اور اُس سے کہا کہ اپنی مزدوری لو لیکن ہمیں دھوکا نہ دو، اس لئے کہ ہم میں کوئی جاہل نہیں بلکہ سب کے سب تجربہ کار اور آزمودہ ہیں، جنھیں غم والم زیر نہیں کرتے، تو وہ ذرا مطمئن ہوا، اور اپنی داڑھی سے سینہ ملایا پھر نگاہ اُٹھائی اور یک بیک چیخ کر بولنے لگا کہ میں دوستی کا نگہبان نہ آنکھیں چرانے والا ہوں، اور نہ سچائی سے گریز کرنے والا، اور نہ کسی خطا کار کی حمایت کرنے والا اور نہ نبوت کے معجزات کا انکار کرنے والا، اور نہ حقیقت کے سامنے مذاق کرنے والا ہوں، مجھے نہ سوال اور نہ بکری کا بچہ، نہ انواع واقسام کے کھانے، کوئی چیز نہیں اُبھار سکتی، یہ تو ایک تصویر اور خط ہے اور اُتار اور چڑھاؤ، نحس اور سعد، اُدھار اور نقد، آج اور کل ہے، ہم نے کہا کہ آج مہانداری پوری ہو گئی، اور زیادتی متعین ہو گئی، پھر وہ اطمینان سے بیٹھ گیا، اور تیروں کو کھینچا، اور آٹا نکالا،

اور اُسے گھمایا یہاں تک کہ اُسے بار ہوا، پھر کہنے لگا، اے اہل جماعت، یہ تو آغاز ہے، تم میں سے کون شروع کرتا ہے، لوگوں نے میری طرف دیکھا، اور کاش وہ اس وقت خاموش رہتے، تو میں ناچار غصّہ ضبط کئے ہوئے اُٹھا، اور کہا، کہ مجھے یہ سب یاد ہے، پھر کیسے پتہ لگاؤں اور اس چیز کا سوال کس طرح کروں، جس کا سوال نہیں کیا جاتا، اللہ پر اعتماد کیا اور شیطان سے نصیحت قبول کی، اور اپنی کمائی سے کھایا اور شیطان کے بیٹھنے کی جگہ سے گریز کیا اور اہم معاملات نے مجھے تنگ کر دیا، میں نے بھی اُنھیں خیرباد کہا اور اپنے نفس مطمئنہ سے امید کی اور امید ہے کہ میں نجات پا گیا، اور اپنی امید میں کامیاب رہوں گا، اس پر اُس نے مجھے گھور کر دیکھا، اور اس کی سچّائی اور جھوٹ نے مجھے مرعوب کر دیا، پھر جماعت نے مشہور سرکش ابن رومیر کا ذکر کیا، اس لئے کہ اُس کی جانب سے سب کے دلوں میں کدورت تھی، اور بعضوں نے کہا کہ اس سے دریافت کیا جائے، اگر اس نے بتا دیا تو ہمیں اطمینان ہو جائے گا اور اُس کی خودی ظاہر ہو جائے گی، اور اگر نہ بتا سکا، تو اس کا دعویٰ بالکل غلط ثابت ہو گا، اس پر لوگوں نے کہا، کہ کیا خوب، اور سبھوں نے میری تائید کی، جب ہم نے دیکھا کہ وہ امتحان کے لئے تیار ہے اور غیب دانی کا ادعا کرتا ہے، تو ہم نے کہا کہ اپنے کو تیار کر اور اپنی تسبیح آٹا میں رکھ، تو وہ کمربستہ ہوا اور مرنے والے کی طرف اپنی انگلی بڑھائی اور تیغ براں کی طرف جھپٹا، کبھی سیدھا ہو جائے اور کبھی تاج کی طرح گھوم جائے اور کبھی آسمان اور ستاروں کو اپنا ہم جماعت بنائے، تو وہاں بنات النعش اور ثریا کا اجتماع ہو گیا اور پرندے جھنڈ کے جھنڈ جمع ہو گئے، جب اُن کی عدد پوری ہو گئی اور حد کو پہنچ گئی اور اُس نے اپنے کرتب پورے کر لئے اور اصول اور فروع میں مطابقت دی، اور متفرق اور مجموعہ میں غور کیا، وہ کچھ مطمئن اور کچھ منقبض نظر آیا اور ٹھنڈی سانس لینے لگا، اور مختلف قسم کی آوازیں نکالنے لگا اور پیٹھ سے پہلو کو ملایا اور سانس اوپر نیچے کی، اور کہا کہ، میں اسی سے ڈرتا ہوں، تم نے علامات چھپا دئے اور خبریں

پوشیدہ رکھیں، تم نے سرکش شیطان کے بارے میں دریافت کیا جو چشم زدن میں کہاں سے کہاں جاتا ہے نہ کسی گھر میں ٹھہرتا ہے نہ کہیں پناہ لیتا ہے، اور بہت کم سوتا ہے لیکن میں اُسے اچھی طرح جانتا ہوں، وہ چھپا ہوا ملحد ہے اور کفر کے ستاروں میں ایک ستارہ ہے، پھر نگاہ پلٹ کر حساب کرنے لگا اور ادھر اُدھر دیکھ کر کہنے لگا جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں، خدا کی پناہ یہ آفت کب تک رہے گی مجھے کوئی شک نہیں، اگر میں تامل کرتا تو لمبے مونچھوں والا، لحبانی مجھ سے دور نہ ہوتا اور نہ مجھ سے اس طرح مقابلہ کرتا جیسے حسان نے پہاڑ کا ۔ اس روح پر نحوست غالب ہوگئی ہے:۔ .... پھر سرخی کی طرف اشارہ کیا گویا کہ اُس نے اپنا ہاتھ چنگاری پر رکھ دیا اور کہا کہ .... اور چہرہ بالکل صاف ہے اور ملانا اور ٹکڑا کرنا ہے اور جماعت اور تفریق ہے، تنگی نکلی ہوئی اور شکست مضطرب ہے، پھر اُس نے اپنا عمامہ رکھا اور اپنا ہنر ظاہر کیا اور اپنا بشاش چہرہ نکالا، پھر اُسے جھکی ہوئی ڈھال کی طرح کردیا اور اپنی انگلیوں کو بستہ کیا اور توڑ دیا اور اپنی زبان نکالی، ہم نے کہا کہ یہ کسی شر یا شیطان کے قبضہ میں ہے یا کوئی ساعتی ہے جو اُسے پریشان کرتا ہے یا کوئی منظر ہے جو اُسے اپنی طرف متوجّہ کر رہا ہے، پھر اُس نے نگاہیں تیز کیں اور اپنے کو موٹا اور دبلا ظاہر کیا، اور کہا کہ، قسم ہے اُس ذات کی جس نے .... اور جسے ہوا پہ قابو حاصل ہے اور تمام اشیا اُس کی اطاعت میں سربسجود ہیں اور تسبیح سے کام لیتی ہیں، کہ وہ عیسائی ہے اور میرے گمان سے وہ حرکت میں آسکتا ہے اور نہ میرے کسی حملہ سے وہ مطیع ہوسکتا ہے، اور میں ان فنون سے کسی فن میں نہیں جھگڑتا، میں مضطرب سمندوں پر سوار ہوا، اور میدانوں اور جنگلوں کو قطع کیا اور حرم اور بیت اللہ نے مجھ سے گفتگو کی اور مجھ سے ہر قسم کے گھوڑوں نے مصافحہ کیا، اور میں نے احرام باندھا اور لبیک کہا، طواف کیا اور عرفہ میں وقوف کیا، رسول اللہؐ کی زیارت کی، اور کامل مومن ہوا، پھر یمن

ہوتا ہوا عدن آیا، اور عائذہ کے سرمہ سے شفا حاصل کی اور پھر قاعدہ کو ثابت کیا، اور صاحب جل قس بن ساعدہ کو دیکھا اور عکاظ میں اُترا اور ڈنڈ کو رسی سے کھینچا، اور اونٹنیوں کو پانچ بار اور نو بار پوچھا اور میں کھڑا ہوا، جب حکم کھڑے ہوئے، اور ترکوں کی یلغار دیکھی، اور رومیوں کو غالب آتے بھی دیکھا، تو ہم لوگوں نے کہا کہ اللہ کے لئے تیری خوبی ہے، تو نے اپنے شبہات کو دور کر دیا اور تیرا حال پہلے سے اچھا پایا اور تیری تعریف ٹھیک کی گئی ہے، ہماری بصیرت تیرے بارے میں ناکام نہیں رہی، اب تم 'لوح' سے کیا سمجھتے ہو، اور اس 'روح' کے بارے میں کیا علم رکھتے ہو، تیری جان کی قسم، مجھ پر راز آشکارا کر دو، پھر وہ غور کرنے لگا اور ستاروں اور برجوں کا معاینہ کرنے لگا اور (ضحی) کے مادہ پر دیر تک اُلٹ پھیر کرنے کے بعد مسکرا کر کہنے لگا، قسم کھاتا ہوں کہ سب ٹھیک اتر آیا، اور اُس کا حال ایسا ہی ہے، جو میں بیان کرتا ہوں اور میں اُسے مغلوب اور عاجز پاتا ہوں، اور چند مہینوں سے زیادہ نہیں ٹھہرے گا، اُس کی قسمت کا ستارہ غروب ہو چکا وہ بچہ ہی تھا کہ اُس کا باپ اُس کے دادا کا وارث نہیں ہوا، ہم نے کہا، کہ تو نے تصریح کی اور خوب واضح بیان کیا، اور اس مستور الحال کی خوب رسوائی کی، اگر حالات مساعدت کریں اور اس کا انجام معلوم ہو سکے تو تمھاری قسمت جاگ جائے گی اور تیری نظر بالغ ثابت ہوگی، اُس نے کہا کہ ابھی تمھیں خبر ملے گی، اس کا وقت آگیا، ہم نے الگ ہو کر جونہیں کان لگایا کہ شور سنائی دیا، ہم لوگ اس کے بارے میں بہت حیرت زدہ ہوئے، اور ہم صرف اُس کے تیر کے خوف سے واپس آئے، دیکھا ابھی اُسے خبر نہیں ہوئی ہے، گویا کہ اس کی مثال اُس چڑیا کی تھی جو بچّوں کے پاس چلی گئی تھی، فوراً وہ ہماری طرف متوجّہ ہوا اور اس طرح ہماری طرف مائل ہوا، جیسے جوزا ستاروں کے سامنے آتا ہے اور اس طرح ٹوٹ پڑا جیسے سرکش شیطانوں پر ستاروں کی بارش ہو رہی ہے اور کہا کہ اب بھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ میری اطاعت

کرو اور یقین کرو کہ میں بڑا آدمی ہوں، ہم نے کہا کہ ہاں تم بہترین کلام و اخلاق کے مالک ہو اور جہاں بھی جاؤ، کامیابی رکاب تھامے ہوئے ساتھ جائے گی، آتش دان سے سر جھکا کر کچھ دیر غافل رہا اور کہنے لگا اگر قرعہ ناکام ہوتا اور کٹیپ ٹھیک خبر نہ دیتا تو میں اُسے چاک کر دیتا اور اُس کے ذرّے اڑا دیتا اور مجھ میں اور زیادہ گنجائش ہوتی اور آگ لگانے کے لئے بہترین چقماق ثابت ہوتا، تمہیں آفتاب کی بلندیوں سے کیا سروکار؟ میں موج کے اضطراب اور اوج کی بلندیوں میں ہوں، اور فرد و زوج کے علم کا ماہر ہوں، سرطان، اور دبران میں کار فرما مشتری کو میزان کے بدلے بیچنے والا ہوں اور حساب عمل کے دن ثور اور حمل پر پورا قابو ہوگا اور عقرب کے تیر سے قریب اور بعید کو رام کروں گا، اور اس کے وحوش کو .... سے شکار کروں گا اور یہاں سے اضطراب پر مجبور ہوں گا اور تنگ گھاٹی میں اُن سے ملوں گا، میں نے تاجروں کے گھر میں ترقی کی خوشی اور تنزل کا ماتم محسوس کیا اور اقلیدس سے پتہ لگایا اور مجسطی سے بھی مشورہ کیا اور تحلیل کی گرہ کشائی کی اور زحل کا معائنہ کیا جبکہ وہ اپنی سواری پر روانہ ہو چکا تھا اور اسی کے صحن میں اس کو گھیرا اور اُس کے قران کا معائنہ کیا اور اُس کی ترقی کا بھی بغور مطالعہ کیا تو اس نے مجھے چپکے سے بڑھاپے کی وفاداری کا پتہ دیا اور یہ بنو الاصفر کے بادشاہ اور ملک بطلینہ کی تباہی کے راز بھی بتائے اور کس طرح اُس نے فتح قسطنطنیہ میں ایفائے وعدہ سے کام لیا، پھر میں نے ڈلو کی رسی باندھی اور اُس کی لغو باتوں کو دور کیا، پھر میں نے اُس کے جوزا کا سراغ لگایا تو وہ پوشیدگی کے بعد ظاہر ہوا اور ہلال کو اس کی خفیہ جگہ سے نکال لیا اور وہ مجھے نظر آ گیا اور شجر صنوبر کے پرندہ کو اُس کے درخت کا پتہ دیا اور اُس کے تلخ پھل توڑے اور کل کو آغاز ہی میں جالیا، .... میں نے آفتاب میں آگ لگا دی وہ جلنے لگا۔ میں نے اُسے وہم میں کچھ دور چلا دیا تو وہ لڑکھڑانے لگا، میں نے خالص جوانی گزار دی اور مریخ کے لئے عفاء اور مرخ (دو درختوں کے

نام جو چقماق میں کام آتے ہیں) میں آگ پیدا کر دی یہاں تک کہ وہ اپنی جنگوں کے فتنہ اور طلوع و غروب کے حوادث میں فنا ہو گیا چونکہ اُسے خون سے محبت اور بہادر جوانوں کے دلوں میں گھسنے کا شوق تھا، میں جنون سے پناہ مانگتا ہوں اور بہرا پن سے شفا طلب کرتا ہوں اور پست ناک کو بلند بنا دیتا ہوں ہم نے کہا تمھاری پہلی باتیں ہم نے سب مان لیں، مگر یہ آخری تین تمھاری قدرت سے باہر ہیں، اُس نے کہا کہ تم کیوں عاجز سمجھتے ہو اور اُسے طلب نہیں کرتے ہم نے کہا جس کا کوئی نہ علاج ہوگا وہ اپنے ہاتھ سے ہلاک ہوگا اور اس کے لئے اور کوئی چارہ کار نہ ہوگا اُس نے کہا کہ جو ماہر ہو، اس کی مہارت میری مہارت ہے اجو میرے دل میں ہے وہی اُس کے دل میں ودیعت ہے، اُس کی مثال تلوار کی مثال ہے، جس کا حسن اُس کے جوہر میں ہے نہ نیام میں اور اُس کی خوبصورتی دھار میں ہے نہ رخسار میں، اور انسان کا اعتبار زبان و دل سے ہے جیسا مشہور ہے نہ دو گھڑوں سے اور شان سینہ میں نہ کہ سونڈ میں، اور شرم گاہوں میں ہے نہ خصیتین میں، بہر حال یہ تو ایسی گفتگو تھی جس کے ظاہر میں شان ہے اور باطن میں احتمال، اور میں عنقریب تمھیں اُس کی موجوں کی روانی دکھاؤں گا نہ کہ رات کی صبح، رہا پست ناک والا تو وہ اپنی ہتھیلی بڑھائے گا اور آل جعفہ میں شادی کرے گا، اور اگر لڑکا ہوا تو وہ نہایت سجیلا جوان ہوگا اور اگر ننھیال کا اثر آیا تو اپنے حال پر رہے گا، اور رہا بہرا، تو وہ اونٹ اور اونٹنیوں سے دور نکل جائے گا اور بنو سمیعہ میں نام اور فال کی برکت تلاش کرے گا، اگر اللہ کو منظور ہوا تو کامیاب ہوگا اور لڑکے کی قوت سامعہ قراد سے بھی زیادہ ہوگی، اُس نے بعض حاضرین کے دلوں میں شک محسوس کیا تو کچھ کبیدہ خاطر ہوا اور لوگوں کو خوف دلایا اور کہا کہ شارع علیہ السلام نے ان کا نام بنو محرہ رکھا ہے، اے بنو کلیعہ اٹھو کہ تم نے مجھے پریشان کیا اور میرا راستہ چھپا دیا اور میری نگاہ کو ذلیل کیا اور میرے گلے کو سخت باندھ دیا اور میرے افق پر غبار

شرق کو مسلط کر دیا پھر وہ ایک طرف ثبات نقش کو دامن کی طرح گھسیٹتے ہوئے چلا جبکہ وہ اپنی برکتوں سے مستفید کر چکا اور اُس نے ہم لوگوں کو اپنی نیت اور نہ اپنے سفر کے مقصد سے مطلع کیا، ان کے جانے کے بعد مجھے گفتگو کا موقع ملا اور اس سے یک بیک ملاقات ہو گئی، میں نے کہا کہ میرے خیال میں دھوکہ باز معلوم ہوتے ہو، اُس نے کہا کہ میں چھوٹے بچوں کو دیکھنے چلا گیا تھا اور عزیزوں کی محبت کھینچ لے گئی تھی، میں نے کہا کہ آؤ پھر چلیں اور فائدہ اٹھائیں، اُس نے جواب دیا کہ اگر تم یہ نہ کہتے کہ قیامت کب ہو گی اور مردوں کے زندہ کرنے کا مطالبہ کرتے، میں کبھی مغرب کا رُخ نہ کرتا اور نہ اپنے یہ کمالات دکھاتا، پھر مجھ سے کہا کہ غرناطہ میں میرے بچے ہیں، اُن کی ماں نے آہ و زاری سے کسب معاش کے لئے مجبور کیا، اس کے بعد میں اُس سے الگ ہوا اور مجھے اس کا پورا پتہ نہ چل سکا اور اُس کے سفر اور قیام کے بارے میں کچھ نہ معلوم ہو سکا، اس کے بعد کچھ دنوں ٹھہرا مگر وہ بالکل بے پتہ رہا، اور اُس کی نقل و حرکت کا کوئی سراغ نہ مل سکا پھر کچھ دنوں کے بعد جب اُس کی تلاش کا شوق ختم ہو چکا تھا، یک بیک جوان رعنا کی صورت میں ظاہر ہوا، تجھ سے خدا سمجھے، یہ ماں اور اُس کے بچے کیا ہوئے؟ اور وہ کیا ہوئی جس کی آہ و زاری نے تجھے سفر پر مجبور کیا تھا اُس نے جواب میں کہا کہ اگر زمانہ ساز آدمی کے تمام داؤ پیچ آشکارا ہو جائیں تو وہ اپنی کامیابی سے محروم ہو جائے گا، اور باجی کی یہ دعا بار بار پڑھنے لگا، تجھے اور مردوں سے کیا تعلق؟ اللہ اُس پر رحم کرے، جس کا تو نے نام لیا، اُس نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ کی مرضی سے میری آفرینش مکمل ہوئی اور میں عالم وجود میں آیا، اسراف کا عمامہ باندھا اور شعبدہ بازی کو اپنا شعار بنایا اور تنگی و بدحالی کے شکنجے سے باہر نکل آیا اور خوش اقبالی نے مدینہ کے کھجوروں سے متبرک کیا اور حرم محترم کے پانی سے سیراب کیا اور اچھے تعویذ کے ذریعہ آفتاب سے بچایا، اب جیسا کہ دیکھتے ہو، میں چلتا ہوں اور گھومتا ہوں اور اچھی باتیں کرتا ہوں، ہم نے کہا کہ

خدا کی قسم یہ بڑا فضل ہے اور رکاوٹ نہیں ہوتی، بہترین غایت ہے، اُس نے کہا کہ اس مصنوعی گفتگو کو چھوڑو اور اپنے مہمل کلام کو ختم کرو، اونٹ بدصورت ہی ہوتا ہے اور شیر وجیہہ ہی ہوگا، پھر اُس نے برجستہ کہا اور خوب کہا:۔

عیشنا کله خدع — ہماری زندگی سراسر مکر ہے،
فاترک اللوم عنک ودع — ملامت کو ترک کرو۔
اناکاللیث واللیوث باساتها تدع — میں شیر کے مانند ہوں اور شیر کے حملوں سے لوگ ڈرتے ہیں،
اناکالسیف حدہ لا یبالی بما وقع — میں تلوار کی طرح ہوں اور اُس کی دھار روانی میں یہ خیال نہیں کرتی کہ کون سامنے ہے،
اناکالحسن للمهماة والظبی یالکع — اے کمینہ میں بقرِ وحش یا ہرنی کے لئے حسن کی حیثیت رکھتا ہوں۔

میں نے کہا کہ خدا تمہیں بدحال رکھے، کہ تم تیر تیز کرتے ہو اور قطع کرتے ہو، کبھی سختی سے اور کبھی نرمی سے کام لیتے ہو، جھگڑا کرتے ہو اور سخت کلامی سے پیش آتے ہو، اور مقابلہ کرتے ہو اور اس کے باوجود تم متکبر ہو، اور تمہارا بدلہ ناکامی کے سوائے کچھ نہیں، ابھی میں نے آنکھیں جھپکائی تھیں کہ وہ بجلی کی طرح نکل گیا اور مجھے یہ بھی نہیں معلوم ہوا کہ وہ کھڑا رہا یا بیٹھا۔

اور اُن کی خوبیاں بارش کی طرح بے شمار اور بے حد ہیں، اور یہ خط اُن کی عظمت اور شان اور طبع رواں کی جولانی کی کافی شاہد ہیں، اس کی بلاغت اور فصاحت عیاں ہے اور وصف منظر کشی اور مختلف علوم، جو اس میں آگئے ہیں وہ الگ ہیں:۔

اللہ اُن پر رحمت کی تجدید کرے اور احسان واکرام سے مالامال کرے،

وفات | حافظ ومحدث ابو القاسم بن بشکوال کی تحریر سے منقول ہے:۔
جن لوگوں کو قرطبہ کے اضطراب میں زیادہ صدمہ پہنچا،

اُن میں فقیہ معروف اور ادیب کامل ذوالوزارتین بھی ہیں، جو بلاغت اور انشا میں بہترین فرد اور یگانۂ روزگار تھے، بہترین اور اعلیٰ اوصاف وعادات سے متصف، جن کی ذکاوت اور بلند اخلاق وفصاحت پر سب کا اتفاق ہے جن کا کوئی نظیر نہیں اور کوئی اُن کی گرد کو نہیں پا سکتا، اپنے زمانے میں نثر و نظم میں فرد مانے جاتے تھے، اسم گرامی ابو عبداللہ بن ابو الخصال تھا، اللہ اُن پر رحمت کرے اور اپنی خوشنودی سے سرفراز کرے، شہر میں اپنے گھر کے قریب مقتول پائے گئے اور اس کے بعد تمام ساز و سامان، مال و نقد، سب لوگوں نے لوٹ لیا اور یہ حادثہ روز شنبہ ۱۲ ذی الحجہ ۵۴۰ھ کو ہوا، حومۃ الدرب میں، بعض شرقی میں لائے گئے، اور وہیں غسل اور تکفین ہوئی اور اتوار کی شب کو مقبرۂ بنی عباس میں مدفون ہوئے، اور لوگوں کو اس کی خبر ایسے وقت ملی جب وہ فتنہ کے باعث پریشان حال تھے، لوگوں کو ان کی رحلت کا بہت افسوس ہوا اس لئے کہ مرحوم علمائے اندلس میں علم و بردباری، فہم و ذکاوت، بیدار مغزی اور دور بینی، وقار و تیزیٔ طبع ہر اعتبار سے سلف کی یادگار تھے، مرحوم کو علوم سے بہت زیادہ شغف تھا اور اُن کے سیکھنے کا بہت شوق تھا، اور مرحوم لغت و تاریخ رجال کے ماہر، ایام عرب اور نثر و نظم میں باکمال تھے، باتیں اچھی کرتے، الفاظ اچھے ہوتے، ظریف الطبع تھے، زبان کے فصیح اور خط پاکیزہ اور نفیس ہوتا، ان تمام امور میں اپنی آپ نظیر تھے، سب ان کی شخصیت کے معترف تھے، وجاہت و سخاوت، ہمدردی اور حسن مجلس میں بھی ممتاز تھے، اور ان تمام اوصاف کے باوجود منکسر المزاج اور اہل علم کا اکرام کرتے، ان کی تکلیفوں کو دور کرتے اور اُن کے تعلقات کو نباہتے، وسیع القلب اور باتیں اچھی کرتے اور لوگوں کو مستفید کرتے، اُن کی تصنیفات نہایت اعلیٰ ہیں، جن سے اُن کے علم وفہم کا پتہ چلتا ہے، اس کے علاوہ اپنے اساتذہ سے بہت کچھ حاصل کیا، اور اُن سے روایت کی۔

بعضوں کا بیان ہے کہ درب فرعون میں باب عبدالجبار سے قریب قرطبہ کے داخل ہونے کی جگہ قرب رحبہ میں مقتول ہوئے، اور یہ حادثہ ۱۳ ذی الحجہ ۵۴۰ھ

کو ٹھیک، اُسی روز ہوا جب نصاریٰ شاہ طلیطلہ کے ساتھ وہاں داخل ہوئے، جبکہ ابن حمد بن یحییٰ بن غانیتہ سوقی (جو مرالطین سے تھا) کے قتال کے لئے اٹھا تھا، اُن کو مصامدہ کی بربری فوج نے اچھے لباس میں ملبوس دیکھ کر مار ڈالا، حالانکہ وہ اُنھیں پہچانتے نہیں تھے، اور ان کے ساتھ اُن کے داماد محمد بن عبداللہ بن عبدالعزیز بن مسعود بھی قتل کر دئے گئے اور یہ بہترین نوجوان میں تھے،

محمد بن عبیداللہ بن داؤد بن خطاب

نام و نسب محمد نام، سلسلۂ نسب یہ ہے:۔ محمد بن عبیداللہ بن داؤد بن خطاب،

ابن زبیر کی کتاب الصلہ میں ہے:۔ "ابن عبیداللہ ادیب اور مشہور شاعر تھے، فقہ اور کلام اور دیگر علوم سے مناسبت تھی، سمجھدار اور ذکی، نیز وجیہ تھے، غرناطہ آئے اور شاہی کاتبوں کے سلسلہ میں منسلک ہو گئے، بلند مرتبت اور مقبول عام تھے، پھر مرسیہ لوٹ آئے، حالانکہ اُس کی حالت خراب ہو چکی تھی، کچھ دنوں قیام کے بعد وہاں سے چلے آئے، اور رنج و محن برداشت کرنے کے بعد علدوہ میں مقیم ہو گئے،

مجھ سے استاذ ابوالحسن بن الجیاب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ابن عبیداللہ کج خلق اور خشک تھے، ایک روز ایک خط لکھنے لگے جس کا آغاز خطبہ سے کر رہے تھے، اُس میں صحابۂ رسول (ص) کی تعریف کرتے ہوئے (صفوۃ الصفوۃ) لکھا، پھر بعض وجوہ سے اُسے مؤخر کر دیا، اُسے کاتب شاہی فقیہ ابوعمر لوشی نے دیکھا وہ اپنی کم علمی کے باعث سمجھے کہ یہ وہم ہے اور اُسے "صفدۃ" سمجھے اور اصلاح کر دی، جب اُنھوں نے دیکھا تو اُسے کاٹ دیا اور قلم توڑ دیا اور کہا کہ میں ایسی جگہ

قیام نہیں کرتا، جہاں جہالت اس حد تک پہنچ چکی ہو، اور ایک بے نیاز آدمی کا قلم بھی اصلاح و ترمیم کے ہاتھوں محفوظ نہ رہے، اور الگ ہو کر تلمسان کے بادشاہ ابو یحییٰ یغمراسن بن زیان کی کتابت قبول کرلی اور لوگوں کا خیال ہے کہ ابو عبید اللہ بن امیر ابو زکریا مستنصر نے اور مشہور ادبا کی طرح اُنھیں بھی بلایا تھا اور خالص سونے کی ہزار اشرفیاں بھیجیں مگر اُنھوں نے عذر کیا اور عطیہ واپس کر دیا، اس سے مستنصر کو ایسی تکلیف ہوئی کہ اُسے کبھی نہیں ہوئی ہوگی اور اُن کی بلند ہمتی کا ثبوت الخیر مل گیا۔

اساتذہ ابن عبید اللہ نے قاضی ابو عیسیٰ بن ابو السواد اور قاضی ابو بکر بن محرز اور استاد ابو بکر محمد بن محمد قریشی سے روایت کی ہے اور اُن سے اپنے شہر میں حدیثیں سنیں اور استفادہ کیا:۔

شاعری حسب ذیل اشعار ابن عبید اللہ کے ہیں:۔

اقنع بما اوتیتہ تنل الغنی	اپنی آمدنی پر قناعت کرو تو امیری پاؤگے،
واذا دھتک مصیبۃ فتصبر	اور جب کوئی مصیبت آئے تو صبر کرو،
واعلم بان الرزق مقسوم فلو	اور یاد رکھو کہ روزی متعین ہے اگر ہم
رمنا زیادۃ ذرۃ لم تقدر	ایک ذرہ کی زیادتی بھی چاہیں تو نہیں ہو سکتی،
واللہ ارحم بالعباد فلا تسئل	اللہ اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے کسی کے سامنے
احداً تعش عیش الکرام وتوجر	دست سوال دراز نہ کرو اور شریفوں کی طرح بسر کرو،
واذا سخطت لبؤس حالک مرۃ	اور اگر اپنی تنگ حالی پر کبھی رنج ہو
ورأیت نفسک قد نبت فاستغفر	اور اپنے دل کو آزردہ پاؤ تو استغفار کرو،
وانظر الی من دون حالک تذکر	اور اپنے سے ذرا خستہ حال لوگوں کو دیکھو تا کہ اللہ کی
لعظیم نعمتہ علیک وتشکر	نعمت یاد آئے اور شکر ادا کرو،

اور اپنی وفات کے وقت اُنھوں نے مندرجہ ذیل شعر کہے جن کی نسبت اوروں کی طرف بھی کی جاتی ہے:۔

ربّ انت الحلیم فاغفر ذنوبی	اے اللہ تو بردبار ہے، میرے گناہ بخش دے،
لیس یغفر من الذنوب سواکا	تیرے سوا کوئی اور گناہوں کو نہیں بخش سکتا،

رب ثبت عند السوال لسانی واقمنی علی طریق ھداکا	اے اللہ سوال کے وقت میری زبان درست رکھ اور مجھے اپنی ہدایت کے راستہ پر قائم رکھ
رب کن لی اذا وقفت ذلیلا ناکس الرأس استحی ان اراکا	اے اللہ تو میرا مددگار ہو جب میں عاجزی سے سر جھکائے ہوئے کھڑا ہوتا ہوں اور شرم سے نگاہیں نہیں اٹھتیں،
رب من لی والنار قد قربت لی وانا تحت احمد وحماکا	اے اللہ جب آگ نزدیک ہوگی تو میرا کون ہوگا اور میں تیری اور رسول اللہؐ کی حمایت میں ہوں گا،
رب مالی من عدۃ لسوآلی غیر انی اعددت صدق رجاکا	اے اللہ امیدوں کے پورا کرنے کا میرے پاس کوئی سامان نہیں، سوائے اس کے کہ میں نے تیری سچّی امیدوں کو شمار کر لیا ہے،
رب اقررت اننی عبد سوء حلمک الجمّ غرّہ فعصاکا	اے پروردگار میں اقرار کرتا ہوں کہ گنہگار ہوں، تیری رحمت سے دھوکہ کھا کر میں نے نافرمانی کی،
رب انت الجواد بالخیر دوما لم یزل راحما نھب لی رضاکا	اے اللہ ہمیشہ تو ہی بھلائیوں کا عطا کرنے والا ہے، تو ہمیشہ رحمدل رہا، مجھے اپنی خوشنودی سے سرفراز فرما،
رب ان لم اکن لفضلک اھلا باجترائی فانت اھل لذاکا	اے اللہ اگر میں تیرے کرم کا اہل نہیں ہوں تو۔ تو کرم کا اہل ہے،

نثر

ابن عبید اللہ اشبیلیہ سے مرسیہ کے دو دوستوں کو لکھتے ہیں :۔ میں نے یہ اشبیلیہ سے لکھا ہے ۔ اللہ تمھیں نیکیوں سے سرفراز کرے اور تھیں اپنی عنایات کے بہترین پھل عطا کرے ۔ میں اچھے حال میں ہوں اور دل تم دونوں سے ملنے کا آرزو مند ہے اور مجھے تم دونوں کی فطری شرافت اور حسن خلق پر پورا یقین ہے ، تمھاری اس محبت سے جو میری ہمدم و رفیق اور مونس ہے میرا تعلق غیر متزلزل ہے ، اس لئے اس کے ذکر کرنے کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی ، بلکہ اور اُس کے اخلاق اور اس سے سکون قلب کے لئے جو کچھ ہو سکا اُس سے فائدہ حاصل کیا ، اور ہم مقام قنب

میں شہر سے باہر خیموں میں اُترے، جہاں چشمے رواں ہیں، اور آب وہوا بہت عمدہ ہے، ہم سے اندرون شہر قیام کے لئے کہا گیا مگر ہم نے تنب کا قیام صحت کے لئے مناسب خیال کیا، غبار اور گرمی کی شدت کے سبب سے شہر سے الگ رہنا اچھا معلوم ہوا، اور جب تکان دور ہوگئی اور مطمئن ہوگئے تو شہر کی خوب سیر کی اور مشہور عمارتوں کا معائنہ کیا، اور اُس کے نقش ونگار اور پرانے آثار ونقوش کو دیکھا، پرانی عمارتوں اور نئے مکانوں میں ایسی چیزیں دیکھیں جو آنکھوں کو متوجہ کرتی ہیں اور جن کو دیکھ کر عبرت ہوتی ہے، مگر یہ کہ میں نے تباہی کے بعد دیکھا، جب کہ اُس کے رہنے والے الگ ہوچکے اور نگاہیں اُسے دیکھ کر اُچٹ جاتی ہیں، اب وہاں پرانے کھنڈر اور مرجائے ہوئے چہروں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ لیکن دیکھنے والا جب اُس کے پہلے حال کا اندازہ لگائے اور تخیل میں اُس کے سابق جمال اور آرائش کا نقشہ کھینچے تو اُسے ایسا حسن نظر آئے گا، جو جنون کا پیش خیمہ ہو، اور غم واندوہ کو کافور کردے اور اُس کی بہترین تعریف تو یہ ہے، کہ وہ شہروں میں ایسا ہے جیسے موسموں میں فصل بہار، اگر میرا دل افسردہ اور طبیعت بجھی ہوئی نہ ہوتی تو میں خوب طویل لکھتا، اور تمام جزئیات کی تفصیل کرتا۔

محمد بن عبد الرحمٰن اللخمی

نام ونسب و خاندان

محمد نام، کنیت ابو عبد اللہ، لقب ذوالوزارتین ہے، سلسلۂ نسب یہ ہے:- محمد بن عبد الرحمٰن بن ابراہیم بن یحییٰ بن محمد بن فتوح بن محمد بن الحکیم، رندہ میں نشو ونما پائی، اگرچہ وطن اصلی اشبیلیہ ہے، بنو حجاج، بنو عباد اور یہ ایک خاندان سے ہیں، ان کے اسلاف بنو عباد کے عہد میں رندہ کو منتقل ہو گئے تھے، انھیں میں ان کے والد کے دادا یحییٰ معروف بہ حکیم لطبہ بھی تھے، اور ذوالوزارتین سلطان ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن نصر کے دور میں غرناطہ آئے، جبکہ وہ حج سے واپسی میں علامہ ابو عبد اللہ بن رشید مہری کے ساتھ سفر کر رہے تھے، سلطان نے زمرۂ کتّاب میں داخل کر لیا، اور سلطان کے انتقال تک یہ دیوان الانشا میں کام کرتے رہے، اور جب اُن کے ولی عہد ابو عبد اللہ معزول مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو یہ کتابت و وزارت دونوں عہدوں پر سرفراز کئے گئے، اور وزارت میں ابو سلطان عبد العزیز سلطان الدانی شریک رہے، اور ابو سلطان کی وفات کے بعد یہ قلمدان وزارت کے مستقل مالک ہو گئے اور 'ذوالوزارتین' کے لقب سے ممتاز ہوئے، تاآنکہ غرناطہ میں یکم شوال ۷۰۸ھ کو عید کی صبح شہید کر دئے گئے، وجہ یہ ہوئی کہ اُنھوں نے سلطان کو معزول کر کے امیر المسلمین ابوالجیوش کو اُن کی جگہ بادشاہ بنایا،

حالات

مرحوم بزرگی اور سرداری، حسن اخلاق، اور شرافت نفس میں مشہور تھے، ایثار پیشہ، متین و بلند ہمت تھے، بہترین انشا پرداز، ادیب اور شاعر تھے، اور نیز حسن خط میں بھی ممتاز تھے، مختلف قسم کے عمدہ خط لکھتے، خطابت اور قلم کی قلمرو کے بادشاہ، اہل علم وادب سے محبت رکھتے،

خاندانی لوگوں سے اچھا سلوک کرتے، اُن کے زمانہ میں لڑائیوں کا بازار چمک گیا، اور خوبیوں سے اطراف واکناف لہلہا اُٹھے، عائدۃ الصلہ میں ہے :-

"مرحوم رواداری اور بشاشت اور تیزی اور طباعی میں بے مثل تھے، طبیعت کے نرم مگر ارادہ کے پکّے تھے، تعریف سے پھڑک اُٹھتے، وابستگان کرم کو خوب بھرپور انعام دیتے، دسترخوان میں اہل برامکہ کا نمونہ اور ضیافت میں آل مہلب کی مثال تھے، ادب وروایت سے بہرہ ور اور علوم میں ممتاز تھے، فقہی مسئلوں میں اعلیٰ دستگاہ تھی اور علمی مذاکروں میں لوگوں سے بڑھ چڑھ کر رہتے، روایت حدیث کے علمبردار اور تحصیل علم کے شائق تھے اور ادب کی مٹی ہوئی نشانیوں کو زندہ کیا، علم اور اہل علم کا اکرام کرتے، کتابوں کے حریص تھے، یہاں تک کہ ان کا ذاتی کتب خانہ مکان میں نہیں سما سکتا تھا اور ان کی مجلسیں ان سے بھر گئی تھیں، زمانہ ان کا خدمت گزار تھا اور اعلیٰ عہدوں کی خدمت کا موقع انھیں حاصل تھا، اور دور دراز سے ان کی طلبی ہوتی۔"

سفر اور شہرت

ابھی جوان ہی تھے کہ ۶۸۳ھ میں حجاز مقدس کا سفر اختیار کیا، حج وزیارت سے مشرف ہوئے، مشہور علماء وشیوخ سے روایت واستفادہ کرتے ہوئے دیار مشرق کی سیاحت کی، طرب انگیز قصیدے اور نظمیں نوٹ کرتے رہے اور مکۂ مکرمہ میں رمضان سے آخر ایام حج تک قیام پذیر رہے، اور وہاں علما کی ایک جماعت سے استفادہ کیا، جن کا ذکر ابھی اساتذہ کی فہرست میں آتا ہے، پھر مدینۂ منورہ واپس آئے اور شامی قافلے کے ساتھ دمشق آئے، پھر علمی مجلسوں میں مذاکرہ کرتے ہوئے اور اہل علم سے افادہ واستفادہ کرتے ہوئے مغرب واپس آئے، اور رندہ ۶۸۵ھ میں اترے اور وہاں اپنے ایک عزیز صاحب شرف قربت کے یہاں قیام کیا، تا آں کہ سلطان نے وزرائے بنی حبیب کے ساتھ برامکہ کا معاملہ کیا، یہ رندہ اسی اثناء میں آئے، اور ایک قصیدہ میں اُن کی مدح کی جس کا پہلا شعر یہ ہے :

هل الى ردّ عشيات الوصال	کیا وصل کی راتوں کا لوٹانا
سبب ام ذاک من ضرب المحال	ممکن ہے، یا بالکل محال ہے،

قصیدہ سن کر سلطان محظوظ ہوئے اور ان کے حسن خط اور وسیع الظرفی سے بہت مسرور ہوئے، اُن کی تعریف کی اور باریابی سے مشرف کیا، یہ سنہ ۷۸۶ھ میں دربار میں حاضر ہوئے اور درباریوں میں اُن کا شمار ہونے لگا، یہاں تک کہ شاہی دیوانخانہ میں کاتب مقرر ہوگئے، اور بنی نصر کے دوسرے بادشاہ کی وفات تک یہ اسی طرح معزز اور مکرم رہے، اور جب ان کے ولی عہد ابو عبداللہ بادشاہ ہوئے تو اور بھی انعام واکرام کی بارش ہوئی اور کتابت دوزارت دونوں عہدوں سے سرفراز ہوئے۔ ذوالوزارتین کا خصوصی لقب عطا ہوا، اس طرح ان کی دور دور شہرت ہوتی رہی تاآنکہ وہ انجام ہوا جس کا ذکر آتا ہے،

اساتذہ رندہ میں ابوالحسن علی بن یوسف عبدری السفاج نحوی سے قرآن کریم ساتوں روایتوں کے ساتھ پڑھا اور علوم عربیہ کی تحصیل کی، اور رندہ کے خطیب ابوالقاسم الایسر سے بھی تحصیل کی، اور اپنے والد سے تمام مرویات کی اجازت لی، اور کمسنی ہی میں اکابر علما نے اجازت دی اور اثنائے سفر میں علمائے کبار کی ایک بڑی تعداد سے استفادہ کیا، جن کا حصر دشوار ہے (صرف مشہور علماء کا ذکر کیا جاتا ہے):۔

(۱) ابوالیمن جاراللہ بن عساکر، ان سے حرم شریف میں نیاز حاصل ہوا اور ان سے بہت روایت کی،

(۲) شیخ مکرم ابوالعباس احمد بن عبداللہ بن عمر بن معطی بن امام جزائری، بغداد میں قیام پذیر تھے،

(۳) شیخ ابوالعز عبدالعزیز بن عبدالمنعم الحرانی جو ابن ہبۃ اللہ الحرانی کے نام سے مشہور ہیں،

(۴) شیخ ابوالصفا خلیل بن ابوبکر بن محمد مرادی حنبلی، ان سے قاہرہ میں نیاز حاصل ہوا،

(۵) شیخ شرف الدین حافظ ابو محمد عبدالمومن بن خلف دمیاطی، حدیث وتاریخ، اور حفظ حدیث میں مصر میں امام مانے جاتے تھے،

(۶) عبدالمنعم بن محمد بن یوسف احمد خیمی، شہاب الدین ابو عبداللہ حضرت

حسین رضہ بن علی رضہ کے روضہ پر مقیم تھے، وہاں اپنا قصیدہ بائیہ پڑھا جس کا مطلع یہ ہے:-

یا مطلبا لیس لی فی غیرہ ارب	اے وہ مطلوب جس کے سوا کسی سے مجھے کوئی غرض نہیں،
الیک آل التقصی وانتھی الطلب	طلب وجستجو کی انتہا تمھارے دربار میں آکر ہوئی

اور اسی قصیدہ میں وہ مشہور شعر ہے، جن میں اختلاف ہوا ہے:-

یا بارقا باعالی الرقمتین بدا لقد حکیت ولکن فاتک الشنب	جس میں رقمتین کے بالائی حصّوں میں اپنی چمک دکھائی تونے نقل تو کی مگر تیری نہ ہوئی،

(۷) عبد الولی بن یحییٰ بن حماد بعلبکی، ۶۱۱ھ میں پیدا ہوئے۔

(۸) شیخ ابو الفضل جمال الدین بن ابو الخیر بن علی بن عبد اللہ روحہ، مشہور ادیب،

(۹) محمد بن ابو بکر بن خلف بن ابو القاسم الصفار،

(۱۰) محمد بن یحییٰ بن عبد اللہ قریشی، جمال الدین ابو صادق :- مصری سندوں سے حدیث اربعین کی تخریج انھوں نے کی ہے، اور ابن عماد حرانی اور شیخ ابو الفضل عبد الرحیم خطیب جزیرہ سے صبیات کی روایت کی، پیدائش ۵۹۸ھ میں ہوئی،

(۱۱) شیخ عبد اللہ بن محمد بن عباس شعری تقی الدین حافظ ابو القاسم،

(۱۲) شیخ محمد اسمٰعیل بن عبد اللہ بن عبد المجید نماطی،

(۱۳) ابو البدر بن عبد اللہ بن ابو الزبیر، مصری ادیب،

(۱۴) شیخ عبد الرحیم بن عبد المنعم بن خلف تدمیری،

(۱۵) شیخ محی الدین ابو الفضل، مشہور اساتذہ میں تھے،

(۱۶) زینب بنت امام ابو محمد عبد اللطیف بن یوسف بغدادی، جن کی کنیت ام فضل تھی، اور انھوں نے اپنے باپ سے حدیث سنی،

(۱۷) محمد بن احمد بن ابراہیم بن احمد خراسانی ابو عبد اللہ موفق الدین جن سے خرقۂ تصوف بھی ملا۔

(۱۸) شیخ محمد بن یحییٰ بن ہبیرۃ شیبانی شرف الدین،

(۱۹) شیخ شہاب الدین احمد بن عیسیٰ بن عیسیٰ بن یوسف بن ابراہیم بن اسمٰعیل سلفی،

(۲۰) شیخ علی بن عبد الکریم بن عبد اللہ دمشقی ابوالحسن، ۵۹۷ھ میں ولادت ہوئی،

(۲۱) شیخ غازی بن ابوالفضل بن عبدالوہاب جلاوی،

(۲۲) شیخ نور الدین علی بن محمد ابوالبرکات انصاری، یہ حرم خلیل میں قاری تھے، ابوالحسن علی بن شجاع سے حدیث سنی،

(۲۳) سلطان یعقوب بن سلطان الناصر صلاح الدین داؤد بن سلطان عیسیٰ بن مالک عادل ابوبکر بن ایوب،

(۲۴) عبد المنعم بن یحییٰ بن ابراہیم بن علی بن جعفر قرشی زہری، بیت المقدس میں خطیب تھے،

(۲۵) شیخ عبد الحفیظ بن بروان، علی الدین کے لقب سے بھی مشہور تھے، یانناس کے رہنے والے تھے، ابن صیصری سے حدیث سنی،

(۲۶) شیخ علی بن الرحمن بن عبد المنعم مقدسی،

(۲۷) شیخ محمد بن محمد بن سالم بن یوسف بن اسلم قرشی جمال الدین،

(۲۸) عبد الواسع بن عبد الکافی شمس الدین،

(۲۹) شیخ احمد بن شیبان ابن ثعلب،

(۳۰) شیخ احمد بن فرح بن احمد بن محمد بن احمد بن احمد زجاجی،

(۳۱) فاطمہ بنت ابراہیم بن محمد بن محمود بن جوہر بعلبکی، کنیت اُم الخیر تھی، ضعیفہ اور انشا پرداز تھیں،

(۳۲) شیخ یوسف بن ابوناصر سفادی،

(۳۳) شیخ عبد السلام بن محمد ابو محمد عفیف الدین،

(۳۴) شیخ احمد بن عثمان بن محمد شافعی بخاری، شمس الدین،

(۳۵) شیخ عبد اللہ بن خیر بن ابو محمد بن خلف قریشی،

(۳۶) شیخ علی محمد بن احمد بن عبد العزیز بن عبد اللہ بن عبد الباقی بن

علی صداق شرف الدین،

(۳۷) شیخ علی بن محمد بن ابوالقاسم بن محمد بن ابوبکر ززلق کاتب، تونس میں ان سے شرف ملاقات حاصل ہوا،

(۳۸) شیخ سلیمان بن علی بن عبداللہ کاتب تلمسانی، عفیف الدین، صوفی اور ادیب تھے، دمشق میں مقیم تھے، جائے ولادت تلمسان ہے۔

(۳۹) شیخ محمد بن علی بن احمد بن علی بن محمد بن الحسن بن عبداللہ بن احمد میموفی التیمی قسطلانی، قطب الدین مفتی اور امام تھے، قاہرہ میں دارالحدیث کاملیہ مغربیہ میں مسند درس کو زینت دیتے رہے،

(۴۰) شیخ احمد بن محمد بن عبدالظاہر جمال الدین،

(۴۱) محمد بن محمد بن ابراہیم نجاشی،

(۴۲) شیخ عبداللہ بن محمد بن محمد بن ابوبکر طبری، پہلے روضۂ نبویہ پھر صخرۂ قدسیہ کے امام تھے،

(۴۳) شیخ فخر الدین عثمان بن ابومحمد بن اسمٰعیل بن جندرہ،

(۴۴) شیخ عبدالعزیز بن عبدالرحمن بن عبدالسلی بن اسکرت فخر الدین،

(۴۵) شیخ ثابت بن علی بن عبدالعزیز بن قاسم بن عبدالرزاق علی بن منیر بغدادی سے سماعت حدیث کی،

(۴۶) شیخ امین الدین ابوالهامات جبریل بن اسمٰعیل بن سید الاہل،

(۴۷) شیخ محمد بن احمد بن عبداللہ شرف الدین، ان کا اصلی وطن اندلس ہے، علم الدین سنجوقی وغیرہ سے حدیث سنی،

(۴۸) شیخ محمد بن محمد شامی شافعی، دمشقی، حضرت ابوبکر کی مسجد میں امام تھے، شمس الدین کے نام سے مشہور تھے، زبیدی سے سماع حاصل ہے،

(۴۹) شیخ یحییٰ ابن خضر بن حاتم انصاری، ابن عزالدولہ کے نام سے مشہور ہیں، اور علما کی ایک بڑی جماعت نے انھیں اجازت دی، جن میں یہ قابل ذکر ہیں:۔

(۱) ابن عماد الحرانی،

(۲) ابن یحییٰ بن محمد بن محمد ہمدانی کمال الدین، انھیں ابن الزجاج اور ابن رواح سے اجازت حاصل ہے:-

(۳) شیخ عبدالملک ابوالمعانی بن منغل واسطی معروف بہ ابن جوزی، شعیب زعفرانی اور دیگر علما سے سماعت کی،

(۴) شیخ محمد بن احمد بن یاسر بن شاکر عاکمی،

(۵) امام مفتی المسلمین رضی اللہ عنہ،

(۶) ابوعبداللہ محمد بن ابوبکر بن خلیل عسقلانی مکی،

(۷) خطیب ابوعبداللہ محمد بن ابوصالح بن احمد بن محمد بن رحیمہ کنانی، یہ بجایہ میں خطیب تھے،

(۸) ابوالعباس بن الغماز بلنسی، افریقہ کے قاضی القضاۃ تھے، ان سے تونس میں فیضیاب ہوئے،

(۹) علامہ فقیہ، وزیر ابوالقاسم محمد بن عبداللہ یحییٰ بن عبدالرحمن بن یوسف بن جزی کلبی،

(۱۰) شیخ ابومحمد عبداللہ بن یوسف خلالی،

(۱۱) ابومحمد الحجاج یوسف بن ابراہیم بن عقاب، مغرب کے مشہور عالم تھے، ان سے نیاز حاصل ہوا،

(۱۲) شیخ فقیہ ابوبکر بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن یربوع سبتی،

(۱۳) ابوالحسن عبیداللہ بن احمد بن عبیداللہ بن احمد بن عبیداللہ بن ابوالربیع، قرشی، مشہور نحو کے امام تھے،

(۱۴) امام ابوعلی ناصرالدین منصور بن احمد بن عبدالحق زواوی مشدالی، بجایہ کے رہنے والے تھے،

(۱۵) ابوعمرو اسحٰق بن ابواسحٰق بن عبدالوہاب رندی، قاضی وخطیب تھے، ان کے علاوہ مشرق ومغرب کے علماء کی ایک بڑی جماعت سے اجازت حاصل ہے،

مصیبت | بعض امور کے باعث ان سے ولی عہد حکومت رنجیدہ ہو گئے تھے،

انھیں میں ان کے چند شعر تھے، جو حکومت نصریہ کی ہجو میں کہے گئے تھے، خدا معلوم کہ وہ واقعی ان کے تھے بھی یا نہیں، اس بنا پر اُنھیں بہت اذیت دی گئی، جس سے آسانی سے بچ کر نکل گئے اور مدّتوں تک چھپے رہے، تاآنکہ معاملہ رفع دفع ہوگیا۔

تلامذہ وزیر ابو عبداللہ، ان سے ابو اسحٰق بن ابوالعاص اور ابو عبداللہ بن رشید اور دیگر علما نے استفادہ کیا، ان کی شان میں لوگوں نے مدحیہ قصائد بھی کہے، جن میں رئیس ابو محمد ابن عبدالمہیمن حضرمی اور رئیس ابوالحسن بن جیاب جیسے افاضل بھی شامل ہیں، ابن الجیاب ایک نفیس رائیہ قصیدہ میں اُنھیں عید کی مبارک باد دیتے ہوئے کہتے ہیں:۔

یا قادما عمت الدنیا لبشائرہ	اے آنے والی تیری خوشخبری دنیا میں عام ہو چکی ہے،
اھلاً بمقدمک المیمون طائرہ	تیرا آنا مبارک ہو،
ومرحبابک من عید تحفّ بہ	اے عید تجھے خوش آمدید کہتا ہوں کہ سعادۃ
من السعادۃ اجناد تظافرہ	وکامرانی کا لشکر تجھے گھیرے ہوئے ہے،
قدمت فالخلق فی نعمی وفی جذل	تیرے آنے سے خلقت مسرور ہے،
ابدی بک البشر بادیۃ وحاضرۃ	شہر و دیہات ہر جگہ کے باشندے تیرے آنے پر اظہار مسرت کرتے ہیں
والارض قد لبست اثواب سندسھا	زمین نے سندس کا لباس زیب تن کیا ہے،
والروض قد بسمت منہ ازاھرۃ	باغ کی کلیاں بھی مسکرا رہی ہیں،
حاکت ید الغیث فی ساحاتہ حللاً	بارش نے میدان کو نیا جامہ پہنا دیا ہے،
لما سقاھا دراکا منک باکرۃ	جب صبح سویرے اس نے زمین کو سیراب کیا،
فلاح فیھا من الانوار باھرھا	بہترین چمک دمک اس میں ظاہر ہو رہی ہے،
وفاح فیھا من النوار عاطرہ	اور خوشبودار کلیاں عطر بیزی کر رہی ہیں،
وقام فیھا خطیب الطیر مرتجلاً	پرندے برجستہ خطبہ دے رہے ہیں،
فالزھر قد رصعت منہ منابرہ	کلیوں نے ان کے لئے منبر سجائے ہیں،
موشی ثوب طواہ الدھر آونۃ	ایک منقش کپڑا، جسے زمانے نے تہ کر دیا تھا،
فھا ھو الیوم للابصار ناشرہ	آج پھر وہ نگاہوں کے سامنے ہے،

فالغصن من نشورة تثنی معاطفة
والطیر من طرب تشدو مزاهرة
وللکمال انشقاق عن ازاهرها
کما بدت لک من خل ضمائره
للّٰه یومک ملاء ذکی فضائله
قامت لدین الهدی فیه شعائره
فکم سریرة فضل فیک قد خبئت
وکم جمال بدا للناس ظاهره
فافخر بحق علی الایام قاطبة
فما لفضلک من ندٍّ یظاهره
فانت فی عصرنا کابن الحکیم اذا
قیست بفخر اولی العلیا مفاخرة

یلتاح منه بافق الملک نور هدی
تضاءل الشمس مهما لاح زاهره
بمجد صمیم علی عرش السماک سما
طالت مبانیه واستعلت مظاهره
وزارة الدین والعلم الذین رفعت
اعلامه والندی الفیاض زاخرة
ولیس هذا ببدع من مکارمه
ساوت اوائله فیه اواخره
یلقی الامور بصدر منه منشرح
بحر واراؤه العظمی جواهره
راعی امور الرعایا معملا نظرا
کمثل علیاه معدوما نظائره

شاخیں نشے سے مست ہو کر جھوم رہی ہیں،
پرندے بھی مسرت سے چہچہا رہے ہیں،
کلیاں شگوفوں سے نکلنے کے لئے بیقرار ہیں جیسے کہ
تمہیں دوست کے راز معلوم ہو رہے ہوں،
تمہارے عہد کی خوبیاں بھی اللہ کے لئے ہیں،
جس میں دین ربانی کے شعائر زندہ ہوتے ہیں،
تمہاری کتنی خوبیاں پوشیدہ ہیں؛
اور کتنے محاسن لوگوں پر ظاہر ہو رہے ہیں،
تم بجا طور سے زمانے پر فخر کر سکتے ہو،
تمہاری برتری کا کوئی مقابل نہیں ہے،
ہمارے زمانے میں تو تم ابن حکیم کی طرح ہو،
جب بڑے لوگوں کے ساتھ اس کے مفاخر کا موازنہ
کیا جائے،

بادشاہت کے افق میں، وہ ہدایت کا نور ہے،
اس کی چمک دیکھ کر آفتاب کا رنگ زرد پڑ گیا،
اس کی خاندانی بزرگی کا مرتبہ عرش سے بلند تر ہے،
جس کی عمارت اعلیٰ اور مظاہر بلند ہیں،
جس نے علم اور دین کی نصرت کا علم بلند کیا ہے،
اور جس کی سخاوت کا دریا موجیں مارتا ہے،
اس کی یہ بڑائیاں کوئی نئی چیز نہیں ہیں،
اس کی پہلی اور پچھلی نیکیاں سب یکساں ہیں،
کشادہ دلی کے ساتھ معاملات کی پڑتال کرتا ہے،
وہ دریا ہے اور اس کی رائیں موتی کی مانند ہیں،
رعایا کے معاملات کا نگہبان اور محافظ ہے،
اس بارے میں وہ عدیم النظیر ہے،

والملک سیرنی تدبیرہ حکما
تنال ما عجزت عنہ عساکرہ
سیاسۃ الحلم لا بطش یکدرھا
فھو المھیب وما تخشی بوادرہ
لا یصدر الملک الا عن اشارۃ
فالرشد الا تتعداہ مصائرہ
تجری الامور علی اقصی ارادتہ
کانما دھرہ فیہ یشاورہ
وکم مقام لہ فی کل مکرمۃ
الست مواردہ فیھا مصادرہ
ففضلھا طبق الافاق اجمعھا
کانہ مثل قد سار سائرہ
فلیس یجحدہ الا اخو حسد
یری الصباح فیعشی منہ ناظرہ
لا ملک اکبر من ملک ید برہ
لا ملک اسعد من ملک یوازرہ
یا عزامر بہ اشتدت مضاربہ
یا حسن ملک بہ اذدانت محاضرہ
تثنی البلاد واھلوھا بما عرفوا
ویشھد الدھر آتیہ وغابرہ
بشری لاملہ الموصول ماملہ
تعسا لحاسدہ المتطوع دابرہ
فالعلم قد اشرقت نورا مطالعہ
والجود قد اسبلت سحا مواطرہ
والناس فی بشر والملک فی ظفر

بادشاہت کا انتظام اس نے اتنا اچھا کیا ہے،
فوجیں بھی اس کے کمالات کا احاطہ نہیں کر سکتیں،
یہ بردباری کی سیاست ہے جسے سختی مکدر نہیں کرتی،
وہ بارعب ہے مگر اس کے غصہ سے کسی کو نقصان نہیں پہنچتا،
تمام امور اس کے ایما سے انجام پاتے ہیں،
اس کے کام ہدایت کے حدود سے تجاوز نہیں کرتے،
تمام معاملات اس کے ارادے کے مطابق چلتے ہیں،
گویا اس کا زمانہ اس بارے میں اُس سے مشورہ کرتا ہے،
ہر بڑائی میں اس کے ایسے موقف ہیں جس میں،
ہر ایک دوسرے سے بڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے،
اس کا کمال تمام ملکوں پر چھا گیا ہے،
گویا کہ وہ کہاوت ہے جو دور دور مشہور ہو گئی ہے،
اس کے حاسد کے سوا اس کے کمالات کا کوئی منکر نہیں،
صبح کی روشنی دیکھ کر جس کی بصارت زائل ہوئی جاتی ہے،
اس کے مقبوضہ ملک سے کوئی ملک بڑا نہیں،
اس کے محکوم علاقوں سے کوئی علاقہ زیادہ خوش نصیب نہیں،
معاملات کی مضبوطی سے اس کی عادت مشہور ہوئی،
اور حسن تدبیر سے اس کے شہر آراستہ ہوئے،
ملک اور اس کے باشندے اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں،
اور ماضی و مستقبل زمانے دونوں اُس کی خوبیوں کی شہادت دیتے ہیں،
اس کے طالب امید کی خوش نصیبی ہے کہ وہ امید کو پہنچ گیا،
اور اس کے حاسد کی بدبختی ہے کہ وہ ہمیشہ بد نصیب رہے گا،
اس کے علم کے مطالع نور سے جگمگا اٹھے،
اور اس کی سخاوت کی بدلیاں موسلا دھار برسنے لگیں،
اس کے عہد میں لوگ خوش ہیں اور ملک خوشحال ہیں،

عال علی کل عالی القدر قاهره — اور اس کی دھاک عالی قدر لوگوں پر بھی بیٹھی ہوئی ہے،
والأرض قد ملئت امنا جوانبها — زمین کے اطراف امن وامان سے مالامال ہیں،
بیمن من خصلت فیها سرائره — یہ اس کی برکت ہے جس کا دل پاک ہے،
وانی ایادیه من مثنی وواحده — اس کے تنہا اور مکرر احسانات بہت ہیں،
تساجل البحران فاضت زواخره — اور اس کی سخاوت میں دریا اس سے مسابقت کرنا چاہتے ہیں،
فکل یوم تلقا عوارفه — ہر روز اس کے انعامات پاکر اس کے مال ونعمت کے
کساه امواله الطولی دفاتره — رہین منت ہوتے ہیں،
فمن یودی لما اولاه من نعم — اس کی نعمتوں کا شکر کون ادا کر سکتا ہے،
شکراً ولو ان سحبانا یظاهره — سحبان ہی کیوں نہ ہو وہ بھی عاجز آجائے،
یا ایها العید بادر لثم راحته — اے عید اس کے ہاتھوں کو جلد بوسہ دے،
فلثمها خیر مامول تبادره — اس سے بڑھ کر بھلا کام اور کوئی نہیں ہو سکتا،
وافخر بان قد لقیت ابن الحکیم علی — اور فخر کر کہ تو ابن الحکیم کی ملاقات کے باعث،
عصر مبارک اودهر تفاخره — زمانے سے فخر کرنے کے باعث ہوئی،
ولی الصیام وقد عظمت حرمته — رمضان ختم ہوگیا اور تم نے اس کا پورا احترام کیا،
فاجره لک وافیه ووافره — جس کا کامل ثواب تمھارے لئے ہے،
واقبل العید فاستقبل به جزه — اب عید آئی ہے مسرت سے اس کا استقبال کرو،
واهناه به قادما عمت بشاشره — اور اس خوش آیند مہمان کی آمد سے مسرور ہو،

انیس ابو محمد عبدالمہیمن حضری ان کی مدح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ترای سحیراً والنسیم علیل — صبح کا وقت ہے نسیم بیمار معلوم ہوتی ہے،
وللنجم طرف بالصباح کلیل — ستاروں کی آنکھیں بھی صبح کو کام نہیں کر رہی ہیں،
وللفجر نهر خاضه اللیل فاغتدت — صبح کی نہر کو اس نے عبور کیا تو ایسی سواری برآئی،
شوی ادهم الظلماء منه حجول — جس میں تاریکی گھوڑے کی سپیدی کے قائم مقام ہے،
بریق یا علی الرقمتین کانه — بالائی رقمتین میں چمک ہے گویا،
طلائع شهب فی السماء تجول — آسمان میں ستارے چکر لگا رہے ہیں،
فمزق ساجی اللیل منه شرارة — اس کی چنگاری نے ساکن تاریکی کا پردہ چاک کر دیا،

وخرق ستر الغيم منه نصول
تبسم ثغر الروض عنه ابتسامه
فاضت عيون للغمام همول
ومالت غصون البان نشوى كانها
يدار عليها من صباح شمول
وغنت على تلك الغصون حمائم
لهن خفيف فوقها وهديل
اذا سجعت في لحنها ثم قرقرت
بطيء خفيف دونها وثقيل
سقى الله ربعاً لايزال يشوقني
اليه رسوم دونها وطلول
وجاد رباه كلما ذر شارق
من الودق هتان اجش هطول
ومالي استسقي الغمام ومدمعي
سفوح على تلك العراص همول
وعاذلة باتت تلوم على السرى
وتكثر من تعذالها وتطيل
تقول اذا كم ذا فراق وغربة
ونائي على ما خيلت ورحيل
ذريني اسعى للتي تكسب العلا
سناء وتبقي الذكر وهو جميل
فاما تريني من ممارسة الهوى
نحيلا فحد المشرفي نحيل
وفوق انابيب اليراعة صعدة
تزين وفي ذات القناة ذبول

اور اُس کی چمک نے بادلوں کا پردہ دور کر دیا،
اُس کی مسکراہٹ سے باغ بھی مسکرائے،
اور بدلی کی آنکھوں سے سیلاب اشک جاری ہوا،
اور بان کی شاخیں مستی میں جھومنے لگیں،
گویا بادِ صبا کی ہوائیں اس پر بار بار آ رہی ہیں،
اور ان شاخوں پر کبوتروں نے نغمہ سرائی کی،
جو طرح طرح کے راگ گا رہے ہیں،
جب اُن کے نغموں میں زیر و بم ہوتا ہے،
تو موسیقی کے خفیف و ثقیل سُر معلوم ہوتے ہیں،
اللہ اس کو سیراب کرے، جس کے کھنڈر،
اور آثار برابر مجھے کھینچتے رہتے ہیں،
اور طلوعِ آفتاب کے وقت برابر اس کے ٹیلوں پر
برسنے والی بدلیوں کی بارش ہو،
اور یہ مجھے کیا ہو گیا ہے، کہ بدلیوں سے سیرابی طلب کرتا ہوں،
حالانکہ اُن کے حصول پر خود میرے آنسو جاری رہا کرتے ہیں،
ایک ملامت کرنے والی جو شب بھر ملامت کرتی رہی،
اور ملامت میں خوب تصنع و بناوٹ سے کام لیتی تھی،
اور کہتی تھی، کہ یہ فراق و جدائی کب تک؟
اور اس بُعد و فراق کی حد کہاں تک؟
مجھے چھوڑ دے کہ عزّت و سربلندی میں چار چاند
لگا دوں، اور اپنا نام لوح ہستی پر ثبت کر دوں،
اگر محبّت کے باعث تو مجھے نحیف دیکھتی ہے،
تو آخر مشرقی تلواروں کی دھار بھی باریک ہوتی ہے،
اور قلم کا بالائی حصّہ بھی باریک ہوتا ہے،
اور نیزے کا قد بھی نحیف اور لاغر ہوتا ہے،

لولا السری لو یجتل البدر کاملا
اگر شب نوردی نہ ہوتی، تو بدر کامل نہ ہوتا،

ولا بات منه للسعود نزیل
اور نہ وہ کامرانی سے ہمکنار ہوتا،

ولولا اغتراب المرء فی طلبا لعلا
اگر انسان بلندی کی تلاش میں دوری اختیار کرے،

لما کان نحو المجد منه وصول
تو کبھی وہ بزرگی تک نہیں پہنچ سکتا،

ولولا نوال ابن الحکیم محمد
اور اگر محمد ابن الحکیم کا عطیہ نہ ہوتا،

لاصبح ربع المجد وهو محیل
تو عزت کی منزل ویران ہوتی،

وزیر سما فوق السماک جلاله
ایسا وزیر جو مرتبہ میں آسمان سے بلند ہے،

ولیس له الا النجوم قبیل،
ستاروں کے سوا ان کا کوئی ہمسر نہیں،

من القوم اما فی الندی فانهم
قوم کی محفلوں میں وہ سربلند ہیں،

هضاب واما فی الندی فسیول
اور سخاوت میں سیلاب کی مثال ہیں،

حووا شرف العلیا ارثا ومکسبها
انھوں نے بلندی وراثت اور کوشش سے حاصل کی ہے،

وطابت فروع منهم واصول
اور ان کے اصل و فروع دونوں اچھے ہیں،

وما جونة هطالة ذات هیدب
سیاہ خوب برسنے والی بدلی،

مرتها شمول مرجف وقبول
جس پر شمالی اور مغربی ہواؤں نے خوب اثر کیا ہو،

لها زجل من رعدها ولوامع
جس کی کڑک سے آواز ہوتی ہو، اور جس کی

من البرق عنها للعیون کلول
بجلیوں کی چمک سے آنکھیں خیرہ ہو جائیں،

کما هدرت وسط القلاص وارسلت
جیسا کہ نر اونٹ اونٹنیوں کو دیکھ کر آواز،

شقاشقها عند الصیاح فحول
بلند کریں اور فرط جوش سے جھاگ نکلے،

باجود من کف الوزیر محمد
ایسی بدلی بھی وزیر محمد کے ہاتھوں سے زیادہ سخی نہیں،

اذا ما توالت للسنین محول
جب قحط پے درپے آتا ہو،

ولا روضة الحسن طیبة الشذا
اور ایسا باغ جس کی خوشبو پھیلتی ہو،

نیم علیها اذخر وجلیل
جہاں اذخر و جلیل بھی ہوں،

تدا زلیت للزهر فیها مجار
جس میں کلیوں کی انگیٹھیاں سلگ رہی ہوں،

تعطر منها للنسیم ذیول
اور ان پر سے ہوا گزر رہی ہو،

وفی مقل النوار للطل عبرة
اور کلیوں کی آنکھوں میں شبنم کے قطرے ہوں،

تردّدها اجفانها و تخيل
بالطيب من اخلاقه العز كلما
تفاقم خطب للزمان يهول
حويت اباعبدالله مناقبا
تفوت يدى من رامها و تطول
فغرناطة مصر وانت خصيبها
ونائل يمناك الكريمة نيل
فداك رجال حاولوا درك العلا

ببخل وهل نال العلا بخيل
تخيرك المولى وزيرًا وناصحًا
فكان له مما اراد حصول
والقى مقاليد الامور مفوضًا
اليك فلم يعدل يمينك سول
وقام بحفظ الملك منك مؤيد
نهوض بما اعيا سواك كفيل
وساس الرعايا منك اشوس باسل
مبيد العدا للمتقين مقيل

وابلج وقاد الجبين كانما
على وجنتيه للنضار مسيل
تهيم به العليا حتى كانها
ثنيئة فى الحب اوهو جميل
له عزمات لو اعير مضاءها
حسام لما نالت ظباه فلول

جو اُن کی پلکوں میں گردش کر رہے ہوں،
ایسا باغ بھی اس کے اعلیٰ اخلاق سے زیادہ پاکیزہ نہیں،
جب زمانہ کی مصیبتیں سخت ہو جائیں،
اے ابو عبداللہؓ تم نے ایسی خوبیوں کو جمع کر لیا ہے،
جو طلب کرنے والوں کی کوششوں سے بلند تر ہیں،
غرناطہ کی مثال مصر کی ہے اور تم اس کے آباد کرنے والے ہو،
اور تمھاری سخاوت کا مظہر دریائے نیل ہے،
تم پر وہ لوگ قربان ہوں جنھوں نے بخل سے بلندی حاصل کرنے کی سعی کی،
اور کیا بخل بلندی حاصل کر سکتا ہے،
آقا نے تمھیں وزیر اور ناصح مقرر کیا ہے،
اور وہ اپنے ارادے میں کامیاب ہے،
اور تمام امور کی باگ تمھارے ہاتھ میں دیدی ہے،
کوئی چیز تمھارے دست قدرت سے باہر نہیں،
اور تم نے بادشاہت کی حفاظت کے لئے تائید کرتے ہوئے
ایسے فرائض انجام دئیے جن سے اور لوگ عاجز ہیں،
اور تم نے بہادروں کی طرح رعیتوں کا انتظام کیا،
دشمنوں کو ہلاک کرنے والے اور سائلوں پر کرم کرنے والے ہو،
اور وجیہ خوبصورت پیشانی والے ہو،
گویا تمھارے رخساروں پر سونا بہتا ہے،
تم پر سر بلندی عاشق ہے گویا کہ وہ محبت میں ثینیئہ ہے، اور تم جمیل ہو،
تمھارے ایسے ارادے ہیں کہ اگر ان کی روانی تلواروں کو مستعار دے دی جائے تو ان کی دھاریں کند نہ ہوں،

سری ذکرہ فی الخافقین فاصبحت
الیہ قلوب العالمین تمیل
واعدی قریضی جودہ وثناؤہ

تمہارا نام زمین و آسمان میں مشہور ہے اس لئے
دونوں جہاں کے دل تمہاری طرف مائل ہیں،
اور تمہاری بخشش کی تعریف تک میرے شعر نہیں
پہنچ سکتے،

واصبح فی اقصی البلاد یجول
الیک ایا فخر الوزارۃ ارقلت
برحلی ھوجاء النجاء ذلول
فلیت الی لقیاک ناصیۃ الفلا
بایدی رکاب سیرھن ذمیل
تسدد فی سھما لکل ثنیۃ
ضوامر اشباہ القسی نحول

اس لئے دور دراز حصّوں میں معروف ہے،
اے فخرِ وزارت تمہارے دروازے پر ایک
نحیف ماندہ سواری نے میرا کجاوہ ڈال دیا ہے،
اور تمہاری ملاقات کے لئے میدانوں کو طے کیا ہے،
ایسی سواریوں پر جو تیز رفتار ہیں،
مجھے ہر موڑ پر تیر بناتی تھیں،
ایسی نحیف سواریاں، جو لاغری سے کمانوں کے
مثل ہو گئی تھیں،

قد لفظتنی الارض حتی رمت الی
ذراک برحلی ھوجل وھجول
فقیدت افراسی بہ ورکائبی
ولذّ مقامی بہ وحلول
وقد کنت ذا نفس عزوف وھمۃ
علیھا لاحداث الزمان دحول
وتھوی العلا حظی وتغری بضدہ
لذاک اعترتہ رقۃ ونحول
وتأبی لی الایام الا رزالۃ
فصونک لی ان الزمان مذیل
فکل خضوع فی جنابک عزۃ
وکل اعتزاز قد عداک خمول

مجھے زمین نے دور پھینک دیا، تا آنکہ
مجھے سواری تیرے دربار میں لے آئی،
میں نے گھوڑے اور سواریاں وہیں باندھ دیں،
اور یہ مقام مجھے خوشگوار معلوم ہوا،
میں خوددار اور ایسی ہمت والا تھا،
جو زمانے کے حوادث کا مقابلہ کر سکے،
اور میری قسمت برتری کو دوست رکھتی ہے،
اسی لئے اس پر لاغری آ گئی ہے،
اور زمانہ مجھے صرف مصیبتوں میں مبتلا کرنا چاہتا ہے،
مجھے زمانے کے انقلابات سے بچا،
اس لئے کہ بہترین دربار میں جھکنا عزت ہے،
اور تیرے سوا کوئی عزت گمنامی ہے،

شاعری ان کی شاعری معمولی ہے، اگرچہ یہ شعر کے بڑے نقاد تھے، اور

صنعت تضاد کے استعمال کرنے میں بہت ہوشیار تھے، اسی صنعت میں ان کا وہ قصیدہ ہے، جو سلطان کی خدمت میں رندہ میں گزرانا تھا، اور اس وقت یہ جوان رعنا تھے، اور یہ نظم اُن کی خود نوشت تحریر سے منقول ہے:-

هل الى رد عشيات الوصال	کیا وصال کی راتیں پلٹ سکتی ہیں،
سبب ام ذاك من ضرب المحال	یا یہ بالکل محال ہے،
حالة يسرى بها الوهم الى	ایسی حالت جس میں وہم سے معلوم ہوتا ہے،
انها تثبت برءًا باعتلال	کہ بیماری کے بدلے شفا ہو رہی ہے،
وليال ما تبقى بعدها	ایسی راتیں کہ ان کے گزرنے کے بعد،
غير اشواقى الى تلك الليال	ان کے اشتیاق کے سوا اور کچھ باقی نہ رہ جائے گا،
اذ مجال الليل فيها مسرحى	اس لئے کہ ان راتوں میں رات کی گردش میرا چلنا تھا،
ولنعيمى آمر فيها ووال	اور میری جنت ان میں حاکم و مختار تھی،
ولحالات الترضى جولة	اور رضامندی کے حالات کی ایسی گردش ہے،
مرحت بين قبول واقتبال	جس کے قبول و توجہ سے میں خوش ہوا،
فبوادى الخيف خوفى مسعد	وادی خیف میں میرا خوف خوش نصیب ہے،
وباكناف منى اسنى موال	اور منی کے اطراف میں بہترین دوست ہے،
لست السنى الانس فيها ابدا	میں اس کے انس کو کبھی بھولنے والا نہیں،
لا ولا بالعذل فى ذاك اُبال	اور نہ اس میں ملامت کی پروا کروں گا،
وغزال قد بدا لى وجهه	اور ایسی ہرنی جس کا چہرہ ظاہر ہوا،
فرايت البدر فى حال الكمال	تو گویا میں نے بدر کامل کو دیکھا،
ما أمال التيه من اعطافه	تکبر نے اس کو جنبش نہیں دی تھی،
لم يكن الا على فضل اعتدال	جو بالکل اعتدال کے ساتھ تھی،
خص بالحسن فما انت ترى	جو حسن کے ساتھ خاص ہے، اس کے بعد
بعده للناس خطا فى الجمال	لوگوں میں حسن کا حصہ نہیں پاؤگے،
من تسلى عن هواها فانا	کوئی اس کی محبت سے غافل ہو، تو ہو،
لبسواه عن هواه غير سال	میں اس کی محبت چھوڑ کر دوسرے سے دل نہیں لگا سکتا،

فلئن اتعبنی حبی لـه	اگر مجھے اس کی محبت نے تھکایا ہے،
فلکم متعت به انعم حال	تو میں نے بارہا اس کی نوازشوں سے لطف اٹھایا ہے،
اذلآلی جیدہ من قبلی	جبکہ اس کی گردن کے موتی میرے سامنے ہیں،
ووشاحاہ یمینی وشمال	اور اس کے ہار میرے دائیں اور بائیں ہیں،
خلف النوم لی السهد به	نیند نے میرے لئے بیداری چھوڑ دی ہے،
وترامی الشخص لاطیف الخیال	اور جسم دور ہو گیا، صرف خیال باقی ہے،
او اشادات بناء الملک الا	یا اس بادشاہ کی عمارت کے استحکامات ہیں،
وحد الاسمی الهمام المتعال	جو منفرد اور برتر اور بلند ہے،
ملک ان قلت فیه ملکا	ایسا بادشاہ کہ اگر اسے فرشتہ کہوں تو،
لم تکن الا محقانی المقال	غلط نہ ہوگا،
اید الاسلام بالعدل فما	جس نے انصاف سے اسلام کی تائید کی،
ان تری رسما لاصحاب الضلال	اب گمراہوں کا کوئی اثر نہ پاؤ گے،
ذو ایا وشملت کل الوری	اس کے احسانات تمام خلقت پر عام ہیں،
ومعال یالها خیر معال	اور وہ بلندیاں بھی کیسی بلندیاں ہیں،
همة هامت باحوال التقی	ایسی ہمت جو تقویٰ کے اوصاف کی عاشق ہے،
وصفات بالجلالات حوال	اور ایسے صفات جو شان وشکوہ سے پر ہیں،
وقف النفس علی اجهادها	اس نے نفس کو اس کی تکمیل کے لئے وقف کر دیا ہے،
بین صوم وصلاة ونوال	روزہ نماز اور عطایا کے ذریعہ،

اس قصیدہ میں اس قوم کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں، جسے سرکشی کی سزا مل چکی تھی:۔

وفریق من عناد عاندوا	ایسی جماعت جس نے عناد کے باعث اس کے
امرہ فاستوجبوا سوء نکال	حکم کو نہ مانا اس لئے بدترین عذاب کے مستحق ہوئی،
غرهم طول التجافی عنهم	اسے طول اعراض نے دھوکا دیا،
مع شیطان لهم وال موال	جبکہ وہ ایک شیطان کے ہاتھ میں تھی،
فلقد کانت بهم رندة أو	اس کی وجہ سے رندہ اور اس کے

اهلها فی سوء تدبیر وحال	باشندے بدترین حالت میں تھے،
ولقد کان النفاق مذهبا	نفاق عام شیوہ تھا،
فاشیا مابین هاتیک التلال	جو ان علاقوں میں رائج تھا،
مایعود الیوم الا بادروا	ابھی دن گزرنے بھی نہیں پاتا کہ
بدواه و نکیرات ثقال	مصیبتوں اور بری باتوں سے سابقہ پڑتا،
طوّقوا النّعمی فلما انکروا	ان لوگوں کے ساتھ احسان کیا گیا مگر جب انھوں نے اجنبیت ظاہر کی،
طوقوا العدل بذی البیض العوال	تو چمکدار تلواروں کے ذریعہ انصاف کیا گیا،
اعتبوا اجزاء ما قد اسلفوا	اور انھیں اعمال کا بدلہ دیا گیا،
فی الدنا ولیعقبوه فی المآل	اور پھر وہ آخرت میں مزہ چکھیں گے۔

یہ قصیدہ طویل ہے، اسی میں ہے :—

ایها المولی الذی نعماؤه	اے وہ مالک جس کی نعمتوں کے
اعجزت عن شکرها کنه المقال	شکریہ سے زبان عاجز ہے،
ها انا انشدکم مهنئا	میں تمھاری مبارکباد میں
من بدیع النظم بالسحر الحلال	ایک نادر طراز نظم لکھتا ہوں،
فانا العبد الذی حبکم	میں وہ غلام ہوں، جس کے دل میں
لم یزل والله فی قلبی وبال	تمھاری محبت ہمیشہ قائم رہی ہے،
اورقت روضة آمالی لکم	میری امیدوں کا باغ سرسبز ہوگیا ہے،
وتولاها الکبیر المتعال	اور خدا اُس کا نگہبان ہے،

اسی میں یہ شعر بھی ہیں :—

یا امیر المسلمین هذه	اے مسلمانوں کے بادشاہ، یہ
خدمة تنبئ عن اصدق حال	ایسی خدمت ہے جو سچائی ظاہر کرتی ہے،
هی بنت ساعة او لیلة	ایک گھنٹہ یا ایک رات میں یہ شعر کہے گئے ہیں،
سهلت بالحب فی ذاک الجلال	جو محبت کو اس دربار میں لے گئے ہیں،
ماعلیها اذ اجادت من حها	اگر اُس نے تعریف اچھی کی

من بعید الفهم یلغیها وقال — تو پھر کسی کج فہم کے اعتراضات کا خوف نہیں،
فهی فی تادیة الشکر لکم — اس لئے کہ یہ تمہارا شکریہ ادا کرنے میں،
أبدا بین احتفاء واحتفال — ہمہ برجستہ اور کوشاں رہتے ہیں،

موصوف تونس میں اپنے متعلقین کو خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

حيّ حيّ بالله یا ریح نجد — اے نجد کی ہوا، خدا تیری عمر میں برکت دے،
وتحمل عظیم شوقی ووجدی — تو میرے شوق و محبّت کی حامل بن،
واذا ابثثت حالی فبلغ — جب میرا حال کہنا تو اُن سے
من سلامی لهم علی قدر ودی — میری محبّت کے انداز سے سلام کہدینا،
ماتناسیتهم وهل فی مغیبی — میں انھیں نہیں بھولا کیا معلوم کہ جدائی
هم لنسونی علی تطاول بعدی — اور بُعدِ مسافت میں وہ مجھے بھول گئے ہوں،
بی شوق الیهم لیس یعزی — مجھے اُن سے ملنے کا اتنا اشتیاق ہے جس کے سامنے
لجمیل ولا لسکان نجد — جمیل اور اہل نجد کا جذبۂ شوق بھی ہیچ ہے،
بالنسیم الصبا اذا جئت قوما — اے بادِ صبا، جب تو ایسی قوم سے گزرے،
ملئت ارضهم لبشیخ ورند — جن کا مسکن شیخ اور رند پر ہے،
فلتطف عند المرور علیهم — اُن پر گزرتے ہوئے، اُن کا طواف کرنا،
وحقوقا لهم علیّ فادّ — اور میرے حقوق ادا کرنا،
قل لهم قد غدوت من وجدهم فی — اور ان سے کہنا کہ میں ان کی محبّت میں
حال شوق لکل رند وزند — الگ ہوا، اس حال میں کہ سراپا اشتیاق تھا،
وان استفسروا حدیثی فانی — اور اگر میرا حال پوچھیں،
باعتناء الاله بلغت قصدی — تو بحمد اللہ مقصود کو میں پہنچ گیا،
فله الحمد اذ حبانی بلطف — خدا کا شکر ہے، کہ اُس نے نوازش سے سرفراز کیا،
عنده قلّ کل شکر وحمد — جس کے مقابلہ میں ہر شکر کم ہے،

اور اپنے بڑے بھائی ابو اسحٰق ابراہیم کو ایک قصیدہ میں خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

ذکر اللوی شوقا الی اقماره — لویٰ کے حسینوں کے اشتیاق میں اس کی یاد آئی،

فقضى اسى او كاد من تذكاره
وعلا زفير حريق نار ضلوعه
فرمى على وجناته بشراره
لو كنت تبصر خطه فى خده
لقرأت سر الوجد من اسطاره
يا عاذليه اقصروا فلربما
افضى عتابكم الى اضراره
ان لم تعينوه على برحائه
لا تنكروا بالله خلع عذاره
ما كان اكتمه لاسرار الهوى
لو ان جند الصبر من انصاره
ما ذنبه والبين قطّع قلبه

اسفا واذكى النار فى اعشاره
بخل اللوى بالساكنيه وطيفهم
وحديثه ولنسيمه ومزاره
يا برق خذ دمعى وعرج باللوى
فاسفحه فى باناته وعراره
واذا لقيت بها الذى باخاته
القى خطوب الدهر او بجواره
فاقرا السلام عليه قدر محبتى
فيه وترفيعى الى مقداره
والمم بسائر اخوتى وقرابتى
من لم اكن لجوارهم بالكاره
ما منهم الا اخ او سيد

جس کی یاد میں انتہائی غم کو پہنچ چکا تھا،
اور اُس کی پسلیوں کی آگ کی سوزش بلند ہوئی،
جس کی چنگاریاں رخساروں پر نمودار ہوئیں،
اگر تم اُس کے رخسار کے خطوط دیکھتے،
تو ان میں تمھیں رازِ محبت نظر آتا،
اے ملامت کرنے والو، ذرا ٹھہرو،
ممکن ہے کہ تمھارا عتاب نقصان رساں ہو،
اگر تم اُس کی سوزش میں اس کی مدد نہ کرو،
تو کم از کم اُس کی رندی و سرمستی کا گلہ نہ کرو،
رازِ محبت کو وہ خوب نہاں رکھتا،
اگر صبر کا لشکر اس کی امداد کرتا،
اس کا کیا قصور ہے، جب جُدائی نے اُس کے دل کے ٹکڑے کر دیئے،

اور دل کے اندر آگ سلگادی،
لوی نے نہ صرف اپنے باشندوں کے ساتھ بخل کیا،
بلکہ گفتگو، ہوا، ملاقات، سب سے بخل کیا،
اے بجلی، میرے آنسو لے کر لوی میں اتر
اور اُسے وہاں کے بان اور عرار پر چھڑک،
اور اگر وہاں اُس سے ملاقات ہو جائے جس کی محبت کے طفیل مصائب برداشت کر رہا ہوں،
تو میری محبت کے انداز سے اسے سلام کہنا
نیز جذبات احترام کا بھی لحاظ رہے،
اور میرے عزیزوں، دوستوں کے پاس بھی جانا،
جن کی ہمسائگی کا میں شاکی نہیں تھا،
وہ سب کے سب شریف اور دوست ہیں،

ابدا ادری دأبی علی اکبارہ	ان کی تعظیم میں اپنا فرض خیال کرتا ہوں،
فاثبت لذاک الحی ان اخاھم	خلاصہ یہ کہ تمام قبیلہ سے کہہ دینا کہ
فی حفظ عهدھم علی استبصارہ	اُن کا بھائی پریشان حالی کے باوجود عہد محبت کا پاس رکھتا ہے،

سلطان کی فرمائش سے ایک بار موصوف نے کہا :-

الا واصل مواصلة العقار	کیا کوئی شراب کی طرح ملانے والا نہیں
ودع عنک التخلق بالوقار	وقار اور متانت کو خیرباد کہہ
وقم واخلع عذارک فی غزال	اُٹھ اور کسی حسین کے پیچھے سرمست ہو،
یحق لمثله خلع العذار	اور اُس جیسے حسین کے لئے ہوش وحواس سے گزر جانا درست ہے،
قضیب مائس من فوق دعص	بالو کے تودے پر ایک شاخ لچک رہی ہے،
تعمم بالدجی فوق النهار	جس نے دن کے اوپر تاریکی کا جامہ پہن لیا ہے،
ولاح بخده الف ولام	اُس کے رخسار میں الف ولام ظاہر ہوئے،
فصار معرفا بین الدراری	اس لئے تمام موتیوں میں وہ ممتاز ہے،
رمانی قاسم والسین صاد	مجھے قاسم نے مارا گویا کہ "سین" کے بجائے "صاد" ہے،
باشفار تنوب عن الشفار	اور "ہونٹ" دھار کا کام کرتے ہیں،
وقد قسمت محاسن وجنتیه	اور اُس کے رخساروں کے محاسن
علی ضدین من ماء ونار	آگ اور پانی ضدین میں منقسم ہیں،
فذاک الماء من دمعی علیه	پانی میرے آنسوؤں کے سبب سے ہے،
وتلک النار من فرط استعاری	اور آگ زیادتی سوزش کے باعث ہے،
عجبت له اقام بربع قلبی	اس پر تعجب ہے کہ اُس نے میرے دل کی منزل میں قیام کیا،
علی ما شب فیه من الاوار	باوجودیکہ اس میں پیاس کی آگ سلگ رہی ہے،
الفت الحب حتی صار طبعًا	میں محبت سے اس قدر مانوس ہوا کہ فطرت میں داخل ہوگئی،
فما احتاج فیه الی ادکار	اب اس میں کسی فکر کی ضرورت نہیں،
فما لی عن مذاهبه ذهاب	اب اس سے رستگاری نہیں ہے،
وهذا فیه اشعاری شعاری	اور یہ اشعار شاہد ہیں کہ محبت میرا اشعار ہے،

علامہ ابن رشید نے ملأ العیبہ میں لکھا ہے، کہ جب ہم ۶۸۴ھ میں مدینہ آئے، اور ہمارے ساتھ وزیر ابو عبداللہ ابن ابو القاسم الحکیم تھے، اور اُن کی آنکھیں خراب تھیں، جب ہم ذو الحلیفہ کے قریب پہنچے، تو سواریوں سے اُتر گئے، اور قربِ مکان کے باعث آتشِ شوق تیز ہوتی گئی، تو وہ بھی اُتر گئے، اور اُن آثارِ مقدسہ اور صاحبِ طیبہ کے احترام واجلال کے خیال سے پا پیادہ چلنے لگے، پیدل چلنا تھا کہ آنکھیں شفایاب معلوم ہونے لگیں، اس موقع پر اُنھوں نے یہ شعر سنائے:-

ولما راينا من ربوع حبيبنا	جب ہم نے دیارِ محبوب کے
بيثرب اعلاما اثرن لنا الحبا	آثارِ یثرب دیکھے تو جذبات برانگیختہ ہوگئے،
وبالترب منها اذ كحلنا جفوننا	اور جب ہم نے اُس خاکِ پاک کا سرمہ لگایا تو
شفينا فلا باسا نخاف ولا كربا	شفا پاگئے، اور کوئی خوف نہیں رہا،
وحين تبدى للعيون جمالها	اور جب آنکھوں کو اُس کا جمال نظر آیا،
ومن بعدها عنا اديلت لنا قربا	اور دوری کے بعد قربت معلوم ہوئی،
نزلنا عن الاكوار نمشى كرامة[1]	تو ہم سواریوں سے اُتر پڑے اور احترام
ولمن حل فيها ان نلم به ركبا	کے خیال سے پا پیادہ چلنے لگے، ایسا نہ ہو کہ اُس کے رہنے والے سے سوار ملیں،
نسح سجال الدمع فى عرصاتها	ہم اُس کے میدانوں میں آنسو بہاتے تھے،
ونلثم من حب لواطئه الثربا	اور اُس پہ چلنے والے کی محبت میں خاک کو بوسہ دیتے تھے،
وان بقائى دونه لخسارة	اور ہمارا اُس سے الگ رہنا نقصان تھا،
ولوأن كفى تملأ الشرق والغربا	اگرچہ مشرق و مغرب کی دولت کیوں نہ ہاتھ آجاتی،
فيا عجبا ممن يحب بزعمه	اُس شخص سے کس قدر تعجب ہے، جو ادعائے محبت رکھتا ہے،
يقيم مع الدعوى ويستعمل الكتبا	پھر دعا و خطوط پر اکتفا کرتا ہے،

---

[1] یہ متنبی کا مشہور شعر ہے،

وزلات مثلی لا تعد کثیرۃ	اور میرے گناہ کثرت کے باعث شمار نہیں ہو سکتے،
وبعدی عن المختار اعظمها ذنبا	اور سب سے بڑا گناہ سرورِ عالم سے دور رہنا ہے،

اور اُن کے منظومات سے یہ شعر بھی ہیں :-

ما احسن العقل و آثاره	عقل اور اس کے علامات کس قدر اچھے ہیں،
لو لازم الانسان ایثاره	اگر انسان ایثار کو اختیار کرے،
یصون بالعقل الفتی نفسه	جوان عقل سے نفس کی حفاظت کرتا ہے،
کما یصون الحر اسراره	جس طرح شریف آدمی اپنے راز کی حفاظت کرتا ہے،
لا سیما ان کان فی غربة	خصوصاً اگر سفر میں ہو،
یحتاج ان یعرف مقداره	تو اپنا مرتبہ جاننے کا محتاج ہوتا ہے،

نیز مرحوم کے منظومات سے یہ شعر بھی ہیں :-

انی لاعسر احیاناً فیلحقنی	میں کبھی پریشان ہوتا ہوں تو مجھے
یسر من الله ان العسر قد زالا	اللہ کی جانب سے آرام مل جاتا ہے اور مصیبت زائل ہو جاتی ہے،
یقول خیر الوری فی سنة ثبتت	خیر البشر ایک مستند حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں،
انفق ولا تخش من ذی العرش اقلالا	کہ خرچ کرو اور خدا کی جانب سے کمی کا خوف نہ کرو،

یہ اُن کا بہترین شعر ہے، اور کہتے ہیں :-

فقدت حیاتی بالعراق ومن غدا	میں نے اپنی زندگی عراق میں گم کر دی، اور جو
بحال نوی عمن یحب فقد فقد	اپنے محبوب سے جدا ہوا، وہ گم ہو گیا،
ومن اجل بعدی من دیار الفتها	اور دیارِ محبوب سے دوری کے باعث
جحیم فؤادی قد تلظی وقد وقد	میرے دل کی دوزخ سلگ اُٹھی،

اور بیان کیا جاتا ہے کہ ذوالوزارتین موصوف فقیہ، ادیب ابن ابی مدین سے ملے، تو ابن مدین نے اُنھیں یہ شعر سنائے :-

عشقتکمو بالسمع قبل لقاکمو	ملنے سے پیشتر، میں صرف سن کر تمھارا عاشق ہو گیا،
وسمع الفتی یهوی لعمری کطرفه	اور سچ تو یہ ہے کہ انسان کی قوت سامعہ بھی آنکھوں کی طرح محبت کرتی ہے،

وحببنی ذکر الجلیس الیکمو — اور ہمنشین کی یاد نے مجھے تمھارا مشتاق بنا دیا،
فلما التقینا کنتم فوق وصفہ — اور ملنے کے بعد تمھیں پہلے سے بڑھ کر پایا،

تو ذوالوزارتین ابن الحکیم نے یہ شعر پڑھے :-

ما زلت اسمع عن علیاک کل سنی — میں تمھاری بڑائی کے متعلق ہر تعریف سنتا رہا،
ابھی من الشمس او اجلی من القمر — میں نے تم کو آفتاب سے زیادہ باوقار اور چاند سے زیادہ روشن پایا،

حتی رای بصری فوق الذی سمعت — یہاں تک کہ میری آنکھوں نے اس سے زیادہ دیکھا،
اذنی فوفق بین السمع والبصر — جتنا کانوں نے سُنا تھا، کان اور آنکھوں میں توازن ہو گیا،

اور اُن کی نظم سے یہ چند شعر بھی ہیں، جو کمانوں پر لکھے جاتے ہیں :-

انا عدۃ للدین فی ید من غدا — میں اُس کے ہاتھ میں دین کا آلہ ہوں،
للہ منتصرا علی اعدائہ — جو اللہ کے لئے دشمنوں کا مقابلہ کرتا ہے،
احکی الھلال واسھمی فی رجمھا — میں ہلال کے مشابہ ہوں اور میرے تیر
لمن اعتدی تحکی نجوم سمائہ — دشمنوں کے مارنے میں آسمان کے ستاروں کے مثل ہیں،
قد جاء فی القرآن انی عدۃ — قرآن میں آیا ہے کہ میں دشمنوں کے مقابلہ کا سامان ہوں،
اذ نص خیر الخلق محکم آیہ — جبکہ خیر البشر (ص) نے آیت کی یہی تفسیر کی،
واذا العدو اصابہ سھمی فقد — اور جب دشمن کو میرا تیر لگتا ہے تو قضا
سبق القضا بھلکہ وفنائہ — اُس کی ہلاکت کا پہلے فیصلہ کر لیتی ہے،

اور اُن کی توقیع کا ایک نمونہ اُن کے صاحبزادے کی کتاب الموارد المستعذبۃ سے منقول ہے، ”وادیٔ آش“ میں فقیہ طریفی تھے، اُنھوں نے میرے والد ابوجعفر ابن داؤد کے معتمدِ خاص کے پاس ”س“ کے قافیہ پر ایک قصیدہ لکھ کر بھیجا جس میں اُنھوں نے اپنے شہر کے حاکم ابوالقاسم بن حسان کی شکایت کی، اسی قصیدہ میں یہ شعر بھی تھے :-

فیا صفی ابی العباس کیف تری — اے ابوالعباس کے دوست تمھارا کیا خیال ہے،
وانت کیس من فیھا من اکیاس — حالانکہ تم بہت ہوشیار اور عقلمند ہو،
ولوہ ان کان ممن ترتضون بہ — اسے والی بناؤ اگر وہ تمھارے مقرب بارگاہ لوگوں میں سے ہو،

فقد دنا الفتح للاشراف فی فاس — اس لئے کہ فاس میں اشراف کی فتح عنقریب ہونے والی ہے،

اور اسی قصیدہ میں "ذوالوزارتین" کا ذکر بھی اس شعر میں ہے :-

للشرق فضلٌ فمنه اشرقت شهب — شرق کا فضل ہے کہ اُسی سے ستارے چمکے،
من نورهم اقبسونا کل مقباس — جن کے نور سے ہیں یہ چنگاریاں ملی ہیں،

تو مرحوم نے اس پر ان اشعار میں توقیع کی :-

ان افرطت بابن حسان غوائله — اگر ابن حسان کی زیادتیاں حد سے بڑھ گئی ہیں،
فالامر یکسوه ثوب الذل والباس — تو یہ برتاؤ اُسے ذلت اور رعب کا لباس پہنائے گا،
وان تزل به فی جوره قدم — اور اگر ظلم اُس کا قدم ڈگمگا دے،
کان الجزاء له ضربا علی الراس — تو اس کا بدلہ اُس کی سزا ہوگی،
فقد اقامنی المولیٰ بنعمته — اس لئے کہ آقا نے اپنی عنایت سے
لبث احکامه بالعدل فی الناس — مجھے لوگوں میں انصاف پھیلانے کے لئے مقرر کیا ہے،

انشاء وزیر ابو عبداللہ کی انشاء شعر سے بلند ہے، اُن کا ایک خط درج کیا جاتا ہے، جو اُنھوں نے شہر قیجاطہ کی فتح پر لکھا تھا :-

امیر کی جانب سے اللہ اُس کی تائید اور مدد کرے، اور اپنی مرضی پر عمل کی توفیق دے، تاکہ جہاد کا علم بلند کریں، اُس کے فرزند کی طرف سے جسے ہم محبت اور خوشنودی سے سرفراز کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اُسے اچھے خصائل اور اعلیٰ عادات سے آراستہ کرے، فرزند شریف، بہادر، نیک بخت محمد کی طرف، اللہ اُس کی سعادت مندی کی تکمیل کرے اور توفیق سے اُس کی ہدایت کرے، اور اُسے فتح کی خوشخبری دے، تاکہ دین الٰہی کی مدد کی آرزو برآئے۔

اُس اللہ کی حمد کے بعد جس نے جہاد فی سبیل اللہ کو بہترین اعمال سے شمار کیا اور ثواب واجر کے وعدوں سے اس کی ترغیب دی اور فرمایا کہ (یا ایها النبی حرض المومنین علی القتال) "اے نبی مسلمانوں کو قتال پر آمادہ کرو"۔ تاکہ یقین دلائے کہ اُس کے دوستوں کی چھوٹی جماعت دشمنوں کی بڑی تعداد پر غالب آئے گی اور اپنے اس قول (ولینصرن اللّٰه من ینصره) میں اپنے وعدوں کی تکمیل کرکے دین اسلام کی حمایت کی، مخالفین کے اس گمان کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لشکر کو

رسوا کر کے انھیں رسوا کیا"

اور درود و سلام ہو اُس کے برگزیدہ نبی اور رسولؐ برحق پر جو مخلوق کو راہِ حق کی ہدایت کے لئے مبعوث کئے گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "قاتلوا الذین یلونکم من الکفار" (اپنے آس پاس کے کفار کو قتل کرو) اس بات پر آمادہ کرنے کے لئے کہ نورِ ہدایت سے گمراہی کی تاریکی کافور ہو جائے، اور اللہ کی رحمت آلِ اطہار اور صحابۂ کرام پر ہو، جو کفار پر سخت تھے، اور جنھوں نے دین کی خاطر عزم کی تلوار بے نیام کر دی اور مشرق و مغرب کے کنارے فتح کر لئے، یہاں تک کہ اسلام تمام روئے زمین پر پھیل گیا، ہم نے یہ تمہیں لکھا۔ اللہ تمھیں ایسی خوشخبریاں سنائے، جن سے حالات بدل جائیں، اور تمھیں فتح کی ایسی خبریں ملیں، جن سے امید کے اطراف سعادت و اقبال سے چمک اُٹھیں، ہم نے تمھیں یہ خط فیجاطہ سے لکھا ہے، اس حال میں کہ توکّل علی اللہ کے برکات کرشمۂ ربانی کے عجیب مظاہر دکھا رہے ہیں، اور فتح و نصرت کے پختہ پھل مل رہے ہیں، اور فتح کے گھاٹ ہمارے قبضہ میں آ رہے ہیں ہم اُن کے شیریں چشموں پر اُترتے ہیں، اور اُس اللہ کی تعریف جس نے ہمیں اس کی ہدایت کی، کہ ہم اُس کا پرتلہ پہنیں، اور اُس کے گھوڑے پر سوار ہوں، اور گم شدہ حاجتوں کی مطلب برآری کریں، تا آنکہ دینِ حنیفی اس اندلسی جزیرہ کے ہر حصّہ میں پھیل گیا، اور ہر خاص و عام مسلمانوں کو معلوم ہو گیا، اور تمام اطراف میں صبحِ درخشاں کی طرح نمایاں ہو گیا، کہ ہم اللہ کا نام بلند کرنے کے لئے برابر کوششیں کرتے رہے ہیں، اور رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لئے جان و مال کی بازی لگاتے رہے ہیں، اور ہم نے مدد اور کوشش میں کوتاہی نہیں کی، اور ہر ممکن مدد سے بھی دریغ نہ کیا، اور صرف خطوط اور زبانی خرچ پر اکتفا نہیں کیا، اور اسلام کی فتح کی امید میں مال اور زمین سے بخل نہیں کیا اور اللہ کی عنایت سے ہم نے فریضۂ جہاد کی ذمّہ داری اپنے سر لے لی، پھر دعوت پر لبیک کہنے میں اتنی تاخیر بھی نہیں ہوئی، جتنی پرندہ کے پانی پینے میں، اور خدا کی مرضی یہی تھی کہ جزیرہ کی فتح کا سہرا کسی اور کے سر نہ بندھے، اور اُس کے تمام مفاخر اسی کے لئے ہوں جس نے اپنا ظاہر اور خفی اللہ کے لئے وقف کر دیا، اور جبکہ اسلام اس مغربی جزیرے میں دشمنوں کے سامنے سرنگوں ہو گیا تھا، اور

مسلمان کسی سخت حادثہ کا انتظار کرنے لگے تھے، ہم نے اللہ کے اعتماد پر عزم کیا اور بت پرستوں کے مقابلہ میں کمر ہمت باندھ لی، اور اللہ تعالیٰ کے فرمان (وانفقوا فی سبیل اللہ) پر پورے طور سے عمل پیرا ہو گئے، تو اللہ نے پے درپے خوشخبریوں سے مدد کی، اور ایسی کامیابیاں میسّر آئیں جن میں خلوص نیت کے بدلے کسی سپاہ کی ضرورت نہیں تھی، اور ہم نے سپہ سالار اور افسروں کو اتنا مال غنیمت دیا، کہ اُس کا شہرہ دور دور پھیل گیا، اور اگر اللہ کی نعمتوں کا شمار کرو تو تم شمار نہ کر سکو گے، پھر کس طرح کوئی اُسے شمار کر سکتا ہے؟ اور جبکہ عنایت خداوندی سے شاہد کامیابی کا چہرہ نمودار ہوا، اور کامرانی کی لپیٹ ہم تک آئی، ہم نے اللہ سے خود جہاد کرنے کے لئے استخارہ کیا، اور اسی سے رائے طلب کی جا سکتی ہے، اور ہم نے اپنے قریب عاملوں کو جہاد پر آمادہ کیا، اور جب لشکر اور رضاکار جہاد کے لئے آمادہ ہو گئے، اور خدا کی اطاعت کی خاطر سب مجتمع ہو گئے، تو ہم اُن کو لے کر نکلے اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ کی مدد بہترین رہنما تھی، اور تائید ایزدی موہوم امیدوں کو پورا کرنے کی امید دلا رہی تھی، اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے، کہ ہمیں رضا اور مقبولیت کے راستہ پر چلائے اور ایسا راستہ دکھائے جس سے ہماری آرزوئیں برآئیں، یہاں تک کہ دوسرے روز اتوار کی شام کو مقبرۂ حصن اللغرب میں اُترے، اور تمام قابل اعتماد مشیروں سے جنگ کے لئے مشورہ کیا، تو قرین صواب و کامرانی یہ رائے معلوم ہوئی کہ فتح کی آسانی کے خیال سے قیجاطہ کا قصد کیا جائے، کہ وہیں آرزوؤں کی صبح سعادت نمودار ہو، چنانچہ ہم ایسی فوج کے ساتھ چلے جس کا غبار آسمان تک پہنچتا تھا، اور جس کی کثرت کے باعث بڑے بڑے میدان تنگ معلوم ہوتے تھے، اور اُس کے حامیوں اور مددگاروں کو دیکھ کر اسلام کی آنکھیں ٹھنڈی ہو رہی تھیں، اور اُن کا استقلال عزم کے بازو پر سوار ہو کر کفار کی روحیں قبض کرنے کے لئے روانہ ہوا تھا، جب ہم وادیٔ بانہ کے قریب پہنچے، تو وہاں اُتر پڑے، تاکہ گھوڑے ستا لیں اور جنگ کی تیاری کی جائے، اور مسلمانوں نے راتیں اس حال میں بسر کیں کہ اللہ سے فتح و کامرانی کی دعائیں کرتے تھے، اور جب صبح ظاہر ہوئی اور شہ خاور بلند ہوا، ہم سوار ہوئے اس شان سے کہ فوجیں صف آرا تھیں، اور تلواریں نیاموں سے نکلنے کے لئے بیقرار تھیں، اور مجاہد دوستوں کا منظر نظر

آنے لگا، جب وہاں پہنچے، دیکھا کہ ہمارے آدمی سبقت کرچکے ہیں اور دشمنوں کی عزت و برتری کا پردہ تار تار ہوچکا ہے، اور اُن کے جان و مال کو فنا کا پیغام دے چکے ہیں، دوستوں نے قتال کی طرف سبقت کی، اور نیزوں کے پھلوں کے ذریعہ اُنھیں تحفہ میں موت دی، اور اُن کے لشکروں کو تیروں سے مارا، اور موت کے درختوں کو کاٹ ڈالا، جب انھوں نے ایسا عظیم الشان لشکر دیکھا، جس کے مقابلہ کی تاب اُن میں نہیں تھی، تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے، اور ملک اور اُس کی نشانیوں کو الوداع کہہ دیا اور مسلمان پہلے شہر کے مالک ہوگئے، اور پھر مسلمان یلغار کرتے ہوئے دوسرے شہر تک جا پہنچے، اس حال میں کہ دشمنوں کی شہر پناہ منتخب بہادروں سے آراستہ تھی، اور اس میں قابل اعتماد سپاہ جمع تھی، مسلمانوں نے ایسا حملہ کیا جس سے اُنھیں جنگ کا مزا مل گیا ہوگا، اور اُن کی روحوں کو بدبختی کے گڑھے میں گرا دیا، اور مال غنیمت سے ایسی بے اعتنائی برتی جس سے دشمن سمجھے کہ اسلام کے نام لیوا دفاع اور جہاد کے موقعوں پر جان و مال کی پروا نہیں کرتے، اور خدا کی رضامندی اور اطاعت کے سوا ان کا کوئی مقصد نہیں ہوتا، اور مسلمانوں کی ایک جماعت شہر کے دروازہ کو نذر آتش کرنے کے لئے آگے بڑھی، اور غباروں کے آسمان کے زیر سایہ دھوئیں کا آسمان آباد کر دیا، اور عیسائی شیطانوں کو ان آسمانوں کے شہاب سے مارنے لگے، اللہ نے عیسائیوں کو شکست دی، اور اُنھوں نے راہ فرار اختیار کی، اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں میں رعب ڈال دیا، تو اُنھوں نے شہر پناہ اور برجیوں کو خالی کر دیا، اور مسلمان شعار اسلام کا اعلان کرتے ہوئے اُن پر چڑھ گئے اور اُن پر سرخ جھنڈے نصب کر دئے، ایسا معلوم ہوا کہ کامرانی کے آسمان میں ستارے نکل آئے ہوں، جو مقصد برآری کی خوشخبری دیا کرتے ہیں، شہر میں داخل ہونے کے بعد مجاہدین کو سامان حرب اور بے شمار سامان ملا، پھر کیا تھا، جیب و دامن کو پُر کیا اور آرزوئیں بر آئیں، اور تمام گمراہ اور کجرو باشندے تلوار کے گھاٹ اُتار دئے گئے، اور عیسائیوں نے قلعہ میں پناہ لی، اور اُس کے استحکام و بلندی کی وجہ سے اُن کا خیال تھا کہ ہدایت کا نور اُن کے ہاں نہیں پہنچ سکتا، ہم نے طے کیا کہ لوگ شہر پناہ اور برجیوں پر چڑھ جائیں، اور پناہ گزینوں کا سخت

محاصرہ کیا جائے، اور رات بھر نہایت سختی کے ساتھ اُن کی نگرانی کی جائے، اور ہم فتحیاب لشکر کے ساتھ آرام و آسائش کے ساتھ رہے، جب صبح کی روشنی بلند ہوئی اور شہ خاور اپنی تابناکیوں کے ساتھ افق پر نمودار ہوا، ہم نے محاصرہ کے لئے صف آرائی کا حکم دیا اور ہر جماعت کے لئے حلقہ معین کر دیا کہ سب اپنی سمت میں ٹوٹ کر حملہ کریں، اس تدبیر سے مسلمان غالب آئے، جو کافروں کے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں آیا تھا، اور انھیں موت کے تلخ گھونٹ پینے پر مجبور کیا، مگر کفار اس کے باوجود صابر نظر آئے، اس خیال سے صلیب کے سامنے عذر کر سکیں، مگر جب اُنھوں نے ہمارے جوش و خروش کا یہ اندازہ دیکھا، اور مسلمان جنگ میں آگے بڑھ بڑھ کر اپنی بہادری اور صبر کا ثبوت دیتے رہے تو ان کے قدم اُکھڑ گئے اور نیزوں کی چمک نے اُنھیں مرعوب کر دیا، اور اپنے کو ہلاکت میں دیکھ کر پناہ مانگنے لگے، جیسے کہ ڈوبنے والا ہلاکت کے خوف سے ساحل کا رُخ کرے، اور ان کا سردار جان خطرہ میں ڈال کر اس طرح التجا کرنے لگا کہ ہلاکت کے بعد اُسے زندگی کی آس ہو گئی ہو، اور شرط کی کہ قلعہ پر ہمارا قبضہ ہو جائے گا، اور اپنے تمام ملکوں کے ساتھ مطیع رہے گا، پہلے ہم نے منظوری میں ٹال مٹول کیا، اور اُس کی درخواست کو شرف قبولیت بخشنے کا موقع نہیں دیا، بالآخر نقشۂ جنگ نے اُسے اطاعت پر مجبور کیا، اور امن کی شرط پر ہمارے تمام مطالبات پورا کرنے کا وعدہ کیا، تو ہم نے اُس کا مطالبہ ان شرائط کے ساتھ منظور کیا، جو اب مسلمانوں کو نصیب ہیں، اور خدائے عزّ و جل کی عنایت کے کرشمے ہر جگہ کارفرما رہے، اور جب اُس کی شرطیں پوری ہو گئیں اور وفا و اطاعت کی نشانیاں ظاہر ہوئیں، تو ہم قلعہ میں داخل ہوئے (اللہ اُس کی حفاظت کرے) اس حال میں کہ ہتھیار کی ضرورت نہیں تھی، جیسے صبح کی روشنی میں چراغ کی ضرورت نہیں ہوتی، اور اُس کی برجیوں پر سرخ جھنڈے بلند کر دئے گئے، جو اطاعت و انقیاد کی دلیل تھے، اور اسی وقت ہم نے بااعتماد لوگوں کو قلعہ پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا جو وہاں سے شرک کی برائیاں زائل کر دیں، اللہ کا شکر ہے، اس نعمت پر، جس نے دلوں کو مسرت سے لبریز کر دیا ہے، اور جس کی عنایت سے تثلیث

کا جھنڈا سرنگوں اور توحید کا علم سربلند ہوگیا، اور دین حنیفی کو دشمنوں پر غلبہ عطا کیا، اور اس عظیم الشان اور نمایاں فتح کی یاد ہمیشہ باقی رہے گی، اور اللہ سے دعا ہے کہ اس کے بعد اس سے زیادہ کامیابیاں نصیب کرے، اور ہمیں اسلام کی عزّت وشان نمایاں کرنے کی توفیق دے کہ مخالفین سرِ اطاعت خم کرنے پر مجبور ہوں، تم اس مبارک فتح سے مسرور ہوکر لوگوں کو خوشخبری دو، اور اللہ کا شکر ادا کرو، ہم نے یہ تمھیں اس حال میں لکھا، کہ ہم کفّار سے جہاد کے ارادہ پر قائم ہیں، اور اُنھیں ضرر اور تکلیف پہنچانے کا عزم باقی ہے، اور مسلمان (خدا انھیں غالب کرے) بلادِ کفر میں حملے کر رہے ہیں، اور پست و بلند کو فتح کر رہے ہیں، قتل و حبس کا سلسلہ بھی جاری ہے، جہاں اُترتے ہیں، تلوار اور آگ کی کارفرمائیاں بھی ہوتی ہیں،

وزیر ابو عبداللہ کی نثر کا نمونہ جو ایک اجازت نامہ کا آخری حصہ ہے، درج کیا جاتا ہے:-

"میں اُس کے حسنِ عقیدت پر چلتا ہوں، اور اس باب میں اُس کی تمنائے دلی پوری کرتا ہوں، اس طرح پر کہ اُسے اور اُس کے دونوں بیٹوں (اللہ اُن سے اُس کی آنکھیں ٹھنڈی کرے) کو اپنے تمام منقولات اور علم کی اجازت دی، اور وہ اپنے بہترین علم سے مجملات کی تفصیل خود کرلیں گے، میں نے اُنھیں سب کی اجازت دی، اور اللہ بزرگ و برتر سے دعا ہے، کہ ہمارے اعمال اپنی رضا کے لئے خالص اور اپنی رضامندی کے لئے وقف کرے، یہ محمد بن عبدالرحمن بن الحکیم نے لکھا ہے، اس حال میں کہ اللہ کی حمد اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام اس کی زبان پر ہیں۔"

وفات وزیر ابو عبداللہ ۷۰۸ھ کی صبح کو قتل کئے گئے، اور یہ جب کہ اُن کے سلطان معزول ہوئے، اور اُن کے گھر پر خلائق کا ہجوم تھا، فتنہ پردازوں نے یہ ترکیب اس لئے کی تھی، کہ کہیں کام تمام کرنے سے پہلے نہ پکڑ لئے جائیں، اس طرح ان کا بے شمار مال واسباب تلف ہوا جس میں قیمتی کتابیں، سامانِ آرائش، فرش، برتن، ہتھیار وغیرہ سب چیزیں شامل تھیں، اور ان کے

دشمنوں نے حقوق کا بھی خیال نہ کیا اور ان کے قتل میں حد سے تجاوز کرکے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دئے (اللہ ہمیں بری موت سے بچائے) اور سڑکوں پر گھسیٹا، یہاں تک کہ لاش ضائع ہوگئی، اور مدفون نہ ہوسکے، اور اس سلسلہ میں شرمناک حرکات کا ارتکاب کیا گیا، ہمارے استاد ابوبکر بن شبرین نے بھی وزیر ابو عبداللہ کا مرثیہ لکھا ہے، جو درج کیا جاتا ہے:-

سقی اللہ اشلاء کرمن علی البلی
اللہ اُن اعضا کو سیراب کرے، جو بوسیدگی کے باوجود محترم ہیں،

وما غض من مقدارها حادث البلا
اور حادثات نے اُن کا مرتبہ کم نہیں کیا،

ومما شجانی ان اهین مکانها
مجھے اس چیز نے غمگین کیا، کہ اُن کے مرتبہ کی توہین کروں،

واهمل قدرا ما عهدناه مهملا
اور جس کو مہمل سمجھا ہے اُس کا مرتبہ مہمل چھوڑ دوں،

الا اصنع بها یا دهر ما انت صانع
اے زمانے جو تیرے جی میں آئے، کر

فما کنت الا عبدها المتذللا
تو بہر حال مرحوم کا مطیع و غلام تھا،

سفکت دما کان الرقوء لنواله
تو نے ایسا خون بہایا جس کا عطیہ خون کا روکنا تھا،

لقد جئتها شنعاء فاضحة الملا
بیشک تو نے یہ حادثہ انتہائی بُرا کیا ہے،

بکفی سبنتی ازرق العین مطرق
ایک سبنتی نیلی آنکھوں والے کے ہاتھوں سے

عدا افعلا فی غیه متوغلا
جو اپنی کجروی میں حد سے آگے بڑھ گیا،

لنعم قتیل القوم فی یوم عیده
کیا خوب! عید کے دن وہ شہید ہوا،

قتیل تبکیه المکارم والعلا
جو عید کو شرف و بلندی کا ماتم کرنے پر مجبور کرے،

الا ان یوم ابن الحکیم لمثکل
ہاں، سنو، کہ ابن الحکیم کا حادثہ دل کو پاش پاش

فؤادی فما ینفک ما عشت مثکلا
کردینے والا ہے، اب زندگی بھر یہ دل اسی طرح رہے گا۔

فقدناه فی یوم اغر محجل
ہم نے اُسے عشرت و شہرت کے دن گم کیا،

ففی الحشر تلقاه اغرّ محجلا
اب پھر قیامت میں معزز و ممتاز دیکھیں گے،

سمت نحوه الایام وهو عمیدها
زمانہ نے اُس کے دربار کا رخ کیا چونکہ وہ اس کا سردار تھا،

فلم تشکر النعمی ولم تحفظ الولا
مگر اُس نے شکر ادا کیا نہ پاس عہد رکھا،

لعاورت الاسیاف منه ممدحا
تلواروں نے اُس شخص کا کام تمام کیا، جو

کریمًا سما فوق السماکین مرجلا	ممدوح و شریف تھا، اور جس کا مرتبہ آسمان سے بلند تھا،
وخانته رجل فی الطواف بما سعت	اور طواف میں اُس کے ایک پاؤں نے ساتھ نہ دیا،
فناء لیصدر للعلوم تحملا	تو اُس نے علوم کے لئے اپنا سینہ وقف کردیا،
وجدل لم یحضرہ فی الحی ناصر	اور مرحوم زمین پر اس وقت گرائے گئے جبکہ قبیلے کا کوئی مددگار وہاں موجود نہ تھا،
فمن مبلغ الاحیاء ان مهلهلا	پھر کون مہلہل کے جیسے واقعے کی خبر قبیلے والوں کو پہنچائے گا،
ید اللہ فی ذاک الادیم ممزقا	دستِ الہیٰ اس شہید کی کھال کے ٹکڑوں پر برکت نازل فرماتا رہے،
تبارک ما هبت جنوبا وشمالا	جب تک جنوبی اور شمالی ہوائیں چلتی رہیں،
من حزنی ان لست اعرف ملحدا	ان پر زیادہ غم اس لئے ہے، کہ اُن کی
له فاری للترب منه مقبلا	قبر بھی نہیں جس کی خاک آنکھوں سے لگاؤں،
رویدک یا من قد غدا شامتا به	اے طعن کرنے والے ذرا ٹھہر جا،
فبالامس ما کان العماد المؤملا	کیا وہ کل ہماری امیدوں کا مرکز نہیں تھا،
وکنا لغادی اونرواح بابه	اور ہم اُس کے دروازہ پر صبح و شام نہیں آتے جاتے تھے،
وقد ظل فی أوج العلا متوقلا	اور وہ بلندی کے مرتبوں پر فائز تھا،
ذکرناہ یومًا فاستهلت جفوننا	ایک روز اُس کی یاد آئی تو ایسے آنسو بھر آئے،
بدمع اذما المحل العام اخضلا	جو قحط سالی کے سال سیرابی کے لئے کافی ہوں،
ومازج منه الحزن طول اعتبارنا	اور غم نے اس میں ہماری عبرت انگیزی کی آمیزش کردی تھی،
ولم ندر ماذا منهما کان اطولا	اور نہیں جان سکے کہ کون زیادہ طویل تھا،
وهاج لنا شجوا تذکر مجلس	اور ایک مجلس کی یاد نے میرا غم ابھار دیا،
له کان یهدی الحی والملأ الأُلی	جس سے اہلِ قبیلہ اور مخلوق نے ہدایت پائی تھی،
به کانت الدنیا توخر مدبرا	اسی کے ذریعہ دُنیا کسی کو پیچھے کرتی تھی،
من الناس حتما او تقدم مقبلا	یا کسی کو آگے بڑھاتی تھی،
لتبک عیون الباکیات علی فتی	رونے والیوں کو اُس شریف آدمی پر رونا چاہیئے۔
کریم اذا ما سیغ العرف اجزلا	جو خوب بھرپور عطیہ دیا کرتا تھا،

على خادم الآثار يتلى صحائحا
على حامل القرآن يتلى مفصلا
على عضد الملك الذى قد تضوعت
مكارمه فى الارض مسكا ومندلا
على قاسم الاموال فينا على الذى
وضعنا لديه كل اصر على علا
والى لنا من بعده متعلل
وما كان فى حاجاتنا متعللاً
الا يا قصير العمر يا كامل العلا
يمينا لقد غادرت حزنا موثلا
ليسوء المصلى ان هلكت ولم تقم
عليك صلوة فيه يشهدنا المصلا
وذاك لان الامر فيه شهادة
وسنتها محفوظة لن تبدلا
فيا ايها الميت الكريم الذى قضى
سعيدا حميدا فاضلاً ومفضلا
لتهنك من رب السماء شهادة
تلاقى ببشرى وجهك المتهللا
رثيتك عن حب ثوى فى جوانحى
فما ودع القلب العميد وما قلا
ويارب من اوليته منك نعمة
وكنت له ذخراً عتيداً وموئلا
تناساك حتى ماتمر ببالـه
ولم يذكر ذاك الندى والتفضلا
يرابض فى مثواك كل عشية

حدیثوں کے خادم پر صحاح کی تلاوت کرنی چاہیئے،
اور حامل قرآن پر قرآن خوانی ضروری ہے،
اور حکومت کے دست راست پر، جس کے فضائل
کی خوشبو اطراف واکناف میں پھیل چکی ہے،
مال ومتاع کی تقسیم کرنے والے پر، اور اس پر
جو ہماری تمام مشقت ورنج کا دور کرنے والا تھا،
اس کے بعد ہمیں دلاسا دینے والا کون ملے گا،
وہ ہماری ضرورتوں میں لیت ولعل نہیں کرتا تھا،
اے کم عمر والے، اے بلند مرتبہ والے،
تم ہمارے دلوں میں گہرا زخم چھوڑ گئے،
نمازی اس لئے کبیدہ خاطر ہیں، کہ تم نے رحلت کی،
اور تمہاری نماز نہیں پڑھی گئی جس میں وہ حاضر ہوتے،
اور یہ اس لئے کہ وہ شہید ہوئے،
اور شہادت کی سنت اب تک بلا تغیر محفوظ ہے،
اے وہ شریف مرنے والے، جس نے اپنی زندگی،
کامرانی وحسن قبول، اور علم وفضل کے ساتھ ختم کی،
خدا کی جانب سے تمہیں یہ شہادت مبارک ہو،
جو تمہارے ہنس مکھ چہرہ تک خوشخبری لیکر آئی ہے،
میں نے اس محبت کے باعث مرثیہ لکھا جو دل میں جاگزیں ہے،
ابھی سردار کی یاد دل سے فراموش نہیں ہوئی ہے،
اور اے اپنے خادم وغلام کے مالک،
جس کے لئے تم جائے پناہ اور سرچشمۂ امداد تھے،
وہ سب تمہیں بھول گئے، کسی کے دل میں تمہاری یاد باقی نہیں
اور کسی نے اس سخاوت وعنایت کا نام نہیں لیا،
جو تمہاری جائے قیام میں ہر شام کو

ضعيف شواء او قديدا مجلا	مجلس طعام وشراب آراستہ کرتے تھے،
لحى الله من ينسى الا ذمة رافضا	خدا اُس سے سمجھے جو عہد وپیمان کا خیال نہیں کرتا ہو،
ويذهل مهما اصبح الامر مشكلا	اور دشواریوں کے باوجود یاد سے غافل ہو جاتا ہو،
حنانيك يا بدر الهدى فلشد ما	اے ہدایت کے چاند ذرا رحم کرنا،
تركت بدور الافق بعدك افلا	تمھارے بعد یہ افق کے چاند کیوں غروب ہوگئے ہیں،
وكنت لآمالى حياة هنيئة	تم میری امیدوں کی خوش آیند زندگی کے ضامن تھے،
فغادرت منى اليوم قلبا مقتلا	آج تم زخمی دل چھوڑ گئے ہو،
فلا وابيك الخير ما انا بالذى	قسم ہے تمھارے نیکوکار باپ کی. میں
على البعد ينسى من ذمامك ما خلا	دوری کے باوجود تمھارے عہود واحسانات کو فراموش کرنے والا نہیں،
فانت الذى آويتنى متغربا	تم ہی نے اجنبیت کی حالت میں مجھے پناہ دی،
وانت الذى اكرمتنى متطفلا	اور تم ہی نے پریشانی میں میری خاطر کی،
فآليت لا ينفك قلبى مكمدا	اب یہ حال ہے کہ میرا دل ہمیشہ غمگین رہتا ہے،
عليك ولا ينفك دمعى مسبلا	اور سیلاب اشک ہمیشہ جاری رہتا ہے،

تمت